مقتلِ مجلسی

حصہ دوم

اعلم العلماء والمجتہدین رئیس المتکلمین و المحدثین

مورخِ آلِ محمدؐ آقائے حاجؒ علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ

مقتل مجلسی

(جلد دوم)

مؤلف

علامہ محمد باقر مجلسیؒ

مترجم

الطاف حسین کلاچی

نظرِثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحینؑ

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 5425372

کتاب	:	مقتل مجلسی (جلد دوم)
مؤلف	:	علامہ محمد باقر مجلسیؒ
مترجم	:	الطاف حسین کلاچی
نظرثانی	:	علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم
تصحیح	:	پروفیسر مظہر عباس چودھری
پروف ریڈنگ	:	ڈاکٹر معصومہ بتول جعفری، اسد علی ڈار
فنی تعاون	:	زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری
تزئین	:	محمد عمران حیدر جعفری
کمپوزنگ	:	ایم۔ اعجاز احمد، احتشام اعجاز
اشاعت	:	جولائی 2014ء
ہدیہ	:	[redacted] روپے
تعداد	:	500

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

حسینؑ مجھ کو ملازمت دے

[مقتل مجلسی (جلد دوم) پر حرفِ مصحح]

مقتل مجلسیؒ (جلد اوّل) کی تقریظ نگاری کے بعد اب جلد دوم کے اُردو ترجمہ کی اصلاح وصحیح پایہ تکمیل کو پہنچی ہے تو چند سطور اس پر بھی لکھنا ضروری سمجھی ہیں تاکہ کتاب بینوں کو تشنگی کا احساس نہ ہو۔ بحمداللہ چودہ پندرہ سال سے ادارہ منہاج الصالحین کے پلیٹ فارم سے مومنین عظام کے لیے کتاب نما کا کردار ادا کر رہا ہوں۔ اس کے پس منظر میں ایک لمبی کہانی ہے جس کا مختصر ترین خلاصہ یہ ہے کہ گریجوایشن کے بعد ایم اے اُردو میں داخلے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور اور اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں فارم جمع کروائے۔ اللہ کے کرم سے دونوں جگہوں پر فہرستیں لگیں تو میرا نام تیسرے چوتھے نمبر پر تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں تو انٹرویو بھی ہوا جس میں ڈاکٹر سید معین الدین اور ڈاکٹر سلیم اختر نے اپنے سوالوں کے کافی وشافی جواب پا کر ناچیز کی خوب حوصلہ افزائی کی اور ادبی ولسانی دل چسپی دیکھتے ہوئے میرے اس شعبے میں بہت آگے بڑھنے (ڈاکٹریٹ کرنے) کی توقع ظاہر فرمائی لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ میں نے ایل ایل بی میں داخلہ لے لیا اور قانون کی رسمی تعلیم کے دوران میں نے دینی و مذہبی کتب کا دل کھول کر مطالعہ کیا۔ تقابل ادیان، تقابل مذاہب، فلسفہ و منطق، مآخذ و منابع، اخبار و روایات اور تراجم قرآن کا حتی الوسع مطالعہ کیا۔ مختلف رسائل و جرائد کی ادارت کی اور ساتھ ساتھ قانون کی شوقیہ پریکٹس بھی کی لیکن بہت ہی کم عرصے میں کچھ تقاضوں کے تحت کیمبرج یونی ورسٹی سے وابستہ اے لیول اداروں میں تدریس شروع کر دی۔ یوں کاملاً پڑھنا لکھنا، اوڑھنا بچھونا بن گیا اور برادر نصرت شاہانی کے تعارف کروانے پر حضرت آیت اللہ علامہ ریاض حسین نجفی کے بعد حضرت علامہ ریاض حسین جعفری سے ملاقات ہوگئی جو اس دوران ادارہ منہاج الصالحین کی تاسیس فرما رہے تھے۔ اب اگرچہ پانچ اداروں میں تدریسی اور پانچ اداروں ہی میں تحریری

خدمات انجام دے رہا ہوں لیکن ہیچ مدرک کی اصل دلچسپی دینی ادبیات ہی میں ہے۔ اس شعبے میں بھی کتب مقاتل و مصائب میں مولا حسین علیہ السلام کی خصوصی نوکری نصیب ہوئی ہے۔ شاید مجھ حقیر کی وہ دعا قبول ہو گئی ہے جو "نذرِ حسینؑ" کے عنوان سے آج سے قریب قریب اٹھارہ بیس سال قبل منظوم کی تھی:

"حسینؑ! بزمِ بقائے انسانیت میں مجھ کو بھی کرلے شامل
حسینؑ! اپنے صحیفہ دردوغم میں میرا بھی نام لکھ لے
حسینؑ! شہرت کے آسماں پر تو ماہِ کامل میں تیرا ہالہ
حسینؑ! مجھ کو مرید کر لے حسینؑ مجھ کو غلام لکھ لے
میں جانتا ہوں کہ تیرے نوکر بھی بادشاہ ہیں جہاں کل کے
حسینؑ! مجھ کو ملازمت دے اور اپنا مختارِ عام لکھ لے"

الحمدللہ! ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! حاشا وکلا یہ سب فرزندِ رسولؐ کا احسان ہے ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ چاکری...... یہی میرا تخصص ہے اور یہی ڈاکٹریٹ۔ آج سے بارہ سال قبل "سحابِ رحمت"، "تاریخ و مقتل" اور "سوگ نامہ سید الشہداءؑ" کے اُردو ترجمے کے پیش گفتار میں عرض کیا تھا کہ یہ فُطرس کو پَر پرواز عطا کرنے والی ہستی کا احسانِ عظیم ہے کہ مجھ سے کام لے لیا۔ اس کے بعد مقتل کے موضوع پر "سوگ نامہ آلِ محمدؐ"، "توضیح عزا"، "مقتل دربندی"، "امواج البکا" وغیرہم کی ادارت و تصحیح کے فرائض انجام دیے۔ حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام پر سفیر حسینؑ کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ چار کتابیں مزید (مقتل کے موضوع پر) "قافلہ سالارِ عشق"، "سجدانِ حسینؑ"، "مظلیم ظلیم" اور "اسیرانِ کوفہ وشام" کے نام سے رقم کر چکا ہوں۔ حال ہی میں "منہاج الدموع" کا ترجمہ کیا ہے اور خصائص العباسیہ کے بعد اب خصائص زینبیہ اور لواعج الاحزان کی تصحیح کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ ان سب پر مستزاد مقتل مجلسی کے مصحح کے طور پر خدمات انجام دینے کی سعادت ہے۔ جلد اوّل میں اس مقتل کے محاسن ومحامد بیان کر چکا ہوں اور حضرت علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ تحسین بھی پیش کر چکا۔ اس بار محض مترجم کتاب ہذا

حضرت علامہ الطاف حسین کلاچی رئیس مدرسہ باب العلم تونسہ شریف کے ترجمہ کی توصیف پیش نظر ہے۔ میرے خیال میں دور حاضر میں علامہ محمد حسن جعفری قبلہ کے بعد علامہ الطاف کلاچی ترجمہ نگاری میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ وہ صرف رواں دواں اُردو ترجمہ ہی نہیں کرتے بلکہ اضافۃ المترجم کے عنوان سے تحقیق و تدقیق کا کمال بھی دکھاتے ہیں اور اپنے زیر قلم موضوع سے کماحقہ انصاف فرماتے ہیں۔ مقتل مجلسی میں بھی موصوف نے سیر حاصل اضافے فرمائے ہیں اور مقتل ہذا کو مزید معلوماتی بنا دیا ہے۔ ان کے اس کار خیر نے مقتل کے موضوع پر ہر طرح کی تشنگی دور کر دی ہے۔ زیر نظر کتاب ''مقتل مجلسی'' کی فصل سوم ''حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی مکہ سے کوفہ کی طرف روانگی'' سے شروع ہوتی ہے جس کا پہلا عنوان ''حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ پر گریہ کرنے کا ثواب ہے'' اور اس کی ابتدا ہی اضافہ از مترجم سے ہوئی ہے۔ اس کے تحت دو ''مطلب'' بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح کتاب ہذا کے چند صفحے ہی بمشکل گزر پاتے ہیں کہ حضرت علامہ دیگر مقاتل بالخصوص ''مقتل ابو مخنف'' اور مقتل سید ابن طاؤس اللہوف وغیرہ سے اقتباسات پیش کر کے اس مقتل کو چار چاند لگاتے نظر آتے ہیں۔ مقتل مجلسیؒ جیسے عظیم مقتل میں یہ اضافہ جات سونے پر سہاگہ کے مصداق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت مترجم موصوف کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور کتب آلؑ رسولؐ کی خوب خدمت کرنے کا موقع عطا فرمائے (آمین بحق آل یاسین)۔

آخر میں حاصل مطالعہ کے طور پر چند خصوصی عبارات پیش خدمت ہیں جن کے ذہن میں بٹھا لینے سے قارئین ان شاء اللہ اپنے علم میں خاطر خواہ اضافہ محسوس کریں گی اور مجھ ناچیز کی ملازمت کا حق بھی کسی قدر ادا ہو جائے گا۔

فصل سوم

حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کی مکہ سے کوفہ کی طرف روانگی

حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام پر گریہ کرنے کا ثواب

(اضافہ از مترجم): اس دل سوز کیفیت اور جاں گداز مصیبت کی تحریر و تقریر سے قبل چند ایک مطالب کا ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

پہلا مطلب: حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کی جاں گداز مصیبت کا ذکر اور اسی پر گریہ کا ثواب' اگرچہ اس مطلب پر کوئی زیادہ روایات نہیں ہیں' لیکن اس مطلب کو چند طریقوں سے واضح کیا جا سکتا ہے:

① حضرت امام حسین علیہ السلام کے دل سوز مصائب پر رونے کے ثواب کے حوالہ سے ابو عمارہ کوفی سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے: ہم وہ چشم جس سے ایک آنسو ہمارے مصائب پر یا ہمارے حقوق کے غصب ہونے کے لیے یا ہماری ہتکِ عزت کے لیے یا ہمارے دوستوں کے مصائب کی یاد میں نکلے تو خداوند تعالیٰ اُس صاحب چشم کو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رکھے گا۔

یہ روایت ہمارے مدعا پر دلالت کرتی ہے اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کا اہل بیتؑ رسولؐ میں ایک عظیم الشان مقام تھا' اس لیے ان کے مصائب میں رونا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

② روایات میں آیا ہے کہ جو شخص اہل بیتؑ رسولؐ کے مصائب میں گریہ کرے تو خداوند تعالیٰ اُس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ حضرت مسلم علیہ السلام کی مصیبت آلؑ محمدؐ کے مصائب کا اہم حصہ ہے۔

③ حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کا شمار بھی کربلا کے شہدا میں ہوتا ہے۔ ان کی مصیبت درحقیقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہی مصیبت ہے' کیوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت میں اُنھیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا تھا۔ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت بیان کی گئی تھی تو آپؑ نے ان پر بہت زیادہ گریہ کیا تھا'۔ اُن کی مصیبت نے امامؑ کو رُلا دیا تھا۔ حضرت مسلمؑ بن

عقیل علیہ السلام کی امامؑ سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اپنے آخری وقت تک امامؑ کی فکر میں رہے حتیٰ کہ حضرت مسلم علیہ السلام نے یہ کوشش بھی کی تھی کہ امامؑ تک پیغام پہنچ جائے کہ وہ کوفہ تشریف نہ لائیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت مسلم علیہ السلام پر رونا گویا حضرت امام حسین علیہ السلام پر رونا ہے۔

حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کے فضائل و مناقب

مطلب دوم: اس مطلب میں آپؑ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔ آں حضرتؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔ آپؑ کے والد بزرگ وار حضرت عقیل علیہ السلام تھے اور آپؑ حضرت امام علی علیہ السلام کے داماد تھے۔ آپؑ کی زوجہ محترمہ کا نام رقیہ سلام اللہ علیہا تھا اور وہ حضرت مسلم علیہ السلام کے بیٹے حضرت عبداللہؑ کی والدہ ہیں اور حضرت عبداللہ علیہ السلام کوفہ میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہؑ بن مسلم علیہ السلام کی شہادت ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں بیان ہوگی۔

حضرت مسلم علیہ السلام کے فضائل و مناقب کی حد بندی ممکن ہی نہیں ہے۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ آں حضرتؑ صاحبِ کمالات و کرامات تھے اور صفاتِ حمیدہ و اوصافِ پسندیدہ سے متصف تھے۔ آپؑ کرامتِ نفس، دیانت و تقویٰ اور پرہیزگاری و علو ہمتی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؑ کی ذاتِ والا صفات کیاست و فراست و وثاقت سے متصف تھی۔

آپؑ اقدارِ عالیہ اور مراتبِ جلیلہ کے مالک تھے۔ آپؑ کی عظیم المرتبت ذات کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی نیابت کا شرف حاصل تھا۔ یہ شرف ہر شرف و شرافت سے بلند تر و برتر تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔ وہ دانا و عالم تھے۔ وہ حقائق و دقائق پر ہر طرح سے نگاہ رکھتے تھے اور ہر قسم کے نقائص سے پاک تھے۔

امامؑ نے آپؑ کو کوفہ کی طرف بھیجا تھا۔ امامؑ نے انھیں اپنا نائب اور قائم مقام بنایا تھا۔ ان کی بیعت و اطاعت کو اپنی بیعت سمجھا تھا۔ امامؑ نے آپؑ کو کوفہ کے بزرگان و اشراف کا حاکم مقرر کیا تھا۔ نیز اپنی برادری کے شرف سے مشرف و سربلند کیا تھا۔ اس ہستی کا مقابلہ بھلا کون کرسکتا ہے، جس کی توثیق و تعدیل فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام فرمادیں اور انھیں اپنا

نائب بنادیں؟ اس منزلت و شان کا مقابلہ کیسے ممکن ہے؟

اگر حضرت مسلم علیہ السلام علم و فضل اور دانائی و آگاہی سے متصف نہ ہوتے تو آپؑ احکامِ شرعی کے عالم نہ ہوتے اور صاحبِ کیاست و فراست و صاحبِ ورع و تقویٰ نہ ہوتے اور پھر خاصِ آلِ عباؑ انھیں کسی صورت میں اپنا نائب نہ بناتے' کیوں کہ اہلِ کوفہ کوئی اجڈ اور جاہل لوگ نہ تھے' کوفہ میں بڑے بڑے دانش ور اور علما رہتے تھے۔ امامؑ نے ہر پہلو کو نظر میں رکھ کر آپؑ کو عہدۂ نیابت عطا فرمایا تھا۔

ہم آپؑ کے مناقب و فضائل کے چند نمونے ذیل میں بیان کرتے ہیں:

ایک دن حضرت امام علی علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا آپؐ عقیلؑ سے محبت رکھتے ہیں؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: جی ہاں! بخدا میں اُنھیں دو باتوں کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں: ایک ان کی اپنی ذات ہے' مجھے ان کی ذات سے بے پناہ محبت ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام اُن سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو آپؑ کے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہوگا۔ اہلِ ایمان اس کی مصیبت پر روئیں گے۔ فرشتے اس پر درود پڑھتے ہیں۔

حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کی شجاعت

آپؑ شجاعت و مبارزت میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب آپؑ بڑے بڑے شجاعوں اور مبارزوں سے مقابلہ کرتے تو اُن کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اُنھیں زمین سے اُٹھا کر گھروں کی چھتوں پر اُچھال دیتے تھے۔ آں حضرتؑ کی شجاعت ان کی شہادت کے باب میں ذکر کی جائے گی۔

حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کی قربانیاں

حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت میں حضرت مسلم علیہ السلام کے چار فرزند شہید ہوئے۔ آپؑ کے دو فرزند میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک حضرت عبداللہ علیہ السلام تھے جو حضرت رقیہؑ بنت امام علیؑ کے بطن سے تھے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے خواہر زادہ تھے اور دوسرے حضرت محمد علیہ السلام تھے کہ جن کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔ آپؑ کے دو فرزند سید الشہداؑ کی شہادت کے بعد حارث ملعون کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ جن کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

آپؑ پر بعض ائمہ اہل بیتؑ نے سلام بھیجے۔

سید ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے اُس زیارت کی روایت کی ہے' جس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ اُس زیارت میں آپؑ کا ان الفاظ میں ذکر آیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَى الشُّهَدَاءِ مِنْ وُلْدِ جَعْفَرٍ وَ عَقِيْلٍ

علما نے فرمایا ہے کہ آں حضرتؑ کی زیارت کرنا مستحب ہے۔

مصنف نے ایک دوسری کتاب میں فرمایا ہے کہ اس بزرگ وار کی زیارت روایت کی محتاج نہیں ہے۔ شہدائے کربلا کی بعض زیارات میں آپؑ کا اسم گرامی درج ہے۔

حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کے لیے کوفہ کی نیابت

جس وقت ہانی ابن ہانی اور سعید ابن عبداللہ نے اَشرافِ کوفہ کے خطوط فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور پیش کیے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کو اپنے ہاں طلب فرمایا اور اس بزرگ وار کو اہل کوفہ کے تین قاصدوں کے ہم راہ کوفہ کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ان میں سے ایک قیس بن مسہر صیداوی اور دوسرے عمارہ بن عبداللہ سلولی اور تیسرے عبدالرحمٰن بن عبداللہ اَزدی تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انھیں روانہ کرتے وقت فرمایا تھا: تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنے اُوپر لازم رکھنا' اپنے معاملات کو پوشیدہ رکھنا اور لوگوں پر ظاہر نہ کرنا' لوگوں پر لطف و مہربانی کرنا' اگر کوفہ کے لوگ آپس میں متفق ہو جائیں اور اپنے

اُمور میں اتحاد کرلیں اور تمھاری بیعت پر جمع ہو جائیں تو فوراً میری طرف خط لکھنا۔

جب فرزندِ رسولؐ کے ارشادات گرامی مکمل ہوئے تو حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام مکہ سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ جوں ہی آپؑ مدینہ تشریف لائے تو آپؑ مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے اور وہاں چند رکعت نماز ادا کی اور پھر اپنے گھر آئے۔ آپؑ اپنے گھر والوں سے ملے اور اُن سے وداع کیا اور قبیلہ قیس کے دو آدمیوں کو بطور رہ نما اپنے ساتھ لیا' کیوں کہ وہ مدینہ سے کوفہ جانے والے تمام راستوں سے واقف تھے۔ ابھی آپؑ نے کوئی زیادہ راستا طے نہیں کیا تھا کہ ان رہبروں سے راستا گم ہو گیا۔ اس دوران میں ان پر پیاس کا غلبہ ہوا اور وہ اپنی زندگی سے نااُمید ہو گئے۔ اُنھوں نے حضرت مسلم علیہ السلام کو اشارہ سے راستے کی نشان دہی کی کہ راستا اس طرف جاتا ہے۔ مورخین نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دونوں فوت ہو گئے۔ حضرت مسلم علیہ السلام اپنے ہم راہیوں کے ساتھ کمالِ مشقت و زحمت کے ساتھ ایک جگہ پر پہنچے' جسے "مضیق" کہا جاتا ہے۔ وہاں پانی پیا اور اپنی جان بچائی۔ آپؑ نے وہاں قیس بن مسہر کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خط بھیجا۔ ان کے خط کا مضمون یہ تھا:

"ہم مدینہ سے دو رہبروں کے ساتھ اپنے سفر پر رواں دواں تھے کہ ان رہبروں سے راستا گم ہو گیا تھا اور پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا ان پر تشنگی کا غلبہ ہوا اور وہ وہیں فوت ہو گئے۔ ہم مشقت و خستگی اور رنج کے ساتھ وادی خبت میں پہنچے' جسے "مضیق" کہا جاتا ہے۔ میں اس قضیہ کو اس سفر کے لیے فالِ بد سمجھتا ہوں۔ اگر مصلحت ہو تو مجھے اس سفر سے معاف رکھیں' کسی اور کو میری جگہ پر روانہ کریں۔ والسلام!"

حضرت امام حسینؑ کا حضرت مسلمؑ کے نام جواب نامہ

جس وقت اس بزرگ وار کا یہ خط بارگاہِ امامت میں پیش کیا گیا تو امامؑ نے آپؑ کی طرف اس مضمون کا خط روانہ کیا:

"مجھے خوف ہے کہ تم نے کہیں بزدلی اور خوفِ جان کی وجہ سے اس سفر

سے منہ نہ موڑ لیا ہو۔ میں نے جس طرف تمھیں روانہ کیا ہے تم اُدھر بغیر کسی تامل کے چلے جاؤ۔ والسلام!"

(اضافہ از مترجم): ابو مخنف کی روایت:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از حسینؑ ابن علیؑ بنام ابن عم مسلمؑ بن عقیلؑ

اے ابن عم! میں نے اپنے نانا بزرگوار سے سن رکھا ہے کہ ہم اہل بیتؑ کے لیے جائز نہیں ہے کہ ان توہمات کا شکار ہوں اور فالوں کی باتیں کریں۔ جس وقت میرا خط پہنچے میں نے جس امر پر آپؑ کو مامور کیا ہے اُسی کو سرانجام دیں۔ آپؑ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو" (مثیر الاحزان: ۲۶)۔

جس وقت امامؑ کا یہ خط حضرت مسلم علیہ السلام کو ملا تو آپؑ نے فرمایا: مجھے اپنی جان کا خوف نہیں ہے بل کہ مجھے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیتؑ کی جانوں کا خوف ہے۔ اس بنا پر میں نے ایسا خط ان کی طرف بھیجا تھا۔

حضرت مسلم علیہ السلام اس خط کے پڑھنے کے بعد کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک قبیلہ کے پانی کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔ وہاں آرام کیا' پھر کوفہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں آپؑ نے ایک شکاری کو دیکھا جو ہرن کا شکار کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے ہرن کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور اس کا تیر ہرن کو لگا اور ہرن شکار ہو گیا۔ جب حضرت مسلم علیہ السلام نے اس قضیہ کا مشاہدہ کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ بھی فال بد ہے' لیکن آپؑ نے فرمایا: ان شاء اللہ میں اپنے دشمنوں کو اس طرح قتل کروں گا اور آپؑ وہاں سے گزر گئے اور منازل پر منازل طے کرتے ہوئے آخر کوفہ پہنچ گئے اور مختار بن ابی عبیدہ ثقفیؒ کے گھر نزول اجلال فرمایا۔ ان دنوں وہ گھر مسلم بن مسیب کے گھر کے نام سے مشہور تھا۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کا کوفہ میں ورود

جس وقت شیعیانِ کوفہ کو حضرت مسلم علیہ السلام کی آمد کا علم ہوا تو وہ آپؑ کی زیارت کے

لیے فوج دَر فوج' گروہ دَر گروہ چلے آئے۔ ہر آدمی آپؑ کی ملاقات کا متمنی تھا۔ آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط نکالا اور کوفیوں کے سامنے پڑھا۔ جب ان لوگوں نے امامؑ کا خط سنا تو سبھی رونے لگے اور ان کے اشکِ حسرتِ ملاقاتِ امام میں ان کے رُخساروں پر جاری ہو گئے۔ ہر لحہ لوگوں کے اجتماع بڑھنے لگے اور لوگ حضرت مسلم علیہ السلام کی بیعت کرنے لگے۔ تھوڑے سے عرصہ میں اٹھارہ ہزار لوگوں نے آپؑ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کر لی۔

داؤد بن ہند نے شعبی سے روایت کی ہے کہ چالیس ہزار آدمیوں نے آپؑ کی بیعت کر لی تھی۔ اُنھوں نے عہد کیا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہم راہی میں دین کے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔

(اضافہ مترجم): ابومخنف نے روایت کی ہے کہ اسی ہزار آدمیوں نے حضرت مسلم علیہ السلام کی بیعت کی (ابی مخنف: ص ۲۱' روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۷۳)۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کا حضرت امام حسینؑ کی طرف خط

جب حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام نے اہلِ کوفہ کے حالات کو دیکھا' جانچا' پرکھا اور نتیجہ نکالا کہ ان لوگوں میں امامؑ سے محبت اور چاہت ہے تو آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھا۔

آپؑ نے اس خط میں تحریر کیا کہ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی ہے' اس لیے آپؑ جلد از جلد کوفہ تشریف لے آئیں (ابی مخنف: ص ۲۱' روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۷۳)۔

شیخ ابن نما نے نقل کیا ہے کہ اہلِ کوفہ نے امامؑ کی طرف خط لکھا کہ ہم آپؑ کی نصرت کے لیے ایک لاکھ افراد جمع کر لیں گے (مثیر الاحزان: ۲۶)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی کوفہ کی طرف روانگی

جب حضرت مسلم علیہ السلام کا خط مکہ معظمہ میں امامؑ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا تو آپؑ

نے اہلِ کوفہ کے وعدوں اور معاہدوں کو قبول کرتے ہوئے کوفہ کا عزم کیا اور آپؑ کوفہ کی طرف چل پڑے۔

اہلِ کوفہ کا حضرت مسلم علیہ السلام کے پاس آنا جانا زیادہ ہوا تو بنواُمیہ کے طرف دار خبردار ہو گئے اور اُنھیں ان اُمور کی اطلاع ہو گئی کہ کوفہ میں کیا ہو رہا ہے۔ ان لوگوں نے حاکم کوفہ (نعمان بن بشیر) تک اطلاع پہنچائی۔ وہ اس وقت والی کوفہ تھا' وہ یزید سے پہلے معاویہ کے دور میں بھی والی کوفہ تھا۔ یزید نے اُسے اُسی عہدہ پر باقی رکھا۔

جب نعمان کو حضرت مسلم علیہ السلام کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ فوراً جامع مسجد کے منبر پر گیا اور خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا:

"اے لوگو! خدا سے ڈرو اور فتنہ و فساد برپا نہ کرو۔ اس اُمت میں انتشار نہ ڈالو۔ جب فتنہ برپا ہو گا تو تمھارے مرد ہلاک ہوں گے اور تمھارا خون گرایا جائے گا اور تمھارے اُموال کو لوٹ لیا جائے گا۔ جو شخص مجھ سے برسرپیکار نہیں ہو گا میں بھی اُس سے برسرپیکار نہیں ہوں گا۔ جب تم لوگ سکون کے ساتھ ہو تو میں بھی تمھیں شورش میں نہیں لانا چاہتا' تہمت و گمان کی بنا پر میں کسی کو سزا نہیں دینا چاہتا۔ اگر تم مجھ پر چڑھ دوڑو گے اور بیعت توڑ کر اپنے امام کی مخالفت کرو گے تو بخدا میں تلوار میان سے باہر نکال لوں گا اور جب تک قبضہ شمشیر میرے ہاتھ میں رہے گا' جنگ و جدل سے باز نہیں آؤں گا' چاہے تم میں سے میری کوئی نصرت و یاوری نہ کرے۔ مجھے اُمید ہے کہ مفسدین کی نسبت حق شناس زیادہ ہوں گے۔"

جب نعمان کی گفتگو اس مقام پر پہنچی تو عبداللہ بن مسلم جو بنی اُمیہ کا حلیف تھا' کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے نعمان! یہ فتنہ جو کوفیوں نے برپا کر رکھا ہے اور وہ فساد و شورش چاہتے ہیں وہ ان باتوں سے ٹھیک نہیں ہو گا۔ ہاں یہ فتنہ طاقت کے ساتھ فرو ہو گا۔ جو بات تم نے کہی ہے اس سے شر دفع نہیں ہو گا۔ تمھارا کلام کم زوروں اور بے چاروں جیسا ہے۔

جب نعمان نے اس شر پسند اور شریر کی باتیں سنیں تو اُس کے جواب میں کہا: اگر اللہ کی اطاعت میں رہتے ہوئے میرا شمار کم زوروں میں ہو تو میرے نزدیک اس امر سے بہتر ہے کہ میں غالب ہونے کی حالت میں معصیت کار بنوں۔ یہ کہہ کر وہ منبر سے اُتر آیا۔

عبداللہ بن مسلم مسجد سے باہر آیا اور اُس نے یزید کی طرف خط لکھا۔ اس کے خط کا مضمون یہ تھا:

"ان دنوں مسلمؑ بن عقیلؑ شہر کوفہ میں آئے ہوئے ہیں۔ کوفہ کے شیعوں نے ان کے ہاتھ پر حضرت امام حسینؑ کے لیے بیعت کر لی ہے۔ اگر تمھیں کوفہ کی ضرورت ہے اور یہ دیار تمھیں مطلوب ہے تو فوراً ایک مضبوط آدمی جو صاحبِ عزم و جزم ہو' کوفہ بھیجو اور اُسے کوفہ کی ولایت عطا کرو' تا کہ اسی دیار میں تمھاری حکومت کو باقی رکھ سکے اور تمھارے دشمنوں کے ساتھ اس طرح سلوک کرے جس طرح تم چاہتے ہو۔ نعمان بن بشیر ایک کم زور آدمی ہے یا پھر اپنے آپ کو کم زور ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمھارے دشمنوں کے سامنے سستی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔"

حوادثِ کوفہ کے مقابلے میں یزیدی کوششیں

عمارہ بن عقبہ نے بھی یزید کی طرف خط لکھا۔ اس طرح عمر بن سعد نے ایک علیحدہ خط یزید کی طرف لکھا۔ ان لوگوں نے یہ خطوط ایک تیز اور تندرَو آدمی کے حوالے کیے۔ جب پیغام رساں شام میں یزید کے پاس پہنچا اور وہ کوفہ کے اَحوال سے مطلع ہوا تو اُس نے سرجون رومی کو اپنے پاس بلوایا۔ سرجون معاویہ کا آزاد کردہ تھا' اُس نے کوفیوں کے خطوط اس کے سامنے رکھے اور اُس سے پوچھا: اب اس فتنہ کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟ حسینؑ بن علیؑ نے مسلمؑ بن عقیلؑ کو کوفی کی طرف بھیجا ہے اور وہ وہاں حسینؑ کے لیے بیعت لے رہا ہے اور اُس نے کوفہ میں فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے۔ مجھ تک اطلاع پہنچی ہے کہ نعمان بن بشیر ایک کم زور آدمی ہے اور اُس نے دشمن کے سامنے کم زوری اور سستی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تمھاری رائے میں کون سا ایسا آدمی

ہے جسے میں کوفہ کی حکومت دوں اور وہ اس فتنہ کی آتش کو خاموش کر دے۔

سرحون کی پیش کش

آغاز میں یزید کی نگاہ میں عبداللہ ابن زیاد کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اُسے کوفہ کا گورنر بنائے۔

جب سرحون نے یزید کی یہ باتیں سنیں تو اُس نے کہا: اگر آج معاویہ زندہ ہوتا اور جو وہ تدبیر کرتا' کیا تُو اس کی تدبیر کو پسند کرتا؟

یزید نے کہا: ہاں! اگر وہ زندہ ہوتا اور اس معاملے میں جو رائے دیتا میں ضرور اُسے پسند کرتا اور اُس پر عمل کرتا۔ پس اس وقت سرحون نے یزید کے سامنے ایک عہدنامہ رکھا۔ اس عہدنامہ میں تحریر تھا کہ اے یزید! جب تجھے حکومت ملے تو عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ و بصرہ کا والی بنانا۔

سرحون نے کہا: معاویہ کی یہ رائے اور تدبیر ہے۔ اُس نے اپنی موت کے وقت تمھیں حکم دیا ہے کہ تم اس کے عہدنامہ پر عمل کرنا اور عبیداللہ کو کوفہ و بصرہ کا والی بنانا۔ اُس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمھیں یہ عہدنامہ دکھاؤں۔

جس وقت یزید نے اپنے باپ کا عہدنامہ دیکھا تو اُس نے سرحون سے کہا: یہ عہدنامہ ابن زیاد کی طرف بھیج دے۔ اُس وقت اُس نے مسلم بن عمرو باہلی کو طلب کیا اور اُس کی مصاحبت میں ابن زیاد کی طرف خط لکھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:

"اما بعد! اہل کوفہ میں سے جو ہمارے شیعہ ہیں ان میں سے کچھ لوگوں نے میری طرف خط لکھا ہے' جس میں مجھے مطلع کیا ہے کہ ابن عقیلؑ کوفہ میں فروکش ہے اور لشکر جمع کر رہا ہے اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دے رہا ہے تاکہ وہ لوگوں میں انتشار پیدا کرے اور فتنہ برپا کرے۔ جس وقت تجھے میرا یہ خط ملے تو فوراً بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو جانا۔ جب تُو کوفہ پہنچے تو مسلمؑ بن عقیلؑ کو اس طرح تلاش کرنا جس طرح جواہر گراں بہا کو تلاش کیا جاتا ہے۔ اس کی ہر صورت میں جستجو کر اور اُسے جب پالے

تو اُسے قید کر لے اور اُسے اچھی طرح سے جکڑ لے تا کہ وہ اِدھر اُدھر نہ جا سکے یا تو اُسے قتل کر دے یا کوفہ سے باہر نکال دے۔"

اُس نے یہ خط مسلم بن عمرو باہلی کے حوالے کیا۔ اُس نے ابن زیاد کی طرف تاکیداً لکھا کہ خط پڑھنے کے بعد وہ کوفہ کی طرف روانہ ہو جائے (الارشاد: ج۲، ص۳۶، روضۃ الواعظین: ج۱، ص۱۷۱)۔

حضرت امام حسینؑ کا اہل بصرہ کے نام خط

اِدھر فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے تقدیر و حکمتِ الٰہی کے تقاضوں کے مطابق اپنے عزم کو جزم کیا اور عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ نے بصرہ اور اس علاقے کے اشراف اور بزرگان کی طرف خطوط لکھے۔ آپؑ نے یہ خطوط اپنے غلام ابوذر بن سلیمان کے ذریعے روانہ کیے۔ جن لوگوں کے نام آپؑ نے یہ خطوط اِرسال فرمائے تھے ان میں سے ایک یزید بن مسعود نہشلی تھے اور دوسرے مُنذر بن جارود عبدی تھے۔

یزید بن مسعود کا اپنی قوم کو جمع کرنا

آپؑ کا غلام سلیمان آپؑ کا نامہ مبارک مکہ سے بصرہ لایا اور وہاں سے لوگوں کے حوالے کیا۔ جب یزید بن مسعود کے پاس فرزندِ رسولؐ کا پُر جمال مبارک نامہ پہنچا اور وہ خط کے مضمونِ بلاغت سے آگاہ ہوا کہ رسول اللہؐ کے فرزندؑ نے ان سے نصرت طلب کی ہے اور اپنی واجب اطاعت کا حکم دیا ہے تو اس سعادت مند شخص نے قبیلہ بنو تمیم، بنو حنظلہ اور بنو سعید کو اپنے گھر میں جمع کیا۔ جب وہ لوگ اس بزرگ وار کے گھر جمع ہوئے تو اُنھوں نے ان سے خطاب کیا:

"اے فرزندانِ تمیم و حاضرین کرام! آپ لوگ میرے حسب نسب و مقام و منزلت کو کس صورت میں پاتے ہو اور میری مہربانیوں اور خیر خواہیوں کو کس صورت میں دیکھتے ہو؟"

ان تمام لوگوں نے عرض کیا: بخدا! آپ ہمارے ملجا و ماویٰ اور سید و سردار ہیں۔ آپ

ہمارے لیے سرمایہ شرف و افتخار ہیں۔ شرافت و نجابت نیز بزرگ واری اور حسب و نسب میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

یزید بن مسعودؒ نے فرمایا: میں نے تمھیں اپنے پاس ایک عظیم امر کے لیے جمع کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں سے اس امر عظیم کے لیے مشاورت کروں اور آپ لوگوں کی رائے معلوم کروں اور اس کام کے لیے تم لوگوں سے نصرت طلب کروں۔

ان لوگوں نے عرض کیا: بخدا! ہم نے آپ میں نیکی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ ہم آپ کو بہترین مشورہ دیں گے۔ آپ جو کچھ چاہتے ہیں حکم کیجیے ہم اطاعت کریں گے۔

جناب یزید سعیدؒ نے فرمایا: معاویہ فوت ہو چکا ہے' آگاہ رہیے اس کی موت سے ارکانِ ظلم و عدوان متزلزل ہو چکے ہیں۔ اس نے اپنی زندگی میں احداث و ایجادات کی تھیں اُس نے لوگوں سے بیعت لی اور ان پر تسلط حاصل کیا' بخدا! اُس نے پورا زور صرف کیا۔ آخر اس کی تمام تجاویز ناکارہ ہوئیں اور تقدیر قضائے الٰہی جاری ہوگئی اور وہ اس دنیا سے چلا گیا۔

جناب یزید بن مسعودؒ نے فرمایا: اے لوگو! معاویہ فوت ہو گیا ہے۔ اس کے شراب خوار و بدکردار اور فاسق و فاجر بیٹے نے مسلمانوں پر اپنی امارت مسلط کر دی ہے۔ اب وہ حکمران بن چکا ہے' حالاں کہ وہ نہ حلم و بردباری کی صفات سے آشنا ہے اور نہ علم و دانش سے واقف ہے' وہ ناحق شناس ہے اور کسی صورت میں حکومت و ریاست کے قابل نہیں ہے۔

اے لوگو! مجھے خداوند تعالیٰ کی عزت و عظمت کی قسم! اس معدنِ کفر و شقاوت سے جہاد و جنگ کرنا دین خداوندی کی ترویج کے لیے مشرکین سے جہاد کرنے سے بھی بہتر اور نیک تر ہے۔

حسینؑ ابن علیؑ اپنے جد بزرگ وار' پدر عالی قدر و برادر عظیم الشان کے وارث ہیں اور وہ موجود ہیں وہ بزرگ وار صاحب شرف جلیل ہیں' رائے میں اصل ہیں۔ وہ معدنِ فتوت و کرامت اور سرمایہ شرافت و نجابت ہیں۔ فضائل میں کامل و مکمل و اکمل ہیں۔ صفات بیان کرنے والے ان کے اوصاف بیان نہیں کر سکتے۔ ذکر کرنے والے ان کے ذکر کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ وہ علم و دانش میں بحرِ بے کراں ہیں' نہ ان کے علم کی گہرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور

نہ اس کی وسعتوں کو ماپا جا سکتا ہے۔ وہ معدن نبوت و رسالت' منبع دانش و حکمت ہیں' شفقت و رحمت' کرم و مروت میں تمام عالم سے ممتاز ہیں۔ پس وہ حکومت و ریاست اور خلافت و امارت میں اولویت رکھتے ہیں۔ وہ پاسبانِ رعیت و پیش وائے اُمت اور ہادی راہِ شریعت ہیں۔

خداوند متعال کی حجت اس جانِ جہانیاں کے وجودِ ذی جود سے کامل و مکمل ہو چکی ہے اور ان کے وجودِ مبارک سے وعظ و نصیحت کے تمام شرائط پورے ہو چکے ہیں۔ ان کی وجہ سے اب دنیا کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا' جو خداوند متعال کے حضور پیش کیا جائے اور وہ قابل سماعت ہو۔

آپؑ نے اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! نورِ حق' روشنی اور ہدایت کو پانے کے لیے اپنی آنکھوں پر جہالت کے پردے مت ڈالو۔ گم راہی و ضلالت اور حیرت سے اپنے آپ کو بچاؤ' باطل و شقاوت کے کنویں میں چھلانگ مت لگاؤ۔ تمھیں یاد ہے کہ صخر بن قیس نے جنگ جمل کے دن تمھیں رُستگاری اور نجات سے دور رکھا تھا یعنی امام علی علیہ السلام کی نصرت سے تمھیں روکا تھا۔ پس آج وہ وقت آ گیا ہے کہ فرزندِ رسولؐ کا ساتھ دے کر عاقبت کو پا سکتے ہو اور اپنے ننگ و عار اور کثافت و شنار کو دھو سکتے ہو۔

بخدا! میرا عقیدہ یہ ہے کہ جس کسی نے اس بزرگ وار کی نصرت و جاں نثاری سے ہاتھ کھینچا خداوند متعال اُس پر کسی صورت میں اپنا لطف نازل نہیں کرے گا' بل کہ اُسے ذلت و خواری سے ہم کنار کرے گا اور لباسِ ذلت پہنائے گا اور اس کی نسل کو بھی ذلیل کرے گا۔ ذلت و خواری ہمیشہ ان کا مقدر رہے گی اور اس کی قوم بھی آہستہ آہستہ تحلیل ہوتی چلی جائے گی اور اس کی اولاد و قبیلہ اور اقارب میں سے برکت و کثرت کو اُٹھا دیا جائے گا۔

آگاہ رہے کہ میں نے رسول اللہؐ کے فرزند کی نصرت میں ان طاغیوں اور باغیوں سے جہاد کرنے کے لیے اسلحہ اپنے جسم پر سجا رکھا ہے۔ میں اب اس گروہِ اشقیا سے لڑنے کے لیے اور فرزندِ رسولؐ کا ساتھ دینے کے لیے کمر بستہ ہو چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جو اللہ کی رضا میں قتل ہو گا وہ نجات پائے گا۔ آخر ہر ایک نے ایک دن مرنا ہے اور کوئی بھی صیاد صید مرگ

بننے سے نہیں بچ سکتا۔ کسی کو موت سے چھٹکارا نہیں ہے۔ ہر آدمی نے موت کا ناپسندیدہ و کڑوا گھونٹ ضرور پینا ہے۔ یہ جہان فانی و غیر باقی ہے۔ اب میرے سوالوں کا جواب نیکی کے ساتھ دیجیے۔

قبائل بصرہ کا جواب

جب ان لوگوں نے شافی و کافی نصائح سن لیں تو سب سے پہلے بنو حنظلہ نے جواب دیا: اے ابو خالد! ہم قبیلہ کے پسر ہیں اور آپ کے قریبی ہیں اور ہم آپ کے قبیلہ کے بہادر و غیور لوگ ہیں۔ ہمارا دشمن جس قدر بھی مضبوط و توانا ہو ہم اس کی مضبوطی کو توڑ ڈالیں گے۔ اگر ہماری جنگ طاغیوں اور باغیوں سے ہوئی تو فتح ہماری ہی ہوگی۔

بخدا! جہاں آپ ہوں گے وہاں ہم حاضر ہوں گے' اگر آپ دریائے ہلاکت اور بحار شدت و معصیت میں داخل ہوں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ وہیں ہوں گے۔ ہم ہرگز آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ مصائب کے طوفانوں میں آپ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ کی نصرت سے رُوگردانی نہیں کریں گے۔ ہم اپنی آب دار شمشیروں اور اپنی جانوں سے آپ کی مدد کریں گے۔ ہم آپ کے دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے اور آپ پر فدا ہو جائیں گے۔ ان کے بعد قبیلہ بنی سعد بن زید نے عرض کیا: اے ابو خالد! ہمارے نزدیک مبغوض ترین چیز آپ کی مخالفت ہے۔ آپ امر کریں اور ہم مخالفت کریں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں صخر بن قیس نے ترک قتال پر مامور کیا ہے۔ ہمیں ایک رات کی مہلت دی جائے تاکہ ہم آپس میں مشورہ کرلیں۔ ہمارے درمیان جو فیصلہ ہوا ہم اس پر عمل کریں گے۔

ان کے بعد بنو عامر بن تمیم نے عرض کیا: اے ابو خالد! ہم آپ کے بابا کی اولاد ہیں اور آپ کے بھائیوں کی اولاد ہیں۔ آپ کی قسم! ہم اُسے اپنا کبھی دوست نہیں بنا سکتے جو آپ کا دشمن ہو۔ جو آپ کا دشمن ہے وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ آپ کوچ کریں اور ہم بیٹھے رہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ ہمارے مالک و مختار ہیں۔ آپ کے فرمان کی تعمیل ہوگی' جو آپ کے دل میں ہے وہ حکم جاری کریں۔ ہمارے اختیارات آپ کے پاس ہیں۔ جب حکم دیں گے ہم آپ کی

خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔

جب یزید بن سعید نے یہ باتیں سنیں تو کہا: اے بنو سعد! اللہ کی قسم! اگر آج آپ لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت نہ کی تو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ ہمیشہ تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دے گا اور دشمن کی تلواریں تمہارے سروں پر لٹکتی رہیں گی جب کہ تمہاری تلواریں نیام میں رہیں گی۔

جب وہ سعادت مند ان لوگوں سے مطمئن ہوئے تو فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَمَّا بَعدُ فَقَد وَصَلَ اِلَيَّ كِتابُكَ وَ فَهِمتُ ما نَدَبتَنِي اِلَيهِ وَ دَعَوتَنِي لَهُ مِنَ الأَخذِ بِحَظِّي مِن طاعَتِكَ وَ الفَوزِ بِنَصيبِي مِن نُصرَتِكَ وَ اِنَّ اللهَ لَم يَخلُ الاَرضَ قَطُّ مِن عامِلٍ عَلَيها بِخَيرٍ أَو دَلِيلٍ عَلى سَبيلِ نَجاةٍ وَ أَنتُم حُجَّةُ اللهِ عَلَى خَلقِهِ وَ وَدِيعَتُهُ فِي أَرضِهِ تَفَرَّعتُم مِن زَيتُونَةٍ اَحمَدِيَّةٍ هُوَ أَصلُها وَ أَنتُم فَرعُها فَاقدِم سَعِدتَ بِأَسعَدِ طائِرٍ فَقَد ذَلَّلتُ لَكَ اَعناقَ بَنِي تَمِيمٍ وَ تَرَكتُهُم اَشَدَّ تَتابُعاً فِي طاعَتِكَ مِنَ الإِبِلِ الظِّماءِ لِوُرُودِ الماءِ يَومَ خِمسِها وَ قَد ذَلَّلتُ لَكَ رِقابَ بَنِي سَعدٍ وَ غَسَّلتُ دَرَنَ صُدُورِها بِماءِ سَحابَةٍ مُزنٍ حِينَ استَهَلَّ بَرقُها فَلَمَع.

لفظ "قط" چند صورتوں میں استعمال ہوتا ہے جب اسے "قاف" کے فتحہ اور "طا" کے ضم کے ساتھ پڑھا جائے اور مشدد صورت میں پڑھا جائے تو یہ "زمان اور دہر" کے معنی میں آتا ہے۔ اگر اسے "قاف" کے فتحہ اور "طا" مشدد جر کے ساتھ پڑھا جائے تو "بس و کفایت" کے معنی میں آتا ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے "قط عبد اللہ درھمٌ" اس مقام پر "قطّ" طاء مخفف اور سکون کے ساتھ ہے۔ اس کے چند دوسرے استعمالات بھی ہیں۔ یہاں تفصیلات کی گنجائش

نہیں ہے۔

اس عبارت میں "اَوْ" شاید "دَلِیلٍ" کے معنی میں ہے یا تنوین کے لیے آیا ہے کہ اس سے مراد پیغمبرؐ کا حامل اور امام اور وصی ہے۔

"زیتون" درخت کا نام ہے اس کی واحد "زیتونہ" ہے۔

خط کی عبارت میں ایک جملہ ہے "سعدان باسعد طائر"۔ عربوں میں یہ جملہ اکثر بولا جاتا ہے۔ عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ سفر پر جانا چاہتے تھے اور راستے میں اگر ان کا سامنا کوے سے ہو جاتا تو اسے فالِ بد سے خیال کرتے تھے۔ اگر کوئی خوب صورت پرندہ ان کے سامنے آتا تو اُسے نیک فال سمجھتے تھے اور اُس سفر کو مبارک خیال کرتے تھے۔

"خمس" بروزن "حِبْر" اُونٹ کے چوتھے دن کے لیے بولا جاتا ہے کیوں کہ عرب اپنے اُونٹ کو تین دن نہ پانی دیتے تھے نہ چارہ۔ چوتھے دن وہ اُسے پانی بھی پلاتے تھے اور چارہ بھی دیتے تھے اس لیے تین دن کی بھوک اور پیاس کے بعد وہ اُونٹ بہت زیادہ کھاتا پیتا تھا۔

"مُزن" سفید بادل جو بارش والا ہو۔

"دَرَنَ" بروزنِ "فرس" میل کچیل۔

پس خط کے مضمون کا حاصل یہ ہے آپؑ کا گرامی نامہ مجھے موصول ہوا۔ میں نے سمجھ لیا ہے کہ آپؑ نے مجھے اپنی اطاعت کی طرف بلایا ہے کہ میں آپؑ کی نصرت و یاوری کروں اور سعادت و نیک بختی اور رُست گاری کی منازل حاصل کروں۔ خداوندِ متعال نے اپنی زمین کو بھی عامل حُر سے خالی نہیں چھوڑا کہ وہ اُس کے بندوں کے درمیان صلاح و فلاح اور رستگاری کے نظام کو منظم کرے۔ آپؑ اہل بیتؑ نبوت و رسالتؑ ہیں۔ آپؑ پوری کائنات پر اس کی طرف سے حجت ہیں اور اُس کی طرف سے اس کے بندوں پر حاکم ہیں۔ روئے زمین پر آپؑ کی حفاظت و حمایت واجب ہے۔ آپؑ علومِ ربانی کے رواں دواں دریا ہیں اور اس کے اِلہامات کے اُبلتے ہوئے صاف و شفاف چشمے ہیں۔ آپؑ کی اصل شجرہ زیتونہ احمدیہ ہے۔ آپؑ حضرت احمد مختارؐ کی ثمرات سے لدی پھندی شاخ ہیں۔ پس آپؑ اپنے قدومِ میمنت لزوم سے

اس دار و دیار کو مشرف فرمائیں اور سعادتیں بانٹیں اور خوش قسمتیاں آپؑ کے استقبال میں ہیں۔ میں نے بنو تمیم کی گردنوں کو آپؑ کی اطاعت میں جھکا دیا ہے اور میں نے انھیں آپؑ کی اطاعت کے حوزہ میں لا کھڑا کیا ہے۔ وہ آپؑ کے امر کے مطیع و منقاد ہو چکے ہیں۔ وہ شوق واشتیاق کی فضاؤں میں آپؑ کی نصرت و یاوری میں ہر چیز لٹانے کے لیے کمر بستہ ہیں۔ ان کے شوق و اشتیاق کی کیفیت اس اُونٹ جیسی ہے جسے تین دن بھوکا اور پیاسا رکھا گیا ہو اور چوتھے دن اس کے سامنے کھانے پینے کے لیے پانی اور چارہ رکھا گیا ہو۔ اس طرح میں نے بنوسعد کی گردنوں کو آپؑ کے قدموں میں جھکا دیا ہے۔ میں نے ان کے سینوں سے یاس و شبہات کے میل کچیل کو مواعظِ شافیہ و نصائح کافیہ سے اس طرح دھو ڈالا ہے کہ جس طرح گرجنے اور چمکنے والا بادل اپنی بارش سے زمین کو دھو ڈالتا ہے۔

مقامِ یزید بن مسعود اور تجلیل امامؑ

جس وقت اس عظیم الشان مجاہد کا خط بارگاہ امامت میں پہنچا تو آپؑ نے ان کے بارے میں فرمایا: خداوند متعال تمھیں قیامت کے دن کی ہول ناکیوں سے محفوظ رکھے۔ تم صالح شخص اور نیکوکار ہو۔ خداوند متعال تمھیں روزِ عطش یعنی روزِ قیامت عزیز رکھے اور سیراب کرے۔

یزید بن مسعود اور نصرت فرزندِ رسولؐ اللہ

جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے عازمِ عراق ہوئے تھے تو یزید سعید نے آپؑ کی نصرت کے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ اِدھر اس نے انتظامات مکمل کیے اور اپنے لوگوں کو تیار ہی کیا تھا کہ بصرہ میں خبر آئی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا ہے۔ جب اس نے یہ دردناک خبر سنی تو اس کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور اُس نے شدت کے ساتھ گریہ و ماتم کیا۔ پھر ساری زندگی اپنی حسرت و ندامت کا اظہار کرتا رہا اور کہتا رہا: اے کاش کہ وہ فرزند رسولؐ اللہ کی نصرت کرتا!

رضی اللّٰہ عنہ وَ جزاہُ اللّٰہ أحسَنَ الجزاء

منذر بن جارود کی خیانت

جب فرزند رسولؐ اللہ کا مبارک خط منذر بن جارود کو ملا تو اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے غلام سلیمان کو خط سمیت عبیداللہ ابن زیاد کے حوالے کر دیا کیوں کہ عبیداللہ ابن زیاد اس کا داماد تھا اور اس کی بیٹی "بحریہ" ابن زیاد کی بیوی تھی۔ ایک اور روایت ہے کہ جس وقت منذر نے امامؑ کا خط دیکھا تو ڈر گیا کہ کہیں ابن زیاد نے یہ خط از راہ مکر و تزویر اس کی طرف نہ بھیجا ہو کہ اس کی آزمایش کرے کہ وہ کس طرف ہے۔ اس نے امامؑ کے ایلچی کو خط سمیت ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

اس ایلچی کا نام "زواع سبدوسی" یا "سلیمان ابن ابی رتویں" تھا۔

ابن زیاد نے ان کی پھانسی کے آرڈر جاری کر دیے اور انھیں پھانسی دے دی گئی۔

اسلام میں یہ وہ پہلے پیغام رساں ہیں جنھیں شہید کر دیا گیا (اللہوف: ص ۳۸)۔

اللہ ان کے قاتل اور پھانسی دینے والے پر لعنت کرے۔

احنف بن قیس و قیس بن ہیثم کے نام امامؑ کا خط

جناب ابن نما نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بصرہ کے اشراف میں سے احنف بن قیس اور قیس بن ہیثم کے نام خط بھیجا تھا۔ آپؑ کے خط کا مضمون یہ تھا:

"رسولؐ اللہ کی سنت و شریعت ظالموں کے ظلم کی وجہ سے مردہ ہو چکی ہے اور اس پر عمل چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر آپ لوگ میری دعوت قبول کریں اور میری اطاعت کریں تو میں راہِ نجات کی طرف تمھاری راہ نمائی کر سکتا ہوں۔"

اَحنف بن قیس کا جواب

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ

"پس آپ صبر کیجیے خدا کا وعدہ حق ہے آپ کو وہ لوگ سبک و خوار نہیں کر سکتے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے" (سورۂ مبارکہ روم: آیت ۶۰)۔

مسجد بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ اور کوفہ کی طرف روانگی

سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق جب مسلم ابن عمرو باہلی نے یزید کا خط بصرہ میں ابن زیاد کے پاس پہنچایا درحالاں کہ اس سے قبل ابن زیاد حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاصد کو قتل کر چکا تھا۔ ابن زیاد بصرہ کی جامع مسجد میں آیا اس سے قبل اس نے حکم جاری کیا تھا کہ تمام لوگ جامع مسجد میں آ جائیں۔ یہ منبر پر آیا اور خطبہ دیا' لوگوں کو خطاب و عتاب کیا' اپنے اور یزید کے مواخذات سے ڈرایا دھمکایا۔ بصرہ کے بزرگان و اشراف کو بھی ڈرایا۔ اپنی اطاعت کی صورت میں احسانات کا وعدہ کیا اور مخالفت کی صورت میں عقاب کی دھمکی دی۔ اُس نے کہا: جس نے میری اطاعت نہ کی تو میں اُسے سزا دوں گا۔ اس نے کہا کہ یزید نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کوفہ جاؤں اور اپنے بھائی کو بصرہ میں اپنا نائب و مناب و قائم مقام بناؤں۔ اس کی اطاعت کرتے رہنا اور فتنہ و فساد برپا نہ کرنا۔ اس کے بعد یہ کوفہ کی طرف چل پڑا (اللہوف: ص ۴۴)۔

کوفہ میں عبیداللہ ابن زیاد کا وُرود

شیخ بزرگ وار مفید رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد مسلم بن عَمرو باہلی' شریک بن اعور حارثی اور دوسرے اشراف بصرہ اپنے حشم و خدم اور گھر والوں کے ساتھ بصرہ سے نکلے اور کوفہ کا رُخ کیا (مثیر الاحزان: ص ۳۰)۔

سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق جب یہ کوفہ کے نزدیک پہنچا تو نجف اشرف کی طرف سے کوفے میں داخل ہوا۔ ایک خاتون نے اسے اپنے حشم و خدم کے ساتھ آتا دیکھا تو اُس نے سمجھا کہ شاید فرزندِ رسولؐ اللہ ہیں اور کوفہ میں داخل ہو رہے ہیں تو اُس نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر! ربّ کعبہ کی قسم! فرزندِ رسولؐ اللہ تشریف لائے ہیں۔

کوفیوں نے اسے ہر طرف گھیر لیا کیوں کہ انھوں نے سمجھا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں: اے فرزندِ رسولؐ! ہم نے آپؑ کی نصرت کے لیے چالیس ہزار آدمی تیار کر لیے ہیں۔ اس کے اردگرد لوگ بڑھے چڑھے آ رہے تھے حتیٰ کہ لوگوں نے اس کے گھوڑے کی دُم پکڑ رکھی تھی۔ ابن زیاد اپنے منھ پر نقاب ڈالے ہوئے تھا' کسی

کو معلوم نہ ہوا کہ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں یا عبید اللہ ابن زیاد ہے۔ آخر راستے میں اس نے اپنا نقاب منھ سے ہٹائی اور کہا کہ میں عبید اللہ ہوں۔ جب لوگوں نے اسے پہچانا تو لوگ فوراً اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور اسی بھاگ دوڑ میں بہت سے لوگ گرے اور اسی بھگدڑ میں کچلے گئے (مثیر الاحزان: ص ۳۰)۔

مسجد کوفہ میں ابن زیاد کا خطبہ

ابن زیاد فوراً دار الامارہ میں داخل ہوا۔ جب صبح ہوئی تو جامع مسجد میں آیا۔ اس وقت اس نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا۔ منبر پر گیا اور لوگوں کو عتاب آمیز خطاب کیا اور کوفہ کے اشراف و اُمرا کی سرزنش کی اور اُنھیں اپنے مواخذات سے ڈرایا اور اطاعت کرنے والوں کو احسانات کی پیش کش کی معصیت و مخالفت کرنے والوں کے لیے حبس و قتل کا اعلان کیا۔ لوگوں سے کہا: جس نے میری مخالفت کی اور جنگ و قتال کو اختیار کیا میں اُسے سخت سزا دوں گا۔ اس نے کہا: اے اہل کوفہ! یزید نے مجھے کوفہ کا والی مقرر کیا ہے اور اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم میں مالِ غنیمت تقسیم کروں اور مظلوم کی فریادسنوں نیز تمھارے ستم کاروں کو پکڑوں اور تمھارے درمیان عدل و انصاف قائم کروں۔ تمھارے ضعیفوں کا حق تمھارے طاقت وروں سے حاصل کروں۔ جو میری اطاعت کرے گا میں اُسے اپنے احسانات سے نوازوں گا۔ جس نے میری مخالفت کی میں اُسے سزا دوں گا۔ میری یہ بات اس ہاشمی شخص تک پہنچا دیجیے (یعنی حضرت مسلم علیہ السلام تک) کہ وہ میرے غیظ و غضب سے ڈرے اور میرے مواخذہ سے بچنے کی کوشش کرے۔

ان الفاظ کے بعد وہ منبر سے نیچے آیا اور قصر دار الامارہ میں داخل ہو گیا (مثیر الاحزان: ص ۳)۔

جناب شیخ مفید کی روایت

بزرگ وار جناب مفید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب ابن زیاد کوفہ میں داخل ہوا تو اس کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ اس نے منھ پر نقاب ڈال رکھی تھی۔ اس سے قبل اہل کوفہ کے ہاں یہ خبر مشہور ہو چکی تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ میں وارد ہونے والے ہیں اور وہ لوگ آپؑ کے قدومِ

میمنت لزوم کی انتظار میں تھے۔ وہ آں حضرتؑ کے زیارت کے شوق میں بے تاب تھے اور ہر لمحہ انتظار میں تھے کہ ابھی فرزندِ رسولؐ آیا ہی چاہتے ہیں۔ پس اسی اثنا میں ان لوگوں کی نگاہ ابن زیاد کے قافلے پر پڑی جو اپنے حشم و خدم اور گھر والوں کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو رہا تھا۔ اہل کوفہ نے انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام خیال کیا۔ اس لیے لوگوں کا ایک جم غفیر اُمڈ آیا اور ہر طرف سے لوگ کہہ رہے تھے: اے فرزندِ رسولؐ! ہمارا سلام ہو۔ اس طرح ہر طرف سلام سلام کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ ان کی زبانوں پر تھا: مرحبا' مرحبا' اے فرزندِ رسولؐ!

جب ابن زیاد نے اہل کوفہ کے قلوب کی یہ حالت دیکھی کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے کتنی محبت رکھتے ہیں اور ان کی آمد کے خیال پر کتنا خوش ہیں تو اس کے سینے میں آتش حسد بھڑک اٹھی۔ اہل کوفہ کی اس گفتگو نے اُسے آگ لگا دی اور وہ آگ کے شعلوں میں جل بھن رہا تھا۔ اس پر زندگی دوبھر ہو رہی تھی' وہ حیران و پریشان تھا لیکن اس نے اپنی حالت ظاہر نہ ہونے دی اور اپنے جذبات کو چھپائے رکھا تاکہ لوگوں کو پتا نہ چلے اور حقیقتِ حال ان کے سامنے نہ آئے۔ جب لوگوں کا ہجوم بڑھا تو ابن زیاد کے ساتھی مسلم بن عمرو باہلی نے صدا بلند کی: اے لوگو! اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ' یہ عبیداللہ ابن زیاد ہے۔

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ ابن زیاد ہے تو لوگ منتشر ہو گئے اور واپس اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ جب ابن زیاد قصر الامارہ کے قریب آیا تو چوں کہ ابھی رات باقی تھی اور ہر طرف تاریکی تھی اور کوفہ کے کچھ لوگوں نے ابھی تک اسے حضرت امام حسین علیہ السلام سمجھتے ہوئے گھیر رکھا تھا' نعمان بن بشیرؓ نے ابن زیاد کو جب اس حالت میں دیکھا تو اُسے گمان گزرا کہ شاید حضرت امام حسین علیہ السلام ہی نے آواز لگائی ہے کہ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ دارالامارہ سے دور چلے جاؤ' یہ میرے پاس امانتیں ہیں جو میں تمھارے حوالے نہیں کر سکتا۔ میں تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتا۔ نعمان نے اس گفتگو کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔

ابن زیاد نے نعمان کو آواز دی کہ دروازہ کھولو' رات کافی گزر چکی ہے' تم پھر بھی غفلت میں ہو' تم پر اللہ خیر و بھلائی کا کوئی دروازہ نہ کھولے۔

ابھی کچھ کوفی ابن زیاد کے اس قافلہ کے ساتھ کھڑے تھے جب ان میں سے ایک آدمی نے ابن زیاد کی آواز سنی اور سمجھ لیا کہ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام نہیں ہیں بل کہ ابن زیاد ہے تو اُس نے آواز دی: بخدا! یہ ابن مرجانہ ہے نہ کہ امام حسینؑ۔

جب نعمان نے ابن زیاد کی آواز سنی تو اُس نے قصر کا دروازہ کھلوا دیا اور ابن زیاد اپنے خاصان کے ساتھ قصر میں داخل ہو گیا اور دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔

جب اہل کوفہ کو معلوم ہوا کہ یہ ابن زیاد ہے تو وہ واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو ابن زیاد دارالامارہ سے باہر آیا اور حکم دیا کہ تمام لوگ جامع مسجد میں جمع ہوں۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو ابن زیاد منبر پر گیا۔ اس نے از راہِ مکر و تزویر خداوندِ متعال کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا: اے لوگو! یزید نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم مقرر کیا ہے اور تمہارے ملک (صوبے) کو میرے حوالے کیا ہے تا کہ مظلوموں کی داد رسی کروں اور طاقت وروں سے کم زوروں کے حقوق چھین کر کم زوروں کو عطا کروں اور تم میں عدل و انصاف قائم کروں۔ تمہارے فقیروں اور محروموں کو عطا کروں اور اپنے احسانات سے کسی کو محروم نہ کروں۔ اطاعت گزاروں کے ساتھ ایک شفیق باپ جیسا سلوک کروں اور ہمیشہ اُنھیں اپنے عطایا سے نوازتا رہوں اور جو لوگ میری مخالفت کریں ان کے سروں پر تازیانہ و شمشیر برساتا رہوں۔ میں تمھیں خبردار کر رہا ہوں کہ میرے غضب سے بچو۔ آخر میں کہا:

اَلصِّدْقُ یُنْبِیْ عَنْكَ لَا الْوَعِیْد

ابن زیاد کے خطبہ کی ضرب المثل کی توضیح

مصنف کتاب نے زمخشری کی کتاب سے نقل کیا ہے کہ "ینبی" باب افعال سے ہے "نبی ینبی" ناقص ہے نہ کہ مہموز۔ زمخشری نے کہا: اس ضرب المثل کے دو معنی کیے جا سکتے ہیں: پہلے معنی یہ ہیں کہ اس سے ابن زیاد کی مراد یہ تھی کہ اس کا دشمن اُس سے دور ہو اور اُس سے خوف زدہ ہے۔ صرف دھمکیوں اور دھونس سے کام نہیں چلتا۔ اس کی مراد یہ تھی کہ میں صرف باتیں نہیں کرتا نہ صرف ڈراتا دھمکاتا ہوں بل کہ عملی اقدام بھی کرتا ہوں۔ جو کہتا ہوں اُسے کر

گزرتا ہوں۔ جب میں دشمن سے جنگ کروں گا تو پوری شدت سے جنگ کروں گا۔

اس کا دوسرا احتمال یہ ہے کہ جو لوگ ہمیں اپنی تلواروں سے خوف زدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمیں مغلوب کردیں گے تو ہم ایسی باتوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں، پس ایسے لوگ سامنے آئیں اور ہم سے جنگ کریں (المستقصیٰ: ج ۱، ص ۳۲۸)۔

اس کلام سے اس کا اشارہ شیعیانِ اہل بیتؑ رسولؐ اللہ کی طرف تھا۔

جوہری سے منقول ضرب المثل ہے:

اَلصِّدقُ یُنبِي عَنكَ لَا الوَعِیدُ

"صداقت وحقیقت ہی تجھ سے جنگ کو دور کرتی ہے نہ کہ صرف دھمکیاں" (الصحاح: ج ۶، ص ۲۵۰)۔

ابو عبیدہ سے منقول ہے: "یُنبِي" مہموز نہیں ہے بل کہ ناقص قرار پائی ہے یا واوی ہے کہا گیا ہے کہ بعض نے اسے "انباء" سے اخذ کیا ہے جس کا معنی خبر دینا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صرف عمل ہی سے دشمن کو ڈرایا جا سکتا ہے اور اُسے دور کیا جا سکتا ہے۔ انسان کی شجاعت ہی کام کرتی ہے صرف باتوں سے کام نہیں چلتا۔ جیسا کہ ایک بے ہنر آدمی اپنی شجاعت کے دعوے تو کرتا ہے لیکن جب وہ دشمن کے آمنے سامنے آتا ہے تو خوف زدہ ہو جاتا ہے (الصحاح: ج ۶، ص ۲۳۰)۔

مصنف نے کہا کہ بعض نسخوں میں یہ ضرب المثل اس طرح وارد ہے:

الصدق ھبنی عنك لا الوعید

حاصل معنی یہ ہے کہ جو کچھ ابھی میں نے تم سے کہا ہے یہ تم پر ابھی ظاہر ہونے والا نہیں ہے بل کہ وقت آنے پر تمھیں اس کا علم ہو جائے گا کہ میں نے اپنی بات پر عمل کیا ہے پھر تم اس وقت پشیمان ہو گے۔ اس وقت تمھیں پشیمانی فائدہ نہ دے گی یا اس سے مراد یہ ہو کہ تمھاری سچائی ہی تمھیں فائدہ دے گی۔ تم ظاہراً اطاعت کرو اور باطن میں مجھ سے دشمنی کرو۔ اس کا تمھیں فائدہ نہ ہوگا۔

بزرگانِ کوفہ کو ابن زیاد کی دھمکیاں

ابن زیاد خطبے سے فارغ ہونے کے بعد منبر سے اُترا اور دارالامارہ کی طرف چلا گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ کوفہ شہر کے اُمرا و اشراف اور قبائل عرب کے بزرگان کو اس کے پاس حاضر کیا جائے۔ جب یہ لوگ حاضر ہوئے تو اس نے ان پر زندگی تنگ کر دی اور اُنھیں کہا کہ جو لوگ اہل بیتِ رسولؐ یعنی حضرت امام علی علیہ السلام کے دوست ہیں ان کی فہرستیں بناؤ اور مجھے پیش کرو جو لوگ خوارج سے تعلق رکھتے ہیں یا مشکوک ہیں ان کے نام بھی پیش کرو۔ جو لوگ یزید کے مخالف ہیں اور اس کے خلاف خروج کرنا چاہتے ہیں ان کی فہرستیں بھی تیار کر کے مجھے پہنچاؤ۔ اس کے علاوہ اُس نے اُنھیں کہا: تمھاری ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کی تم نشان دہی کرو یا اُنھیں گرفتار کر کے مجھ تک لے آؤ' تاکہ میں ان پر اپنی رائے کے مطابق حکم لگاؤں۔ جو شخص ہمارے مخالفین کے نام ہم تک نہیں بھیج سکتا تو وہ اپنے محلّہ کی ذمہ داری اُٹھائے اور ضمانت دے کہ اس کے محلّہ کے تمام لوگ ہماری مخالفت نہیں کریں گے اور ہمارے خلاف خروج نہیں کریں گے۔ اگر کسی نے ہمارے ان احکام کی مخالفت کی اور ہمارے خلاف جنگ کی تو اِس کا خون اور مال ہم پر حلال ہوگا۔ اب تمام محلوں کے اُمرا کی ذمہ داری ہے کہ وہ میرے احکام پر عمل کریں اور مخالفت نہ کریں۔ جس کسی نے مخالفت کی میں اُسے قتل کر دوں گا اور اس کا نام اُمرا کے رجسٹر سے قطع کر دوں گا اور اس کی تنخواہ بند کر دوں گا۔

حضرت مسلمؑ' ہانیؓ کے گھر میں

جب حضرت مسلم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ ابن زیادہ کوفہ پہنچ چکا ہے اور اُس نے شہر کے رُوسا واُمرا کے ساتھ میٹنگ کی ہے اور اُنھیں اپنے احکامات سنائے ہیں تو آپؑ نے فوراً مختارؓ بن ابی عبیدہ ثقفی کا گھر چھوڑ دیا اور حضرت ہانیؓ کے گھر تشریف لے آئے اور اُس بزرگ وار کے گھر کو اپنی منزل قرار دیا اور آپؑ کے طرف داران خفیہ صورت میں آپؑ سے آمد و رفت رکھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اپنی سرگرمیوں کو زیرِ زمین جاری رکھا اور ایک دوسرے کو تاکید کی کہ یہ راز راز رہے اور ان کا یہ راز فاش نہ ہونے پائے۔

معقل کی جاسوسی

جب ابن زیاد کو حضرت مسلم علیہ السلام کی منزل سے مایوسی ہوئی کہ وہ کہاں رہ رہے ہیں تو اُس نے اپنے غلام معقل کو اس ہم کے لیے تیار کیا۔ اُسے اس مہم کے لیے تین ہزار درہم دیے اور اُسے کہا کہ جاؤ اور مسلمؑ بن عقیلؑ کے ٹھکانے کا پتا لگاؤ۔ مسلمؑ کے ساتھیوں کے ساتھ گھل مل جاؤ اور ان سے معلومات کرو جب تم ان میں کسی ایک تک پہنچ جاؤ تو یہ رقم اُس کے حوالے کرو کہ وہ اس رقم کو اپنے دشمن کے خلاف استعمال کرے اور ان لوگوں کو یہ تاثر دو کہ تم ان کے ساتھی ہو اور ان کے وفادار ہو تا کہ وہ اپنے حالات تم سے مخفی و مستور نہ رکھیں جب تم ان کا تقرب حاصل کرلو تو صبح و شام ان کی مجلس میں جاؤ ان کے احوال پر مطلع رہو اور مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کی منزل کو پہچانو ان کی روزانہ کی خبریں مجھ تک پہنچاؤ۔

معقل مسلمؓ بن عوسجہ کے پاس

معقل مسجد اعظم میں آیا اور وہیں بیٹھ گیا اور لوگوں کی باتوں کی طرف اپنے کان لگا دیے اُس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ یہ آدمی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے بیعت لیتا ہے ان کا اشارہ جناب مسلمؓ بن عوسجہ کی طرف تھا اور وہ بزرگ وار اُس وقت نماز میں مصروف تھے۔ جب معقل نے ان لوگوں کی بات سنی تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور جناب مسلمؓ بن عوسجہ کے پاس چلا آیا جب آپؓ نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے یوں گویا ہوا: اے عبد خدا! میں شام سے آیا ہوں خداوند تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے کہ اُس نے مجھے اہل بیتؑ رسالتؐ کی محبت و مودت عطا کی ہے۔ اس کے بعد یہ مکار و عیار رونے لگا اور کہنے لگا: میرے پاس تین ہزار درہم ہیں میں چاہتا ہوں کہ یہ رقم اہل بیتؑ رسالتؐ کے کسی فرد کے حوالے کروں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل بیتؑ کا ایک فرد کوفہ میں مقیم ہے اور کوفہ کے لوگ فرزند رسولؐ کے لیے اس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ مجھے اس بزرگ وار سے ملنے کی خواہش نے مجبور کر رکھا ہے۔ میں بڑی تلاش میں ہوں لیکن میں اس امر میں کام یاب نہیں ہو سکا۔ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک چند اہل ایمان لوگوں سے سنا کہ وہ آپؓ کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ انھیں معلوم

ہے کہ وہ اہل بیتؑ کا نمائندہ کہاں ہے؟

میں آپؑ کے پاس آیا ہوں۔ یہ مال مجھ سے لے لیں اور میری ان تک رسائی کرا دیں۔ یہ حقیقت ہے کہ میں آپؑ کا ایمانی بھائی ہوں اور ایک ثقہ اور امین آدمی ہوں۔ اگر آپؑ چاہیں تو ان کی ملاقات سے قبل آپؑ مجھ سے ان کے لیے بیعت لے لیں۔

جب جناب مسلمؓ بن عوسجہ نے اس کی چکنی چپڑی اور مکاری و عیاری سے بھرپور گفتگو سنی تو اپنی پاکی طینت اور نیک سیرت کی بنا پر اس کے دامِ تزویر میں آ گئے اور اُسے اپنے حق و حقیقت کے مشن کا گرویدہ خیال کیا اور کہا: تم جیسے مومن سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں کہ میری ملاقات آلِ محمدؐ کے ایک دوست سے ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے اہل بیتؑ پیغمبرؐ کی مدد کی ہے لیکن مجھے اس طاغی و باغی (ابن زیاد) کا خوف ہے اس کے تصور سے میں محزون اور اندوہ ناک ہو جاتا ہوں۔ لوگ میرے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت میں کون سی ذمہ داری نبھا رہا ہوں۔

معقل نے کہا: آپؑ مجھ سے بھلائی کے علاوہ کچھ اور نہ پاؤ گے ہر طرف بھلائی بھلائی سے آپؑ کا واسطہ پڑے گا۔ پس آپؑ اسی وقت مجھ سے بیعت لے لیں۔

جناب مسلمؓ بن عوسجہ نے اس مکار و عیار و غدار سے بیعت لی۔ اس سے قسم لی کہ وہ اس امر کو فاش نہیں کرے گا اور اپنی بیعت کا کسی کے سامنے اظہار نہیں کرے گا۔ معقل نے قسمیں کھانی شروع کر دیں اور مضبوط ترین عہد و پیمان کا اظہار کیا لیکن یہ مومن صادق اس کی باتوں میں آ گئے اور اُسے کہا کہ تجھے کچھ دن میرے گھر مجھے ملنے کے لیے آنا پڑے گا تا کہ اس بزرگوار سے تیری ملاقات کراؤں۔

بارگاہِ مسلمؑ میں معقل کا ورود

معقل مسلسل جناب مسلمؓ بن عوسجہ کے گھر آتا رہا وہاں جناب مسلمؓ بن عوسجہ کے پاس بیٹھتا اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اپنی منزل کی طرف لوٹ جاتا۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کو پالے کہ وہ کہاں ہیں اور اپنے مشن کو مکمل کرلے۔ آخر ایک دن جناب

مسلمؒ بن عوسجہ نے حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام سے معقل کے لیے ملاقات و بیعت کی اجازت لی۔ جب معقل آپؑ کے پاس آیا تو اُس نے حضرت مسلم علیہ السلام کی بیعت کی اور ابن عوسجہؒ نے جناب ابوثمامہؒ صیداوی سے کہا: معقل سے تین ہزار درہم لے لیجیے۔ جناب ابوثمامہؒ نے اُس سے وہ رقم لے لی۔ جناب ابوثمامہؒ صیداوی وہ عظیم شخصیت تھی جس کی شمولیت یہ تھی کہ جو مال اور اسلحہ شیعیانِ اہل بیتؑ سے ملے وہ وصول کریں اور اہل بیتؑ کے مشن کے لیے محفوظ کریں۔ اسلحہ کی خریداری کا کام بھی آپؒ کے ذمہ تھا۔ جناب ابوثمامہؒ ایک شجاع و بہادر انسان تھے۔ ایک بابصیرت شخص تھے اور کوفہ کے اشراف میں سے تھے۔

اس واقعہ کے بعد معقل صبح و شام حضرت مسلم علیہ السلام کی مجالس میں آنے لگا۔ سب سے پہلے حاضر ہوتا اور سب سے آخر آپؑ کی مجلس سے باہر جاتا اور روزانہ کی مکمل ڈائری رات کو ابن زیاد کو پیش کرتا۔ اِدھر اہل بیتؑ کے مشن کے ذمہ داران کے لیے تمام مخفی کام ان کے دشمن تک تسلسل کے ساتھ جا رہے تھے اور وہ اس امر سے بالکل بے خبر تھے (ارشاد: ج ۲، ص ۴۴)۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ جناب ہانیؒ کے گھر میں

ابن شہر آشوب سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت مسلم علیہ السلام کوفہ میں وارد ہوئے تو آپؑ نے سالم بن مسیب کے گھر نزولِ اجلال فرمایا۔ وہیں بارہ ہزار کوفیوں نے آپؑ کی بیعت کی۔ جب ابن زیاد کوفہ میں داخل ہوا تو آپؑ سالم کے گھر سے جناب ہانیؒ کے گھر منتقل ہو گئے تھے۔ کوفہ کے لوگ وہیں آپؑ کے پاس آنے لگے اور وہیں پر آپؑ کی بیعت کا سلسلہ چلتا رہا۔ اسی مقام پر پچیس ہزار کوفیوں نے آپؑ کی بیعت کی اور انھوں نے حضرت مسلم علیہ السلام کے حضور میں کہا کہ آپؑ خروج فرمائیں اور ابن زیاد سے جنگ کریں۔

ابن زیاد جناب ہانیؒ کے گھر میں

جب کوفیوں نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ خروج کریں تو اس بات کو جناب ہانیؒ نے پسند نہ کیا اور انھوں نے حضرت مسلم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: خروج کے لیے جلدی نہ

کریں انھیں دنوں جناب شریکؒ بن اُمور جناب ہانیؓ کے گھر میں تھے وہ ایک نیک اور صالح انسان تھے اور قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے اور وہ ابن زیاد کے ساتھ بصرہ سے کوفہ چلے آئے تھے کیوں کہ وہ انھیں کوفہ زبردستی لے آیا تھا۔ جب وہ کوفہ آئے تو جناب ہانیؓ کے گھر چلے آئے تھے اور اُنھیں کے پاس رہنے لگے تھے لیکن ان کے یہ ایام حیرانی و پریشانی میں گزرے۔ ایک دن اُنھوں نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا: عبیداللہ ابن زیاد میری عیادت کے لیے آئے گا جب وہ میرے پاس آئے تو میں اس صحبت کو طول دوں گا' میرے اور آپؑ کے درمیان علامت یہ ہو گی کہ میں کہوں گا: مجھے پانی دیجیے۔ جس وقت آپؑ یہ سنیں تو فوراً تلوار غلاف سے نکال کر اسے قتل کر دینا لیکن جب جناب ہانیؓ نے یہ بات سنی تو وہ اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ابن زیاد ان کے گھر مارا جائے۔ اُن کی نظر میں یہ مناسب نہیں تھا لہٰذا اُنھوں نے حضرت مسلم علیہ السلام کو اس کام سے روک دیا (شاید حضرت مسلم علیہ السلام خود بھی ایسا نہ کرتے)۔

جس دن ابن زیاد شریک بن اُمور کی عیادت کے لیے آیا اور وہ شریک کے قریب بیٹھا لیکن ابن زیاد شریک کی اس صحبت میں خوف زدہ رہا' ان کی مجلس نے طول پکڑا لیکن اس دوران میں شریک نے دیکھا کہ کوئی آدمی مشن کی تکمیل کے لیے باہر نہیں آ رہا شریک کو پریشانی ہوئی کہ ابن زیاد واپسی کے لیے کھڑا نہ ہو جائے اور پروگرام نامکمل رہے تو اُس نے حضرت مسلم علیہ السلام کے لیے یہ شعر پڑھا:

مَا الْاِنْتِظَارُ بِسَلمٰی أَن تُحَیِّیهَا
کَاسَ الْمَنِیَّهِ بِالتَّعجِیلِ اسقُوهَا

"تمھیں سلمیٰ کا کیا انتظار ہے اس کے سر کا موت سے استقبال کرو اور اُسے جلد شربت مرگ پلا دو۔"

جس وقت ابن زیاد نے شریک سے یہ شعر سنا تو اُسے وہم گزرا کہ کہیں اس کے قتل کی کوئی سازش نہ ہو فوراً وہ کھڑا ہو گیا اور واپس چل پڑا۔ جب وہ قصر الامارہ میں داخل ہوا تو اُسی وقت مالک بن یربوع تمیمی حضرت مسلم علیہ السلام کے خط کے ساتھ اس کے قریب پہنچا اور وہ اُسی

نے وہ خط جو اس نے عبداللہؒ بن یقطر سے حاصل کیا تھا' ابن زیاد کے حوالے کر دیا۔ اس خط کی عبارت یہ تھی:

"یہ خط مسلمؑ بن عقیلؑ سے حضرت حسینؑ بن علیؑ کے لیے ہے۔ میں کوفہ کے حالات سے آپؑ کو باخبر کر رہا ہوں کہ اس وقت اتنے لوگوں نے آپؑ کی بیعت کر لی ہے آپؑ کو جس وقت میرا خط ملے آپؑ فوراً کوفہ تشریف لے آئیں کیوں کہ تمام اہل کوفہ کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں اور وہ یزید کی بیعت سے انکاری ہیں۔ جس وقت ابن زیاد نے یہ خط پڑھا' اس نے حکم دیا کہ عبداللہؒ بن یقطر کو قتل کر دیا جائے۔" (مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص۹۱)۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ نے ابن زیاد کو قتل کیوں نہ کیا؟

شیخ ابن نما سے مروی ہے: جس وقت ابن زیاد جناب ہانیؓ کے گھر سے باہر نکل گیا تو اُس وقت حضرت مسلم علیہ السلام شریک کے پاس آئے تو دیکھا کہ اس وقت بھی ان کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ جناب شریک نے ان سے پوچھا کہ آپؑ نے ابن زیاد کو قتل کیوں نہیں کیا؟

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: میں نے جوں ہی ارادہ کیا کہ باہر نکلوں اور اُسے قتل کروں ایک عورت میرے راستے میں حائل ہو گئی اور اُس نے مجھے خدا کی قسم دی کہ ابن زیاد کو اس کے گھر میں قتل نہ کرنا اور وہ رونے لگی تھی۔ جس وقت میں نے اس عورت کی یہ حالت دیکھی تو میں نے تلوار اپنے ہاتھ سے گرا دی اور اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔

ابوالفرج اصفہانی کی روایت کے مطابق خود حضرت ہانیؓ نے حضرت مسلم علیہ السلام کو روکا تھا کہ آپؑ اُسے قتل نہ کریں۔ اُس نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ ابن زیاد میرے گھر میں مارا جائے۔ جس وقت ابن زیاد ہانیؓ کے گھر سے باہر نکلا تو حضرت مسلم علیہ السلام شریک کے پاس آئے۔ اس نے آپؑ سے پوچھا: آپؑ نے ابن زیاد کو قتل کیوں نہیں کیا؟ حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: میری راہ میں دو رکاوٹیں کھڑی ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے میں اُسے قتل نہ کر سکا: پہلی بات تو جناب ہانیؓ تھے کہ اُنھوں نے روک دیا تھا کہ اُس کے گھر میں ابن

زیاد قتل نہ ہو۔ دوسری بات جو اس امر میں رکاوٹ بنی وہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا:

"ایمان نے مکر و حیلہ پر پابندی لگا دی ہے کہ ایک مومن مکر و حیلہ نہیں کر سکتا۔"

پس اس اعتبار سے ابن زیاد کو قتل کرنا جائز نہ تھا۔

ہانیؓ نے کہا: بخدا! اگر آپؑ اُسے قتل کر ہی دیتے تو یہ قتل ایک فاسق و فاجر و کافر کا قتل ہوتا (مقاتل الطالبین: ص ۶۵)۔

ابن زیاد کو ہانیؓ کی تلاش

جناب شیخ مفیدؒ سے مروی ہے کہ جناب ہانیؓ ابن زیاد سے خوف زدہ تھے۔ اسی خوف کے پیش نظر اس کے پاس نہیں گئے۔ اُس نے یہ مشہور کیا کہ وہ بیمار ہے اور بیماری کی وجہ سے وہ کہیں آ جا نہیں سکتا۔

ایک دن ابن زیاد نے اپنی مجلس میں کہا: کیا وجہ ہے کہ ہانیؓ مجھے ملنے نہیں آئے؟ جب سے میں کوفہ آیا ہوں وہ میرے پاس نہیں آئے۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا: ہانیؓ مریض ہیں اس لیے وہ تجھے ملنے کے لیے نہیں آئے۔

ابن زیاد نے کہا: مجھے علم نہیں ہے کہ ہانیؓ مریض ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں ضرور ان کی عیادت کے لیے جاتا۔

پس ابن زیاد نے محمد بن اشعث، اسما بن خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو اپنے ہاں بلایا۔ یہ عمرو وہی ہیں جن کی بیٹی رُویحہ ہانیؓ کی زوجہ تھیں۔ یحییٰ بن ہانیؓ اسی رُویحہ کے بطن سے تھے۔

جب یہ لوگ ابن زیاد کے پاس آئے تو اس نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ہانیؓ مجھے ملنے نہیں آئے؟

انھوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ہاں سنا ہے کہ وہ مریض ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: مجھے تو بتایا گیا ہے کہ اب ہانیؓ تن دُرست ہو چکے ہیں۔ تم لوگ جاؤ اور اُس سے ملو اور اس سے کہو کہ میرا ان پر حق ہے۔ میرے حق کو ترک نہ کریں۔ ہانیؓ ایک

شخصیت کے مالک ہیں وہ اشراف کوفہ سے ہیں کہیں میرے دل میں ان کے لیے شکوک و شبہات پیدا نہ ہو جائیں اور میرے اور ان کے درمیان جو دوستی ہے وہ ختم ہو جائے۔

پس یہ تینوں آدمی رات کے وقت جناب ہانیؓ کے گھر آئے۔ جب وہ ان کے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو جناب ہانیؓ اپنے گھر کے دروازہ پر موجود تھے۔ پس وہ ان کے پاس بیٹھ گئے اور کہا: کیا وجہ ہے کہ آپؓ امیر سے ملنے کے لیے نہیں آئے؟ امیر نے آپؓ کو نہیں بھلایا۔ اُس نے آپؓ کے حالات پوچھے۔ اس نے یہ بھی کہا اگر ہانیؓ مریض ہیں تو میں ان کی عیادت کے لیے آؤں گا۔

جناب ہانیؓ نے کہا: بیماری کی وجہ سے میں اس کے پاس نہیں آسکا۔

ان لوگوں نے کہا: اُسے بتا دیا گیا ہے کہ اب آپؓ تن دُرست ہو چکے ہیں اور آپؓ اپنے گھر میں عشا کے بعد لوگوں سے ملتے رہتے ہیں اور ابن زیاد سے جان بوجھ کر ملنے کے لیے نہیں آرہے اور یہ بات امیر کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ ہم آپؓ کو قسم دیتے ہیں کہ ابھی ابھی اُٹھو سواری پر سوار ہوں اور ہمارے ساتھ چلیں۔

جناب ہانیؓ دارالامارہ کی طرف

جناب ہانیؓ ان لوگوں کی باتوں میں آگئے اور بادل نخواستہ اُٹھے' لباس تبدیل کیا' اپنی سواری پر سوار ہوئے اور دارالامارہ کی طرف چل پڑے۔ جب دارالامارہ کے قریب پہنچے تو ہانیؓ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا کہ شاید ابن زیاد اُسے نقصان دے اور انھوں نے حسان بن اسما بن خارجہ سے کہا: اے ابن عم! بخدا مجھے ابن زیاد سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اس معاملے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

حسان نے کہا: اے چچا جان! میں تو ایسا سوچ ہی نہیں سکتا کہ ابن زیاد آپؓ کو نقصان دے۔ آپؓ کیوں اس قدر پریشان ہو رہے ہیں؟

حسان حقیقتِ حال سے آگاہ نہ تھا کہ ابن زیاد کے کیا عزائم ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ ابن زیاد نے اپنی محبت و دوستی کی بنا پر اُسے بلایا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہے۔ پس

جناب ہانیؒ نہ چاہتے ہوئے بھی ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے۔ اس وقت اس کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

جس وقت ابن زیاد کی نظر ہانیؒ پر پڑی ابن زیاد نے کہا: خیانت کار! اپنے ہی پاؤں سے چل کر مجلس قصاص میں آ گیا اور وہ شعر پڑھا جو حضرت علی علیہ السلام نے اس وقت پڑھا تھا جب ابن ملجم کو آپؑ کے پاس لایا گیا تھا۔

أُرِيدُ حَيَاتَهُ وَ يُرِيدُ قَتْلِي

عَذِيرَكَ مِن خَلِيلِكَ مِن مُرَادِ

"عَذِير" بروزن "اَمیر" جس کا معنی عاذر ہے کہ جو عذر و بہانا کو قبول کرے اور "عذیرک" فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جیسے "هَاتِي عاذِرَكَ"۔

شعر کا حاصل معنی یہ ہے: میں اس پر عطا و احسان رکھتا ہوں اور میں اس پر مزید احسانات کرنا چاہتا ہوں اور اُس نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہوا ہے اور وہ میرے قتل کی کوششوں میں ہے۔ اب اپنے قبیلہ مراد کے دوستوں میں سے کسی کو لے آ تا کہ تیرا بہانا و عذر قبول کریں۔

جناب ہانیؒ اور ابن زیاد کے مابین بات چیت

جس وقت جناب ہانیؒ ابن زیاد کی مجلس میں وارد ہوئے تو اس نے آپؒ کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اُس نے اپنی طرف سے اکرام و احترام کا مظاہرہ کیا۔

جناب ہانیؒ نے کہا: اے امیر! آپ نے مجھے کس بات کے لیے بلایا ہے؟

ابن زیاد نے کہا: اے ہانیؒ! خاموش رہو اور اپنی جگہ پر آرام سے بیٹھ جاؤ۔ تم نے اپنے گھر میں یزید اور مسلمانوں کے خلاف فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے۔ تُو نے مسلمؑ بن عقیلؑ کو اپنے گھر میں ٹھہرا رکھا ہے اور اس کے لیے ہر طرف سے لشکر و جمعیت جمع کرنا شروع کر رکھی ہے۔ تمھارا خیال ہے کہ یہ سب کچھ میں نہیں جانتا اور تمھاری سرگرمیاں مجھ سے مخفی ہیں؟

جناب ہانیؒ نے فرمایا: ہرگز ہرگز میں نے اس طرح کا کوئی کام نہیں کیا۔ مسلمؑ میرے پاس نہیں ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: جھوٹ! تم یہ سب کچھ کر رہے ہو۔

جب ہانیؓ اور ابن زیاد کے درمیان یہ بحث لمبی ہوئی اور جناب ہانیؓ نے ان تمام اُمور سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو اس دوران میں ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو بلایا کیوں کہ وہ اسی کا جاسوس تھا۔ جب معقل سامنے آیا تو ابن زیاد نے جناب ہانیؓ کی طرف رُخ کیا اور کہا: کیا اس غلام کو جانتے ہو؟

جناب ہانیؓ نے کہا: ہاں میں اسے جانتا ہوں۔

اس وقت معقل کی حقیقت جناب ہانیؓ کے سامنے آئی کہ وہ کیا ہے۔ تب سمجھ میں آ گیا کہ یہ آدمی ابن زیاد کا جاسوس تھا اور اس نے ان کے مشن کے تمام مخفی اُمور ابن زیاد تک پہنچا دیے ہیں۔ جناب ہانیؓ خاموش ہو گئے اور کچھ دیر تک متحیر رہے۔ جناب ہانیؓ نے ابن زیاد سے کہا: میں جو کچھ کہوں اُسے غور سے سنو اور اُسے سچ سمجھو بخدا! جھوٹ بولنے کی میری عادت نہیں ہے میں حضرت مسلم علیہ السلام کو اپنے گھر نہیں لایا وہ میرے گھر خود آئے ہیں اور اُنھوں نے مجھ سے پناہ کی درخواست کی ہے۔ مجھے حیا دامن گیر ہوئی کہ میں ان کی درخواست کو ٹھکرا دوں اور اپنے گھر سے باہر نکال دوں۔ جب وہ میرے گھر میں آ گئے تو میری ذمہ داری بن گئی تھی کہ میں انھیں امان دوں۔ وہ میرے مہمان ہیں۔ اب میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ اب کبھی کوئی فساد یا اس طرح کی کوئی اور بات نہ ہو گی۔ اگر تم چاہو تو میں اپنا ہاتھ تیرے ہاتھ میں دیتا ہوں اور تیری اطاعت میں رہوں گا۔ اگر تم چاہو تو میں ہر قسم کی ضمانت دے سکتا ہوں کہ تمھارے پاس پلٹ کر آؤں گا اور مسلمؑ سے کہہ دیتا ہوں کہ آپؑ میرے گھر سے چلے جائیں تاکہ میں ان کے حق حرمت اور حق ہم سائیگی سے فارغ ہو جاؤں اور ان کا مجھ پر کوئی حق باقی نہ رہے۔

ابن زیاد نے جواب دیا: بخدا! میں ہرگز تم سے دست بردار نہیں ہوں گا ہاں! مسلمؑ کو میرے حوالے کر دو تو پھر تجھے چھوڑ سکتا ہوں۔

جناب ہانیؓ کی وفاداری

جناب ہانیؓ ایک صاحب غیرت وحمیت انسان تھے انھوں نے ابن زیاد سے فرمایا: بخدا!

ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں مسلمؑ کو تمھارے حوالے کردوں۔ وہ میرے مہمان ہیں۔ میں اپنے مہمان کو اس لیے تیرے حوالے کردوں کہ تم انھیں قتل کر ڈالو بخدا! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

ابن زیاد نے غصے سے کہا: بخدا! تجھے اُسے میرے پاس لانا ہوگا اس کے علاوہ تیرے پاس کوئی اور چارہ ہی نہیں ہے۔

جناب ہانیؓ نے کہا: بخدا! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میں انھیں تیرے حوالے نہیں کر سکتا۔ جب ان کے درمیان سوال و جواب اور بحث و تمحیص نے طول پکڑا تو مسلم بن عمرو باہلی اپنی جگہ سے اُٹھا۔ ان دنوں اہل شام میں سے کوفہ و بصرہ میں اس مسلم کے سوا کوئی اور آدمی کوفہ نہیں آیا ہوا تھا۔ کہنے لگا: اے امیر! ٹھہر جا' میں ہانیؓ سے خلوت میں بات کرتا ہوں۔ اس نے جناب ہانیؓ کا ہاتھ پکڑا اور محل کے ایک گوشے میں لے گیا۔ یہ دونوں ایک ایسی جگہ جا بیٹھے کہ ابن زیاد دونوں کو دیکھ سکتا تھا اور جس وقت ان کی آواز بلند ہوتی تھی وہ سن سکتا تھا۔ مسلم بن عمرو نے جناب ہانیؓ سے کہا: اے ہانیؓ! تمھیں خدا کی قسم! اپنے ہاتھ سے اپنا خون نہ کرو' اپنے قبیلے کو مصیبت میں نہ ڈالو' مسلمؑ بن عقیلؑ اور ابن زیاد میں خویشی و قرابت ہے وہ ہرگز حضرت مسلم علیہ السلام کو قتل نہیں کرے گا انھیں کوئی نقصان نہیں دے گا پس تم اٹھو اور مسلمؑ کو ابن زیاد کے حوالے کرو اس میں تمھاری کوئی توہین نہیں ہے اور نہ کوئی رُسوائی ہے کیوں کہ تم اُسے امیر کے حوالے کر رہے ہو کسی اور کے حوالے نہیں کر رہے ہو۔ ہاں! اگر تم کسی اور کے حوالے کرتے تو اس میں تمھاری توہین تھی۔ حاکم کے حوالے کرنا کوئی عیب نہیں ہے تمام لوگ تم کو اس امر میں معذور جانتے ہیں۔

جناب ہانیؓ کا شجاعانہ موقف

جناب ہانیؓ نے اس کے جواب میں کہا: بخدا! یہ میرے لیے ننگ و عار ہے کیوں کہ حضرت مسلم علیہ السلام میرے مہمان ہیں اور وہ میری امان میں ہیں انھیں کسی صورت میں ابن زیاد کے حوالے نہیں کر سکتا۔ وہ میرے گھر میں ہیں۔ میں زندہ ہوں میں سن بھی سکتا ہوں اور دیکھ بھی سکتا ہوں' میرے بازو میں قوت بھی ہے' میرے اعوان و انصار بھی کثرت کے ساتھ ہیں' لہٰذا

میں کسی صورت میں کم زور نہیں ہوں۔ بخدا! اگر میں تن تنہا رہ جاؤں اور میرا کوئی ناصر و یاور نہ رہے تو پھر بھی اپنے مہمان کو دشمن کے حوالے نہیں کروں گا۔ ہاں! جب میں قتل ہو جاؤں تو یہ اور بات ہے۔

مسلم باہلی جناب ہانیؓ کو خدا کی قسمیں دیتا رہا اور انھیں ہر چند سمجھاتا رہا مگر جناب ہانیؓ یہی کہتے رہے: خدا کی قسم! میں حضرت مسلم علیہ السلام کو ابن زیاد کے حوالے نہیں کر سکتا۔

جب ابن زیاد نے جناب ہانیؓ کی باتیں سن لیں تو انھیں اپنے پاس بلایا کیوں کہ وہ اس وقت سخت غصے میں تھا اور اس کا تن من آتش غیظ و غضب سے شعلہ ور تھا وہ اس وقت چیخا کہ ہانیؓ کو میرے پاس لایا جائے۔

جب جناب ہانیؓ ابن زیاد کے قریب آئے تو اس نے کہا: بخدا! تجھے مسلمؑ کو میرے پاس لانا پڑے گا اور اُسے میرے حوالے کرنا پڑے گا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

جناب ہانیؓ نے فرمایا: بخدا! پھر میرے اردگرد تلواریں میان سے باہر آئیں گی، آتش حرب مشتعل ہو گی۔

ابن زیاد نے کہا: افسوس! تُو مجھے اپنی قوم کی شمشیروں سے ڈراتا ہے؟

(جناب ہانیؓ اس خیال میں تھے کہ ان کے قبیلہ کے لوگ فوراً ان کی نصرت کے لیے آ جائیں گے اور ابن زیاد سے اُنھیں آزاد کرا کر لے جائیں گے)۔

اس وقت ابن زیاد نے اپنے لوگوں کو آواز دی کہ ہانیؓ کو اس کے قریب لایا جائے۔ جب جناب ہانیؓ کو اس کے قریب لایا گیا تو اس نے جناب ہانیؓ کے منہ پر زور سے چھڑی ماری جو ان کی پیشانی اور ناک پر لگی اور ان کے چہرے کا خون ان کے کپڑوں پر بہنے لگا۔ ابن زیاد نے یہ چھڑی اس قدر زور سے ماری تھی کہ وہ جناب ہانیؓ کے چہرے پر لگنے سے ٹوٹ گئی تھی۔

جناب ہانیؓ ابن زیاد کی قید میں

اس دوران میں جناب ہانیؓ نے چاہا کہ قریب کے کسی آدمی سے تلوار چھین کر حملہ کر دیں۔ ایک آدمی سے تلوار چھیننے کی کوشش کی لیکن اس نے اپنی تلوار قابو میں رکھی۔ پس ابن زیاد

نے جناب ہانیؓ سے کہا: اب تُو نے امیر پر خروج کیا ہے' اب تیرا خون مجھ پر حلال ہے۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لو اور قید میں ڈال دو۔

حسان بن اسما اور ابن زیاد

ابن زیاد کے غلام جناب ہانیؓ کو کشاں کشاں ایک کمرے میں لے گئے اور اُسے باہر سے بند کر دیا۔ ابن زیاد نے چند پاسبان مقرر کیے کہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ اس دوران میں حسان بن اسما بن خارجہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور ابن زیاد سے کہا: اے ابن زیاد! ہم ہانیؓ کو بڑی مشکل کے ساتھ تیرے پاس لائے تھے تُو نے کہا تھا کہ ہانیؓ کو میرے پاس لے آؤ' ہم اسے اپنی ضمانت پر تیرے پاس لائے تھے اور تُو نے اپنے عصا سے اس کی ناک کی ہڈی توڑ ڈالی ہے اور اُسے زخمی کر دیا ہے اس کا خون اس کی ریش اور کپڑوں پر جاری ہے اب تو اُسے قتل کرنا چاہتا ہے؟

جب ابن زیاد نے اس کی بات سنی تو غیظ و غضب میں آ گیا اور اُس پر دھاڑا: کیا تُو یہاں ہانیؓ کا ناصر و یاور ہے؟ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے پکڑ کر یہاں سے نکال دیں۔ پس اس کے غلام اس پر جھپٹ پڑے اور اُسے اپنی گرفت میں لے لیا اور اُسے مارنے لگے اور کھینچنے لگے۔

اس دوران میں محمد بن اشعث نے کہا: ہم امیر کے فیصلے پر راضی ہیں امیر جو کچھ چاہے کرے خواہ ہمارا فائدہ ہو یا نقصان۔

عَمرو بن حجاج کی لشکر کشی

جب دارالامارہ کی اس کارروائی کی اطلاع عَمرو بن حجاج کو ملی کہ ابن زیاد نے جناب ہانیؓ کو قتل کر دیا ہے تو اُس نے اپنے قبیلہ بنی مذحج کو جمع کیا اور وہ دارالامارہ کی طرف چل پڑے اور آتے ہی دارالامارہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس وقت عَمرو بن حجاج نے آواز لگائی کہ میں عَمرو بن حجاج ہوں اور یہ لوگ جو میرے اردگرد جمع ہیں' یہ سب مذحج قبیلے کے بہادر و غیور سپوت ہیں' ان سب نے سن لیا ہے کہ ان کے سردار و امیر کو قتل کر دیا گیا ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ جب ہم اطاعت کے دائرے سے نہیں نکلے اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا نہیں ہوئے

تو پھر ان کے سردار کو کیوں قتل کر دیا گیا ہے؟

ابن زیاد کی چال

لوگوں نے ابن زیاد کو خبر دی کہ قبیلہ مذحج کے سواروں نے دارالامارہ کو گھیر لیا ہے اور وہ جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت ابن زیاد نے قاضی شریح سے کہا: جہاں ہانیؓ قید ہے اُسے دیکھ کر ان لوگوں کو بتاؤ کہ ہانیؓ زندہ ہے اُسے ہم نے قتل نہیں کیا ہے۔ پس شریح جناب ہانیؓ کے پاس گیا اور جناب ہانیؓ کو دیکھا۔ جناب ہانیؓ نے قاضی شریح کو دیکھتے ہی اُس سے کہا: خدایا! میرے دادرس کہاں ہیں؟ ابھی تک میری مدد کرنے والے کیوں نہیں پہنچے؟ کیا میرے قبیلہ والے مر گئے ہیں؟ اہل دین کہاں ہیں؟ اہل شہر کہاں ہیں؟ اُنھوں نے مجھے کیوں بھلا دیا ہے؟ وہ میری مدد کے لیے کیوں نہیں آئے؟

اس وقت ان کی پیشانی سے ان کی ڈاڑھی پر خون جاری تھا جب انھوں نے قبیلہ مذحج کی آوازیں سنیں کہ وہ قصر کے باہر جمع ہیں اور آوازیں بلند کر رہے ہیں تو کہا کہ یہ آوازیں شاید قبیلہ مذحج کی ہیں اور یہ میرے لوگ ہیں۔ کاش! دس آدمی محل کے اندر داخل ہو جاتے تو مجھے زندان سے نکال لے جاتے۔

جب قاضی شریح نے جناب ہانیؓ کی یہ باتیں سنیں تو باہر آیا اور مذحج کے سواروں سے کہا: امیر نے تمھاری یہ بات سنی ہے کہ ہانیؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو اس نے مجھے کہا ہے کہ میں ہانیؓ کے پاس جاؤں اور انھیں دیکھوں اور پھر ان کے بارے میں تمھیں اطلاع کروں کہ تمھارا امیر قتل نہیں ہوا ہے وہ زندہ ہے اور جو خبر تمھیں دی گئی ہے کہ اُنھیں قتل کر دیا گیا ہے وہ خبر جھوٹی ہے۔ یہ سن کر عمرو بن حجاج اور ان کے ساتھیوں نے کہا: ہم اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں کہ ہمارا سردار زندہ ہے اور قتل نہیں ہوا ہے۔ یہ کہہ کر واپس اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔

ابن زیاد کا جامع مسجد کوفہ میں دوسرا خطبہ

ابن زیاد کے حکم پر مسجد میں لوگ اکٹھے تھے۔ ابن زیادؔ اشراف کوفہ اور اپنے حشم وخدم

کے ساتھ دارالامارہ سے باہر آیا مسجد میں داخل ہوا' منبر پر چڑھا اور کہا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو' اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے رہبروں کی اطاعت کرو اور مسلمانوں کی جماعت میں انتشار نہ ڈالو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کہ تمھیں اپنے گناہوں کی سزا ملے اور میرے احسانات سے محروم ہونا پڑے۔ تمھارا مخلص بھائی وہ ہے جو تمھیں سچی بات کہے اور وہ جو تمھیں ڈراتا ہے اور وعظ و نصیحت کرتا ہے تو وہ لوگوں کے عذر کو قطع کرتا ہے۔

ابن زیاد کا مسجد کوفہ سے فرار

ابھی ابن زیاد کا خطبہ جاری تھا کہ ابن زیاد کے محافظین کا ایک دستہ بڑی سرعت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اور اُسے خبر دی کہ مسلمؑ بن عقیلؑ اپنے لشکر سمیت پہنچ گئے ہیں۔ جب اس نے یہ خبر سنی تو وہاں سے بھاگ نکلا اور دارالامارہ میں داخل ہو گیا اور اس کے تمام دروازے بند کر دیے۔

جناب ہانیؓ کے پس زندان کی خبر اور حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ

عبداللہ بن حازم سے مروی ہے: خدا کی قسم! میں حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کے لیے جاسوسی کے اُمور سرانجام دینے پر مامور تھا کہ میں دارالامارہ کی خبریں حضرت مسلم علیہ السلام تک پہنچاؤں۔ جب میں نے دیکھا کہ ابن زیاد نے جناب ہانیؓ کو زخمی کیا اور انھیں زندان میں بند کر دیا تو میں فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بڑی تیزی کے ساتھ حضرت مسلم علیہ السلام کے پاس آیا۔ میں وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے ہانیؓ کے قید کیے جانے کی خبر حضرت مسلم علیہ السلام تک پہنچائی۔ جب میں حضرت مسلم علیہ السلام کے پاس آیا تو بہت سی عورتیں حضرت مسلم علیہ السلام کے پاس جمع تھیں اور ان سب کا تعلق قبیلہ مراد سے تھا وہ زار و قطار رو رہی تھیں اور صدائے نالہ و شیون بلند کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: ہمارے ان آنسوؤں پر اور ہمارے ان مصائب پر افسوس کرنے والا کوئی نہیں ہے؟ میں فوراً حضرت مسلم علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کے سامنے جناب ہانیؓ کا سارا قضیہ بیان کیا۔ اس وقت انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے تمام لوگوں کو اکٹھا کروں اور انھیں حالات

سے باخبر کروں۔ میں نے لوگوں کو آواز دی تھوڑی دیر میں چار ہزار سوار جمع ہو گئے۔ حضرت مسلم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہیں کہ وہ "یا منصور اُمت" کا نعرہ بلند کریں۔

اصحابِ حضرت مسلمؑ کی دارالامارہ کی طرف پیش قدمی

عبداللہ بن حازم کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو بلانا شروع کیا۔ میری آواز پر اہل کوفہ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ آناً فاناً لوگ حضرت مسلم علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اور سب جنگ و قتال کے لیے مسلح تھے۔ پس حضرت مسلم علیہ السلام نے ان تمام قبائل یعنی کندہ و مذحج و تمیم و اسد و مضر اور ہمدان کے سرداروں کو علم دیے۔ اس طرح کوفیوں نے بھی ایک دوسرے کو بلانا شروع کیا۔ تھوڑے ہی وقت میں لوگوں سے کوفہ کے کوچے گلیاں بھر گئیں۔ غروب آفتاب تک بازاروں اور کوچوں میں ان لوگوں کی آمد و رفت جاری رہی۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ اس وقت ابن زیاد پر زندگی تنگ ہو چکی تھی۔ اس وقت اس نے دارالامارہ کے دروازے اپنے اُوپر بند کر رکھے تھے۔ کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا تھا۔ اس کے پاس اس وقت صرف تیس غلام تھے اور قبائل کے بیس سردار تھے۔ اس کے طرف دار جو قصر سے باہر تھے وہ اس کے پاس نہیں آ سکتے تھے۔ قصر کی پشت پر جو دروازہ تھا وہ دارالرومین سے متصل تھا اس سے گزر کر آ جا رہے تھے۔ جو لوگ قصر کے اندر تھے وہ بالائے قصر سے سامنے آ کر باہر کے منظر کا نظارہ کرتے۔ اصحابِ مسلمؑ جو قصر کو گھیرے ہوئے تھے ان پر پتھر پھینک رہے تھے اور اُنھیں برا بھلا کہہ رہے تھے اور ابن زیاد کو دشنام دے رہے تھے۔

ابن زیاد کی تدبیر برائے انتشارِ لشکر حضرت ابن عقیلؑ

جب ابن زیاد نے ابن عقیلؑ کے لشکر کی یہ تعداد دیکھی تو اس نے فوراً کثیر بن شہاب کو اپنے ہاں طلب کیا اور کہا کہ قبیلہ مذحج کے جو لوگ میری اطاعت میں ہیں انھیں ان سے جدا کرے اور اپنا ہم نوا کرے، عقوبت یزید اور انجام بد سے خوف زدہ کرائے۔ کثیر اپنے لوگوں کو دارالامارہ کے گھیراؤ سے باہر لے گیا۔ پھر ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ وہ اپنے لوگوں

کو یہاں سے نکال کر لے جائے' کندہ' حضرموت اس کی اطاعت میں تھے اُسے کہا: علم امان کھولو اور اُنھیں ندا دو جو اس علم کی پناہ میں آ جائے تو اس کی جان و مال و آبرو محفوظ رہے گی۔ اس طرح اُس نے قعقاع ذہلی و شبث بن ربعی تمیمی' حجار بن ابجر سلمی اور شمر بن ذی الجوشن عامری کو اس مہم کے لیے بھیجا کہ وہ جائیں اور ان کو فریب دیں تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ اس نے باقی کوفہ کے سرداروں کو اپنے پاس رکھا کیوں کہ وہ اُس وقت شدید خوف میں گھر چکا تھا کیوں کہ اس کے پاس لوگوں کی تعداد بالکل کم ہو چکی تھی۔

پس جب کثیر بن شہاب لوگوں کے پاس آیا تو اُس نے شیطان کی طرح لوگوں کو حضرت مسلم علیہ السلام کی نصرت سے سست کرنا شروع کر دیا اور اپنے مکر و حیلہ سے اس بزرگ وار سے رُوگردان کرنا شروع کر دیا۔ محمد بن اشعث جب دارالامارہ سے باہر آیا تو بنی عمارہ کے گھروں کے نزدیک اپنا پرچم نصب کیا اور اپنے لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ حضرت مسلم علیہ السلام نے عبدالرحمٰن شریح شیبانی کو محمد بن اشعث کی طرف بھیجا۔ جب اس نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن ایک بھاری تعداد کے ساتھ اس کی طرف چلا آ رہا ہے تو اُس نے دیکھا کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا تو ایک طرف کھسک گیا۔

سردارانِ قبائل کا لوگوں کو حضرت مسلمؑ کی نصرت سے منتشر کرنا

محمد بن اشعث' کثیر بن شہاب' قعقاع بن سود ذہلی اور شبث بن ربعی مسلسل لوگوں کو حضرت مسلم علیہ السلام کی نصرت سے ورغلاتے رہے اور اِنھیں ابن زیاد کی عقوبتوں سے اور یزید کے مواخذات سے خوف زدہ کرتے رہے۔ ان لوگوں نے ہزاروں حیلہ گریوں سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔

اصحاب حضرت مسلمؑ کی وفاداریوں کا بدلنا

جب ان فتنہ پردازوں نے اپنے اردگرد ایک بھاری جمعیت کو پایا تو ان لوگوں کو امارہ کی پشت والے دروازے سے دارالامارہ میں لے گئے۔ کثیر بن شہاب نے ابن زیاد سے کہا: اللہ

نے امیر کو کام یاب کیا ہے اور سرخ رو کیا ہے۔ اس وقت ایک بہت بڑی کثرت تیری مدد کے لیے موجود ہے دارالامارہ سے باہر نکلو تا کہ ہم اصحابِ مسلمؑ سے جنگ کریں۔

ابن زیاد نے کثیر کی بات کو پسند نہ کیا کیوں کہ ابھی حضرت مسلم علیہ السلام کے ساتھ ایک بھاری جمعیت موجود تھی۔

حضرت مسلمؑ کے اصحاب کی مکمل پراگندگی

ابن زیاد نے اپنے وفاداروں کو قصر میں جمع کیا اور اُنھیں کوفہ کے اشراف و اُمرا کی طرف بھیجا کہ وہ اس کے پاس دارالامارہ میں حاضر ہوں۔ جب وہ آئے تو انھیں کہا کہ وہ بالائے قصر جائیں اور مطیعیانِ مسلمؑ کو آواز دیں کہ جو (لوگ حکومتی) اطاعت میں رہیں گے ان پر احسانات کیے جائیں گے اور جو امیر کی مخالفت میں رہیں گے انھیں سخت ترین سزا دی جائے گی نیز اُنھیں یہ بھی کہیں کہ شام سے ایک بھاری لشکر کوفہ پہنچنے والا ہے۔

کثیر بن شہاب نے غروبِ آفتاب کے قریب لوگوں سے کہا: اے لوگو! اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ' فتنہ وفساد برپا نہ کرو اور اپنی جانوں کو قتل ہونے سے بچاؤ۔ شام سے ایک بہت بڑا لشکر آ رہا ہے جو تم سے جنگ کرے گا۔ ابن زیاد نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ تم میں وہ لوگ جو ہتھیار ڈال کر ایک طرف ہو جائیں گے تو اُنھیں یزید کی طرف سے دوگنا مال عطا ہو گا اگر تم لوگ متفرق نہ ہوئے تو تمھارے مردوں کو قتل کر دیا جائے گا اور تمھاری عورتوں اور اولادوں کو اہل شام میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ کوفہ کے تمام سرداروں نے باری باری یہی بات کی تو حضرت مسلم علیہ السلام کے اصحاب گروہ دَر گروہ بن کر اُن سے جدا ہونے لگے۔ اس طرح لوگ حضرت مسلم علیہ السلام کو چھوڑ کر جانے لگے حتیٰ کہ کوفہ کی عورتیں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے پاس آتیں اور اُنھیں کہتیں کہ وہ واپس اپنے گھر آ جائیں۔ ابن زیاد کی فوج آیا چاہتی ہے تمھیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس طرح کوفہ کے مرد بھی اپنے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے پاس آنے لگے اور یہی کہنے لگے: کل شام سے لشکر آ جائے گا تم کیوں ابن زیاد سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟ گھر واپس چلو۔ اس طرح لوگ اپنے بھائی یا بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر گھروں کی طرف جانے لگے۔ اصحاب

حضرت مسلمؑ کا یہی حال رہا' اس طرح وہ مسلسل منتشر ہوتے رہے۔ حضرت مسلم علیہ السلام نے مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی۔ اس وقت آپؑ کے ساتھ صرف تیس آدمی تھے۔ جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے کہ وہ مسجد سے باہر تشریف لے جائیں تو تیس آدمی بھی آپؑ کے ساتھ نہ تھے۔ جب مسجد سے باہر نکلے اور قبیلہ کندہ کے محلہ کی طرف متوجہ ہوئے ابھی ان کے محلہ تک نہ پہنچے تھے تو ان تیس میں سے صرف دس آدمی آپؑ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ جب آپؑ دروازہ کندہ سے باہر نکلے تو آپؑ نے اپنے پیچھے نگاہ کی تو کوئی آدمی آپؑ کے ساتھ نہ تھا۔ آپؑ نے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی آدمی ملے اور وہ اُس سے اپنی منزل کے راستے کے بارے میں پوچھے لیکن آپؑ کو کوئی آدمی نہ ملا جس سے آپؑ راستا پوچھتے۔

کوفہ کی گلیاں اور حضرت مسلمؑ

رات کی تاریکی تھی ہر طرف ایک خوف کا عالم تھا لوگ اپنے اپنے گھروں میں اپنے گھر والوں کے ساتھ دن کے واقعات پر تبصرہ کر رہے تھے۔ اِدھر نمائندۂ اہل بیتؑ کس مپرسی کے عالم میں حیرانیوں اور پریشانیوں میں گھر چکا تھا۔ آپؑ نے دائیں دیکھا' بائیں دیکھا' پیچھے دیکھا کہ کوئی آدمی نظر آئے اور اُس سے نشانِ منزل حاصل کریں اور اپنی منزل کی طرف بڑھیں لیکن آپؑ نہیں جانتے تھے کہ کدھر جائیں کیا کریں اور کیا نہ کریں' کوفہ آپؑ کے دشمنوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ مسافر اب جائے تو کہاں جائے' وطن سے بے وطن ہیں نہ کوئی یار نہ کوئی مددگار' کوفی اپنی تاریخی بے وفائی کا ثبوت دے کر کب کے اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے محفوظ ہو چکے تھے۔ سفیر فرزند رسولؐ پر زمین کوفہ تنگ ہو چکی تھی۔ آپؑ چلتے چلتے قبیلہ جبلہ کے محلے پہنچے اُسے عبور کر کے قبیلہ کندہ کے محلے میں پہنچے۔ آپؑ نے وہاں ایک خاتون کو اپنے گھر کے دروازے پر پایا' یہ خاتون طوعہؓ تھیں۔ جناب طوعہؓ پہلے اشعث بن قیس کی کنیز تھیں اور اُمّ ولد تھیں' اشعث نے انھیں آزاد کر دیا تھا اور اُسید خضرمی نے اُن سے نکاح کر لیا تھا۔ اُسید سے ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بلال تھا۔ بلال لوگوں کے ساتھ گھر سے باہر گیا ہوا تھا۔ اس کی ماں طوعہؓ اس کے انتظار میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی تھی۔

حضرت مسلمؑ طوعہؓ کے گھر میں

جب آپؑ نے اس عورت کو گھر کے دروازے پر دیکھا تو اس کو سلام کیا۔ طوعہؓ نے اُنھیں ان کے سلام کا جواب دیا۔ حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: اے کنیز خدا! میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلاؤ۔ پس طوعہؓ گھر گئی اور پانی کا جام لائی اور حضرت مسلم علیہ السلام کے حوالے کیا۔ جب آپؑ نے پانی پی لیا تو جام واپس کر دیا۔ اس عورت نے وہ جام لیا اور واپس گھر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آئی تو دیکھا حضرت مسلم علیہ السلام وہیں بیٹھے تھے۔ طوعہؓ نے عرض کیا. اے بندۂ خدا! کیا آپؑ سیراب نہیں ہوئے؟ کیا ابھی آپؑ کو پانی کی ضرورت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں میں سیر ہو چکا ہوں۔ طوعہؓ نے عرض کیا: جب آپؑ نے پانی پی لیا ہے تو اب اپنے گھر چلے جائیے۔

اس غریب بے کس صاحبِ عصمت و عفت نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپؑ خاموش رہے۔ طوعہؓ نے دوبارہ کہا کہ آپؑ یہاں سے چلے جائیے۔ اس بار بھی آپؑ خاموش رہے اور طوعہؓ کو جواب نہ دیا۔ طوعہؓ نے تیسری مرتبہ عرض کیا: اے بندۂ خدا! خدا آپؑ کو سلامت رکھے اُٹھو اور اپنے گھر والوں کی طرف چلے جاؤ، آپؑ کے لیے میرے گھر کے دروازے پر بیٹھنا مناسب نہیں ہے اور میں آپؑ کے لیے یہاں بیٹھنا جائز نہیں سمجھتی۔

جب حضرت مسلم علیہ السلام نے اس کی یہ بات سنی تو اپنی جگہ سے اُٹھے اور فرمایا: اے کنیز خدا! اس شہر میں نہ تو میرا گھر ہے اور نہ قوم و قبیلہ ہے میں اکیلا ہوں، میں اس شہر میں مسافر و بے نوا ہوں۔ اگر تمھیں اجر و ثواب کی ضرورت ہے تو آج رات مجھے اپنے گھر میں پناہ دے اور اپنا مہمان بنا شاید کل بروزِ قیامت تیرا یہ عمل تیرے کام آجائے اور رسالت مآبؐ تجھے اپنے ہاں پناہ دیں۔ جب جناب طوعہؓ نے آپؑ کی یہ گفتگو سنی تو عرض کیا: اے بندۂ خدا! تمھارا قصہ کیا ہے؟ اور آپؑ کون ہیں؟

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: میں مسلمؑ بن عقیلؑ ہوں۔ ان لوگوں۔ نے مجھے دھوکا دیا ہے اور مجھے اپنے وطن سے بے وطن کیا۔ میں اب اپنے اقارب سے جدا ہو گیا ہوں۔ کوفیوں نے میری نصرت و یاوری سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے اور مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے۔

اس نیک خاتون نے عرض کیا: کیا آپؑ مسلمؑ ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: جی ہاں! میں مسلمؑ ہوں۔

اس خاتون نے کہا: آیئے میرے گھر تشریف لایئے۔

طوعہؓ کے فرزند کی اپنے گھر میں آمد

پس حضرت مسلم علیہ السلام نے جناب طوعہؓ کے گھر میں نزولِ اجلال فرمایا۔ جناب طوعہؓ نے انھیں ایک کمرے میں جگہ دی اور خود دوسرے کمرے میں اقامت رکھی۔ آپؑ کے لیے انھوں نے بستر بچھایا' کھانا پیش کیا لیکن آپؑ نے کھانا تناول نہ فرمایا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ طوعہؓ کا فرزند بلال گھر میں وارد ہوا اور اپنی والدہ کے کمرے میں سو گیا لیکن اس نے اپنی والدہ کو دوسرے کمرے میں بار بار آتا جاتا دیکھا تو اُسے شک گزرا کہ بات کیا ہے؟ اُس نے اپنی ماں سے پوچھ لیا کہ آج رات آپ اس کمرے میں بہت زیادہ آ جا رہی ہیں' کیا بات ہے وہاں کوئی آپ کی مصروفیت ہے؟

اس نیک خاتون نے کہا: اے میرے بیٹے! اس بات کو جانے دے۔

اُس بدبخت نے کہا: بخدا! میں پوچھ کر رہوں گا کہ بات کیا ہے؟

اُس کی ماں نے کہا: اپنا کام کر اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔

اس بدبخت کا جب اصرار بڑھا تو جناب طوعہؓ نے مجبوراً کہا: اے بیٹے! جو کچھ میں تجھ سے کہوں کسی اور کو نہ بتانا اسے راز رکھنا۔

اُس نے کہا: مجھے اللہ کی قسم! کہ یہ راز رہے گا میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ جب اُس نے اپنی ماں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی قسمیں دیں تو اس نے کہا: بات یہ ہے کہ حضرت مسلم علیہ السلام ہمارے گھر میں موجود ہیں۔ میں نے اُنھیں اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے۔ یہ سن کر وہ سو گیا۔

ابن زیاد کی حیرانی و پریشانی

اُدھر حضرت مسلم علیہ السلام طوعہؓ کے گھر میں تھے اِدھر ابن زیاد حیران و پریشان تھا کہ مسلم

کے اصحاب کہاں ہیں اور کدھر ہیں اب وہ کیا کر رہے ہیں۔ رات چھا چکی تھی' ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا' کہیں سے کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ وہ اصحابِ مسلمؑ کی آوازوں پر اپنے کانوں کو مرکوز کیے ہوئے تھا۔ لیکن ہر طرف خاموشی نے اسے خوف کی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور وہ خیال کیے ہوئے تھا کہ شاید کوئی طوفان پل رہا ہے جو اُٹھنے کو ہے اور اس سے اُس کی دنیا تیرہ و تاریک ہو جائے گی۔ پس اس نے اپنے غلاموں اور نوکروں چاکروں کو حکم دیا کہ قصر کے اِدھر اُدھر جاؤ اور دیکھو کہیں اصحابِ مسلمؑ چھپے ہوئے نہ ہوں۔ وہ سب باہر آئے اُنھوں نے مکمل جانچ پڑتال کی' ہر طرف دیکھا' ہر چیز کو دیکھا' اُنھیں کہیں سے کوئی فرد نہ ملا جو اصحابِ مسلمؑ میں سے ہو۔ پھر اس نے انھیں حکم دیا کہ اچھی طرح سے دیکھو۔ اس نے کہا مسجد میں دیکھو' مسجد کے حجروں کی تلاشی لو شاید وہاں وہ چھپے ہوئے ہوں۔ مسجد کی چھت کو دیکھا گیا' قندیلیں روشن کی گئیں' ایک گٹھا مرکل کا جلا کر مسجد کے اندر پھینکا گیا اور اس کی روشنی میں ہر طرف تلاشی لی گئی۔ یہاں تک کہ منبر کی پوشش کو اُٹھایا گیا جب کہیں سے اصحابِ مسلمؑ کا نشان نہ ملا تو ابن زیاد کو خبر دی گئی کہ حضرت مسلم علیہ السلام کے تمام ساتھی منتشر ہو گئے ہیں۔

جب وہ آسودہ خاطر ہوا اور اُسے یقین ہو گیا کہ کوفہ کے بے وفا لوگ حضرت مسلمؑ کو چھوڑ چکے ہیں اور وہ اب اکیلا رہ گیا ہے اور اس کے پاس کوئی باقی نہیں رہا تو یہ عشا کے وقت منبر پر آیا' اس کے اصحاب منبر کے اردگرد جمع تھے۔ اس نے عمر ابن نافع کو حکم دیا کہ وہ آواز دے۔ کوفہ کے سرداروں میں سے جو مسجد میں نہ آیا اس کا خون مباح ہے' تھوڑے عرصہ میں مسجد لوگوں سے بھر گئی۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو اقامت کہی گئی اور نماز پڑھی گئی۔ نماز کے بعد ابن زیاد منبر پر آیا اس سے پہلے اس نے اپنے محافظین کو تاکید کر دی تھی کہ وہ اس کی حفاظت کریں اور دشمن پر نگاہ رکھیں۔ اسے خوف تھا کہ اس پر حملہ نہ ہو جائے اور وہ قتل نہ ہو جائے۔

عرضِ مترجم ہے: یہ کیسے بے دین لوگ تھے کہ وہ اللہ اور روزِ قیامت کا عقیدہ بھی رکھتے تھے' رسولؐ کی رسالت کی تصدیق بھی کرتے تھے اور ان کے فرامین پر عمل بھی کرتے تھے اور نواسۂ رسولؐ اللہ کے قتل کی کوشش میں بھی سرگرم تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے

دین کو بطور استہزا لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ

"اللہ بھی ان کے ساتھ تمسخر کرتا ہے اور انھیں ڈھیل دیتا ہے کہ یہ اپنی سرکشی میں سرگرداں رہیں جو انھیں نظر بھی نہیں آ رہی ہے" (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۵)۔

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۹)

"وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔"

ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

"یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے میں گم راہی خرید لی ہے چناں چہ نہ تو ان کی تجارت سود مند رہی" (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۶)۔

یہ وہ تھے:

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا (سورۂ مبارکہ مائدہ: آیت ۷۷)

"جو پہلے ہی گم راہی میں جتلا ہیں اور دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی گم راہی میں ڈال چکے ہیں۔"

سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۱۸۰)

"وہ عن قریب اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔"

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (سورۂ مبارکہ شعرا: آیت ۲۲۷)

"ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام کو پلٹ کر جائیں گے۔"

ابن زیاد کا سردارانِ کوفہ سے خطاب

جب ابن زیاد نماز سے فارغ ہوا تو منبر پر سوار ہوا۔ لوگوں سے خطاب کیا: اے لوگو! دیکھو! ابن عقیلؑ نے ہماری مخالفت کی ہے۔ جس کسی کے گھر میں ابن عقیلؑ پایا گیا یا جس نے اُسے اپنے ہاں پناہ دی تو اُس نے ہمارے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا۔ جو اُسے گرفتار کر کے ہمارے

پاس لے آئے گا تو میں اُسے مال عطا کروں گا اور اُس سے حُسنِ سلوک کروں گا۔ اے لوگو! خدا کا خوف کرو' اللہ اور امیر کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو' بیعت و اطاعت میں باقی رہو۔ اپنے قتل کے سامان نہ کرو۔ اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اس وقت اُس نے حصین بن نُمیر سے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے کوفہ کے تمام دروازوں کو بند کر دے' کوئی دروازہ کھلا نہ رہے کہیں مسلمؓ کوفہ سے چلے نہ جائیں۔ اُنھیں گرفتار کر کے میرے پاس لے آ' میں تمھیں کوفہ کے تمام محلوں اور گھروں کی ذمہ داری دے رہا ہوں۔ کوفہ کے تمام کوچوں پر پاسبان مقرر کرو کل جب دن روشن ہو تو کوفہ کے گھر گھر کی تلاشی لو اور اُس آدمی کو تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ۔

حصین بن نُمیر کو اس نے اپنے لشکر کی امارت دے دی تھی۔ اس کا تعلق قبیلہ بنو تمیم سے تھا۔ ابن زیاد اس گفتگو کے بعد منبر سے نیچے آیا اور قصر الامارہ میں داخل ہو گیا۔ اپنا پرچم عمرو بن حریث کے حوالے کیا اور اُسے اپنی طرف سے کوفہ کا نگران مقرر کیا۔ دوسرے دن جب آفتاب عالم تاب نے اُفقِ مشرق سے طلوع کیا اور کائنات کو اپنی نورانی کرنوں سے منور کیا تو ابن زیاد نے مجلس حکومت برپا کی اور لوگوں کو اذنِ عام دیا کہ لوگ اس کے پاس آئیں' اُس سے ملیں۔ کوفی ہر طرف سے اس کے پاس آنے لگے اور اپنی جگہ پر بیٹھنے لگے۔ جب ابن زیاد کی نگاہ محمد بن اشعث پر پڑی تو اُسے اپنے قریب بلایا اور اس سے کمال مہربانی کے ساتھ پیش آیا نیز بہت زیادہ نوازشات کیں اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر اُس سے کہا: مرحبا! تُو نے اپنے امیر سے دھوکا نہیں کیا بل کہ اس کی بھرپور اطاعت کی اور خدمت گزاری کا پورا پورا حق ادا کیا۔

فرزندِ طوعہؓ کی خیانت

اِدھر جب طوعہؓ کے بیٹے کی آنکھ کھلی اور دن کو روشن پایا تو فوراً اپنے گھر سے نکلا اور محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن سے ملا۔ اُسے خبر دی کہ اس وقت مسلمؓ بن عقیلؓ میرے گھر میں ہے۔ میری ماں نے اُنھیں اپنے ہاں بطور مہمان ٹھہرا رکھا ہے۔

جب عبدالرحمٰن نے یہ خبر سنی تو فوراً اُٹھا اور اپنے باپ محمد بن اشعث کے پاس پہنچا۔ وہ اس وقت ابن زیاد کے دربار میں بیٹھا تھا۔ اُس نے اپنے باپ کے کان میں آہستہ سے بات کی

کہ مسلمؑ فلاں بڑھیا کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے بھی اس کی بات سن لی۔ ابن زیاد نے از خوشی اور التفات سے اپنی چھڑی محمد بن اشعث کی ران پر ماری اور کہا: اسی وقت اُٹھو اور مسلمؑ کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو ہم راہ لیا۔ پس یہ لوگ جناب طوعہؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن زیاد نے کسی اور قبیلہ کے افراد کو حضرت مسلم علیہ السلام کی طرف نہ بھیجا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ باقی قبائل کے لوگ اس کے اس کردار پر خوش نہیں ہیں کہ اُس کے کہنے پر پیغمبر اکرم کے اہل بیتؑ کے فرد حضرت مسلم علیہ السلام کو قتل کریں یا اُسے گرفتار کریں اس وجہ سے اُس نے اپنے خواص کو اس مہم پر روانہ کیا۔ ابن زیاد نے عبداللہ بن عباس سلمی کو ستر آدمیوں کے ہم راہ محمد بن اشعث کی مدد کے لیے بھیجا۔ یہ ستر افراد قبیلہ قیس سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت مسلمؑ کا خواب

(از مترجم): بعض علما نے مقاتل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اُس دن کی صبح ہوئی تو حضرت مسلم علیہ السلام طوعہؓ کے گھر میں تھے وہ پانی کا کوزہ لائی تا کہ حضرت مسلم علیہ السلام تجدید وضو کریں اور نماز ادا کریں جب اُس نے پانی آپؑ کے حوالے کیا تو عرض کیا: اے میرے آقا و مولاؑ! میں نے دیکھا ہے کہ آپؑ شب بھر جاگتے رہے ہیں سو نہیں سکے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں جاگتا رہا ہوں لیکن کچھ دیر کے لیے میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے خواب میں اپنے چچا امیر المومنین علی علیہ السلام کو دیکھا کہ اُنھوں نے مجھے فرمایا: جلد ہمارے پاس تشریف لے آیئے اور بہت جلدی کیجیے۔ آپؑ نے طوعہؓ سے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری زندگی کا آخری دن ہے (منتخب الطریحی: ص ۲۱۵)۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ میدانِ کارزار میں

جب محمد بن اشعث اپنے لشکر کے ساتھ جناب طوعہؓ کے گھر کے قریب پہنچا تو حضرت مسلم علیہ السلام نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں اور اس کے ساتھ لوگوں کا شور و غوغا بھی سنا۔

آپ سمجھ گئے کہ ابن زیاد مردود کا لشکر نامسعود پہنچ گیا ہے۔ آپؑ نے اپنی تلوار اٹھائی مقابلے کے لیے طوعہؒ کے گھر سے باہر نکل آئے۔ ان لوگوں نے آپؑ پر ہر طرف سے ہجوم کیا۔ لیکن یہ شیر بیشہ شجاعت باوجود بے کسی، غربت، تنہائی اور کثرت اندوہ و مصائب کے اس گروہ ضلالت سے ذرہ برابر خوف زدہ نہ ہوا۔ آپؑ نے اُس وقت اپنی شمشیر کو نیام سے نکالا اور ان بدبختوں پر حملہ کر دیا۔ آپؑ نے پہلے حملے ہی میں بہت سے اشقیا کو جہنم رسید کیا اور باقی فوجیوں کو طوعہؒ کے گھر کے صحن سے اپنی شمشیر آب دار سے باہر دھکیل دیا۔ یہ ملعون سنبھل کر دوبارہ آپؑ پر حملہ آور ہوئے (الارشاد: ج۲، ص۳۲، اعلام الوریٰ: ص۲۲۵، مثیر الاحزان: ج۳۲، اللھوف: ۳۳)۔

ابن شہر آشوب کی روایت

محمد بن شہر آشوب سے مروی ہے کہ ابن زیاد نے عمرو بن حریث کو محمد بن اشعث کی مدد کے لیے نوے آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ حضرت مسلم علیہ السلام کو گرفتار کر کے لے آئیں۔ جب ان لوگوں نے اطراف خانہ کا احاطہ کیا تو حضرت مسلم علیہ السلام باہر تشریف لائے اور ان اشقیا پر حملہ کر دیا۔ آپؑ اُس وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے:

هُوَالْمَوْتُ فَاصْنَعْ وَيْكَ مَا اَنْتَ صَانِعْ

فَاَنْتَ بِكَأْسِ الْمَوْتِ لَا شَكَّ جَارِعْ

فَصَبرا لَامرِاللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ

فَحُكمُ قَضَاءِ اللّٰهِ فِي الخَلْقِ ذَايِعْ

کلمہ "وی" "ویل" سے ہے اس کے معنی ہیں کہ موت کا لشکر تیرے صحن میں داخل ہو چکا ہے۔ پس اے نفس! تجھ پر افسوس جو کچھ تیرے ہاتھ میں آئے وہ کر اور موت کے لشکر سے مت ڈر۔ نیز بغیر کسی شک و شبہ کے موت کا جام پی اور صبر و تحمل سے کام لے۔ پس اللہ جل جلالہ کے حکم پر صبر سے کام لے اور اُس کے سامنے سر تسلیم و رضا جھکا دے کیوں کہ اللہ کا حکم کائنات پر جاری و ساری ہے۔

اس اثنا میں آپؑ نے دشمن کے اکتالیس آدمیوں کو واصل جہنم کیا (مناقب آل ابی طالبؑ: ج۳، ص۹۳)۔

جناب شیخ مفیدؒ کی روایت

جناب شیخ مفیدؒ سے مروی ہے کہ حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام نے اپنی تلوار کے زور سے ان بزدلوں کو طوعہؒ کے گھر کے صحن سے باہر دھکیل دیا تھا۔ پھر یہ اشقیا آپؑ کی طرف بڑھے اور حملہ آور ہوئے۔ بکر بن حمران احمری نے اپنی تلوار کے ساتھ آپؑ پر حملہ کر دیا۔ اس دوران میں حضرت مسلم علیہ السلام اور بکر بن حمران کے درمیان تلوار چلنے لگی۔ اس ملعون نے اپنی تلوار سے آپؑ کے چہرۂ مبارک پر حملہ کیا جس کی وجہ سے آپؑ کا بالائی ہونٹ اور آگے کے دو دانت جدا ہو گئے۔ اس دوران میں اس شیر بیشہ شجاعت نے اس نابکار کے سر پر وار کیا جس سے اُسے کاری زخم آیا۔ پس اس شہ سوار نے عرصہ کارزار میں چشم زدن میں اپنی شمشیر انتقام سے اس بدکردار پر حملہ کیا۔ آپؑ نے دوسری ضربت ہاشمی بازو کی قوت سے اس زور سے ماری جو اس کی گردن پر لگی اور قریب تھا کہ وہ اس کے پیٹ میں اُتر جائے۔

حضرت مسلمؑ پر آتش و سنگ کی بارش

جب ان بزدلوں نے اس بزرگ وار کی شجاعت کے جوہر دیکھے تو یہ رُوباہ صفت لوگ اس اسد الٰہی سے خوف زدہ ہو گئے اور ان میں تاب مقاومت نہ رہی۔ ان میں سے کچھ گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور آپؑ پر پتھر برسائے اور آگ کی بارش کرنے لگے۔ جب اس مسافر بے یار و یاور نے ان بے غیرتوں کی بزدلانہ حرکات دیکھیں تو ننگی تلوار کے ساتھ طوعہؒ کے گھر سے باہر نکلے اور گلی کوچوں میں ان پر حملہ آور ہوئے۔

جب محمد بن اشعث نے مسلمؑ بزرگ وار کی شجاعت اور ہمت و قوت کو دیکھا تو اپنی مکاری و عیاری پر اُتر آیا اور آپؑ کو صدا دی: اے مسلمؑ! میں نے آپؑ کو امان دے دی ہے اب جنگ بند کر دیجیے۔

آپؑ نے اس بزدل کی بات کی پروا نہ کی اور حمران بن مالک خثعمی کے وہ اشعار پڑھے جو اس نے جنگ قرن کے دن پڑھے تھے:

اَقسَمتُ لَا اقتَل اِلّا حُرًّا
وَ اِن رَاَیتُ المَوتَ شیاً نُکرًا
وَ یَخلط البارِدَ سُخنًا مُرًّا
رَدَّ شُعاعِ الشَّمسِ فَاستَقَرَّا
کُلُّ امرءٍ یوما مُلاقٍ شَرًّا
أخافُ أَن اُکذَبَ اَو اُغَرًّا

"نکر" ن کے ضمہ کے ساتھ لیکن "کاف" کے سکون کے ساتھ ایسی چیز جو مشکل ہو

"سخن" سین کے ضمہ کے ساتھ اور "خا" کے سکون کے ساتھ اسی کا معنی ہے حرارت و گرمی۔

مترجم کی نظر میں "رد الشعاع الشمس" "یخلط" کا فاعل ہے۔

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے خداوند عالم کی قسم اٹھا رکھی ہے اور اس امر کو میں اپنے نفس پر واجب کر رہا ہوں کہ میں اپنی مردانگی، حریت، ہنرمندی اور جواں مردی کے جوہر دکھاتے ہوئے قتل ہو جاؤں اور اپنے خون میں لت پت ہو جاؤں۔ اگرچہ میں موت کے ناگوار گھونٹ کو ایک دشوار چیز سمجھتا ہوں۔ یہ میں نے دیکھا ہے کہ آفتابِ عالم تاب آب سرد و خوش گوار کو اپنی مسلسل گرمی سے گرم کر دیتا ہے۔ یہ اس روزگار دوں اور چرخ بوقلموں کا طریقہ رہا ہے کہ ہر سرد کو گرم کر دیتا ہے اور ہر شیرینی کو تلخ کر دیتا ہے اور زندگی کو موت سے ہم کنار کر دیتا ہے۔ ہر آدمی نے آخر ایک دن موت کا تلخ شربت پینا ہے۔ مجھے تو جو امان دیتا ہے یہ امان ناقابل اعتبار ہے مجھے خوف ہے تو جھوٹ بول رہا ہے اور مجھے فریب دینا چاہتا ہے۔

امانِ محمد بن اشعث برائے حضرت مسلمؑ

جب اس بزرگوارؑ نے یہ اشعار پڑھے تو محمد بن اشعث نے کہا: خوف مت کھایئے یہ سچ ہے کہ میں آپؑ کو امان دے رہا ہوں۔ یہ جھوٹ نہیں ہے میں آپؑ کو دھوکا نہیں دوں گا۔ یہ کوئی مکاری و عیاری نہیں ہے۔ یہ سب آپؑ کے چچا کے بیٹے ہیں نہ یہ آپؑ کو نقصان دیں گے اور نہ قتل کریں گے (الارشاد: ج۲، ۶۲، روضۃ الواعظین: ج۱، ص۱۷۵، اعلام الوریٰ: ص۲۲۵، اللہوف: ۵۳، مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص۹۳)۔

محمد بن اشعث کا ابن زیاد سے نصرت کا مطالبہ

جناب سید محمد بن ابی طالب سے منقول ہے کہ جب حضرت مسلم علیہ السلام نے اس گروہ اشرار کی بھاری تعداد کو دارالبوار میں پہنچا دیا اور اس مبارزت نمایاں اور شجاعت بے پایاں کی خبر ابن زیاد کو ہوئی تو اس کے سینۂ پُر کینہ میں آتش غیظ و غضب شعلہ ور ہوئی اُس نے اپنے کسی آدمی کو محمد بن اشعث کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے ابھی تجھے صرف ایک آدمی کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا تُو نے ہمارے سپاہیوں کی اتنی بڑی جمعیت کو اُس کے ہاتھوں کٹوا دیا ہے تمھارا اُس وقت کیا حال ہوگا جب میں تمھیں کسی دوسرے کی طرف جنگ کے لیے بھیجوں گا یعنی امام حسین علیہ السلام کی طرف۔

حضرت مسلمؑ کی شجاعت اور دشمن کا اقرار

جب ابن زیاد کا پیغام محمد بن اشعث تک پہنچا تو اُس نے جواب میں کہا:

اَیُّهَا الاَمیر أتظنُّ أنَّكَ بَعَثتني اِلی بَقَّالٍ مِن بَقالی الکُوفَةِ أو اِلی جَرمَقانِیٍّ مِن جَرامِقَةِ الحیرَةِ أوَ لَم تَعلَم اَیُّهَا الامیرا أنَّكَ بَعَثتني اِلی أسَدٍ ضِرغامٍ وَ سَیفٍ حُسامٍ فی کَفِّ بَطَلٍ هُمامٍ مِن آلِ خَیرِ الانامِ

"جرامقة" "جرمقانی" کی جمع ہے بروزنِ "ارمغانی" یہ وہ لوگ تھے جن کا تعلق عجم سے تھا اسلام کے اوائل کے زمانے میں موصل و شام کی ولایت میں آ گئے تھے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے تھے۔ انھوں نے بنیوں اور دہقانوں کا پیشہ اپنا لیا تھا جنگ و جدال کے فنون سے واقف نہ تھے۔

"حیرہ" کوفہ کے نزدیک ایک شہر ہے جسے حیرہ کہا جاتا ہے۔

"ضرغام" "شیر" بہادر مرد پر بولا جاتا ہے۔

"حسام" بروزنِ "غراب" قاطع تلوار۔

"ھُمام" بروزن "غُراب" صاحب عزم و جزم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس نے کہا: اے امیر! تمھارا یہ خیال ہے کہ تُو نے مجھے کوفہ کے کسی سبزی فروش یا حیرہ کے کسی دہقان اور بیٹے کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ تُو نے مجھے ایک شیر دل آور و نام دار صاحبِ عزم و عزیمت کی طرف بھیجا ہے کہ جس کے ہاتھ میں شمشیر قاطع کو آبدار ہے اور وہ آلِ خیرانام احمد مختار سے ہے۔

جب محمد بن اشعث کا یہ پیغام ابن زیاد کے پاس پہنچا تو اُس نے ابن اشعث سے کہا کہ اس کے لیے "امان" کا اعلان کرتا کہ وہ جنگ سے رُک جائے کیوں کہ تو صرف امان کے طریقے سے اُسے اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔

(اضافہ مترجم): ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی طرف مزید پانچ سو آدمی مدد کے لیے روانہ کیے (کتاب الفتوح میں ہے کہ محمد بن اشعث کے ساتھ تین سو آدمی تھے)۔

جب حضرت مسلمؑ کے سامنے سپاہ دشمن نہ ٹھہر سکی

معتف نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم علیہ السلام کو کوفہ کی طرف بھیجا کیوں کہ یہ بزرگوار بپھرے ہوئے شیر کے مانند تھے، بہت بڑی قوت و شجاعت کے مالک تھے اور آپؑ کی خانوادۂ اہلِ بیتؑ میں اس قدر تربیت ہوئی تھی کہ آپؑ جنگ کے دوران اپنے مد مقابل شجاع و مبارز پہلوان کو صحن خانہ میں اُس کے ہاتھ سے پکڑتے اور گھروں کی چھتوں پر پھینک دیتے تھے (بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۵۴)۔

جنابِ بزرگوار شیخ مفیدؒ کی روایت

آپؒ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت مسلم علیہ السلام نے اس گروہ سے جنگ کی تو آپؑ نے دشمن کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ آپؑ فرد فرید تھے، یکا و تنہا تھے، آپؑ کے مقابلے میں سینکڑوں تازہ دم لوگ تھے، جنگ کے دوران میں آپؑ کے جسم پر بہت زیادہ کاری زخم آ گئے تھے جس کی وجہ سے آپؑ کا بدن کمزور ہو گیا تھا اور آپؑ مزید ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

دشمن کا اعلان امان

جب محمد بن اشعث نے دیکھا کہ علیؑ کا شیر کسی صورت میں ہاتھ نہیں آ رہا تو اس نے امان کی صدا لگائی۔ اُس وقت حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کو کافی تعداد میں زخم لگ چکے تھے اور زخم بھی کاری تھے جن کی وجہ سے خون کافی مقدار میں جسم سے بہ چکا تھا۔ آپؑ بہت زیادہ تھک چکے تھے۔ ابن اشعث نے چال چلی اور اس موقع کو غنیمت خیال کیا اور امان کا اعلان کر دیا۔ اس وقت یہ بزرگ وارؑ دیوار سے پشت لگائے کھڑے تھے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو اپنی بات میں سچا ہے؟

ابن اشعث نے کہا: جی ہاں! میں آپؑ کو امان دے رہا ہوں۔

آپؑ نے باقی لوگوں کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: کیا تم لوگوں نے مجھے امان دے دی ہے؟

سب نے جواب دیا: ہاں! ہم نے آپؑ کو امان دے دی ہے لیکن اُس وقت عبیداللہ بن عباس سلمی ملعون نے کہا:

لا ناقَةَ لی فی هذا وَلا جَمَل وَ تَنَحّی

''ناقہ'' اُونٹ کی مادہ کو کہا جاتا ہے اور ''جمل'' نر اُونٹ کو کہا جاتا ہے۔ یہ عربی ضرب المثل ہے جب انسان کسی امر سے جان چھڑانا چاہتا ہے تو یہی ضرب المثل کہتا ہے کہ میرا اس کام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اس مثال کا اصل مورد کچھ اس طرح ہے ''صدوف'' ایک عورت تھی جو حنش کی بیٹی اور زید بن اخنشی کی بیوی تھی۔ زید کی ایک اور بیوی بھی تھی جس سے اس کی ''فارعہ'' نامی بیٹی تھی جو ''صدوف'' کے ساتھ نہیں بیٹھتی تھی بل کہ علیحدہ اپنے خیمے میں رہتی تھی۔ فارعہ کا باپ زید ایک دن ضروری کام کے لیے گھر سے باہر چلا گیا۔ قبیلہ عدی کا ایک آدمی جس کا نام ''سبت'' تھا وہ زید کی اس بیٹی فارعہ پر عاشق ہو گیا۔ اُس نے اُسے زنا کی دعوت دی۔ فارعہ نے اس کی اس دعوت کو قبول کر لیا۔ فارعہ رات کو اپنے باپ کے اُونٹ پر سوار ہوئی اور سبت کے پاس ایک باغ میں چلی جاتی اور اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہو جاتی۔ جب زید سفر سے گھر کی

طرف واپس آ رہا تھا تو راستے میں اس کی ملاقات ایک کاہنہ عورت سے ہوئی جس کا نام طریفہ تھا۔ اُس نے اُسے بتایا کہ تیرے گھر میں ایک عورت نے خیانت کی ہے۔ زید نے صدوف کے بارے میں خیال کیا کہ اُس نے خیانت کی ہوگی۔ اس کا خیال اِدھر اُدھر کسی اور کی طرف نہ گیا۔ وہ بہت تیزی کے ساتھ اپنے گھر پہنچا۔ اس کے چہرے سے غیظ وغضب کے آثار ظاہر د باہر تھے۔ جب اس کی بیوی نے اُسے دیکھا تو وہ بات کو سمجھ گئی اور اُس نے کہا: اتنی جلدی مت کرنا اور اس قدر غصہ نہ کرو۔ خبردار! بات یہ ہے:

لا ناقَةَ لی وَلا جَمَل

جو کچھ تم نے سوچ رکھا ہے وہ غلط ہے وہ میں نہیں ہوں، میں خیانت اور برائی سے بیزار ہوں۔ نہ اس کام کے لیے میرے پاس اُونٹ ہے اور نہ اُونٹنی، نہ میں اُونٹ پر سوار ہوئی ہوں اور نہ اُونٹنی پر۔ اس کی طنز زید کی دختر پر تھی جو راتوں کو اُونٹ پر سوار ہوتی تھی اور برائی کے لیے چلی جاتی تھی۔

جب عبیداللہ ابن عباس نے امان دینے سے بیزاری کا اظہار کیا تو حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: اگر مجھے امان نہیں دیتے ہو تو میں اپنا ہاتھ تمھارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔

لہوف کی روایت

جناب سید ابن طاؤس میں فرماتے ہیں کہ اس بزرگوارؑ نے ان کی امان کو قبول نہ کیا اور جنگ جاری رکھی۔ ان لوگوں نے آپؑ پر ہر طرف سے ہجوم کر لیا۔ اُنھیں اپنے گھیرے میں لے لیا اور ان کی تعداد لحظہ بہ لحظہ بڑھتی رہی۔ اِدھر آپؑ کے بدنِ اقدس پر پتھروں اور نیزوں کے کاری زخم آ چکے تھے۔ اچانک ایک شقی نے آپؑ کی پشت پر نیزہ مارا کہ آپؑ منھ کے بل زمین پر آ رہے تو انھوں نے ہر طرف سے آپؑ کو گھیر لیا تا کہ انھیں اپنی گرفت میں لے لیں۔ اس طریقے سے آپؑ ان کے قبضے میں آ گئے۔

دشمن کی ایک اور چال

(اضافہ مترجم): منتخب المراثی میں منقول ہے کہ جب ان اشقیا نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کو امان دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اے دشمنانِ خدا و رسولؐ! تمھاری امان کا کیا اعتبار؟ آپ مسلسل ان کافروں سے جنگ کرتے رہے اور اپنی شمشیر آب دار سے انھیں دور بھگاتے رہے۔ آخر ان لوگوں نے ایک اور چال چلی۔ راستے میں ایک کھائی بنائی اور اس پر چٹائی کے مانند کوئی چیز ڈال دی اور اس کے اُوپر مٹی ڈال دی۔ جب اُس بزرگ وار نے ان پر حملہ کیا تو ان لوگوں نے ازراہِ مکر و حیلہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ جب آپ نے ان کا تعاقب کیا تو آپ لڑتے لڑتے اُس کھائی میں جا گرے۔ جب اُنھوں نے آپ کو اُس کھائی میں گرا ہوا پایا تو آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔

محمد بن اشعث ملعون نے آپ کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کی آنکھوں کی رگیں کٹ گئیں اور آپ کی ناک مبارک زخمی ہوئی۔ اس طرح اس کی تلوار کا وار آپ کے دہن مبارک تک چلا گیا جس سے آپ کے دندان مبارک ہل گئے۔

(مترجم): ابومخنف کی روایت ہے کہ اس بزرگ وار نے ان ملاعین کی امان قبول نہ کی بلکہ جنگ کرتے رہے۔ آپ کی تلوارِ آب دار کی ضربات سے ان کے سر فضا میں اس طرح اڑ رہے تھے جس طرح موسم خزاں میں آندھیوں سے درختوں کے پتے فضا میں اُڑتے ہیں۔

آپ نے رجز خوانی کی:

أَقسَمتُ لَا أُقتَلُ إِلَّا حُرًّا
وَ إِن رَأَيتُ المَوتَ كَأسًا مُرًّا
أَخَافُ أَن أُخدَعَ أَو أُغَرَّ
رَدُّ شُعَاعِ الشَّمسِ فَاستَقَرَّا

"میں نے قسم اُٹھا رکھی ہے کہ میں جب بھی قتل ہوں گا تو جواں مردی و حریت کے جوہر دکھا کر قتل ہوں گا۔ حالاں کہ موت کا جام تلخ ہوتا ہے۔

میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کوئی مجھے دھوکا دے۔ یہ بھی مجھے معلوم ہے
آفتاب عالم تاب کچھ دیر کے لیے زمانے کو روشن کر کے پھر غروب ہو جاتا
ہے یعنی تمھاری امان آفتاب کی شعاع کے مانند ہے۔ کچھ لوگ تمھارے اس
پھندے میں آ جاتے ہیں۔ اگر میں تمھاری امان پر اعتماد کروں تو میں اس
شخص کی طرح ہو جاؤں گا کہ جس نے سورج کی شعاعوں پر اعتماد کیا ہو۔"

أَضرِبُكمُ وَلا أَخافُ ضَرًّا
فِعلَ غُلامٍ قَطُّ لَن يَضُرًّا

"میں اپنی شمشیر آب دار سے مسلسل تم پر وار کرتا رہوں گا اور اپنی جان کے
ضرر سے خوف زدہ نہیں ہوگا۔ جس طرح ایک نوجوان اپنے لا اُبالی پن کی
وجہ سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔"

وَكُلُّ ذِی غَدرٍ سَيَلقى غَدرا
أَيضا وَ يَصلى فِی المَعادِ حَرًّا

"ہر غدار دھوکا باز ضرور دھوکے کا شکار ہوگا۔ پھر آخرت میں جہنم میں ڈالا
جائے گا۔"

ان ابیات کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ تھا۔ اس لیے اس مقام پر ان کا تذکرہ کر دیا
گیا (مقتل الحسین: ص ۴۹)۔

حضرت مسلمؑ کی گرفتاری

جناب شیخ مفید نے بیان کیا ہے جب حضرت مسلم علیہ السلام زخموں سے چُور چُور ہو گئے تو
آپؑ جنگ کرنے کے قابل نہ رہے۔ آخر ان لوگوں کی جھوٹی امان کو بجبر و اکراہ قبول کر لیا۔
دشمن نے ان کے لیے ایک خچر کا انتظام کیا۔ اُنھوں نے آپؑ کو خچر پر سوار کیا اور اُنھیں ہر
طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ان کی شمشیر ان سے لے لی گئی۔ جب آپؑ نے ان
ملعونوں کا سلوک دیکھا تو اپنی جان سے نا اُمید ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے اشک حسرت بہنے

لگے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ تمھاری پہلی مکاری و عیاری ہے جو تم نے میرے ساتھ اس وقت روا رکھی ہے۔

محمد بن اشعث نے کہا: مجھے اُمید ہے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: یہ صرف تمھاری باتیں ہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے وہ تمھاری امان کہاں گئی؟ جو مجھے نظر نہیں آتی۔ تم لوگ بہت جلد اپنے قول سے پھر گئے ہو۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّـآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

(یہ کہہ کر) آپؑ رونے لگے۔

حضرت مسلمؑ کے رونے کی وجوہات

عبیداللہ بن عباس ملعون نے عرض کیا کہ جس آدمی کا مشن اتنا عظیم ہو جس طرح کہ آپؑ کا ہے اس کا وقتِ مصائب گریہ کیوں؟ ایسے لوگ اپنی موت سے نہیں ڈرا کرتے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: بخدا! میں اپنی موت کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ میں اپنے خویش و اقارب کے لیے رو رہا ہوں جو اس دیار کی طرف آ رہے ہیں۔ میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیتؑ کے لیے رو رہا ہوں کہ کوفی کتنا جلدی بدل گئے کہ وہ وطن سے بے وطن ہو کر اِدھر چلے آ رہے ہیں اور ان لوگوں کی بے وفائی کا یہ حال ہے؟ آپؑ نے محمد بن اشعث کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: اے بندۂ خدا! خدا کی قسم! تُو نے مجھے جو امان دی ہے تُو اُسے برقرار نہیں رکھ سکے گا۔ کیا میرے ساتھ یہ بھلائی کر سکے گا کہ میری طرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پیغام بھیج دے کہ وہ ادھر کوفہ کی طرف نہ آئیں، کیوں کہ وہ بزرگوارؑ آج یا کل اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ ان کی طرف یہ پیغام بھیج کہ ابن عقیلؑ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ہیں اور بہت جلد وہ قتل کر دیے جائیں گے۔ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان! ادھر کوفہ کی طرف مت آئیے یہ وہی بے وفا لوگ ہیں جنھوں نے آپؑ کے والدؑ کے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ آپؑ فوراً واپس چلے جائیں۔

اے ابن اشعث! ان کی طرف کہلوا بھیج اہل کوفہ نے آپؑ کو فریب دیا ہے نصرت و

بیعت کے معاملے میں جھوٹ بولا ہے بس آپؑ ان کی طرف مت آئیں۔ آپؑ فوراً واپس چلے جائیں یہ لوگ آپؑ کو دشمنوں میں اکیلا چھوڑ دیں گے اور آپؑ کی نصرت نہیں کریں گے۔

امیر مسلمؑ کا ابن زیاد کے دربار میں ورُود

جب حضرت ابن عقیل علیہ السلام نے ابن اشعث سے اپنی وصیت کی تو اُس نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا: بخدا! میں ضرور ایسا کروں گا اور یہ پیغام ضرور حضرت امام حسینؑ تک بھجواؤں گا اور ابن زیاد سے بھی کہوں گا کہ میں نے آپؑ کو امان دی ہے۔

ابن اشعث حضرت امیر مسلم علیہ السلام کو دارالامارہ میں لے آیا۔ ابن اشعث نے دخول کی اجازت چاہی۔ جب اُسے اجازت ملی تو وہ ابن زیاد کے پاس آیا اور حضرت مسلم علیہ السلام کی گرفتاری کی خبر دی۔ حضرت مسلم علیہ السلام اور بکیر بن حمران کے درمیان مقابلے کی خبر دی اور اپنی امان کی خبر بھی دی کہ میں نے انھیں امان دے دی ہے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے اُس سے کہا: تجھے امان سے کیا کام؟ کیا میں نے تجھے امان دینے کو بھیجا تھا یا اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا تھا؟

یہ سن کر ابن اشعث خاموش ہو گیا اور واپس چلا گیا اور حضرت امیر مسلم علیہ السلام کو دارالامارہ میں لے آیا۔ جب آپؑ دارالامارہ میں داخل ہوئے تو اس وقت اس کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ اس وقت دارالامارہ کے دروازے پر کوفہ کے سرداروں کا ایک گروہ بیٹھا تھا وہ اذنِ دخول کے منتظر تھے ان لوگوں میں عمارہ بن عقبہ ابی معیط و عمرو بن حریث و مسلم ابن عمر اور کثیر بن شہاب وغیرہ بیٹھے تھے۔ حضرت مسلم علیہ السلام کی نگاہ پانی کے ایک گھڑے پر پڑی جو ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا اور قصر کے دروازے پر رکھا ہوا تھا۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دیجیے۔

مسلم بن عمرو نے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ یہ پانی کتنا ٹھنڈا ہے لیکن بخدا! تمھیں اس سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا حتیٰ کہ تم جہنم میں داخل ہو گے اور دوزخ کے آبِ حمیم سے سیراب ہو گے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو کون ہے؟

اس ملعون نے کہا: میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچان رکھا ہے اور تُو نے حق کا انکار کر رکھا ہے۔ میں نے اپنے رہبر کی اس وقت اطاعت کی ہے اور اس کی نصرت کی ہے جس وقت تُو نے ہمارے امام کا انکار کیا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے۔ میں ہوں مسلم بن عمرو باہلی۔

حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام نے اُسے فرمایا: تیری ماں ماتم میں بیٹھے اے ابن باہلہ! تُو کس قدر جفاکار و بدکار و بدکردار ہے اور سخت دل ہے۔ اے پسر باہلہ! آب حمیم اور آتش جہنم کا حق دار تو تُو ہے پس یہ کہہ کر آپؑ دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔

اس دوران عمرو بن حریث نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ پانی لائے۔ وہ رومال سے ڈھکا ہوا گھڑا جس کے ساتھ کوزہ بھی تھا وہ حضرت مسلم علیہ السلام کے لیے لایا۔ اُس نے اس گھڑے سے کوزہ بھرا اور حضرت مسلم علیہ السلام کو دیا۔ جب آپؑ نے وہ کوزہ منہ سے لگایا تو وہ خون آلود ہو گیا۔ آپؑ نے وہ جام زمین پر انڈیل دیا۔ غلام نے دوبارہ وہ جام پانی سے بھر کر دیا تو وہ بھی پہلے کی طرح خون آلود ہو گیا۔ پھر جب تیسری مرتبہ آپؑ کو وہ پانی دیا گیا اور وہ جام آپؑ نے اپنے دہن مبارک سے لگایا تو آپؑ کے اگلے دندانِ مبارک اس کاسے میں آ گرے۔ اس وقت اس بزرگ وارؑ پاک طینت و بلند مرتبت نے فرمایا: الحمدللہ! اگر یہ پانی میرا مقدر ہوتا تو ضرور میرا رزق بنتا۔ جب یہ میرا مقدر ہی نہ تھا تو میں اسے نہ پی سکا۔ معلوم ہوتا ہے اب اس دنیا کا پانی میرے مقدر میں نہیں رہا۔ آپؑ ابھی وہاں اسی حالت میں بیٹھے تھے کہ ابن زیاد کا آدمی دارالامارہ سے باہر آیا۔ اُس نے ان بے وفا کوفیوں سے کہا: مسلمؑ کو ابن زیاد کے پاس لے آؤ۔ جب حضرت امیر مسلم علیہ السلام ابن زیاد کے قریب گئے تو آپؑ نے اُسے "امیر" کہہ کر سلام نہ کیا۔ اس کے کسی محافظ نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا: تم نے امیر پر سلام کیوں نہیں کیا؟

آپؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: جب اُس نے میرے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو میں اُسے ہرگز سلام نہیں کروں گا۔ اگر ابن زیاد میرے قتل کا ارادہ ترک کر دے تو میری طرف سے اس پر سلام ہو گا۔

ابومخنف کی روایت

پاسبانوں میں سے کسی پاسبان نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا: آپؑ نے یہ کیوں نہیں کہا:

السَّلامُ عَلَیکَ اَیُّھَا الاَمیر؟

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: بخدا! حسینؑ کے علاوہ میرا کوئی امیر نہیں ہے جو لوگ اس (ابن زیاد) کا سلام کرتے ہیں وہ از راہِ خوف و تقیہ سلام کرتے ہیں (مقتل الحسینؑ: ص ۳۶، الارشاد: ج ۲، ص ۵۵، اعلام الوریٰ: ۲۲۸، روضۃ الواعظین: ج ۶، ۱۷۷، مثیر الاحزان: ۳۶)۔

سید ابن طاؤس کی روایت

اس معدن میں اس شجاع و جواں مرد نے اس پاسبان کو جھڑک کر کہا: خاموش رہ! واہی و تباہی ہو تجھ پر! بخدا! یہ شخص میرا امیر نہیں ہے (اللھوف: ۵۵)۔

ابن زیاد نے کہا: اے مسلمؑ! مجھے اپنی جان کی قسم تُو جلد قتل ہونے والا ہے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یقین ہے تُو مجھے قتل کرے گا۔

ابن زیاد نے کہا: جی ہاں! میں ہی تجھے قتل کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے مہلت دے کہ میں اپنی قوم کے کسی فرد کو وصیت کرلوں۔

ابن زیاد نے کہا: جسے وصیت کرنا چاہو وصیت کرلو۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے حاضرین میں سے ہر ایک پر نگاہ کی آپؑ کی نگاہیں عمر بن سعد پر جا ٹھہریں جو اس وقت ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا۔ آپؑ نے اُس سے فرمایا: اے عمر! تُو میرے قبیلے کا فرد ہے اور میرا رشتہ دار ہے (کیوں کہ عمر بن سعد قریشی تھا) میرا تجھ سے کام ہے جس کا کرنا تجھ پر لازم ہے اپنی حاجت میں تجھے خلوت میں بتاؤں گا۔ ابن زیاد کی موجودگی کی وجہ سے عمر بن سعد نے آپؑ کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

(اضافہ از مترجم): آلِ محمدؐ کے مصائب و آلام کس قدر وسیع ہیں کہ ان کا ایک فرد بھری مجلس میں کسی سے وصیت کرنا چاہتا تھا مگر وہ ظالم اس کی وصیت سننے کو تیار نہیں تھے۔ جب اُس نے اس مجلس کے ایک فرد کو قربت کی بنا پر معین کیا تو اُس نے بھی آپؑ کی طرف توجہ نہ کی۔

ایسے بزدلوں پر اللہ کی بے شمار لعنت ہو۔

ابن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا: تجھے اپنے ابن عم کی بات سننے سے کون سی چیز روک رہی ہے؟

جب ابن سعد نے ابن زیاد کی رضامندی پالی تو اپنی جگہ سے اُٹھا اور ایسی جگہ پر بیٹھا جہاں ابن زیاد ان دونوں کو دیکھ سکتا تھا۔ حضرت امیر مسلم علیہ السلام نے عمر بن سعد سے فرمایا: میرا پہلا کام یہ ہے کہ اس وقت میں کوفہ میں سات سو درہم کا مقروض ہوں۔ جب میں کوفہ میں آیا تھا تو اس وقت میں نے کچھ رقم قرض لی تھی' جب میں قتل ہو جاؤں تو میری زرہ اور تلوار بیچ کر اس سے میرا قرض اتار دینا۔ جب یہ لوگ مجھے قتل کر دیں تو میری لاش ان لوگوں سے لے کر دفن کر دینا۔ کسی آدمی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیج کہ وہ اس حضرتؑ کو اس دیار کی طرف آنے سے روک دے کیوں کہ میں نے ان کی طرف خط لکھا تھا کہ کوفی آپؑ کی اطاعت میں ہیں آپؑ کوفہ جلد آ جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوفہ کی طرف رواں دواں ہوں گے۔

عمر بن سعد کی خیانت

جب ابن سعد نے اس بزرگوارؑ کی وصیت سنی اور اپنی جگہ پر واپس آیا تو ابن زیاد سے کہا: اے امیر! آپ کو معلوم ہے کہ مسلمؑ نے مجھے کیا کہا ہے؟ پھر اس نے تمام باتیں جو حضرت مسلم علیہ السلام نے اُس سے کہیں تھیں' ابن زیاد کو بتا دیں۔

ابن زیاد کا جواب

ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا: جو امین ہوتا ہے وہ امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ اگر تجھے امین بنایا گیا تھا تو تجھے راز کو فاش نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خائن کو امین بنایا جاتا ہے یعنی تو خائن ہے تُو نے مسلمؑ کے راز کو فاش کیا ہے۔ (عیار) ابن زیاد (گویا) اس امر سے خوش نہ تھا کہ ابن عقیلؑ کا راز فاش ہو۔

ابن زیاد نے کہا: جب تُو نے اس کی وصیت میرے سامنے رکھ دی تو جو مال اس کا ہے

اس سے میرا کیا کام اس کی وصیت کے مطابق عمل کرو۔ رہی بات اس کے لاشے کی، قتل ہونے کے بعد تمھیں اختیار ہے کہ دفن کرے یا نہ کرے۔ باقی رہا حسینؑ ابن علیؑ کا معاملہ تو اگر وہ ہم سے متعرض نہیں ہوتے تو ہم بھی ان سے متعرض نہیں ہوں گے۔

جب اس نے اپنی بات پوری کر لی تو حضرت مسلم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔

حضرت مسلمؑ کا ابن زیاد کو دندان شکن جواب

ابن زیاد نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا: لوگ آپس میں خوشی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے وہ ایک دوسرے پر مہربان و مشفق تھے، ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہ تھا، تُو ان کی طرف آیا اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا اور ان کے درمیان تفرقہ ڈال دیا۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کرنے پر اتر آئے اور ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: میں اس دیار میں ہرگز فتنہ و فساد کے لیے نہیں آیا تھا لیکن اس علاقے کے تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ تیرے باپ زیاد نے اس دیار کے نیک اور شریف لوگوں کو قتل کیا اور ان کا بے دردی کے ساتھ خون بہایا اور ان سے قیصر و کسریٰ والا سلوک کیا یعنی ان کے درمیان کافر بادشاہوں جیسی حکومت کی۔ ہم ان کے پاس اس لیے آئے تا کہ عدل و انصاف کو قائم کریں اور مظلوموں کی مدد کریں اور ظالموں سے مظلوموں کا انتقام لیں اور لوگوں میں اللہ کی کتاب کا نظام نافذ کریں۔

جب ابن زیاد نے حضرت مسلم علیہ السلام کی حق و حقیقت پر مبنی گفتگو سنی تو آتش غیظ و غضب سے آگ بگولہ ہو گیا۔ چیخ کر کہا: اے فاسق! تُو اس مقام کے لائق ہی نہیں ہے، جب تُو مدینہ میں تھا وہاں تیرا کیا کام تھا؟ وہاں تو تُو شراب پیتا تھا۔

جب حضرت مسلم علیہ السلام نے اس کی ان کفر آمیز باتوں کو سنا تو فرمایا: نہیں ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! خداوند متعال خوب جانتا ہے کہ تُو اپنی بات میں جھوٹا ہے۔ یہ جو کچھ تم نے کہا ہے، ازراہِ جہالت کہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تُو ہی شرابی ہے اور شراب وہ پیتا ہے جو مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور نفس محترمہ کو قتل کرتا ہے۔ ناحق عداوت و بدگمانی کی وجہ سے مسلمانوں کا

خون کرتا ہے لہو ولعب میں کچھ اس طرح مشغول ہے جیسے اُسے کوئی اور کام ہے نہیں۔

ابن زیاد نے کہا: تیرے نفس کی خواہش نے تجھے اس کام پر مجبور کیا۔ تُو نے چاہا کہ اس طریقے سے لوگوں کا حاکم بن جائے گا۔ اللہ نے تیری آرزو پوری نہیں کی۔ تیرے اور تیری آرزو کے درمیان وہ حائل ہوگیا اور تجھے اس مقام کے لائق ہی نہیں سمجھا۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: اگر ہم میں خلافت و امارت کی اہلیت نہیں ہے پس وہ کون ہے جس میں اس مقام کی اہلیت ہے؟ کون ہے جو خلافت کا اہل ہے؟

ابن زیاد نے کہا: یزید خلافت کے اہل ہے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ وہ ہمارے اور تمھارے درمیان جو حکم کرے ہم اس پر ہر حال میں راضی ہیں۔

ابن زیاد نے چیخ کر کہا: مجھے خدا قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں اور میں تجھے اس طرح قتل کروں گا کہ اسلام میں ایسا قتل نہیں ہوگا۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! تم ان لوگوں میں سے ہو جو دین میں نت نئی بدعات پیدا کرتے رہتے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ہاں! تجھ سے ہی ایسی بدعات کی توقع ہے۔ تُو ہی وہ فرد ہے جو مسلمانوں کو بدترین طریقے سے قتل کرنے والا ہے اور ان کا مثلہ کرتا ہے۔ جس طرح تجھ سے بن آئے تُو وہی کر۔

امیر مسلمؑ کی شہادت

ابن زیاد نے جب حضرت مسلم علیہ السلام کی باتیں سنیں تو پھر حضرت مسلم علیہ السلام و حضرت عقیل علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کو دشنام دینے لگا۔ بعد ازیں حضرت مسلم علیہ السلام نے خاموشی اختیار کر لی۔ آپؑ نے کوئی اور بات نہ کی۔ جب ابن زیاد اپنی کفر آمیز باتوں سے فارغ ہوا تو چیخنے لگا: اسے قصر کی چھت پر لے جاؤ اور اس کا سر اس کے بدن سے جدا کر دو اور اس کا جسد بامِ قصر سے زمین پر پھینک دو۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر میرے اور تیرے درمیان کوئی قرابت ہوتی

تو تُو مجھے ہرگز قتل نہ کرتا۔

ابن زیاد نے آواز دی: وہ کہاں ہے جس کے سر پر ابن عقیلؑ نے اپنی تلوار کا وار کیا تھا؟ تو اس وقت بکیر بن حمران احمری کو طلب کیا گیا۔ جب وہ آیا تو اُسے کہا گیا کہ ابن عقیلؑ کو قصر کی چھت پر لے جاؤ اس سے قبل تُو نے اس پر تلوار چلائی تھی اب اسے لے جا اور قتل کر دے۔

ابن عقیلؑ دارالامارہ کی چھت پر

بکیر بن حمران احمری آپؑ کو قصر کی چھت پر لے گیا۔ اس وقت حضرت ابن عقیل علیہ السلام اللہ کے ذکر میں مشغول تھے۔ آپؑ تکبیر و تہلیل بیان کر رہے تھے اور اپنے خدا کے حضور استغفار فرما رہے تھے۔ نیز رسولؐ اللہ اور ان کی آلؑ پر درود بھیج رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: اے میرے اللہ! تُو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما جنھوں نے ہمیں دھوکا دیا۔ جب ہم ان کی طرف آئے تو اِنھوں نے ہمیں جھٹلایا اور دشمنوں کے درمیان اکیلا چھوڑ دیا۔ پس اس مظلوم بے کس کو قصر کی چھت پر لے گئے اور اس بازار کے سامنے کھڑا کیا گیا کہ جس بازار میں جوتے بنتے تھے۔ آپؑ کا سر مبارک آپؑ کے بدن سے جدا کر دیا گیا اور جسم مطہر کو محل کی چھت سے نیچے گرا دیا گیا (الارشاد: ص ۲۰، اعلام الوریٰ: ۲۱۹ روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۶۷، ۶ مقاتل الطالبین: ۵۵)۔

جناب سید ابن طاؤس کی روایت

جب حضرت مسلم علیہ السلام کو ابن زیاد کی مجلس میں لایا گیا تو آپؑ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔ ابن زیاد کے ایک محافظ نے کہا: امیر کو سلام کر۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: واہی و تباہی ہو تجھ پر، خاموش رہ! یہ میرا امیر نہیں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: میں نے تجھے قتل کر دینا ہے، خواہ تُو سلام کر یا نہ کر۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: اگر تُو مجھے قتل کرے گا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے بھی بدترین لوگوں نے بہترین مخلوق کو قتل کیا ہے۔

اس بات نے ابن زیاد کو سیخ پا کر دیا اور کہا: اے عاق شدہ! اے اپنے امیر کی مخالفت کرنے والے! تُو نے اپنے امام پر خروج کیا ہے اور اس پر تلوار کھینچی ہے اور مسلمانوں میں انتشار ڈالا ہے اور لوگوں میں فتنہ وفساد برپا کیا ہے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: تُو جھوٹا ہے۔ اے ابن زیاد! مسلمانوں میں یزید اور اس کے باپ نے انتشار ڈالا' تُو نے اور تیرے باپ نے لوگوں میں فتنہ وفساد برپا کیا ہے۔ تیرا باپ عبید کا بیٹا تھا جو بنی علاج کا غلام تھا اور قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا تھا۔ مجھے اپنے خدا پر اُمید ہے کہ وہ مجھے کائنات کے ایک بدترین اور شریر ترین شخص کے ہاتھوں شہادت عطا کرے گا۔

جب ابن زیاد نے حضرت مسلم علیہ السلام کی گفتگو سنی تو اس کے تن من میں آگ لگ گئی۔ وہ باتیں جو ان دونوں کے مابین ہوئیں وہ جناب شیخ مفیدؒ کی روایت میں موجود ہیں۔ ابن زیاد حضرت مسلم علیہ السلام' امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام اور حسنین شریفین علیہما السلام کی شان میں گستاخیاں کرنے لگا۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن زیاد! جو دشنام تُو ہمیں دے رہا ہے تُو اور تیرا باپ ان کے زیادہ مستحق ہو۔ اے دشمن خدا! مزید گالیاں مت بکو اور اپنا منہ بند کر' میرے بارے میں جو چاہے کر۔

حضرت مسلمؑ بوقتِ شہادت

جب ابن زیاد نے بکیر بن حمران کو حکم دیا کہ وہ ان بزرگوارؑ کو بلائے قصر لے جائے اور ان کا سر ان کے بدن سے جدا کر دے۔ جب ان بزرگوارؑ کو بالائے قصر لے جایا گیا تو آپؑ کی زبان پر تسبیح وتہلیل جاری تھی۔ آپؑ استغفار فرمارہے تھے اور محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیج رہے تھے۔ جب آپؑ کے قاتل نے آپؑ کا سر آپؑ کے بدن سے جدا کیا تو وہ قصر کی چھت سے واپس نیچے آیا تو نہایت خوف زدہ تھا اور اس کے جسم میں کپکپی تھی۔ جب ابن زیاد نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اُسے کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تُو کانپ رہا ہے؟

اس نے کہا: اے امیر! جس وقت میں نے چاہا کہ مسلمؑ کو قتل کروں تو میں نے دیکھا کہ

میرے سامنے ایک سیاہ رنگ کا ہیبت ناک آدمی کھڑا ہے جس نے اپنی اُنگلی اپنے دانتوں میں ڈالی ہوئی تھی۔ میں اُس سے خوف زدہ ہو گیا۔ اسی وجہ سے میں اب تک کانپ رہا ہوں۔ میں زندگی بھر اس قدر کبھی نہیں ڈرا۔ ابن زیاد نے کہا: تیری یہ حالت اس لیے ہے کہ تُو نے عادت کے خلاف کام کیا ہے جس کی وجہ سے تجھ پر دہشت وحشت سوار ہے یا پھر یہ تیرا خیال خام ہے (الملہوف: ۵۵)۔

حضرت مسلمؑ کی قبل از شہادت حالت

مسعودی کی روایت ہے کہ جب ابن زیاد نے بکیر بن حمران کو بلایا اور کہا: میں نے تمھیں مسلمؑ کے قتل پر مامور کیا تھا کیا تُو نے میرے امر کی تعمیل کر دی ہے؟

بکیر نے کہا: ہاں! میں نے انھیں قتل کر دیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: جب تُو اُسے بالائے قصر لے جا رہا تھا تو اس نے اُس وقت کیا کہا تھا؟

بکیر نے کہا: اُس وقت وہ ذکر خدا میں مصروف تھے۔ ان کی زبان پر لا الہ الا اللہ کا ورد تھا اور استغفار جاری تھی۔ جب میں نے ارادہ کیا کہ انھیں قتل کروں تو انھوں نے کہا: اے میرے اللہ! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان تُو ہی فیصلہ فرما۔ انھوں نے ہمیں دھوکا دیا ہے اور ہمیں جھٹلایا ہے انھوں نے ہماری نصرت نہیں کی بلکہ ہمیں قتل کر دیا ہے۔ بکیر نے کہا کہ میں نے مسلمؑ سے کہا کہ الحمدللہ! اللہ نے مجھے تم سے قصاص لینے پر قادر کیا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے ضرب لگائی لیکن وہ ضرب کارگر نہ ہوئی۔ حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تیرے لیے یہ ضربت کافی نہیں ہے۔ یہ زخم جو تیری ضربت سے مجھے پہنچا ہے۔ تیرے خون کا عوض ہو سکتا ہے یعنی میرے بدن کی صرف ایک خراش تیرے خون کے برابر ہے۔ اس سے آپؑ کی غرض اپنی بزرگواری کا اظہار تھا۔

ابن زیاد نے کہا: مسلمؑ قتل کے وقت بھی مفاخرت کر رہے تھے۔

بکیر نے کہا: جب میں نے دوسری ضرب لگائی تو وہ قتل ہو گئے (مروج الذہب: ج ۳، ص ۶۹، تاریخ طبری: ج ۴، ص ۲۸۳، مقتل الحسینؑ: ۵۵)۔

(از مترجم): مصنف نے اپنے فارسی مقتل میں لکھا ہے کہ جب بکیر نے چاہا کہ حضرت مسلم علیہ السلام کو قتل کرے تو اس نے اپنے سامنے ایک ہیبت ناک سیاہ رُو شخص کو دیکھا۔ خوف کی وجہ سے اس کے ہاتھ خشک ہو گئے۔ جب اس بات کی خبر ابن زیاد کو ہوئی تو اس نے بکیر کو اپنے پاس بلایا۔ جب اس نے اس کی یہ حالت دیکھی تو مسکرا دیا اور کہنے لگا: تُو نے خلاف عادت کام کیا ہے اس وجہ سے تیری یہ حالت ہو گئی ہے اور تجھ پر دہشت طاری ہو گئی ہے۔ یہ صرف تیرا خیال تھا۔ ابن زیاد نے کسی دوسرے کو بامِ قصر پر بھیجا کہ وہ مسلمؑ کو قتل کرے۔ جب اس کی نظر حضرت مسلم علیہ السلام پر پڑی تو اُسے رسولؐ اللہ کی شکل مبارک نظر آئی۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو اس کا پتہ پانی ہو گیا اور وہیں پر مر گیا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے ایک شامی کو بھیجا کہ وہ حضرت مسلم علیہ السلام کو قتل کر دے (مروج الذہب: ج۳، ص۶۹، تاریخ طبری: ج۴، ص۲۳۲، مقتل الحسینؑ: ۵۵)۔

منتخب المراثی اور ابو مخنف کی روایت

مترجم دوبارہ کہتا ہے کہ حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت کی کیفیت صاحب منتخب المراثی اور ابو مخنف نے کچھ اس طرح بیان کی ہے جس کا ذکر خالی از فائدہ نہیں ہے۔

منتخب میں منقول ہے کہ جب ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت مسلم علیہ السلام کو بامِ قصر پر لے جا کر قتل کر دو تو اس بزرگوارؑ کو رسن بستہ صورت میں قصر کی چھت پر لے جایا گیا۔ اس وقت اس مظلوم کی آنکھوں سے اشکِ حسرت جاری تھے۔ آپؑ فرزند رسولؐ اللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے فراق میں رو رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

وقت شہادت حضرت مسلمؑ کے اشعار

جَزَى اللهُ عَنَّا قَوْمَنَا شَرَّ مَا جَزٰى

شِرَارَ الْمَوَالِي بَلْ أَعَقَّ وَ أَظْلَمَا

هُمْ مَنَعُونَا حَقَّنَا وَ تَظَاهَرُوْا

عَلَيْنَا وَ رَامُوْا أَنْ نَذِلَّ وَ نُرْغَمَا

وَغَابُوا عَلَينا یسفکُونَ دِمائَنا
حَسبُهُم اللّٰه العَظیمُ المُعَظَّما
وَ نَحن بَنُو المُختارِ لا خَلقَ مِثلُنا
بَنِی صَدُوقٍ مُکرَمٍ وُ مُکرمًا

"خداوند تعالیٰ ہماری طرف سے اس قوم کو بدترین سزاؤں سے دوچار کرے۔ ایسی سزا جو شریر ترین لوگوں کو دی جاتی ہے بل کہ وہ سزا جو عاق ترین اور ظالم ترین لوگوں کو دی جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہمارا حق مارا اور ہم پر خروج کیا اور ہم پر ہر طرف سے ہجوم کر دیا اور انھوں نے ہماری ذلت و رسوائی کا عزم کر لیا تھا کہ ہم اپنے حقوق سے محروم ہو جائیں۔ انھوں نے از راہِ عداوت و دشمنی غارت گری کی اور ہمارا خون زمین پر بہایا۔ بس ان لوگوں کے لیے عظیم و معظم اللہ کافی ہے جو ان سے ہمارا انتقام لے گا۔"

ابومخنف نے تیسرے بیت کا دوسرا مصرع کچھ اس طرح نقل کیا ہے:

وَ لَم یرقَبُوا فینا ذِماما وَ لا دَما

"ان لوگوں نے ہمارے حق میں کسی پیمان و خون کی کوئی رعایت نہ کی۔ ہمارے عہد کو انھوں نے توڑ ڈالا' ہمارا خون گرایا' ہم احمد مختارؐ کے فرزند ہیں۔ دنیا میں ہمارے حسب و نسب کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اللہ کے نبیؐ جو صادق (و امین) ہیں اور عظیم و معظم ہیں وہ ہم میں سے ہیں اور ہم ان میں سے ہیں۔"

مقتل ابی مخنف میں چوتھے بیت کا ایک مصرع یہ ہے:

نَبِیٌ أَبَت أَرکانُهُ أَن تُهَدَّما

"ان لوگوں نے اپنے نبیؐ کا انکار کر دیا یعنی اس کی شریعت کو پس پشت

ڈال دیا۔ ان کی خواہش تھی کہ قوانین شریعت مٹ جائیں لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اس کی لائی ہوئی شریعت کو زوال نہیں ہے۔ ان لوگوں کی کوشش رہی ہے کہ فرزند رسولؐ قتل ہو جائے اور وہ خلافت و امامت کے مالک بن جائیں، نہیں ایسا نہیں ہوگا" اولادِ رسولؐ قیامت تک اس کی میراث کی وارث رہے گی۔" (مقتل الحسینؑ: ۲۷، ینابیع المودۃ: ج۳، ص۵۹)۔

منتخب کی روایت ہے: جب ابن عقیلؑ نے اپنے اشعار مکمل کر لیے تو عمر بن سعد نے اپنے سپاہیوں کو آواز دی: تم پر موت آئے اسے مہلت کیوں دی گئی ہے؟ جلدی اس کا کام تمام کرو (المنتخب فی المراثی والخطب: ص۴۱۷)۔

پس اس عظیم مجاہد اسلام کو قصر بام سے ایک ضرب لگا کر زندہ گرا دیا گیا۔ ابھی اس ملکوتی مجاہد کا بدن زمین پر نہیں آیا تھا کہ ان کی روح پُر فتوح کاشانہ بہشت کی طرف محو پرواز ہو گئی۔

سَلامُ اللهِ وَ رَحمتهُ وَ بَرَكَاتهُ عَلَيهِ
وَ لَعنَةُ اللهِ وَ مَلائِكَتِهِ وَ أنبِيائِهِ عَلٰى قَاتِلِيهِ وَ ظَالِمِيهِ
وَالمُوازِرِينَ عَلى قَتلِهِ

ابن اشعث کی جناب ہانیؓ کے لیے سفارش

جناب شیخ مفیدؒ سے مروی ہے: جب ابن زیاد حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کے قتل سے فارغ ہوا اور اطمینان کا سانس لیا۔ محمد بن اشعث اس کے پاس آیا اور اس نے جناب ہانیؓ کی رہائی کی سفارش کی کہ ہانیؓ کو قتل نہ کیا جائے۔ اس نے کہا: اے امیر! تُو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کوفہ کے لوگوں میں جناب ہانیؓ کی قدر و منزلت کس قدر ہے۔ وہ کوفہ میں ایک بہت بڑے مقام کے مالک ہیں۔ وہ اپنے قبیلے کے سردار ہیں۔ وہ صاحب عزت و منزلت ہیں اور میرے رفقا اُسے آپ کے پاس لائے تھے۔ میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اُنھیں مجھے بخش دے اور اُنھیں قتل نہ کر، مجھ پر احسان کر مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ ہانیؓ کی وجہ سے اہل کوفہ مجھے اپنا دشمن سمجھنے لگیں اور وہ میری عداوت پر اُتر آئیں۔

حضرت ہانیؓ بن عُروہ کی مظلومانہ شہادت

جب محمد بن اشعث نے جناب ہانیؓ کے بارے میں ابن زیاد کو سفارش کی تھی کہ اُنھیں قتل نہ کیا جائے۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی درخواست قبول کر لی تھی اور اُسے وعدہ دیا کہ وہ ہانیؓ کو قتل نہ کرے گا۔ ابن زیاد نے وعدہ کرنے کے بعد فوراً جناب ہانیؓ کے قتل کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ اس وقت اس نے حکم دیا کہ ہانیؓ کو زندان سے باہر لایا جائے اور اُسے بازار میں لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ جب جناب ہانیؓ کو بازار میں لایا گیا اور آپؓ کو اس بازار میں لے جایا گیا جہاں گوسفند فروخت ہوتے تھے۔ آپؓ کے بازو کو پس پشت باندھا گیا تھا۔ آپؓ اس وقت فریاد بلند کر رہے تھے:

وا مذحجاہ

"کیا آج مذحج قبیلے کا کوئی فرد اس کی مدد نہیں کرے گا اور اس کی فریاد پر نہیں پہنچے گا۔ اے سوارانِ مذحج! اے شجاعانِ مذحج! کہاں ہو تم لوگ؟ کیا تم لوگ اس وقت میری مدد نہیں کرو گے؟ آج مذحج قبیلے کے جنگ جو کدھر چلے گئے ہیں؟"

جب اس بزرگ وارؓ نے دیکھا کہ اس کی فریاد کوئی نہیں سن رہا تو آپؓ نے زور لگا کر اپنا ایک ہاتھ رسیوں سے نکال لیا اور فرمایا: آیا یہاں کوئی لکڑی یا چھری یا پتھر یا ہڈی مل جائے تا کہ میں ان کا مقابلہ کروں اور ان کے شر سے نجات حاصل کروں۔

ابن زیاد کے غلاموں نے پھر اُنھیں قابو میں لے لیا اور ان کے ہاتھ اچھی طرح سے باندھ دیے۔ ان میں سے کسی ایک نے جناب ہانیؓ سے کہا: اپنی گردن کو بلند کر تا کہ میں اپنی تلوار تیری گردن پر ماروں۔

اس مظلوم و بے کس نے فرمایا: میں اپنی جان کے تلف کرنے میں تیری مدد نہیں کروں گا اور نہ ایسی سخاوت کرنا مجھے قبول ہے۔ ابن زیاد کا ایک ترکی غلام تھا جس کا نام رُشید تھا۔ اس ملعون نے اپنی تلوار میان سے کھینچی اور اس بزرگ وارؓ پر چلا دی، لیکن اس کا وار دو بے کار گیا۔

جناب ہانیؓ نے فرمایا: میری بازگشت خداوند تعالیٰ کی طرف ہے۔ اے میرے اللہ! مجھے اپنی رحمت سے ملحق فرما۔ اس غلام نے دوبارہ آپؓ پر وار کیا۔ اس دوسری ضربت سے یہ مظلوم درجہ شہادت پر پہنچے (ارشاد: ج ۲، ص ۶۳، اللھوف: ۵۸، مناقب آل ابی طالب: ج ۴، ص ۹۳)۔

رَحمَۃُ اللہِ وَ رِضوانُہٗ عَلَیہِ وَ لَعنَۃُ اللہِ عَلٰی قاتِلِہٖ وَ الآمرُ عَلَیہِ

حضرت مسلمؑ اور جناب ہانیؓ کی شان میں چند اشعار

فَاِن کُنتِ لا تَدرِینَ مَا المَوتُ فَانظُری
الی ھانی فِی السُّوقِ وَ ابنِ عَقیلِ
اِلی بَطَلٍ قَد ھَشَّمَ السَّیفُ وَ جھَہٗ
وَ اٰخرُ یَھوی مِن طَمارِ قَتیلِ
أصابَھُما اَمرُاللَّعینَ فَاَصبَحا
أحادیثَ مَن یَسرِی بِکُلِّ سَبیلِ
تَری جَسدًا قَد غَیَّرَتِ المَوتُ لَونَہٗ
وَ نَفخُ دَمٍ قَد سالَ کُلَّ مَسیلِ
فَتیٍ کانَ أحیا مِن فَتاۃٍ حَیِیَّۃٍ
وَ أَقطَعَ مِن ذی شَفرَتَینِ صَقیلِ
أَیرکَبُ أَسماءُ الھِمالِیجِ آمِنًا
وَ قَد طَالَبَتہُ مَذحَجٌ بِذَحُولِ
تَطیفُ حَوالیہِ مُرادٌ وَ کُلُّھُمُ
عَلٰی رِقبَۃٍ مِن سائِلٍ وَ مَسئُولِ
فَاِن أَنتُم لَم تَثاَرُوا بِأخیکمُ
فَکُونُوا بَغایا اُرضِیَت بِقَلیلِ

بعض مورخین نے ان اشعار کی نسبت عبیداللہ بن زبیر اسدی کی طرف دی ہے اور بعض

نے کہا کہ یہ اشعار فرزدق کے ہیں (اللھوف: ص۵۹)۔

"طمار" بروزن قطام اس کے معنی ہیں بلند و بالا جگہ۔

"یسری" فعل مضارع ہے "سریۃ" سے جس کے معنی ہیں رات کا چلنا۔ جس طرح عربی کا محاورہ ہے:

سَرَیٰ فُلان اِذا سارَ عامۃُ اللَّیل

"یعنی وہ رات بھر چلا۔"

"نضح" بہنا۔

"اِحیاء" افعل التفضیل ہے "حی یحیی" سے ہے بابِ علم یعلم۔

اس کے معنی ہیں بہت زیادہ حیا اور عصمت کا مالک۔

"فتاۃ" فتا کی مونث ہے نوجوان لڑکی۔

"حیتہ" "حی" کی مونث ہے صاحب عفت و عصمت لڑکی۔

"شفرۃ" بروزن "تمرۃ" تلوار کی دھار "شفرتین" ایسی تلوار جس کی دونوں طرفیں قاطع ہیں۔

"صقیل" جس سے زنگ اُتار دیا گیا ہو۔

"اسماء" سے مراد اسماء بن خارجہ ہے جو "یرکب" کا فاعل ہے۔

"ھمالیج" "ھملاج" کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں گھوڑا یا سواری۔

"مذحج" بروزن "مجلس" ایک قبیلے کا نام۔

"ذحول" انتقام لینا۔

"رقبۃ" انتظار۔

"بغایا" بغیٌ کی جمع ہے "زانی"۔

"ایامی" "ایمہ" بیوہ عورت۔

"ثار" طالب خون۔

ان اشعار کا حاصل معنی یہ ہے:

"اے میری جان! اگر تُو نے کبھی موت کے دردناک مناظر کو نہیں دیکھا تو ادھر کوفہ کے بازار میں دیکھ؛ یہ ہانیؓ بن عروہ کا لاشہ ہے اور یہ حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ کا لاشہ ہے کہ جن کے مبارک اجسام خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ وہ کتنے بڑے بہادر و شجاع تھے کہ جن کی شجاعت کے سامنے بڑے بڑے بہادر کانپتے دکھائی دیتے تھے۔ جن کی شجاعت کو زمانہ سلام پیش کرتا ہے۔ یہ وہ بہادر (ہانیؓ) ہیں جنھیں ان کے دشمنوں نے قید کی حالت میں قتل کیا۔ ان پر اپنی تلواریں چلا دیں؛ دشمن کی بے رحم تلواروں نے اُن کے مبارک چہرے کو توڑ ڈالا۔

اُدھر دوسرے اسلام کے بطل جلیل کی طرف دیکھ! یہ حضرت عقیل علیہ السلام کے بہادر سپوت مسلمؓ ہیں۔ ان کی جرات و شجاعت کے سامنے کوفہ نہ ٹھہر سکا تھا جس نے کوفے کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جب وہ زخمی ہوئے اور انھیں زخموں سے چُور چُور کر دیا گیا تھا تو انھیں گرفتار کر لیا گیا تھا اور قصر کی چھت پر لے جا کر قتل کر دیا گیا۔ تاریخ کے ان دونوں عظیم سپوتوں کے قتل کا حکم ایک بدترین انسان نما درندے نے دیا تھا۔ زمانے کے مصائب نے ان پر ہجوم کر دیا تھا باوجود ان مصائب کے طوفانوں کے انھوں نے اپنی حریت اور جواں مردی کو باقی رکھا اُسے اپنے ہاتھوں سے نہ جانے دیا۔ ان کی خونی داستان جو دکھوں دردوں سے لبریز ہے؛ تاریخ نے اُسے ہمیشہ کے لیے اپنے دامن میں محفوظ کر لیا ہے۔ ان کی خوں چکاں داستان قیامت تک باقی رہے گی۔ ان کی شجاعت کو ہر زمانہ سلام کرتا رہے گا اور نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ ایک نسل دوسری نسل کو ان کی غم بھری داستان سنا کر عزت کا سبق دیتی رہے گی۔ یہ دونوں جوان کس قدر خوب صورت تھے؛ وہ

اپنے حُسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس گروہ شرو اَشرار نے ان دونوں کو اپنی خون آشام تلواروں کے ساتھ موت سے ہم کنار کر دیا۔ اے میری جان! ذرا غور سے دیکھ موت نے ان کے حسن و جمال کے گلستان کو اُجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ان کے رخساروں کا رنگ پھیکا پڑ گیا ہے۔ ان کے نازک ابدان سے خون بہہ گیا ہے۔ اب ان کے لاشے پژمردہ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ وہ دو نوجوان ہیں ان کی عظمت کو سلام ان کی عفت کو سلام' وہ نیک و صالح و باکردار انسان تھے' وہ حیا و عصمت و پاک دامنی و عفت میں صاحب طہارت وعفت دختران سے بھی کئی درجے بہتر و برتر تھے۔ ایسے پاکیزہ جوانوں کو ان کے دشمنوں نے اپنی تلواروں سے پارہ پارہ کر ڈالا۔"

شاید شاعر کی مراد اس شعر سے یہ ہو کہ ان دونوں کی صولت وشجاعت وعزم وحزم تیغ براں وشمشیر آب دار سے تیز تر تھی۔ کیا اسما بن خارجہ اپنی سواری پر ہمیشہ یوں ہی سوار رہے گا اور آسودہ حال رہے گا۔ یہ غداران تین آدمیوں میں سے تھا جنھوں نے جناب ہانیؓ کو فریب دیا تھا اور اُسے ابن زیاد کے پاس لائے تھے۔ اب قبیلہ مذحج نے ہانیؓ کے خون کا بدلہ لینے کا نعرہ لگایا ہے اور قبیلہ مراد اسما کے تعاقب میں ہیں۔

یہ سب سائل اور مسئول ایک دوسرے کے انتظار میں ہیں۔

اے گروہ مذحج! اگر تم نے اپنے بھائی ہانیؓ کا انتقام نہ لیا اور اس کے قاتل سے ہاتھ اُٹھا لیا تو تمھارا حال اس زانیہ عورت کا سا ہے جو مال قلیل پر رضامند ہو جاتی ہے (الارشاد: ج۲ص۶۴' اللہوف: ۵۹' مثیر الاحزان: ۳۷' اعلام الوریٰ: ۲۲۹)۔

جناب ہانیؓ کی شہادت کے بعد ان کے قبیلہ کا موقف

(اضافہ از مترجم): ابومخنف کی روایت ہے کہ جب قبیلہ مذحج نے یہ اشعار سنے تو ان بزدلوں نے کہا: بخدا! اسما بن خارجہ کا مقام ہانیؓ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اگر ہم انتقام لینا چاہیں تو پھر محمد بن اشعث سے لیں لیکن یہ حکم سلطان کا تھا بس ہم اس پر راضی ہیں (مقتل الحسینؑ: ۳۸)۔

محمد بن اشعث کی خباثت

ابومخنف کی روایت ہے کہ حضرت مسلم علیہ السلام کی شمشیر اور زرہ محمد بن اشعث لوٹ کر لے گیا۔ اسی بنا پر عبداللہ اسدی نے ابن اشعث کی مذمت میں یہ اشعار کہے:

أَتَرَكْتَ مُسلِما لا تُقاتِلُ دُونَهُ
حَذَرَ المَنِيَّةِ أَن تكُونَ صَرِيعا
وَ قَتَلتَ وافِدَ الِ بَيتِ مُحَمَّدٍ
وَ سَلَبتَ أَسيافًا لَهُم وَ دُرُوعا
لَو كُنتَ مِن أَسدٍ عَرَفتَ مَكانَهُ
وَ رَجَوتَ أَحمَدَ فِي المَعادِ شَفيعًا

"کیا تُو نے حضرت مسلم علیہ السلام کی نصرت کو ترک کر دیا تھا؟
اے محمد بن اشعث! موت کے خوف سے تو حضرت مسلم علیہ السلام کے سامنے نہیں جا سکا تھا تجھے معلوم تھا اگر وہ اس بزرگوار کے سامنے گیا تو کبھی نہ بچ پائے گا۔ اس لیے ان سے اور ان کی تلوار سے تُو دور رہا۔
اے ابن اشعث! حضرت مسلمؑ آلِ محمدؐ کے مہمان تھے اور ان کی طرف سے کوفہ بھیجے گئے تھے۔ تُو نے انھیں قتل کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد ان کے لاشے کو لوٹ لیا' ان کی زرہ اور تلوار کو غصب کیا۔ اگر تُو بنو اسد سے ہوتا تو تُو اس بزرگوارؑ کی قدر و منزلت سے واقف ہوتا اور جب قیامت کا دن ہوتا تو احمد مختارؐ کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کا اُمیدوار ہوتا" (مقتل الحسین: ۳۸)۔

ابن زیاد کا یزید کے نام خط

مصنف نے نقل کیا ہے کہ جب ابن زیاد کے ہاتھوں حضرت مسلم علیہ السلام اور جناب ہانی رضی اللہ عنہ درجہ شہادت پر پہنچ گئے اور وہ اس اہم ترین مہم سے فارغ ہوا تو سکھ کا سانس محسوس کیا

اور ان دو عظیم مجاہدوں کے مقدس سر یزید کی طرف بطور تحفہ بھیجے۔ اس نے اپنے کاتب عمرو بن نافع کو کہا کہ وہ حضرت مسلم علیہ السلام اور جناب ہانیؓ کی شہادتوں کی رپورٹ بنائے۔ اس کے کاتب نے ایک طولانی رپورٹ بنائی جس میں کوفہ کے حالات اور اسلام کے ان سپوتوں کی اسلامی تحریک کی تفصیلات لکھیں۔ جب اس نے رپورٹ ابن زیاد کے حوالے کی تو اس نے اس کی رپورٹ کو رد کر دیا۔ اس نے کہا: تُو نے اس قدر تفصیلات کیوں لکھی ہیں اس طول کا کوئی فائدہ نہیں ہے جس طرح میں کہوں اس طرح لکھو۔ اس نے کہا: یہ لکھو:

"اما بعد! حمد و ثنا کے لائق وہ اللہ ہے جس نے امیر المومنین (یزید) کا حق لیا اور اس کے دشمنوں کو قتل کیا اور ان کے شر کو دور کیا اور اپنا لطف ظاہر کیا۔ امیر المومنین کے لیے خبر یہ ہے کہ میرے خوف کی وجہ سے مسلمؑ نے ہانیؓ بن عروہ مرادی کے گھر جا کر پناہ لی تھی میں نے اس کی طرف اپنے جاسوس بھیج دیے۔ میں نے اپنے آدمی ہانیؓ کی طرف بھیجے اور وہ اُسے حیلوں بہانوں سے میرے پاس لائے۔ یہ لوگ جہاں تھے میں نے اُنھیں وہاں سے اپنے پاس بلوا لیا۔ اللہ نے مجھے اُن پر غلبہ عطا کیا۔ میں نے انھیں قتل کر ڈالا۔ میں ان دونوں کے سروں کو ہانی بن ابی حیہ وادعی و زبیر بن اروح تمیمی کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ دونوں آپ کی خدمت میں آ رہے ہیں۔ یہ دونوں آدمی قابل اعتماد اور فرماں بردار ہیں اور میرے خیر خواہوں میں سے ہیں۔ امیر المومنین ان دونوں کو جو حکم دیں گے یہ دونوں سر تسلیم خم کریں گے۔ آپ ان سے جو چاہیں پوچھیں یہ مکمل تفصیلات بتائیں گے کیوں کہ ان کے پاس مکمل تفصیلات ہیں۔ یہ دونوں پرہیزگار اور صدق و صفا کے مالک ہیں۔"

یزید کا خط بنام ابن زیاد

ابن زیاد کے خط کے جواب میں یزید نے اس کی طرف اس مضمون کا خط لکھا:

''اما بعد! تم نے وہ کام کیا جو میں چاہتا تھا اور تم نے اُس سے اعراض نہیں کیا۔ تم نے اس شخص کے مانند کام کیا جو اپنے اُمور میں مضبوط اور محکم ہوتا ہے۔ تم نے صاحب عزم وحزم اور عاقبت اندیش جیسا کام کیا ہے۔ تم نے ایک صاحب صولت وشجاعت کے مانند صولت و دلیری کا مظاہرہ کیا ہے اور اس انسان کی طرح کام کیا ہے جو دشمنوں کے ہجوم میں مضطرب نہیں ہوتا کہ جنگ کے وقت آسودہ خاطر اور پُرسکون رہتا ہے اور مدمقابل کا مقابلہ کرتا ہے اور اُسے پشت نہیں دکھاتا۔ تم نے دشمنوں کے شر کو دفع کر کے مجھے خوش کر دیا ہے جس طرح میں تمھیں سمجھتا تھا تم میری توقعات پر پورا اُتر رہے ہو۔ میں نے تمھارے آدمیوں کو اپنے پاس بلایا ہے اور ان سے تفصیلات پوچھی ہیں۔ ان سے خفیہ رپورٹ حاصل کی ہے۔ میں نے انھیں اسی طرح پایا ہے جس طرح تم نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ واقعی یہ لوگ صاحبانِ رائے اور صاحبانِ فضیلت ہیں۔ ان پر ہمیشہ احسانات کا سلسلہ جاری رکھو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ حسینؑ بن علیؑ عراق کی طرف متوجہ ہیں۔ ان پر نظر رکھو۔ اپنے جاسوس اور نگران ان کی طرف روانہ کرو اور ان کے مقابلے میں ایک لشکر تیار کر کے بھیج دو اور ہر طرح کا خیال رکھو جو خیانت کرے اُسے قید کر لو۔ اگر تمھیں کسی پر کوئی شک وشبہ گزرے تو اُسے قتل کر دو اور روزانہ کی رپورٹ میری طرف ارسال کرتے رہو'' (مثیر الاحزان: ۴۰)۔

ابن زیاد کو امام حسینؑ کے بارے میں یزیدی تاکید

جناب شیخ ابن نما سے مروی ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حسینؑ کوفہ کی طرف روانہ ہیں۔ ان کی وجہ سے تو آزمائش و ابتلا میں ہے۔ تیری سلطنت میں آزمائش و ابتلا کا دور دورہ ہے۔ اب یہ دیکھا جائے گا کہ تُو آزاد اور جواں مردوں کا کام کرتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے یا دشمن سے خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ غلاموں کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ مدمقابل کے سامنے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

فصل چہارم

حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے سوئے عراق

حضرت امام حسینؑ کی مکہ میں مدتِ اقامت

جناب شیخ مفیدؒ سے مروی ہے کہ حضرت مسلم علیہ السلام نے کوفہ میں منگل کے دن آٹھ ذی الحج ساٹھ ہجری کو خروج کیا تھا۔ نویں ذی الحجہ بروزِ عرفہ آپؑ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اِدھر حضرت امام حسین علیہ السلام آٹھ ذی الحجہ یوم ترویہ مکہ معظمہ سے عراق روانہ ہوئے تھے اور اسی دن حضرت مسلم علیہ السلام نے کوفہ میں خروج کیا تھا۔

مکہ معظمہ سے حضرت امام حسینؑ کی روانگی کے حالات

حضرت امام حسین علیہ السلام ماہِ شعبان کی تین تاریخ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے۔ آپؑ تین شعبان سے لے کر آٹھ ذی الحجہ تک مکہ معظمہ میں اقامت پذیر رہے یعنی آپؑ نے شعبان کے ستائیس دن اس طرح ماہِ رمضان، شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے سات دن مکہ میں گزار دیے۔ آٹھ ذی الحجہ کو آپؑ مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔

جن دنوں آپؑ مکہ معظمہ میں اقامت پذیر تھے تو اہل حجاز سے کچھ لوگ اور اس طرح اہل بصرہ سے کچھ لوگ آپؑ کے ساتھ اس سفرِ سعادت کے راہی ہوئے تھے۔ انھوں نے آپؑ کے حضور سرِ تسلیم خم کیا تھا اور آپؑ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔

(اضافہ از مترجم): مصنف نے ایک اور مقام پر روایت کی ہے کہ یزید نے کچھ اموی طاغیوں کو حاجیوں کے لباس میں مکہ بھیج دیا تھا۔ روایت کے مطابق وہ ایک ہزار آدمیوں کا گروہ تھا۔ اُنھیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ وہاں جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کو گرفتار کر لیں اور شام لے آئیں یا اُنھیں قتل کر دیں۔ جب اس نورِ دیدۂ رسولؐ معظم کو معلوم ہوا تو آپؑ نے حج کے احرام کو عمرہ میں بدل دیا اور عمرہ کے اعمال ادا کیے اور مکہ معظمہ سے باہر چلے گئے (بحارالانوار: ج ۴۵: ص ۹۸)۔

جناب سید ابن طاؤس کی روایت

حضرت امام حسین علیہ السلام تین ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جس دن

آپؑ مکہ معظمہ سے باہر آئے اُسی دن کوفہ میں حضرت مسلم علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا(اللہوف:۶۰)۔

لیکن ابھی تک آپؑ کو حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت کی خبر نہ ملی تھی۔ جب آپؑ نے مکہ سے روانگی کا عزم کیا تو آپؑ نے بیت اللہ میں لوگوں کے درمیان فصاحت و بلاغت سے بھرپور خطبہ دیا تھا۔

سید الشہداؑ کا خطبہ

اَلحَمدُلِلّٰہِ وَ مَا شَاءَ اللّٰہ وَلَا حَولَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ وَ صَلَّی اللّٰہ عَلَی رَسُولِہٖ وَسَلَّم خُطَّ المَوتُ عَلَی وُلدِ آدَمَ مَخَطَّ القِلَادَۃِ عَلَی جِیدِ الفَتَاۃِ وَمَا أَولَھَنِی إِلَی أَسلَافِی اشتِیَاقَ یَعقُوبَ إِلَی یُوسُفَ وَ خُیِّرَ لِی مَصرَعٌ أَنَا لَاقِیہِ کَأَنِّی بِأَوصَالِی یَتَقَطَّعُھَا عُسلَانُ الفَلَوَاتِ بَینَ النَّوَاوِیسِ وَ کَربَلَاءَ فَیَملَأَنَّ مِنِّی أَکرَاشًا جُوفًا وَ أَجرِبَۃً سُغباً لَا مَحِیصَ عَن یَومٍ خُطَّ بِالقَلَمِ رِضَی اللّٰہِ رِضَانَا أَھلَ البَیتِ نَصبِرُ عَلَی بَلَائِہٖ وَ یُوَفِّینَا أُجُورَ الصَّابِرِینَ لَن تَشُذَّ عَن رَسُولِ اللّٰہِ لَحمَتُہُ وَ ھِیَ مَجمُوعَۃٌ لَہُ فِی حَظِیرَۃِ القُدسِ تَقَرُّبِھِم عَینُہُ وَ تَنَجَّزُ لَھُم وَعدُہُ مَن کَانَ فِینَا بَاذِلاً مُھجَتَہُ مُوَطِّناً عَلَی لِقَاءِ اللّٰہِ نَفسَہُ فَلیَرحَل مَعَنَا فَإِنِّی رَاحِلٌ مُصبِحًا إِن شَاءَ اللّٰہ

"اولھنی" فعل تعجب کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے بہت زیادہ خوشی و مسرت۔

"خیر" یا "خیر" دونوں پڑھے گئے ہیں۔ یعنی میرے قتل کی جگہ معین کی گئی ہے۔

"اوصال" "وصل" کی جمع ہے بدن کے اعضاء۔

"عسلان" (عین پر فتح سین پر بھی فتح ہے عاسل کی جمع ہے ہر متحرک چیز کو کہا جاتا ہے جیسے نیزہ اور بھیڑیا یہاں اس سے بھیڑیا مراد ہے۔

"نواویس" ناوس کی جمع ہے۔ کربلا کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے۔

"اکراش" "اَکرِش" کی جمع ہے بروزن "اَکتِف" بمعنی انسان یا حیوان کا معدہ۔

"جُوَف" بروزن "رُکّع" شاید اجوف کی جمع ہو جو پیٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جس طرح حدیث ہے:

أهلَكَ النَّاسَ الاَجوفَانِ أى البَطنُ وَالفَرج

"دو پیٹوں نے لوگوں کو ہلاک کیا یعنی بطن اور فرج نے۔"

یہاں اس سے مراد وسعت ہے۔

"اجربہ" "جراب" کی جمع ہے جس کے معنی تھیلا یا ھمیانی ہیں۔ مرادی معنی پیٹ ہیں۔

"سُغُبٌ" بروزن "رُکّعٌ" جو "سغِبٌ" کی جمع ہے سغب بروزن کتِف اس کے معنی بھوک ہیں۔

"تشذ" فعل مضارع ہے از باب نصر ینصر ہے۔ اس کے معنی ہیں نایاب و نابود ہونا۔

یہاں اس کا معنی ہے "جدا ہونا"۔

"حظیرۃٌ" بروزن "سفینۃٌ" باڑہ، چار دیواری۔

حظیرۃُ القدس سے مراد بہشت ہے۔

اس خطبہ کا حاصل ترجمہ یہ ہے:

"تا معدود حمد و ثنا اس ذات کے لیے ہے، جو معبود برحق ہے۔

جو کچھ خداوند تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے اس سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں ہے۔ تمام طاقتوں کا مالک و مختار وہی ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے رسولؐ پر درود و سلام نازل کرے۔

اے لوگو! لوح محفوظ میں تمام انسانوں کے لیے موت لکھ دی گئی ہے۔ قلم قضا تقدیر نے بنو آدم کے لیے موت اسی طرح لکھ دی ہے جس طرح دوشیزہ کے گلے میں گلوبند ہوتا ہے۔ مجھے اپنے اسلاف اور آباؤ اجداد سے ملاقات کا اتنا ہی اشتیاق ہے جتنا حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسفؑ

کے دیدار کا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے میرا مدفن معین و مشخص کر دیا ہے جس کی طرف مجھے ہر صورت میں جانا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چارہ ہی نہیں ہے گویا کہ وہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ صحرا اور بیابان کے درندے (یزیدی لشکر) سرزمین کربلا اور نواویس کے درمیان میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے خالی پیٹوں اور انتہائی بھوکے شکموں کو بھر رہے ہیں۔ اس دن کے لیے موت میرے لیے حتمی ہو چکی ہے۔ اس سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔ تقدیر کے قلم نے پیشانی پر لکھ دیا ہے۔ ہم اہل بیتؑ کی رضا اللہ کی رضا میں ہے جس پر وہ راضی ہے ہم بھی اس کی رضا پر راضی ہیں۔ ہم اس کی طرف سے نازل ہونے والی آزمائشوں پر صبر کریں گے اور وہ ہمیں صابروں کا اجر عطا فرمائے گا۔ میرے پارہ پارہ اعضا رسولؐ اللہ کے مبارک بدن کے گوشت اور استخوان کے مانند ہیں۔ میرے اعضا جو بیابان کربلا میں پراگندہ ہوں گے وہ بہشت بریں میں بارگاہ رسالتؐ میں جمع ہوں گے۔ ان میں سے کوئی بھی کم نہ ہوگا۔ اس دن جب رسولؐ اللہ اپنے اہل بیتؑ کو اپنے پاس دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں روشن ہوں گی اور اللہ کے وہ وعدے پورے ہوں گے جو اس نے اپنے رسولؐ سے کیے تھے۔ تم میں سے جو شخص ہماری محبت میں اپنی جان خرچ کرنا چاہتا ہے اور اللہ سے ملاقات کا خواہش مند ہے نیز زمین و زمان کے پروردگار کی رضا کے لیے شہادت پر آمادہ ہے تو وہ ہمارے ساتھ کوچ کرے اور ہمارے راستے کا راہی بنے۔ میں کل ان شاء اللہ یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا" (الکافی: ج۲، ص۷۹)۔

صحراؤں کے بھیڑیوں سے کیا مراد ہے؟

(مترجم): اس خطبہ شریفہ کے بعض فقرات میں ظاہری صورت میں اشکالات نظر آتے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ بیابانوں کے جانوروں کے لیے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم کا گوشت کھائیں۔ حضرتؑ کی شہادت کے بعد دنیا نے دیکھا کہ جنگل کے جانور آپؑ کے بدنِ مبارک کے اردگرد جمع ہو گئے تھے اور آپؑ کے مصائب پر انھوں نے گریہ وزاری کی تھی۔ انھوں نے خاکِ کربلا اپنے سروں میں ڈال لی تھی۔

صحراؤں میں ہرنوں نے اور ہواؤں میں پرندوں نے کھانا پینا اور چہچہانا چھوڑ دیا تھا۔ وہ حضرتؑ کی شہادت پر نوحہ کناں تھے۔ بیابانوں میں شیر اور پہاڑوں میں بھیڑیوں نے کھانا چھوڑ دیا تھا وہ سب شہیدِ کربلاؑ کے غم میں مغموم و محزون ہو گئے تھے۔

سید الشہداؑ نے اپنے خطبے میں یہ جملہ کیوں فرمایا کہ بھوکے بیابانوں کے بھوکے جانور ان کے اعضا سے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔

ان اشکال کی چند وجوہ ہیں:

① شاید "عسلان فلوات" سے مراد عمر بن سعد کا لشکر ہے۔ کیوں کہ متکلم اور مخاطب کے درمیان مطلب معلوم ہے کہ یزید اور اس کی اطاعت کرنے والے لوگ بھوکے بھیڑیوں کے مانند تھے۔ انھوں نے آپؑ کا خون اس طرح بہایا جس طرح درندے اپنے شکار کا خون بہاتے ہیں۔ انھوں نے اس ہستی کا خون بہایا جو جانِ جہان تھی، روحِ عالمین تھی، نورِ دیدۂ رسولِ امینؐ تھی۔ انھوں نے اسی کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے قلوب کو سکون پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ آں حضرتؑ کی "عسلان" سے مراد "گروہِ اشقیا" ہے کہ انھوں نے تیز و درخشندہ نیزوں اور قاطع تلواروں کے ساتھ امامؑ پر حملہ کیا تھا اور ان کے بدن کو نواویس و کربلا کے درمیان پارہ پارہ کر دیا تھا۔ دنیا جانتی ہے کہ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان درندوں کے دفاع کے لیے اپنی نصرت طلبی کی آواز بلند کی تھی اور اسی طرح لوگوں کو شرعی تکلیف دی تھی۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ جس کی وضاحت خود مصنف نے فرمائی ہے کہ اس فقرے سے آپؑ کی مراد یہ تھی کہ مجھے بے غسل و کفن عریان بدن بیابان کی خاک پر ڈال دیں

گے۔ مجھے قتل کرنے کے بعد دفن نہیں کریں گے۔ اس فقرے میں آپؑ نے اپنے بدن مبارک کی ہیئت کو بیان کیا ہے کہ اس کا بدن آبادیوں اور لوگوں سے دور چھوڑ دیں گے۔ جب کبھی کسی کے ساتھ اس طرح ہو جائے تو اس کے بدن کو جنگل کے درندے پارہ پارہ کر دیتے ہیں۔

③ تیسری صورت یہ ہے کہ آپؑ نے اس جملے کے ذریعے اپنے مصائب کی طرف اشارہ فرمایا کہ مجھ پر مصائب کی آندھیاں چلیں گی۔

مکہ سے خروج کی وجہ

جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا تھا تو آپؑ نے حج کے احرام کو عمرۂ مفردہ میں بدل دیا تھا۔ آپؑ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی فرمائی اور احرام اُتار دیا اور اُسے عمرہ مفردہ میں بدل دیا۔ آپؑ اپنے اہل بیتؑ اور اصحابؓ کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لے گئے۔ کیوں کہ آپؑ کو معلوم ہو گیا تھا کہ بنواُمیہ کے لوگ صرف اس لیے مکہ آئے ہیں کہ وہ مجھے گرفتار کرلیں اور یزید کے پاس لے جائیں یا وہ مجھے بیت اللہ میں قتل کر دیں۔ بیت اللہ میں میرے قتل سے اللہ کے حرم کی حرمت ضائع ہو جائے گی (الارشاد: ص ۲۶، اعلام الوریٰ: ۲۲۹، روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۷۶، مثیر الاحزان: ۳۸)۔

دو غلطے کوفی

جناب سید ابن طاؤس نے واقدی اور زُرارہ سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی سے تین روز قبل ہم اپنے مولاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے آقاؑ! اہل کوفہ کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں۔ وہ امویوں کی نصرت میں آپؑ کو قتل کر دیں گے۔ حالاں کہ وہ آپؑ کی خلافت کو دل سے چاہتے ہیں۔

جب آں حضرتؑ نے ہماری یہ بات سنی تو آپؑ نے اپنے معجز نما ہاتھ سے آسمان کی

طرف اشارہ کیا۔ ہم نے اچانک اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے۔ ملائکہؑ کی فوجیں اس قدر زمین پر نازل ہوئیں کہ جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر مجھے شہادت کی آرزو نہ ہوتی' رسالت مآبؐ سے ملاقات کا شوق نہ ہوتا اور اللہ کی رضا پر راضی رہنا نہ ہوتا نیز اپنے اجر و ثواب میں کمی کا خوف نہ ہوتا تو میں یہ عظیم لشکر اپنے ہم راہ لے کر اعدائے دین سے جہاد کرتا لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اور میرے اہل بیتؑ و اصحابؓ اس مقام پر شہید ہوں گے۔ میری اولاد میں سوائے امام زین العابدینؑ کے سب شہید ہوں گے۔

آپؑ کی گفتگو کا متن یہ ہے:

لَو لَا تَقَارُبُ الإِشيَاءِ وَ حُبُوطُ الأَجرِ لَقَاتَلتُهُم بِهٰؤُلَاءِ وَلٰكِن أَعلَمُ يَقِيناً اَنَّ هُنَاكَ مَصرَعِي وَ مَصرَعَ أَصحَابِي وَ لَا يَنجُو مِنهُم إِلَّا وَلَدِي عَلِي

"تقارب اشیاء" کے مفہوم میں چند احتمال موجود ہیں:

① اشیا سے مراد یہ دنیاوی چیزیں فارسی زبان میں اس کا معنی "آجال" ہے یعنی معین اوقات یعنی اگر ہمارے مقرر اوقات نزدیک نہ ہوتے تو میں فرشتوں کے اس عظیم لشکر کے ساتھ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتا اور انھیں نابود کر دیتا۔ آپؑ کے کلام کا آخری جملہ ہے: ولکن اعلم یقیناً ان ھناک مصرعی ...... ہمارے اس احتمال کی تائید کرتا ہے۔

② اگر اشیا سے مراد "مسببات" ہوں جس طرح مصالح ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے احکام خداوندی نافذ ہوتے ہیں۔

③ اگر ہماری شہادتوں سے اللہ کا دین محفوظ نہ ہوتا اور سید مرسلینؐ کی شریعت کی ترویج مقصود نہ ہوتی تو میں ان ملائکہؑ کی مدد سے ان دشمنوں سے جنگ کرتا۔

مصنف نے اس جملے کے تین احتمال پیش کیے ہیں یعنی سید الشہداؑ نے فرمایا: اگر اُمور

مقدرات کے مطابق نہ ہوتے تو میں اس طرح کرتا۔

مصنف نے فرمایا ہے کہ بعض نسخوں میں "اولا تفاوت الاشیاء" ہے۔اس کا مقصد ہے اگر انسانی اعمال اللہ کی رضا کے لیے ہوں تو اجر وفضیلت میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض کا اجر بعض سے زیادہ نہیں ہوتا۔تو میں اس گروہ اشقیا کو فرشتوں کی مدد سے ہلاک کر دیتا۔

آپؑ کے فرمان کا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر اُمور ایک دوسرے کے قریب نہ ہوتے تو میں اس گروہ سے فرشتوں کی مدد سے جنگ کرتا۔اگر اللہ کی رضا میں شہادت کا اجر جزیل اور ثواب جمیل نہ ہوتا تو میں ان سے جنگ کرتا اور انھیں جہنم پہنچاتا۔لیکن مجھے معلوم ہے کہ میرا مقام شہادت سرزمین عراق ہے جہاں میں نے 'میرے اہل بیت' اور میرے اصحابؓ نے دفن ہونا ہے۔ ان میں سے سوائے میرے بیٹے امام زین العابدینؑ کے کوئی اور نہ بچ سکے گا (الملہوف:۶۱، دلائل الامامت:۳۰۷)۔

عمرو بن سعید کی مکہ میں یزید کی طرف سے ماموریت

جناب سید ابن طاؤس نے کہا ہے کہ عمرو بن سعید آٹھ ذی الحجہ کو یوم ترویہ مکہ میں وارد ہوا۔ اس کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر تھا اسے یزید نے حکم دیا تھا کہ وہ مکہ جائے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرے۔ جب امامؑ اس کے ہاتھ میں آ جائیں تو امامؑ کو قتل کر دے۔ جب آپؑ نے یہ حالات دیکھے تو فوراً مکہ معظمہ سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے (بحار: ج۴۵، ص۹۸)۔

(اضافہ از مترجم): اگرچہ مصنف نے اس روایت (حسب ذیل) کو اس مقام پر درج نہیں کیا لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ اسے یہاں نقل کروں۔

حضرت محمد بن حنفیہؓ کی بارگاہِ امامت میں درخواست

جناب سید ابن طاؤس کی روایت ہے کہ احمد بن داؤد قمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: جب حضرت محمد حنفیہؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ کو چھوڑ رہے ہیں تو جس روز امامؑ نے مکہ کو چھوڑا اس دن کی شب کو آپؑ بارگاہِ امامت

میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے برادر بزرگ وار! آپؑ اہل کوفہ کو بہ خوبی جانتے ہیں کہ کل انھوں نے آپؑ کے والد بزرگ وار کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ آپؑ انھیں آزما چکے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ آپؑ کے ساتھ کہیں وہی سلوک نہ ہو۔ اگر آپؑ مصلحت جانیں تو اس سفر کو ترک کر دیں اور مکہ معظمہ میں ہی رہ جائیں کیوں کہ حرمِ خدا میں سب سے محترم آپؑ کی ذات ہے۔ آپؑ یہاں سکون کے ساتھ رہیں گے۔ بیت اللہ میں کسی کی جرات نہیں ہے کہ آپؑ کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے برادر مہربان! مجھے خوف ہے کہ یزید مکر و حیلہ سے مجھے بیت اللہ میں قتل کرا دے گا۔ میرے قتل کی وجہ سے حرمِ مکہ کی حرمت برباد ہو گی اور اس گھر کا احترام میرے قتل سے زائل ہو جائے گا۔

حضرت محمد حنفیہؒ نے عرض کیا: اگر آپؑ کو یہاں پر خوف ہے تو پھر آپؑ یمن کی طرف چلے جائیں، وہاں صحراؤں اور بیابانوں میں رہیں۔ وہاں آپؑ محفوظ ہو جائیں گے، وہاں آپؑ کو کوئی نقصان نہیں دے سکے گا۔

امامؑ نے فرمایا: آج رات میں تمھاری اس بات پر غور کروں گا۔ جب دن ہوا تو آپؑ عازمِ عراق ہوئے اور اسی بات کا علم حضرت محمد بن حنفیہؒ کو ہوا۔ وہ بڑی جلدی کے ساتھ آپؑ کے پاس آئے۔ دیکھا تو آپؑ عراق کی طرف تیار کھڑے تھے اور آپؑ اس وقت اپنے اُونٹ پر سوار تھے۔ حضرت محمد حنفیہؒ نے آپؑ کے اُونٹ کی مہار پکڑی اور عرض کیا: اے میرے بزرگ وارؑ! آپؑ نے گذشتہ رات مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ سفرِ عراق کے بارے میں غور کروں گا۔ کیا ہوا کہ آپؑ پھر عازمِ عراق ہو گئے ہیں؟ اور عراق کی طرف چلنے کی مکمل تیاری کر لی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اے برادر! جب گذشتہ رات آپؑ میرے ساتھ گفتگو کر کے واپس چلے گئے تھے، جب میں سویا تو میں نے خواب میں رسولؐ اللہ کو دیکھا انھوں نے فرمایا: اے حسینؑ! فوراً مکہ سے عراق کی طرف چلے جائیے، کیوں کہ مشیتِ خداوندی اسی میں ہے کہ وہ تمھیں شہید ہوتا دیکھنا چاہتا ہے۔

جس وقت حضرت محمد بن حنفیہؒ نے یہ دل سوز اور وحشت انگیز خبر سنی تو کہا:

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

عرض کیا: اے برادر! جب بات یہ ہے کہ آپؑ کو سرزمین عراق میں شہید کر دیا جائے گا تو پھر ان خواتین کو اس سفر میں اپنے ساتھ کیوں لے جا رہے ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: خدا کی مرضی یہی ہے کہ وہ انھیں اسیر و دست گیر دیکھنا چاہتا ہے۔

حضرت محمد بن حنفیہؒ نے آپؑ کو وداع کیا اور اللہ کے حوالے کیا اور واپس اپنی منزل پر تشریف لے آئے (اللهوف: ۶۳)۔

(اضافہ از مترجم): بعض افاضل اعلام نے اپنے کتب مقاتل میں منتخب المراثی اور دوسری کتابوں سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل مضمون یہ ہے کہ اگرچہ اس روایت کے بعض فقرات منتخب اور بعض دوسری کتابوں سے نقل شدہ ہیں۔ جب حضرت محمد بن حنفیہؒ نے سنا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے کوچ فرمانا چاہتے ہیں اس وقت پانی کا طشت آپؒ کے سامنے تھا۔ آپؒ وضو فرمانا چاہتے تھے۔ اس خبر سے آپؒ پر غم و حزن کا اس قدر غلبہ ہوا کہ آپؒ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ آپؒ کے نالہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں اور آپؒ کی آنکھوں سے اس قدر آنسو جاری ہوئے جیسے ساون کا بادل برستا ہے۔ آپؒ کے آنسو جاری تھے اور وہ سامنے پڑے ہوئے طشت میں گر رہے تھے۔ جب آپؒ کے آنسو گرتے تو ان کے طشت میں ٹپکنے کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ آپؒ اس وقت فرما رہے تھے:

واحسیناه واحزناه

''ہائے میری مصیبت اے حسینؑ! آپؑ تو یادگار گذشتگان ہیں اور پشت پناہ موجودگان ہیں۔''

آپؒ نے نماز مغرب ادا کی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ امامت میں چلے آئے (باقی احوال گذشتہ صفحات میں موجود ہیں)۔

عبداللہ ابن عباسؓ کی حضرت امام حسینؑ سے ملاقات

مصنف نے سید ابن طاؤس سے روایت کی ہے کہ جب محمد بن حنفیہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ ابن زبیر حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان دونوں نے آپؑ کے حضور بہت زیادہ اصرار کیا کہ آپؑ یہ سفر عراق ترک کر دیں اور مکہ معظمہ میں اقامت کریں۔

جب آپؑ نے ان حضرات کی باتیں سنیں تو فرمایا: مجھے اللہ کے رسولؐ نے جو حکم دیا ہے میں نے اس کی تعمیل کرنی ہے اور اس حکم کی تعمیل کے لیے کوچ کر رہا ہوں۔

عبداللہ بن عمر بارگاہِ امامت میں

جب عبداللہ بن عباس مایوس و ناامید ہو کر بارگاہِ امامت سے نکلے تو وہ اس وقت رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

واحسیناہ!

تو عبداللہ بن عمر فرزند رسولؐ کے پاس آئے اور آپؑ کی بارگاہ میں عرض کیا: وقت کا تقاضا یہ ہے کہ آپؑ اس گم راہ گروہ سے مصالحت کرلیں اور ان سے جنگ نہ کریں کیوں کہ اس میں آپؑ کی جان کو خطرہ ہے آپؑ اس امر سے بچیں۔

جب امامؑ نے اس کی گفتگو سنی تو فرمایا: اے ابو عبدالرحمٰن! تمھیں معلوم نہیں ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں اس دنیائے فانی کی بے قدری اس قدر ہے کہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام کا سر ایک زانیہ عورت کے پاس بطور ہدیہ بھیجا گیا تھا۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ بنی اسرائیل نے طلوعِ صبح سے طلوعِ آفتاب تک ستر پیغمبروں کو شہید کر دیا تھا اور اس کے بعد بازاروں میں اس طرح خرید و فروخت کر رہے تھے گویا ان سے کوئی جرم ہوا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب میں تعجیل نہیں فرمائی تھی۔ انھیں دنیا اور عقبیٰ میں سزاؤں میں مبتلا کیا۔ اے ابن عمر! خدا سے ڈرو اور میری نصرت کو ترک نہ کرو (الملہوف:۳۱)۔

عبداللہ ابن عباسؓ کا اصرار

(اضافہ از مترجم): بعض فضلا نے اپنی کتب مقاتل میں نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ ابن عباسؓ نے آپؑ کے حضور اصرار کیا کہ آپؑ عراق کی طرف نہ جائیں تو امامؑ نے فرمایا: اے ابن عباسؓ! اس گروہ کے بارے میں آپؓ کیا کہہ رہے ہیں جس نے اپنے پیغمبرؐ کی بیٹی کے بیٹے کو اپنے وطن میں نہیں رہنے دیا اور گھر سے باہر نکال دیا ہے اور اپنے جدؐ کے حرم سے بھی دور کر دیا ہے اور ہر مقام پر ہمارے لیے خوف پیدا کر دیا ہے کہ اب ہمارے لیے کوئی ایسی جگہ یا شہر نہیں ہے کہ ہم آرام کے ساتھ رہ سکیں' کوئی ایسا شہر نہیں ہے جس میں ہم پناہ لے سکیں۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں قتل کر دیں اور ہمارا خون گرا دیں۔ حالاں کہ نہ ہم نے کسی کو خدا کا شریک ٹھہرایا ہے' نہ کسی گناہ کبیرہ وصغیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔

ابن عباسؓ نے عرض کیا: میری جان آپؑ پر قربان! اگر آپؑ نے ہر صورت میں کوفہ کا سفر کرنا ہے اور اس کے علاوہ آپؑ کے پاس کوئی اور راستا نہیں ہے تو اپنے اہل وعیال اور مستورات کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اے ابن عم! میں نے خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا ہے انھوں نے مجھے یہی حکم دیا ہے کہ میں ان مستورات کو ساتھ لے جاؤں' اس سفر میں یہ میرے ساتھ رہیں گی۔ میں مطمئن نہیں ہوں کہ انھیں کسی کے حوالے کروں اور یہ بھی مجھ سے جدا ہونا نہیں چاہتیں۔ ابھی ابن عباسؓ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے درمیان گفتگو جاری تھی کہ اچانک ابن عباسؓ نے اپنے پیچھے سے صدائے گریہ وزاری سنی اور ایک خاتونؑ نے ابن عباسؓ کو آواز دی: اے ابن عباسؓ! کیا آپؓ ہمارے آقا ومولاؑ کو یہی مشورہ دے رہے ہو کہ وہ ہمیں یہاں چھوڑ کر اکیلے چلے جائیں' بخدا! میں ہرگز ان سے جدا نہیں ہوں گی۔ ان کی زندگی میری زندگی ہے' ان کی موت میری موت ہے۔ کیا اس غدار زمانے نے اس بزرگوارؑ کے علاوہ ہمارے لیے کوئی اور پشت پناہ وداد رس دیا اور چھوڑا ہے؟

جب ابن عباسؓ نے یہ دل سوز وجاں گداز گفتگو سنی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور

عرض کیا: اے میرے چچا کے بیٹے! آپؑ کی جدائی مجھ پر کوہِ گراں سے زیادہ بھاری ہے (یہ خاتونِ معظمہ حضرت زینبؑ تھیں)۔

شاعر فرزدق بارگاہِ امامت میں

شیخ مفیدؒ نے فرزدق کی روایت کی ہے۔ فرزدق نے کہا: ۶۰ھ کا زمانہ تھا' میں اپنی والدہ کے ساتھ سفرِ حج پر تھا۔ میں اپنی والدہ کے اُونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھا کہ میری نگاہ اُونٹوں کی قطار پر پڑی۔ وہ لوگ مسلح تھے۔ میں نے پوچھا: یہ اُونٹ کس کے ہیں؟

مجھے کہا گیا کہ یہ قافلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے۔

بس میں فوراً بارگاہِ امامت میں پہنچا اور آپؑ کو سلام کیا اور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں خداوندِ تعالیٰ آپؑ کو گوہرِ مقصود عطا فرمائے' آپؑ جو بھی آرزو رکھتے ہیں وہ آپؑ کو عطا فرمائے' کیا وجہ ہے کہ آپؑ بہت جلد مکہ سے نکل پڑے ہیں اور اعمالِ حج مکمل نہیں فرمائے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اگر میں جلدی نہ کرتا تو گروہِ اشقیا مجھے گرفتار کر لیتا۔

آں حضرتؑ نے مجھ سے پوچھا: تُو کون ہے؟

میں نے عرض کیا: میں ایک عرب ہوں۔

فرزدق کا بیان ہے کہ آپؑ نے مجھ سے اس سے زیادہ استفسار نہ کیا۔ پھر مجھ سے عراق کے لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ وہاں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟

میں نے ان کے حضور عرض کیا: آپؑ نے وہاں کے لوگوں کے حالات ایک مردِ دانا سے پوچھے ہیں۔ عراقیوں کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں' ان کے دلوں میں آپؑ کی محبت ہے لیکن ان کی تلواریں آپؑ کے خلاف ہیں۔ وہ اپنی تلواروں سے بنی اُمیہ کی مدد کریں گے۔ قضائے الٰہی آسمان سے نازل ہوتی ہے جو خدا چاہتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تُو نے سچ کہا ہے۔ تمام اُمور اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

خدائے عزوجل کے لیے ہر روز اور ہر گھڑی بندوں کے اُمور میں ایک تقدیر و مشیت

ہے۔ اگر قضائے خدا موافق آرزو نازل ہو تو اس کی نعمت کا شکر کرتا ہوں اور اس کی شکر کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اس کی توفیق کا طلب گار ہوں۔ اگر قضائے الٰہی اُمید کے خلاف جاری ہو تو جس شخص کی نیت خالص اور حق ہو، پرہیزگاری اس کا شعار ہو وہ دنیا کی بلاؤں کی پروا نہیں کرتا۔

میں نے عرض کیا: آپؑ نے حق فرمایا۔ اللہ آپؑ کے مطالب کو مکمل کرے اور جس چیز سے آپؑ پرہیز کرتے ہیں اس سے آپؑ کو محفوظ رکھے۔ اس کے بعد میں نے آپؑ سے مسائل حج پوچھے۔ پھر آپؑ نے اپنی سواری کو آگے بڑھایا اور فرمایا: میرا تجھ پر سلام ہو (الارشاد: ج ۲، ص ۶۶؛ اعلام الوریٰ: ۲۲۹؛ مثیر الاحزان: ۱۴۱؛ مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۳، ص ۱۹۴؛ تاریخ طبری: ج ۳، ص ۱۱۸)۔

یحییٰ بن عاص کا راستے میں رکاوٹ ڈالنا

شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے باہر آئے تو یحییٰ بن عاص آپؑ کے راستے میں آ گیا اور اُس نے آپؑ کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کر دی۔ اس کے پاس امویوں کی ایک بھاری تعداد تھی۔ انھیں حاکم مکہ عمر بن سعید نے بھیجا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو عراق کی طرف نہ جانے دیں۔ انھوں نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ کدھر جا رہے ہیں؟ آپؑ فوراً واپس چلیں۔ آں حضرتؑ نے ان کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔ پھر یہ سامنے آ گئے اور فریقین کے درمیان تُو تُو مَیں مَیں ہوئی۔ آخر میں طرفین میں تازیانے چلنے لگے۔ وہ لوگ کام یاب نہ ہو سکے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحابؓ کو غلبہ نصیب ہوا۔ پھر وہ چلتے بنے (الارشاد: ج ۲، ص ۶۸)۔

شیخ ابن نما کی روایت

شیخ بزرگ وارؒ ابن نما نے روایت کی ہے کہ عمرو بن سعید کے آدمی آپؑ کے راستے میں حائل ہوئے۔ ان کا سرغنہ یحییٰ بن سعید تھا۔ انھوں نے چاہا کہ طاقت سے آپؑ کو واپس مکہ لائیں۔ لیکن مظلومِ کربلاؑ نے واپس جانے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر فریقین کے درمیان

تازیانے چلنے لگے۔ امامؑ کے اصحاب کو یحییٰ بن سعید کے ساتھیوں پر غلبہ نصیب ہوا۔ پھر وہ واپس ہوئے اور انھوں نے آخر میں آپؑ سے کہا: اے حسینؑ! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ کہ آپؑ مسلمانوں کی جمعیت سے باہر نکل رہے ہیں اور ان کی جمعیت کو منتشر کر رہے ہیں؟

آں حضرتؑ نے اس گروہ اشقیا سے فرمایا: میرے عمل کی جزا مجھے ملے گی اور تمھاری بدکرداری کی سزا تمھیں ملے گی۔ تم میرے کام سے بیزار ہو اور میں تمھارے کاموں سے بیزار ہوں۔

حضرت امام حسینؑ کے نام حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا خط

شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھا اور یہ خط اپنے دونوں شہزادوں عونؓ و محمدؓ کے حوالے کیا۔ آپؓ کے خط کا مضمون یہ ہے:

"میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جب آپؑ میرا خط پڑھیں تو اپنے سفر کو ترک کر دینا اور واپس تشریف لے آئیں۔ کیوں کہ آپؑ جس سفر پر جا رہے ہیں اس سفر میں مجھے آپؑ کی جان کو خطرہ ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اس سفر میں آپؑ کی جان کو کوئی نقصان پہنچے کہیں آپؑ اور آپؑ کے ساتھ اہل بیتؑ قتل نہ ہو جائیں۔ اگر آپؑ شہید کر دیے گئے تو روئے زمین کا نور ہدایت خاموش ہو جائے گا اور روشنی نجات اس دنیا سے اُٹھ جائے گی۔ آپؑ ہی اس وقت اہل ایمان کا مرکز اور ملجا و ماویٰ ہیں۔ آپؑ ہی امامؑ اور پیشوا ہیں۔ اس سفر میں جلدی نہ کریں' میں جلد از جلد آپؑ کے پاس پہنچنے والا ہوں۔ والسلام!"

جب حضرت عبداللہؓ ابن جعفر طیارؓ نے اپنے دونوں شہزادوںؓ کو خط دے کر روانہ کیا تو خود مکہ کے حاکم عمرو بن سعید کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؓ نے اس سے کہا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے امان نامہ جاری کرے تاکہ آں حضرتؑ اپنا سفر ترک کر کے واپس مکہ معظمہ تشریف لے آئیں۔

حاکم مکہ کی طرف سے امان نامہ

عمرو بن سعید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھا جس میں اس نے امان وعہد و پیمان اور صلہ واحسان کا اظہار کیا۔ اس نے آپؑ کی طرف لکھا کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے گا اور انھیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

عمرو بن سعید نے یہ خط اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے حوالے کیا کہ وہ جائے اور خط امامؑ کے حوالے کرے۔ یحییٰ بن سعید حضرت عبداللہؓ ابن جعفر طیارؓ کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا اور نہایت ہی سرعت کے ساتھ سفر طے کیا اور امامؑ کی خدمت میں پہنچا اور خط امامؑ کے حوالے کیا اور آپؑ کے حضور بہت زیادہ اصرار کیا کہ آپؑ واپس مکہ معظمہ چلے آئیں۔

فرزندِ رسولؐ کا جواب

آں حضرتؑ نے ان کی باتوں کو سنا اور فرمایا: میں نے رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا ہے انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنا سفر جاری رکھوں۔ مجھ میں جرأت نہیں ہے کہ ان کے فرمان کی خلاف ورزی کروں۔

انھوں نے آپؑ کے حضور عرض کی کہ آپؑ نے کون سا خواب دیکھا ہے اور اللہ کے رسولؐ نے آپؑ کو کون سا حکم دیا ہے؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں نے ابھی تک یہ خواب کسی کے سامنے بیان نہیں کیا اور نہ کسی کے سامنے بیان کروں گا۔ حتیٰ کہ میں اپنے پروردگار سے ملاقات کروں اور کامیابی حاصل کروں۔

جب حضرت عبداللہؓ ابن جعفر طیارؓ آپؑ کی واپسی سے مایوس ہوئے تو آپؑ نے اپنے دونوں فرزندوں عونؓ و محمدؓ کو امامؑ کی خدمت میں پیش کیا اور انھیں تاکید کی کہ وہ امامؑ کے ہم راہ رہیں، گروہ اشقیا سے جنگ کی صورت میں جہاد کریں۔ حضرت عبداللہؓ نے آپؑ سے وداع کی اور یحییٰ بن سعید کے ساتھ واپس مکہ معظمہ چلے آئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے راستے میں کہیں توقف نہ فرمایا۔ جب آپؑ ''ذات عرق'' پر پہنچے تو وہاں نزول اجلال فرمایا (الارشاد: ج ۲، ص ۶۸' تاریخ طبری: ج ۴، ص ۲۹۱' البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۱)۔

ایک خاص واقعہ

سید ابن طاؤس اور شیخ ابن نما کی روایت کے مطابق جب آپؑ منزل ''تنعیم'' پر پہنچے تو وہاں آپؑ کو ایک قافلہ ملا جو یمن کے بادشاہ ''بحیر بن لسان حمیری'' کی طرف سے یزید کے لیے تحائف اور قیمتی مال لے کر جا رہا تھا۔ جس میں قیمتی کپڑے اور ''ورس'' تھا۔ ورس ایک خاص قسم کا گھاس ہے جو یمن میں ہوتا ہے۔ علمائے لغت کا کہنا ہے جب اس گھاس کو ایک دفعہ کاشت کیا جائے تو یہ بیس سال تک باقی رہتا ہے۔ اِسے فارسی میں ''اسبرگ''، ترکی میں ''الاجبرہ'' اور یمنی زعفران کہا جاتا ہے۔

حاصل عبارت یہ ہے کہ اس قافلے کے پاس مختلف قسم کے تحائف، خوب صورت لباس اور یمنی زعفران تھا۔ پس آپؑ نے حکم دیا کہ یہ تمام اشیا اس قافلہ سے لے لی جائیں۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے اُمور آپؑ کے ہاتھ میں تھے۔ یزید از روئے جبر و مہر مسلمانوں پر مسلط تھا۔ امامؑ نے قافلہ کے شتربانوں سے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو ہمیں اپنے اُونٹ بطور کرایہ دے اور ہمارے ساتھ عراق کی طرف چلے؟ ہم اُسے اس کا پورا پورا حق دیں گے اور مزید احسانات بھی کریں گے اور جو آدمی ہمارے ساتھ نہیں جانا چاہتا وہ یہاں سے واپس چلا جائے۔ یمن سے اس مقام تک ان کی جو اجرت بنتی ہے وہ ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔ پس کچھ لوگ آپؑ کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے اور کچھ لوگوں نے انکار کر دیا۔ انھوں نے اپنا کرایہ لیا اور اپنے ملک کی طرف واپس چلے گئے۔ پس آں حضرتؑ وہاں سے سفر کر کے منزل ''ذاتِ عرق'' پر پہنچے اور وہیں پر پڑاؤ ڈالا۔

بُشر بن غالب بارگاہِ امامت میں

جب حضرت امام حسین علیہ السلام ذاتِ عرق میں پہنچے تو وہاں بشر بن غالب سے آپؑ کی ملاقات ہوئی۔ امامؑ نے اس سے عراق کے حالات پوچھے۔

بشر نے عرض کیا: میں نے مشاہدہ کیا ہے ان کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں، ان کی تلواریں آپؑ کے خلاف ہیں، وہ بنواُمیہ کا ساتھ دیں گے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اے برادر اسدی! آپ نے سچ کہا ہے (اے بحر!) جس طرح خداوند چاہتا ہے اُسی طرح ہو کر رہتا ہے۔ جب وہ اپنی مخلوق میں کوئی حکم نافذ کرتا ہے اُسے پورا کرتا ہے۔

منزلِ ثعلبیہ

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ منزلِ ثعلبیہ پر پہنچا تو آپؑ نے یہاں نزولِ اجلال فرمایا: ابھی اُونٹوں سے مال و سامان اُتارا جا رہا تھا کہ آپؑ اپنی سواری سے اُترے اور اپنا مبارک سر کسی چیز پر رکھا تو آپؑ کو نیند آ گئی۔ جب آپؑ بیدار ہوئے تو آپؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا: اس وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی ہے جو ہم سے مخاطب تھی: تم اس سفر میں جس قدر جلدی میں ہو اس قدر تمہاری سواریاں تمہیں جنت کی طرف کھینچ رہی ہیں۔

جب آپؑ کی اس گفتگو کو آپؑ کے فرزند حضرت علی اکبر علیہ السلام نے سنا تو عرض کیا: اے باباجانؑ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اے عزیزِ من! ہم ہی حق پر ہیں۔ اس خدا کی قسم جس کی طرف تمام لوگوں کی بازگشت ہے' ہم حق پر ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ہے۔

یہ سن کر حضرت علی اکبر علیہ السلام نے عرض کیا: اے پدرِ بزرگوارؑ! کہ جب ہم حق پر ہیں اور نجات ہمارا مقدر ہے تو ہمیں موت کا کوئی خوف نہیں ہے' ہم قتل ہونے سے خوف زدہ نہیں ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اے عزیزِ من! خداوند تعالیٰ آپؑ کو میری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ وہ جزاءُ اللہ والدین کی طرف سے نیک اولادوں کو عطا فرماتا ہے۔

ابوہرہ بارگاہِ امامت میں

آپؑ نے منزلِ ثعلبیہ میں رات بسر کی۔ جب صبح ہوئی اور دن روشن ہوا تو اچانک ایک کوفہ کا آدمی وہاں آ گیا جس کا نام ابوہرہ تھا اور قبیلہ ازد کا فرد تھا۔ وہ آپؑ کی بارگاہ میں آیا اور آپؑ کو سلام کیا۔ اُس نے آپؑ کے حضور عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ آپؑ اپنے ناناؐ کے حرم

سے اور حرمِ خدا سے باہر چلے آئے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے ابا ہرہ! افسوس ہے تو جانتا ہے کہ بنو اُمیہ نے ہمارے حق کو غصب کیا تو میں نے صبر سے کام لیا۔ انھوں نے مجھے گالیاں دیں، میں نے صبر کیا ان سے کوئی جنگ وقتال نہیں کیا۔ اب وہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں اسی لیے وہاں سے چلا آیا ہوں۔

وَ ایمُ اللّٰہ لَتقتُلُنِی الفِئَۃُ البَاغِیَۃُ وَ لَیَلبَسُھُمُ اللّٰہ ذُلًّا شاملاً وَسَیفاً قاطِعًا وَ لَیسَلِّطَنَّ عَلَیھِم مَن یُذِلُّھُم حَتّٰی یَکُونُوا اَذَلَّ مِن قَومِ سَبَاٍ اِذ مَلَکَتھُم امرَاَۃٌ مِنھُم فَحَکَمَت فِی اَموَالِھِم وَ دِمَائِھِم

"ایم اللّٰہ" اللہ کی قسم۔

"سباء" ملک کا نام ہے۔

"عصا" بلقیس کے شہر کا نام ہے۔

روایت ہے کہ ان کا شہر حکومت یمن کے نزدیک واقع تھا۔ اس علاقے کے لوگ اللہ کے نافرمان تھے۔ آخر سیلاب نے ان کے شہر کو برباد کیا۔ تمام لوگ وہاں سے چلے گئے۔ جب ان کے لوگ منتشر ہو رہے تھے تو کہنے لگے:

تَفَرَّقُوا اَیدِی سَبَا و اَیَادِی سَبَا

امامؑ کے معجز بیان کلام کا حاصل یہ ہے کہ خدا کی قسم! یہ طاغی و باغی گروہ مجھے ہر صورت قتل کرے گا۔ جب وہ مجھے قتل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہر صورت میں انھیں ابدی ذلت کا لباس پہنائے گا۔ یہ لوگ ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔ ان پر وہ آدمی مسلط کرے گا جس کے ہاتھ میں قاطع تلوار ہوگی اور وہ انھیں قتل کرے گا، جس طرح قوم سبا ذلیل ورسوا ہوئی تھی۔ یہ اسی طرح ذلیل ورسوا ہوں گے کیوں کہ قوم سبا پر ایک عورت مسلط تھی جو ان کے اموال اور ان کی جانوں کی مالک تھی (اللھوف: ۶۹، مثیر الاحزان: ۳۲، تاریخ طبری: ج۴، ص۲۹۱)۔

دربار ابن زیاد میں خبر خروج فرزندِ رسولؐ اللہ

محمد بن ابی طالب نے اپنے مقتل میں روایت کی ہے: جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ سے عراق کی طرف کوچ فرمایا تو آپؑ کی اس روانگی کی خبر حاکم مدینہ ولید بن عتبہ نے ایک خط کے ذریعے ابن زیاد تک پہنچائی۔ اُس نے اس مضمون کا خط ابن زیاد کی طرف بھیجا:

> ''اما بعد! حسینؑ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ حسینؑ حضرت فاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں اور حضرت فاطمہ زہراؑ رسولؐ اللہ کی دُختر ہیں۔ اے ابن زیاد! حسینؑ کی قدر و منزلت کی طرف نگاہ کر انھیں نقصان دینے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر تُو نے اُنھیں کسی قسم کا نقصان دیا تو تُو خود اور اپنی قوم کو مصائب میں مبتلا کرے گا اور پھر قیامت تک تمام عام و خاص ہم پر نفرین کرتے رہیں گے۔ پھر یہ ننگ و عار کسی صورت میں ہم سے دور نہیں ہو گا ہمیشہ کے لیے باقی رہے گا۔ ہر نسل اسے یاد رکھے گی اور وہ قیامت تک اس حکایت کو بیان کرتے رہیں گے۔''

جب ولید کا خط ابن زیاد کو ملا تو اس نے اس خط کو کوئی اہمیت نہ دی۔

ایک حاجی بارگاہِ امامت میں

کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ رہاشی نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے راوی سے سنا' اس نے کہا کہ جب میں اعمال حج سے فارغ ہوا' میں نے اپنے ساتھیوں کو وہاں مکہ میں چھوڑا اور اکیلا اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ میں نے متعارف راستے کو چھوڑا اور غیر مشہور راستے کو اپنایا۔ جس وقت میں بنجر اور بے آب و گیاہ بیابان میں پہنچا تو اچانک میری نگاہ چند خیام پر پڑی۔ میں ان خیام کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں پہلے خیمے تک پہنچا تو پوچھا: یہ خیمے کس کے ہیں؟

مجھے کہا گیا یہ خیمے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہیں۔

میں نے کہا: وہ حسینؑ جو حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے فرزند ہیں؟

حاضرین نے کہا: جی ہاں!

میں نے ان سے دریافت کیا: وہ کس خیمے میں تشریف فرما ہیں؟

انھوں نے مجھے آں حضرتؑ کے خیمے کی نشان دہی کی۔ بس میں اس خیمے کی طرف چل پڑا۔ میں نے وہاں دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمے میں کسی چیز کا تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے بہت سے خطوط پڑے تھے جن کا وہ مطالعہ کر رہے تھے۔ پس میں نے آں حضرتؑ کو سلام کیا۔ انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ اللہ! میرے والدین آپؑ پر قربان ہوں کیا وجہ ہے کہ آپؑ اس بے آب و گیاہ بیابان جگہ میں جو کہ غیر محفوظ ہے میں نزول اجلال فرمایا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بنوامیہ نے میرے لیے ہر طرف خوف و ہراس پیدا کر دیا ہے۔ یہ اہل کوفہ کے خطوط ہیں۔ انھوں نے میری طرف لکھے کہ میں ان کے پاس آ جاؤں۔ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے وہ اپنے وعدوں کو پورا نہیں کریں گے اور مجھے قتل کر دیں گے۔ اللہ کی نافرمانیوں میں سے کوئی ایسی نافرمانی نہیں ہوگی جس کے وہ مرتکب نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو ان پر مسلط کر دے گا جو انھیں قتل کر دے گا۔ یہ لوگ غلاموں اور کنیزوں کی ذلت وخواری سے زیادہ ذلیل وخوار ہوں گے (نفس المہموم: ۲۱۴)۔

طرماح بن حکم کی حضرت امام حسینؑ سے ملاقات

جناب شیخ ابن نما نے روایت کی ہے کہ طرماح بن حکم کا بیان ہے کہ میں اپنے اہل و عیال کے لیے سامان خورد و نوش لے کر گھر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے میری ملاقات ہوگئی۔ میں نے ان کے حضور عرض کیا: آپؑ کو خدا کی قسم! اپنے اوپر رحم فرمائیں۔ مبادا اہل کوفہ آپؑ کو دھوکا دیں۔ بخدا آپؑ کوفہ میں داخل ہوں گے تو قتل کر دیے جائیں گے۔ مجھے خوف ہے شاید آپؑ کو راستے ہی میں قتل کر دیا جائے۔ اگر آپؑ نے ان لوگوں سے جنگ کرنی ہے تو اس "کوہ اجاء" میں آ جائیں کیوں کہ یہ پہاڑ بہت بلند پہاڑ ہے۔ اس میں رہ کر دشمن کے شر سے بچا جا سکتا ہے۔ جس کسی نے اس پہاڑ میں پناہ لی تو دشمن

اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اب تک ہم نے اس پہاڑ میں کبھی ذلت و خواری و شکست نہیں دیکھی۔ کسی دشمن کا ہم پر غلبہ نہیں ہو سکا۔ میرا قبیلہ آپؑ کی نصرت کو اپنے اُوپر واجب جانتا ہے۔ جب تک آپؑ ان کے پاس مقیم رہیں گے وہ آپؑ کی حفاظت کریں گے' آپؑ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میرے اور اہل کوفہ کے درمیان عہد و پیمان ہو چکا ہے' وعدہ خلافی نہیں کرنا چاہتا' میں ضرور ان کی طرف جاؤں گا۔ اگر خداوند تعالیٰ نے اُن کے شر کو مجھ سے دفع کیا تو یہ اس کے قدیم احسانات میں سے ہے اور میرے لیے کافی ہے کیوں کہ اس نے ہمیشہ ہم پر بے پناہ احسانات فرمائے ہیں اور اس نے ہمیشہ ہمیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا ہے۔ اگر اس کا فیصلہ ہمارے قتل ہونے میں ہے تو پھر اس کی رضا میں قتل ہونا نجات اور شہادت ہے ان شاء اللہ۔

طرماح کا بیان ہے کہ جب میں نے آں حضرتؑ کو دشمنوں سے جہاد کے لیے عازم پایا تو میں نے فوراً وہ سامان خورد و نوش اپنے گھر والوں تک پہنچایا اور اُنھیں وصیت کی' تلوار اُٹھائی' گھر والوں کو وداع کیا اور آں حضرتؑ کی نصرت کے لیے نکلا اور سفر پر رواں دواں ہوا۔ راستے میں میری ملاقات سماعہ بن زید سے ہوئی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیے ہیں۔ جب میں نے یہ دل سوز خبر سنی تو مایوس ہو کر واپس چلا آیا (مثیر الاحزان: ۳۷)۔

یزیدی لشکر حرکت میں

شیخ مفیدؒ نے نقل کیا ہے کہ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ امامِ آفاقؑ مکہ معظمہ سے عراق کی طرف رواں دواں ہیں تو اُس نے حصین بن نُمیر کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ قادسیہ کی طرف روانہ کیا۔ حصین بن نُمیر ابن زیاد کے قریبی ساتھیوں میں سے تھا اور لشکر کے سرداروں میں سے تھا۔ ابن زیاد نے اُسے حکم دیا کہ وہ قادسیہ کے علاقے کی پاسبانی کرے۔

حصین بن نُمیر نے اپنے لشکر کو قادسیہ سے خفان تک اور وہاں سے قطقطانیہ تک پھیلا دیا اور راستوں پر اپنے نگران مقرر کر دیے تاکہ پورا علاقہ کنٹرول میں رہے۔ ابن زیاد نے حصین

بن نُمیر سے کہا تھا کہ حسینؑ ابن علیؑ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہیں وہ جہاں ملیں اُنھیں گرفتار کر لیا جائے۔ تمام راستوں کی ناکہ بندی کردی جائے' حسینؑ ابن علیؑ کے چاہنے والے لوگ جو کوفہ میں ہیں اُنھیں ان سے نہ ملنے دیا جائے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام "بطن رُمہ" سے منزل "حاجز" پر پہنچے تو وہاں آپؑ نے اشراف کوفہ کو ایک خط لکھا۔ آں حضرتؑ کے خط کا متن یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسینؑ بن علیؑ کا یہ خط کوفہ کے اہل اسلام و اہل ایمان کے نام ہے۔ میں اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جو معبودِ برحق ہے' جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

امابعد! مجھے مسلمؑ بن عقیلؑ کا خط موصول ہوا جس میں اُس نے آپؑ لوگوں کے اچھے سلوک کی تعریف کی ہے۔ اُس نے لکھا ہے کہ تم لوگوں نے میری نصرت و یاوری اور میرے دشمنوں سے طلب حق پر اجتماع و اتفاق کیا ہے۔ اللہ تمھارے اس حسن نیت اور اچھے کردار پر تمھیں جزائے خیر عطا کرے۔ تم آگاہ رہو کہ میں بروز منگل آٹھ ذی الحجہ یوم ترویہ مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکا ہوں۔ جس وقت میرا قاصد تمھارے پاس پہنچے تو اپنی اطاعت کو مضبوط کر لینا اور اسباب جنگ آمادہ کر کے میری نصرت و یاوری میں مستعد رہنا۔ میں عن قریب پہنچنے والا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!")

قیس بن مُسہر صیداویؓ کی گرفتاری

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا یہ خط جناب قیس بن مسہر صیداویؓ کے حوالے کیا تھا۔ دوسری روایت ہے کہ آپؑ نے یہ خط اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطرؓ کے حوالے کیا تھا۔ ابھی تک آپؑ حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت سے بے خبر تھے۔

پس جناب قیسؓ خط لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ قادسیہ پہنچے تو حصین بن نُمیر نے آپؓ کے قاصد کو گرفتار کر لیا۔ اس نے آپؓ کو اپنے آدمیوں کے حوالے کیا اور ابن

زیاد کے پاس بھیج دیا۔

جناب قیسؓ کا امامؑ کے خط کا پارہ پارہ کرنا

سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ جب جناب قیسؓ بن مسہر کوفہ کے نزدیک پہنچے تو حصین بن نُمیر نے اُنھیں گرفتار کرلیا کہ ان کی تلاشی لے۔ جناب قیسؓ نے فوراً خط کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تاکہ دشمن خط کے مضمون سے مطلع نہ ہو۔ حصین بن نُمیر اُنھیں گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جب آپؓ کو ابن زیاد کے دربار میں لے جایا گیا تو ابن زیاد نے اس نیک سیرت مجاہد سے پوچھا: تم کون ہو؟!

جناب قیسؓ نے جرأت و بہادری کے ساتھ فرمایا: میں امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کا شیعہ ہوں۔

ابن زیاد نے کہا: تم نے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیوں کیا ہے؟

آپؓ نے جواب دیا: تاکہ تُو خط کے مضمون سے مطلع نہ ہو۔

ابن زیاد نے کہا: یہ خط کس کا تھا اور کس کی طرف بھیجا گیا تھا؟

جناب قیسؓ نے فرمایا: یہ خط حضرت امام حسین علیہ السلام کا تھا اور کوفہ کے کچھ لوگوں کی طرف تھا جن کے ناموں سے میں واقف نہیں ہوں۔

جب ابن زیاد نے جناب قیسؓ کی یہ بات سنی تو آتش غیظ و غضب سے جل کر رہ گیا اور کہا: میں اس وقت تمھیں نہیں جانے دوں گا جب تک تُو مجھے ان لوگوں کے نام نہ بتادے۔ یا پھر تُو منبر پر جا اور حسینؑ بن علیؑ اور اس کے باپ اور اس کے بھائی پر لعنت بھیج۔ ان دو کاموں میں سے تجھے ایک کام ضرور کرنا پڑے گا' اگر نہیں کرے گا تو میں تیرے بدن کا بند بند جدا کر دوں گا اور تیرے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔

مجاہدِ اسلام منبر پر

جناب قیسؓ نے کہا: میں ان لوگوں کے نام نہیں بتا سکتا۔ البتہ تُو نے جو کچھ کہا ہے وہ میں

منبر پر جا کر کہوں گا۔ جب وہ بزرگ وارؓ خوش طینت و خوش عقیدت منبر پر تشریف لے گئے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور رسولؐ اللہ و امیرالمومنینؑ اور ان کی آلؑ پر درود بھیجا۔ بعدازیں ابن زیاد اور اس کے باپ اور دوسرے اُموی ظالموں کا نام لے لے کر لعنت بھیجی۔ پھر فرمایا: اے لوگو! میں فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں اور امامؑ نے مجھے تمھاری طرف بھیجا۔ میں نے آں حضرتؑ کو فلاں جگہ پر چھوڑا اور میں تمھاری طرف چلا آیا۔ فرزند رسولؐ نے تم سے نصرت طلب کی ہے' ان کی دعوت کو قبول کرو اور ان کی نصرت کے لیے تیار ہو جاؤ (الملهوف:۷۵)۔

جناب قیسؓ بن مسہر کی شہادت

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے منبر سے اُتار لو۔ اس کے حکم پر اس عالی ہمت و بلند مرتبت و منزلت بزرگ وارؓ کو منبر سے اُتار لیا گیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے دارالامارہ کی چھت سے زندہ زمین پر گرا دو۔ اس گروہ اشقیا نے ان کے بازو کو گردن سے باندھ کر گرا دیا۔ اس عظیم مجاہد کے اعضا و جوارح چُور چُور ہو گئے اور وہ اس طرح درجہ شہادت پر پہنچے (الملهوف:۷۵)۔

ایک اور روایت

جب جناب قیسؓ بن مسہر کو قصر کی چھت سے گرایا گیا تو اُس وقت ان کی مُشکیں بندھی ہوئی تھیں۔ ان کے بدن کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں لیکن جسم میں رمق جان باقی تھی کہ ایک ملعون ان کے پاس آیا۔ جس کا نام عبدالملک بن عمیر لخمی تھا۔ اس نے ان کے مبارک سر کو ان کے نازنین بدن سے جدا کر دیا۔ اس کے اس ظالمانہ فعل پر لوگوں نے مذمت کی تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے ان کا سر ان کے بدن سے اس لیے جدا کیا تا کہ اُسے راحت و آسودگی حاصل ہو اور تکلیف سے اُسے نجات مل جائے (الارشاد:۲۷)۔

عبداللہ بن مطیع بارگاہِ امامت میں

جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے قاصد کو کوفہ کی طرف بھیج چکے تو آپؑ نے منزل حاجر سے کوچ کیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں آپؑ ایک تالاب کے کنارے پہنچے۔ اچانک آپؑ نے دیکھا تو وہاں عبداللہ بن مطیع عدوی کے تالاب کے کنارے خیمے لگے ہوئے تھے۔ جب عبداللہ بن مطیع عدوی کی نگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جمال دل آرا پر پڑی تو آپؑ کی تعظیم و اجلال کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھا اور آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں آپؑ کو کون سی چیز اس علاقے میں لے آئی ہے؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: تُو نے سن لیا ہے کہ معاویہ فوت ہو گیا ہے۔ اہل عراق نے میری طرف خطوط بھیجے ہیں کہ میں ان کے پاس آ جاؤں۔ اس وجہ سے میں اِدھر چلا آیا۔

عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا: میں آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپؑ یہاں سے واپس چلے جائیں اور اپنے آپؑ کو بیعت میں نہ ڈالیں، اپنے آپؑ کو قتل ہونے سے بچائیں۔ آپؑ کے قتل سے حرمت اسلام جاتی رہے گی۔ میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اپنی جان کی حفاظت کیجیے کہ آپؑ کے قتل کی وجہ سے عزت قریش ضائع نہ ہو جائے اور حرمت عرب ختم نہ ہو جائے۔ میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ اگر آپؑ یہ چاہتے ہیں کہ امویوں سے حکومت اپنے ہاتھ میں لیں اور حکومت کے معاملے میں ان سے جنگ کریں، یہ لوگ آپؑ کو قتل کر دیں گے۔ اگر ان لوگوں نے آپؑ کو قتل کر دیا تو پھر کسی کے قتل کی پروا نہ کریں گے۔ خدا کی قسم! بات یہ ہے کہ آپؑ کے قتل سے اسلام و قریش اور عرب کی حرمت ضائع ہو جائے گی۔ آپؑ کوفہ کی طرف نہ جائیں اور ان لوگوں سے متعرض نہ ہوں اور اپنی جان کو ان کے تیروں کا نشانہ نہ بنائیں۔

آپؑ نے اپنی واپسی کا انکار کیا اور عبداللہ بن مطیع کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

بصرہ اور کوفہ کے راستوں کی ناکہ بندی

ابن زیاد نے حکم جاری کر دیا تھا کہ واقصہ سے لے کر شام اور بصرہ تک کے تمام راستوں کو بند کر دیا جائے اور کسی کو آنے جانے نہ دیا جائے۔ ابھی ان حالات کی حضرت امام حسین علیہ السلام کو خبر نہ تھی اور آپؑ کوفہ کے حالات سے بھی بے خبر تھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ جب آپؑ اپنی منازل کو طے کر رہے تھے تو راستے میں کچھ صحرا نشین لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ امامؑ نے ان سے کوفہ کے حالات دریافت کیے۔ انھوں نے کہا کہ کچھ خبر نہیں ہے مگر یہ معلوم ہے کہ تمام راستے بند کر دیے گئے ہیں اور کسی کو آنے جانے نہیں دیا جا رہا (الارشاد: ج ۲، ص ۷۱؛ روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۷۷)۔

آپؑ وہاں سے روانہ ہو پڑے۔ قبیلہ فزارہ و بجلہ کے کچھ لوگوں کی روایت ہے کہ ہم مناسک حج کی ادائیگی کے بعد زُہیرؓ بن قین بجلی کی ہم راہی میں واپس اپنے وطن کی طرف آ رہے تھے۔ اس سفر میں حضرت امام حسین علیہ السلام بھی ہمارے ہم سفر تھے۔ راستے کی تمام منازل میں ہم سب ہم منزل تھے لیکن جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام منزل کرتے، ہم ان سے بہت دور اُترتے تھے کہ کہیں ہمیں ان کے ساتھ سفر میں شامل نہ ہونا پڑے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ منزل کرنا ہمارے لیے ایک دشوار ترین امر تھا جو ہمیں قطعاً پسند نہ تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ آں حضرتؑ نے ایک ایسی منزل میں توقف فرمایا کہ وہاں ہم پھنس کر رہ گئے۔ مجبوراً ان کے ساتھ وہاں اُترنا پڑا۔ ایک طرف وہ اُترے اور دوسری طرف ہم اُترے۔ جب ہم نے دن کا کھانا شروع کیا، اچانک ہم نے دیکھا کہ امامؑ کا قاصد ہمارے پاس آیا۔ اس نے ہمیں سلام کیا۔ ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ وہ جب ہمارے خیمہ میں داخل ہوا تو اُس نے زُہیرؓ بن قین سے کہا کہ آپؑ کو ابو عبداللہ الحسینؑ بلاتے ہیں۔

اس جماعت کا بیان ہے کہ جب ہم نے آں حضرتؑ کے قاصد کی یہ بات سنی، ہم میں سے جس کسی کے ہاتھ میں لقمہ تھا وہ زمین پر گر گیا۔ ہم سب مبہوت اور حیران ہو کر رہ گئے، ہمارے جسم اس قدر ٹھنڈے ہو گئے کہ ان میں حس و حرکت باقی نہ رہی۔ جیسا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں۔ ہمارے سر زمین کی طرف جھک گئے۔ جناب زُہیر کی زوجہ دیلم بنت

عمرو تمیں اُنھوں نے جناب زُہیر سے کہا: سبحان اللہ! کس قدر تعجب کی بات ہے رسولؐ اللہ کے فرزند تجھے اپنی طرف بلائیں اور تُو ان کی طرف جانے سے ہچکچائے۔ اے کاش کہ تم فوراً اُٹھتے اور ان کے حضور حاضر ہوتے۔ تم جاؤ سہی اور سنو کہ آں حضرتؐ تم سے کیا کہتے ہیں۔ ان کی بابرکت بات سنو اور پھر واپس چلے آؤ۔

جناب زُہیرؒ اپنی جگہ سے اُٹھے اور فرزند رسولؐ اللہ کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ واپس آ گئے۔ جب گئے تھے تو پژمردہ چہرے کے ساتھ گئے تھے جب امامؑ کی ملاقات کے بعد واپس آئے تو خنداں اور درخشندہ چہرے کے ساتھ واپس آئے اور آتے ہی حکم دیا کہ اس کا خیمہ امامؑ کے خیموں کے ساتھ لگا دیا جائے۔ ان کے ساتھیوں نے ان کا خیمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمے کے ساتھ لگا دیا اور ان کا سامان بھی وہاں رکھ دیا۔ پھر انھوں نے اپنی زوجہ کی طرف رُخ کیا اور اُسے کہا:

اَنْتِ طَالِقٌ

”یعنی میں نے تمھیں طلاق دے دی ہے۔ اپنے اقارب کے پاس چلی جاؤ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمھیں کوئی تکلیف پہنچے۔ میں صرف تمھاری بھلائی چاہتا ہوں۔“

جناب سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق جناب زُہیرؒ نے اپنی زوجہ سے کہا: میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جانا چاہتا ہوں تاکہ اپنی جان ان پر نثار کروں اور ان کا دفاع کروں۔ پس زُہیرؒ نے اپنی بیوی کو حق مہر دیا اور اسے اپنے کسی چچازاد بھائی کے حوالے کیا کہ اُسے اس کے وطن پہنچا دے۔

جناب زُہیرؒ کا اپنی زوجہ سے وداع کرنا

جناب زُہیر کی زوجہ اُٹھیں اور رونا شروع کر دیا۔ جناب زُہیرؒ کو وداع کیا۔ اس کے رُخساروں پر اشکِ حسرت بہہ رہے تھے۔ ایک آہ سرد بھر کر کہا: اے زہیرؒ! اللہ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ میری تجھ سے درخواست ہے کل جب قیامت کا دن ہوگا اور حضرت امام حسین علیہ السلام

کے نانا کا دربار لگا ہو گا اور تُو اس میں بیٹھا ہو گا تو وہاں مجھے نہ بھولنا' ان کے حضور میری شفاعت کرنا' خداوند ضرور میرے گناہوں کو معاف کر دے گا (الارشاد: ج۲، ص۷۲)۔

جناب سلیمانؓ فارسی اور جناب زُہیرؓ بن قین

شیخ مفید رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ جناب زُہیرؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم میں سے جو چاہتا ہے کہ وہ فرزندِ رسولؐ کی خدمت میں رہے تو اِدھر آئے اور ہم اکٹھے ان کی خدمت میں رہیں گے اور یہ جان لیجیے کہ ہماری تمھاری یہ آخری ملاقات ہے۔ اس کے بعد ہم آپس میں نہیں مل سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تمھیں ایک حدیث سناؤں' کئی سال پہلے ہم نے لشکرِ اسلام کے ساتھ دریا کے ساحلی علاقوں میں کفار کے ساتھ جنگ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے لشکرِ اسلام کو فتح عنایت فرمائی۔ ہم نے کفار کے لشکر کو شکست دی تھی۔ لشکرِ کفار کا بہت سا مال ہمارے ہاتھ آیا۔ جناب سلیمانؓ فارسی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب انھوں نے مجھے اس فتح اور مالِ غنیمت کے ساتھ خوش خوش دیکھا تھا تو فرمایا تھا: کیا اس فتح ونصرت اور مالِ غنیمت سے تمھیں خوشی ہوئی ہے؟

اس وقت میں نے عرض کیا تھا: جی ہاں! آج میں اس فتح اور مالِ کثیر کے حصول کی وجہ سے بہت زیادہ خوش ہوں۔

اس بزرگوارؓ نے فرمایا: ایک وقت وہ بھی آئے گا جب تم رسولؐ اللہ کے فرزندؑ جوانانِ جنت کے سردار کی خدمت میں منافقین اسلام سے جنگ کرو گے۔ اس دن جو تمھیں مالِ غنیمت حاصل ہو گا وہ اس مال سے کہیں بڑھ کر ہو گا اور اس دن تم بہت زیادہ خوش حال ہو گے۔

جناب زہیرؓ نے اپنے ساتھیوں کو یہ حدیث سنائی اور ان سے کہا: اب میں تمھیں خدا کے حوالے کرتا ہوں اور آخری وداع کرتا ہوں۔

اس حکایت کے راویوں کا بیان ہے: خدا کی قسم! زہیرؓ ہم سے جدا ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف چلے گئے اور ایک عرصہ بعد میدانِ کربلا میں ان کے ساتھ شہادت کی سعادت حاصل کی (الارشاد: ج۲، ص۷۲؛ روضۃ الواعظین: ج۱، ص۷۷)۔

(مترجم): ممکن ہے جب زہیرؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تھے تو حضرت

امام حسین علیہ السلام نے انھیں وہ خط دکھایا ہو جو خط حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے لائے تھے جس میں کربلا کے شہدا کے نام تھے۔ جناب زہیرؓ نے اس میں اپنا نام پڑھا ہوگا اور اس بنا پر اس میں تبدیلی آئی ہو۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا ہاتف کی آواز کا سننا

مناقب میں مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے منزل خزیمہ میں ایک دن اور ایک رات بسر کی' اسی منزل پر جب صبح ہوئی تو آپؑ کی ہمشیرہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا آپؑ کے حضور تشریف لائیں اور عرض کیا: اے برادر بزرگ وارؑ! کیا مجھے اجازت ہے کہ گذشتہ رات جو مجھے واقعہ درپیش آیا ہے وہ پیش کروں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں بتاؤ کیا بات ہے؟

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: میں نے ایک ہاتف کو یہ اشعار پڑھتے سنا ہے:

أَلاَ يَاعَيْنُ فَاحتَفِلِي بِجَهدٍ

وَمَن يَبكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعدِي

عَلَى قَومٍ تَسُوقُهُمُ المَنَايَا

بِمِقدَارٍ إِلَى إِنجَازِ وَعدٍ

"احتفلی" امر حاضر کا صیغہ ہے اور "احتفال" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: نہر و بیابان کا سیلاب سے بھر جانا۔

ان اشعار کا حاصل معنی یہ ہے: اے میری آنکھ! ان شہدا کے مصائب پر حسرت کے آنسو برسا۔ اس کے بعد ان شہدا کے مصائب پر حسرت کے آنسو برسا۔ اس کے بعد ان شہدا کے احوال پر کون روئے گا؟ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کی اموات شہادتوں کے مقام پر لے جاتی ہیں۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن سے یہ دل سوز گفتگو سنی تو فرمایا: اے خواہر مہربان! ہر معاملہ اللہ کی طرف سے طے شدہ ہوتا ہے' جس طرح وہ چاہے اُسی کے مطابق ہو گا (مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص۹۵)۔

منزلِ زَرُود

جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن سلیمان اسدی اور منذر بن مشمعل اسدی سے روایت کی ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے: جب ہم اعمالِ حج سے فارغ ہوئے تو ہم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ راستے میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کریں اور مشاہدہ کریں کہ ان کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے۔ ہم مکہ معظمہ سے بڑی تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے اور ہم نے آپؑ کو منزلِ زرود پر پا لیا۔ جوں ہی ہم ان کے قریب ہوئے اچانک دیکھا کہ ایک شخص اہلِ کوفہ سے وہاں ظاہر ہوا۔ جب اس کی نگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر گئی تو اُس نے راستا بدل لیا۔ حالاں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے راستے پر کھڑے ہو گئے تھے کہ وہ آئے اور اُس سے کوفہ کے احوال پوچھیں۔ جب اُس نے راستا بدلا تو امامؑ اپنے راستے پر چل پڑے لیکن ہم دونوں اس کی طرف چل پڑے اور اس کے قریب ہو گئے اور اُسے سلام کیا۔ اُس نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔ ہم نے پوچھا: تُو کون ہے؟ اُس نے کہا: میں اسدی ہوں اور فلاں کا بیٹا ہوں۔ ہم نے بھی اپنا نسب بیان کیا اور اُس سے کوفہ کے حالات پوچھے۔ اُس نے کہا کہ جب میں کوفہ سے نکلا تو مسلمؑ بن عقیلؑ اور ہانیؓ بن عروہ کو شہید کر دیا گیا تھا اور لوگ ان کے پاؤں میں رسیاں ڈال کر کھینچ رہے تھے۔ یہ خبر سن کر ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف آئے اور ان کے ہم راہ چل پڑے۔ جب منزلِ ثعلبیہ آئی تو وہاں امامؑ نے نزولِ اجلال فرمایا۔ جب رات ہوئی تو ہم آپؑ کی بارگاہ میں آئے، ہم نے آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔ پھر مجلس میں بیٹھے اور عرض کیا: ہمارے پاس کوفہ کے کچھ حالات ہیں، اگر آپؑ فرمائیں تو یہیں عرض کریں بصورتِ دیگر خلوت میں عرض کریں۔

آں حضرتؑ نے ہماری طرف اور اپنے اصحاب کی طرف نگاہ فرمائی اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ کوئی بات اپنے اصحابؓ سے چھپاؤں، ہمارا کوئی راز ان سے مخفی نہیں ہے۔ جب ہمیں اجازت ملی تو عرض کیا: وہ آدمی جو کوفہ سے آ رہا تھا آپؑ نے بھی اُسے دیکھا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! میں نے اُسے دیکھا تھا۔

ہم نے اُس آدمی سے کوفہ کے احوال پوچھے تھے۔ وہ آدمی ہمارے قبیلہ کا آدمی تھا اور وہ ایک صاحب عقل ورائے شخص تھا۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ جب میں کوفہ سے نکلا تھا تو میں نے اُس وقت دیکھا کہ حضرت مسلمؑ اور جناب ہانیؓ کو شہید کر دیا گیا تھا اور وہ گروہ اشقیا ان کے پاؤں میں رسیاں ڈال کر کوفہ کے بازار میں کھینچ رہے تھے۔ جب آں حضرتؑ نے ہم سے یہ وحشت انگیز خبر سنی تو فرمایا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

خداوندِ تعالیٰ مسلمؑ اور ہانیؓ پر رحم فرمائے۔ آپؑ نے یہ دعا مکرر فرمائی۔

ہم نے آپؑ کے حضور عرض کیا: ہم آپؑ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ آپؑ اپنی جان اور اپنے اہل بیتؑ کی جان پر رحم کریں اور اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچائیں۔ جہاں سے آپؑ آئے ہیں اُسی طرف پلٹ جائیں اور وہیں جا کر اقامت پذیر ہو جائیں' کوفہ والے کسی صورت میں آپؑ کی مدد نہیں کریں گے۔ ہمیں اس بات کا خوف ہے وہ آپؑ پر اپنی تلواروں سے حملے کریں گے اور آپؑ کو قتل کر دیں گے۔

اُس وقت اُس مظلومؑ نے حضرت عقیلؓ کی اولاد کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: حضرت مسلمؑ شہید کر دیے گئے ہیں' اب تمھارا کیا مشورہ ہے؟ یعنی کیا کیا جائے؟

فرزندانِ حضرت مسلمؑ کی پایداری

حضرت مسلم علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا: خدا کی قسم! قطعاً واپس نہیں جائیں گے' ہم حضرت مسلمؑ کا انتقام لیں گے یا حضرت مسلمؑ کی طرح شہادت کی سعادت حاصل کریں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہماری طرف رُخ کیا اور فرمایا: ان جوانوں (مسلمؑ و ہانیؓ) کی شہادتوں کے بعد اس دنیاوی زندگی میں کوئی اچھائی باقی نہیں رہی ہے۔

عبداللہ اور منذر کا کہنا ہے کہ جب ہم نے آں حضرتؑ سے یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ آپؑ کوفہ کی طرف جانا چاہتے ہیں اور اپنا سفر ترک نہیں کرنا چاہتے۔ ہم نے ان کے حضور عرض کیا: خداوندِ متعال آپؑ پر رحمت و کرامت نازل فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا: آپ لوگوں پر بھی خدا اپنی رحمت نازل فرمائے۔

حضرت امام حسینؑ کے اصحاب کا سوال اور آپؑ کی خاموشی

اس واقعہ کے سننے کے بعد آپؑ کے اصحابؓ نے آپؑ کے حضور عرض کیا: اللہ کی قسم! لوگوں میں جو مقام آپؑ کو حاصل ہے وہ حضرت مسلم علیہ السلام کو حاصل نہ تھا۔ اگر آپؑ کوفہ میں داخل ہو گئے تو لوگ آپؑ کی نصرت کے لیے دوڑے آئیں گے۔ یہ سن کر آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے (تاریخ: ج ۲، ص ۲۱۴ الارشاد: ج ۲، ص ۷۳)۔

فرزدق بارگاہِ امامت میں

جناب سید ابن طاؤس کی روایت ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت کی خبر منزلِ زبالہ پر ملی۔ وہاں فرزدق شاعر کی آپؑ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپؑ کے حضور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ اللہ! آپؑ نے اہل کوفہ کی باتوں پر کس صورت میں اعتماد کر لیا ہے۔ حالاں کہ انھوں نے آپؑ کے چچا کے بیٹے حضرت مسلمؑ کو قتل کر دیا ہے اور ان کے بعد ان کے طرف داروں کو بھی قتل کر رہے ہیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرزدق کی یہ بات سنی تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: اللہ نے مسلمؑ پر اپنی رحمت نازل فرمائی ہے اور اپنی رحمت و رضوان کے ساتھ واصل کیا ہے۔ ان کا جو فریضہ تھا وہ انھوں نے پورا کر دیا ہے جو ہمارا فریضہ ہے وہ ابھی باقی ہے اُسے ہم نے ادا کرنا ہے۔ آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

چند اشعار:

فَإِن تَكُنِ الدُّنيَا تُعَدُّ نَفِيسَةً
فَدَارُ ثَوَابِ اللهِ أَعلَى وَ أَنبَلُ
وَ إِن تَكُنِ الأَبدَانُ لِلمَوتِ أُنشِئَت
فَقَتلُ امرِئٍ بِالسَّيفِ فِي اللهِ أَفضَلُ

وَ إِن تَكُنِ الْأَرْزَاقُ قِسماً مُقَدَّراً
فَقِلَّةُ حِرصِ المَرءِ فِي الرِّزقِ أَجمَلُ
وَ إِن تَكُنِ الْأَموَالُ لِلتَّركِ جَمعهَا
فَمَا بَالُ مَتروكٍ بِهِ الحُرُّ يَبخَلُ

"اگرچہ دنیا اور اس کی نعمات قیمتی ہیں اور عمدگی رکھتی ہیں لیکن وہ اجر و جزا جو اللہ کے پاس ہے وہ ان سے برتر اور بہتر ہے۔ اگر انسان نے ہر صورت میں موت سے ہم کنار ہونا ہے تو اس کا اللہ کے راستے میں تلوار سے مارا جانا افضل و اعلیٰ ہے۔ اگر انسان اس بات پر ایمان وعقیدہ رکھے کہ اس کی روزی اس کے مقدر کے مطابق ہے تو انسان کا تھوڑی چیز پر اکتفا کرنا خوب سے خوب تر ہے۔ اگر مالِ دنیا کا انجام یہ ہے کہ انسان نے ہر صورت میں اسے چھوڑنا ہے تو جس چیز کا چھوڑنا لازمی ہے تو اس میں بخل کرنا کس قدر عجیب ہے؟ ایک حریت پسند اور شجاع انسان خرچ کرتا ہے' سخاوت سے کام لیتا ہے' بخل سے کام نہیں لیتا" (کشف الغمہ: ج۲، ص ۲۷، الملهوف: ص ۷۱)۔

حکم امامؑ کہ مشکیزوں کو پُر کر لو

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ جب صبح ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور غلاموں سے فرمایا: زیادہ سے زیادہ پانی کا انتظام کر لو اور تمام مشکیں بھر لو۔ جب پانی کا انتظام کر لیا گیا تو آپؑ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور منزلِ زبالہ پر پہنچے۔ اسی منزل پر آپؑ کو عبداللہؓ بن یقطر کی شہادت کی خبر ملی (الارشاد: ج ۲، ص ۷۵، روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۷۹)۔

عبداللہؓ بن یقطر کی شہادت کی خبر سن کر امامؑ کا گریہ کرنا

سید ابن طاؤس سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو جناب عبداللہؓ بن

یقطر کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کے نازنین رخساروں پر آنسو جاری ہو گئے۔

آپ نے فرمایا: خداوندا! ہمیں اور ہمارے دوستوں کو بہشت بریں میں مقام عطا فرما اور اپنی رحمت ہم پر اور ان پر نازل فرما اور غرفات جناں (جنت کے کمروں) میں مجھے اور میرے دوستوں کو جمع فرما' کیوں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے (اللھوف، ۷۷ مثیر الاحزان: ۴۳)۔

امامؑ کا اپنے اصحابؓ سے بیعت اُٹھانا

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے تمام اصحابؓ کو جمع کیا اور اپنی مبارک جیب سے خط نکالا اور حاضرین میں وہ خط پڑھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا: آپؑ نے فرمایا: مجھے ایک وحشت ناک خبر پہنچی ہے کہ مسلمؑ بن عقیلؑ' ہانیؓ بن عروہ اور عبداللہؓ بن یقطر کو شہید کر دیا گیا ہے۔ کوفیوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے۔ جو شخص مجھ سے جدا ہونا چاہتا ہے وہ یہاں سے لوٹ جائے میری طرف سے اجازت ہے۔ میں نے اپنی بیعت تم سے اُٹھالی ہے' آپ لوگ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

آپؑ کے اس لشکر میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کی نگاہ مالِ غنیمت وحکومت پر تھی۔ جب انھوں نے امامؑ کا یہ کلام سنا تو دائیں بائیں اُٹھنے لگے اور ٹولیوں کی صورت میں اپنی اپنی منازل کی طرف چل پڑے۔ مگر وہ لوگ جو آپؑ کے ساتھ مدینہ سے چلے تھے یا کچھ وہ لوگ جو راستے میں آپؑ سے ملے تھے وہ اپنے ایمان اور عہد وپیمان پر پختہ رہے کیوں کہ انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ہر صورت میں امامؑ کے ساتھ رہیں گے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔

امامؑ نے حضرت مسلمؑ وہانیؓ اور عبداللہؓ کی شہادتوں کی خبر کا اعلان کیوں کیا؟

بزرگ وار شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے نقل کرنے کے بعد اس روایت پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ امامؑ نے اپنے اصحابؓ کو جمع کر کے حضرت مسلم علیہ السلام جناب ہانیؓ اور جناب عبداللہؓ بن یقطر کی شہادت کی خبر کیوں سنائی تھی؟

اس سوال کا جواب انھوں نے خود دیا کہ امامؑ کو معلوم تھا کہ ان کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کی غرض مالِ دنیا ہے۔ ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جب امامؑ کوفہ جائیں گے تو کوفہ کی حکومت ان کے پاس چلی آئے گی۔ اس طرح وہ فائدے میں رہیں گے۔ چوں کہ امامؑ ان کے ارادوں کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے آپؑ نے ان کے سامنے یہ دل ہلا دینے والی خبریں نشر کر دیں تا کہ وہ مستقبل میں پیش آنے والے حالات سے غافل نہ رہیں۔ آں حضرتؑ نے ان لوگوں کو اس طریقے سے حقیقتِ احوال سے آگاہ کر دیا (الارشاد: ج ۲، ص ۷۵؛ اعلام الوریٰ: ص ۲۳۱؛ روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۷۹)۔

امامؑ کے لشکر کی اوّلین تعداد

مصنف نے ایک روایت پیش کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس ایک ہزار ایک سو آدمی جمع ہو گئے تھے۔ جب امامؑ نے ان کے سامنے حقیقتِ حال رکھی تو یہ لوگ منتشر ہو گئے۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے: صرف ستر یا اس سے کچھ زیادہ آدمی باقی رہ گئے تھے باقی سب چلے گئے تھے۔

امامؑ کی نصرت نہ کرنے والوں کا انجام

(مترجم): ایک مردِ دانا و بینا اچھی طرح سے جانتا ہے کہ رسول اللہؐ کے فرزند، علی المرتضیٰؑ کے میوۂ دل، فاطمہ زہراؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک مظلومِ بیابانِ کربلا، سید الشہداؑ کی نصرت واجب ہے اور ان کی نصرت سے رُوگردانی جہنّم کا ایندھن بنتا ہے۔ اس دور کے مسلمانوں کو کیا ہو گیا تھا کہ اُنھوں نے اپنی دنیا کی خاطر فرزندِ رسول اللہؐ کو دشمنوں کے ہجوم میں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔

جناب یزید بن مسعود کے کلام سے ظاہر ہے کہ جب انھوں نے بنو تمیم، بنو حنظلہ اور بنو سعد کو نصیحت کی تھی، انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا: جس کسی نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے سستی کی تو ذلت و خواری اس کا مقدر بن جائے گی۔

کتاب منتخب المراثی کی روایت ہے: جب حضرت امام حسین علیہ السلام سفر کے دوران میں

منزل سوق پر پہنچے تھے وہاں آپؑ اپنے اصحاب سے کچھ فاصلے پر تشریف فرما تھے کہ کوفہ سے ایک آدمی آپؑ کے پاس آیا' آپؑ نے اس سے کوفہ کے حالات پوچھے: وہاں کیا ہو رہا ہے؟

اس آدمی نے آپؑ سے کہا تھا: جب میں کوفہ سے نکلا تھا تو اس وقت میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگوں نے حضرت مسلمؑ اور ہانیؒ کو قتل کر دیا تھا اور ان کے سر یزید کی طرف بھیج دیے گئے تھے۔

جب امامؑ نے یہ وحشت اثر خبر سنی تو فرمایا تھا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

وہ آدمی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت اس خبر کے بارے میں امامؑ کے سوا کوئی اور آگاہ نہ تھا۔ امامؑ اپنے حرم کی طرف آئے' آپؑ نے خیمہ کے دروازے پر حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی دختر کو دیکھا۔ اس مصیبت زدہ بچی کو اپنے قریب بلایا۔ جب وہ بچی آپؑ کے پاس آئی تو آپؑ نے اُسے اپنے پاس بٹھایا اور اُس سے پیار بھری باتیں کرنے لگے۔ کبھی اس کے سر پر دستِ شفقت رکھتے اور کبھی اس مظلومہؑ کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ جب حضرت مسلم علیہ السلام کی بیٹی نے اپنے ماموں کی اس مہربانی اور پیار کو ملاحظہ کیا تو اُسے کسی انجانی مصیبت کا احساس ہونے لگا کیوں کہ ان بچوں کو اپنے امامؑ اور اپنے اس بزرگوارؑ کے معمولات کا علم تھا کہ آپؑ اکثر ایسا سلوک ان بچوں سے کرتے ہیں جو بچے یتیم ہوتے ہیں جن کے والد اس دنیا سے رُخصت ہو گئے ہوتے ہیں۔ اس بچی نے عرض کیا: اے ماموں جان! جس طرح آپؑ آج مجھ سے پیار کر رہے ہیں اس سے قبل آپؑ نے میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا' ماموں جان! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے بابا کو دشمنوں نے شہید کر دیا ہے اور مجھے یتیم کر دیا گیا ہے؟

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی اس یتیم شہزادیؑ کی درد بھری گفتگو سنی تو آپؑ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ آپؑ نے کوشش کی کہ گریہ روک کر اس یتیم بچی سے مزید باتیں کریں لیکن آپؑ مسلسل روتے رہے اور اسی حالت میں فرمایا: اے میری شہزادیؑ! آج سے

میں ہی تیرے لیے ایک مہربان باپ ہوں اور میری بیٹیاں تیری بہنیں ہیں۔

جب اس شہزادیؑ کو اپنے والد کی شہادت کا یقین ہو گیا تو اس نے زور زور سے رونا شروع کر دیا اور صدائے نالہ وشیون بلند کی۔ جب حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کے فرزندوں کو اپنے والد کی شہادت کا علم ہوا تو اُنھوں نے اپنے سروں سے عمامے اُتار کر زمین پر پھینک دیے اور ایک دوسرے کے گلے مل کر رونے لگے۔

جب صرف چند مخلص لوگ باقی رہ گئے

جناب شیخ مفیدؒ کی روایت کے مطابق لوگ منتشر ہو گئے اور وفادار لوگ باقی رہ گئے تو امامؑ نے اُنھیں فرمایا: اپنے ساتھ پانی کا وافر انتظام کر لو۔ جب پانی کا انتظام ہو گیا تو آپؑ نے وہاں سے کوچ کیا اور بطن عقبہ میں پہنچے اور وہاں نزولِ اجلال فرمایا۔ وہاں قبیلہ بنوعکرمہ کے عمرو بن یوذان نامی آدمی نے آپؑ سے ملاقات کی۔ اس نے آپؑ سے پوچھا: آپؑ کس طرف جا رہے ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں کوفہ کی طرف جا رہا ہوں۔

اس آدمی نے آپؑ کے حضور عرض کیا: میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں آپؑ اس سفر کو ترک کر دیں اور واپس تشریف لے جائیں۔ خدا کی قسم! اگر آپؑ کوفہ کی طرف گئے تو آپؑ کی جان کو نیزوں اور تلواروں کا ہدف بننا پڑے گا۔ جن لوگوں نے آپؑ کو بلایا ہے وہ لوگ آپؑ کے ساتھ مخلص ہیں اور اپنے عہد و پیمان میں سچے ہیں اور ثابت قدم ہیں تو وہ آپؑ کے دشمنوں سے جنگ کریں اور تمام اُمور آپؑ کے لیے مہیا کریں۔ اگر وہ اس طرح کریں تو پھر آپؑ کا اُدھر جانا مناسب ہو گا ورنہ اس صورت میں آپؑ اُدھر نہ جائیں۔

سیدالشہداؑ کا جواب

آپؑ نے فرمایا: اے بندۂ خدا! جو بات تُو نے بیان کی ہے میں اسے بہ خوبی جانتا ہوں۔ میری ہر طرف نگاہ ہے لیکن کوئی آدمی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اللہ کی تقدیر پر غالب

آئے۔ کسی کے بس میں نہیں ہے کہ وہ مقدراتِ الٰہی کے برعکس چلے۔ خدا کی قسم! یہ لوگ مجھ سے اس وقت تک دست بردار نہیں ہوں گے جب تک وہ یہ میرا خون اور میری روح میرے سینے سے نہ نکال دیں۔ جب یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے' خداوند تعالیٰ ان لوگوں پر ایک آدمی مسلط کرے گا جو انھیں ذلت وخواری سے ہم کنار کرے گا۔ یہ لوگ تمام اُمتوں سے زیادہ ذلیل وخوار ہوں گے۔

بطن عقبہ سے کوچ

آپؑ نے بطن عقبہ سے کوچ فرمایا اور منزلِ شراف میں پہنچے۔ آپؑ نے رات وہاں گزاری' جب صبح ہوئی تو اپنے غلاموں اور اصحابؓ سے کہا: اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ پانی لے لیں۔ آپؑ نے منزلِ شراف سے کوچ کیا اور اپنے سفر پر روانہ ہو پڑے۔ آپؑ کا لشکر دوپہر تک چلتا رہا۔ جوں ہی دوپہر کا وقت ہوا تو اچانک آپؑ کے ایک ساتھی نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ امامؑ نے اُس سے پوچھا: تُو نے تکبیر کیوں کہی ہے؟

اس نے عرض کیا: مجھے نخلستان دکھائی دے رہا ہے اس لیے تکبیر کی آواز بلند کی۔

امامؑ کے لشکر کے لوگوں نے کہا: بخدا! ہم نے تو یہاں نخلستان نہیں دیکھے۔

امامؑ نے ان سے فرمایا: تمھیں کیا نظر آ رہا ہے؟

انھوں نے عرض کیا: نیزوں کی اَنیاں اور گھوڑوں کے کان نظر آ رہے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: بخدا! میں نے بھی یہی کچھ دیکھا ہے (اعلام الوریٰ:۲۳۲)۔

آں حضرتؑ نے ان سے استفسار کیا: یہاں کوئی پہاڑ یا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے کہ ہم وہاں پناہ لے لیں اور اُسے ہم اپنی پشت پر رکھیں اور صرف ایک طرف رہ کر اس قوم کا مقابلہ کریں؟

اصحابؓ نے عرض کیا: بائیں جانب ذوحسب نامی پہاڑ ہے اس طرف تشریف لے چلیں۔ بعض نسخوں میں "ذوجشم" مذکور ہے جو ایک پہاڑ کا نام ہے۔

سید الشہداؑ اور لشکرِ حُرؓ

اصحابِ حسینؑ نے عرض کیا: اگر آپؑ ان لوگوں سے اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں تو ہمیں مقصود حاصل ہے۔ آں حضرتؑ بائیں جانب چل پڑے۔ ابھی تھوڑا وقت گزرا تھا کہ حُرؓ کے لشکر کے گھوڑوں کی گردنیں واضح ہوئیں۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ امامؑ بائیں طرف جا رہے ہیں تو وہ بھی اُس طرف چل پڑے:

كَأَنَّ اَسِنَّتَهُمُ الْيَعَاسِيبُ وَ كَأَنَّ رَايَاتِهِمِ اَجْنِحَةُ الطَّيرِ

یعاسیب "یعسوب" کی جمع ہے بروزن یعقوب جس کا معنی ہے شہد کی مکھیوں کا امیر۔ وہ شہد کے چھتے کا محافظ ہوتا ہے اور اپنی ذمہ داری میں بڑا مستعد ہوتا ہے۔ وہ چھتے کے دروازے پر مامور ہوتا ہے۔ جب شہد کی مکھی چھتے کے اندر داخل ہونا چاہتی ہے تو وہ اُسے چیک کرتا ہے' اگر وہ نجاست یا کسی اور بدبو سے آلودہ ہوتی ہے تو وہ اُسے کاٹ دیتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ نیزوں کو یعسوب سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس لشکر کے پاس کثرت کے ساتھ نیزے تھے اور ہر نیزہ بردار خود مختار تھا۔ اپنی ذات میں دشمن کے خلاف لڑنے میں آزاد تھا' وہ کسی کے تابع نہ تھا یعنی ان کا ایک آدمی شہد کی مکھی کے یعسوب کے مانند خود مختار تھا۔ اس طرح ان کے پرچموں کو پرندوں کے پروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان کے پرچم کثرت کے ساتھ تھے۔ حاصل معنی یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس نیزہ تھا اور ان کے پرچموں کے پھریرے ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے پرندے پَر کھولے پھڑپھڑا رہے ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کوہ ذوحسم پر اس لشکر اعدا سے پہلے پہنچ گئے۔ آپؑ کے اصحابؓ نے وہاں فوراً اپنے خیمے لگا دیے۔ یہ ہزار آدمی کا لشکر تھا جن کا امیر حُرؓ بن یزید ریاحی تھا۔ حُرؓ نے آتے ہی سخت گرمی کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے سامنے اپنے لشکر کو صف بستہ کر دیا۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کا لشکر بھی اپنی شمشیریں حمائل کر کے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

فرزندِ رسولؐ نے اپنے خون کے پیاسوں کی پیاس بجھا دی

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے حُرؒ کے لشکر کے لوگوں کے چہرے پر نگاہ کی تو انھیں شدت پیاس سے بے حال پایا۔ آپؑ نے فوراً اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان سب کو پانی پلانے کا انتظام کرو۔

آپؑ کے اصحاب نے ان لوگوں کو سیراب کیا۔ امامؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ان کے جانوروں کو بھی پانی پلا دو۔ آپؑ نے فرمایا: ان کے سامنے ابتدا میں تھوڑا تھوڑا پانی رکھو۔ وہ جب پانی ختم کرلیں پھر پانی ڈالو۔

آپؑ نے اس لیے یہ حکم دیا تھا کیوں کہ اگر پیاسے چوپائے کے سامنے پہلی دفعہ بہت زیادہ پانی رکھ دیا جائے تو وہ بغیر سانس لیے سارا پانی پی لیتا ہے جس سے وہ چوپایہ بیمار ہو سکتا ہے۔

اصحابِ حسینؑ کاسے اور طشت اُٹھائے ہوئے تھے اور اس لشکر اشقیا کو اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلا رہے تھے۔ انھوں نے گھوڑوں کے سامنے تین دفعہ چار دفعہ حتیٰ کہ پانچ دفعہ پانی رکھا۔ جب تک وہ اپنا منہ پانی سے اُٹھا نہیں لیتے تھے اس وقت وہ انھیں پلاتے رہے۔ اس طریقے سے ان کے تمام گھوڑے پانی سے سیراب ہو گئے۔

علی بن طعان محاربی سے منقول ہے: میں ابھی حُرؒ کے لشکر میں تھا' میں سب کے آخر میں پہنچا تھا۔ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے میری پیاس اور میرے گھوڑے کی پیاس کو دیکھا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

إِنِخِ الرَّاوِيَةَ

''یعنی شترِ آب کش کو بٹھا دے۔''

علی بن طعان کا کہنا ہے کہ میں راویہ کا معنی نہ سمجھ سکا کیوں کہ میری زبان میں مشک کو بھی راویہ کہا جاتا ہے۔

پھر فرزندِ رسولؐ نے فرمایا:

يَا ابْنَ الْأَخِ أَنِخِ الْجَمَلَ

"اے بھتیجے! اپنے اُونٹ کو بٹھا دے۔

یہ سن کر میں نے اپنے اُونٹ کو بٹھا دیا۔ جب میں نے اپنا اُونٹ بٹھا دیا تو آپؑ نے فرمایا: اب پانی پی لو۔ جب میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا تو اضطراب کی وجہ سے میں مشک کو سنبھال نہ سکا' مشک کا پانی زمین پر گر جاتا تھا۔ میری حالت دیکھ کر آں حضرتؑ نے فرمایا: مشک کے منہ کو تنگ کر دو تا کہ پانی زمین پر نہ گرے۔ لیکن میری بدحواسی کچھ اس قدر تھی کہ میں سمجھ نہ سکا کہ مشک کے منہ کو کیسے تنگ کروں۔ آخر امام انام صاحب فضل و انعامؑ بہ نفس نفیس اپنی جگہ سے اُٹھے اور مشک کے منہ کو پکڑا۔ اس طرح میں نے اور میری سواری نے پانی پیا۔

حصین بن نُمیر نے قادسیہ سے حُرؒ کو ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ امامؑ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ جوں ہی پانی پلانے کا مرحلہ ختم ہوا' نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حجاج بن مسروق سے فرمایا: اذان دیں۔ انھوں نے اذان کہی۔ جب اقامت کا وقت ہوا تو آں حضرتؑ اپنے خیمے سے باہر نکلے۔ اس وقت آپؑ عبا پہنے ہوئے تھے اور نعلین پائے مبارک میں تھی۔ آپؑ دونوں لشکروں کے درمیان میں آ کھڑے ہوئے۔ خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تمھاری طرف بن بلائے نہیں آیا تم لوگوں نے میری طرف اپنے بہت سے قاصدوں کے ذریعے خطوط روانہ کیے تھے' تم نے لکھا تھا کہ ہمارا کوئی رہبر و امام نہیں ہے شاید آپؑ کے آنے سے اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ حق و ہدایت پر جمع کر دے۔ اگر تم اپنے عہد و پیمان پر باقی ہو تو ایفائے عہد کرو۔ میں تمھاری خواہش کے مطابق تمھارے پاس آ گیا ہوں۔ اب مجھے مطمئن کرو۔ اگر تم لوگ اپنے قول سے پھر گئے ہو اور اپنے عہد کو توڑ ڈالا ہے اور میری آمد سے تمھیں ناخوشی ہوئی ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں' اُدھر واپس چلا جاتا ہوں۔

لشکرِ حُرؒ میں صحرا کا سا سناٹا

لشکرِ حُرؒ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خطبے کو سنا تو فرزندِ رسولؐ نے اُن سے استفسار کیا۔ اس ہزار نفر کے لشکر میں سے کوئی بھی نہ بولا۔ ان سب پر سناٹا چھایا رہا۔ فرزندِ رسول اللہؐ نے ان

کے سامنے حقائق واضح کر دیے تھے۔ یہ سب ابن زیاد اور یزید کے غلام تھے اور حق سے دور تھے۔ جب امامؑ کو ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو آپؑ نے مؤذن سے فرمایا: وہ اقامت کہے۔ جب اقامت مکمل ہو گئی تو امامؑ نے حُرؓ سے خطاب کیا: آپؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں۔

جنابِ حُرؓ کا حضرت امام حسینؑ کی امامت میں نماز پڑھنا

حُرؓ نے فرزندِ رسولؐ کے حضور عرض کیا: میں اور میرا لشکر آپؑ کی امامت میں نماز پڑھے گا۔ دونوں لشکروں نے فرزندِ رسولؐ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ جب نماز مکمل ہوئی تو آں حضرتؑ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ آپؑ کے اصحابؓ نے آپؑ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور حُرؓ کا لشکر اپنے مقام پر واپس چلا گیا۔

جب حُرؓ اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس کے پانچ سو سپاہی اس کے پاس جمع ہو گئے اور باقی پانچ سو آدمی اپنے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامے اُن کے سائے میں بیٹھ گئے۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو امامؑ نے اپنے اصحابؓ کو حکم دیا: وہ نماز کی تیاری کریں۔ جب لوگ نماز کے لیے تیار ہو گئے تو آپؑ نے حکم دیا: نماز کا اعلان کیا جائے۔ جب نماز کا اعلان کیا گیا تو دونوں لشکروں نے امامؑ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ جب نماز ختم ہوئی تو آپؑ نے لوگوں سے خطاب کیا: خداوندِ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: اے لوگو! خدا سے ڈرو اور حق کو پہچانو ان باتوں سے اللہ خوش ہوگا۔ ہم اہلِ بیتِ رسالتؐ علم و کمال اور عصمت و جلال سے متصف ہیں۔ خلافت و امامت ہمارا حق ہے۔ وہ گروہ جو ناحق ریاست و خلافت کا دعویٰ رکھتا ہے اور تم پر حکم رانی کر رہا ہے اور اپنی جہالت و ضلالت میں غرق ہے اور جو کچھ تم نے میری طرف لکھا تھا اگر اس سے تم رُوگرداں ہو گئے ہو اور تمھیں میرا آنا اچھا نہیں لگا ہے تو پھر میں واپس چلا جاتا ہوں۔

امامؑ کی گفتگو سن کر حُرؓ نے کہا: بخدا! مجھے ان خطوط کا کوئی علم نہیں ہے اور نہ مجھے ان قاصدوں کا علم ہے جو یہ خطوط لائے ہیں۔

آں حضرتؑ نے عقبہؓ بن سمعان سے فرمایا: جاؤ اور وہ خطوط والی تھیلیاں لے آؤ۔ عقبہؓ

فوراً وہ تھیلیاں لے آیا۔ وہ دونوں تھیلیاں خطوط سے بھری ہوئی تھیں۔ آں حضرتؑ نے وہ سب خطوط حُرؒ کے سامنے ڈال دیے۔

حُرؒ نے کہا: میں نے آپؑ کی طرف کوئی خط نہیں لکھا تھا اور نہ مجھے ان خطوط کی کوئی اطلاع ہے مجھے ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ میری آپؑ سے جہاں ملاقات ہو میں آپؑ کے ساتھ رہوں اور آپؑ سے جدا نہ ہوں حتیٰ کہ میں آپؑ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا: جو کچھ تُو سمجھتا ہے ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو پھر اپنی موت کو اپنے قریب سمجھنا۔ آپؑ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: یہاں سے کوچ کرو۔ یہ سن کر آپؑ کے اصحابؓ سوار ہوئے۔ آں حضرتؑ ان کے انتظار میں رہے۔ آخرکار خواتین کے لیے محمل اور ہودج تیار ہوئے اور مخدراتِ عصمت و طہارت ان پر سوار ہوئیں۔ آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: واپس چلیے۔ جب آپؑ نے واپسی کا ارادہ کیا تو لشکرِ اشقیا آپؑ کے راستے پر کھڑا ہو گیا اور آپؑ کی واپسی میں حائل ہوا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر حُرؒ سے فرمایا:

ثکلتہ اُمُّکَ مَا تُرِیدُ

''اے حُرؒ! تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تُو چاہتا کیا ہے؟!''

جناب حُرؒ کا جواب

حُرؒ نے کہا: اگر عربوں میں سے کوئی اور میری ماں کا نام لیتا تو میں بھی اس کی ماں کا نام لیتا لیکن بخدا میں آپؑ کی مادرِ گرامی کا ذکر تعظیم و تکریم کے بغیر نہیں کر سکتا۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: تو پھر ہم سے چاہتا کیا ہے؟

حُرؒ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں آپؑ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔

مظلومِ کربلاؑ نے فرمایا: بخدا! ایسا نہیں ہو سکتا' اس امر میں تیری اتباع (میرے لیے) ممکن ہی نہیں ہے۔

امامؑ اور حُرؓ کے درمیان گفتگو

حُرؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے جواب میں کہا: بخدا! میں آپؑ کو یہاں سے نہیں جانے دوں گا' آپؑ یہاں سے کسی اور طرف نہیں جاسکتے۔

اس سوال و جواب کا امامؑ اور حُرؓ کے درمیان تین دفعہ تبادلہ ہوا۔ جب بحث لمبی ہوئی تو حُرؓ نے کہا: مجھے آپؑ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپؑ مجھے جہاں کہیں ملیں میں آپؑ کے ساتھ رہوں۔ اس طرح میں آپؑ کو کوفہ لے جاؤں۔ اب جب آپؑ نے کوفہ نہ جانے کا فیصلہ کرلیا ہے تو اب آپؑ وہ راستا اختیار کریں جو نہ کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف تاکہ اس طرح میرے اور آپؑ کے درمیان مصالحتی صورت پیدا ہو جائے اور میں حقیقتِ حال ابن زیاد کی طرف لکھ بھیجوں۔ شاید اس طرح خداوند تعالیٰ مجھے آپؑ سے جنگ و قتال کرنے سے محفوظ رکھے اور میں آپؑ کا خون بہانے میں شریک نہ ہوں۔

حُرؓ نے آپؑ سے کہا: آپؑ منزلِ عذیب اور قادسیہ کے دائیں طرف ہو کر سفر کریں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حُرؓ کے کہنے کے مطابق اپنے سفر کو اختیار کیا۔ آپؑ نے مدینہ اور کوفہ کے درمیانی راستے کو اختیار کیا۔ حُرؓ نے اپنا لشکر امامؑ کے ساتھ روانہ کردیا۔

بارگاہِ امامت میں حُرؓ کی درخواست

حُرؓ اس سفر میں اپنے گھوڑے کو دوڑا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری کے قریب لے آیا۔ اُس نے آپؑ کے حضور عرض کیا: اے حسینؑ! میں آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپؑ اپنی جان پر رحم کریں' مجھے اللہ کی قسم! اگر آپؑ نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی تو آپؑ قتل کر دیے جائیں گے۔

فرزندِ رسولؐ اللہ کا جواب

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟

قتل کے علاوہ تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو؟ تمھارے اس سوال کا جواب اُس برادر اوس کی گفتگو ہے جب اُس نے رسول اللہ کی نصرت کا عزم کیا تھا تو اس کے چچازاد بھائی نے اُس سے کہا تھا تو کس طرف جارہا ہے اگر اُدھر گیا تو مارا جائے گا۔ پس اَوسی بھائی نے اُس کے جواب میں کہا تھا:

سَأَمضِي وَ مَا بِالمَوتِ عَارٌ عَلَى الفَتَى
إِذَا مَانَوَىٰ خَيراً وَ جَاهَدَ مُسلِماً
وَ وَاسَى الرِّجَالَ الصَّالِحِينَ بِنَفسِهِ
وَفَارَقَ مَذمُوماً وَ خَالَفَ مُجرِماً
فَإِن عِشتُ لَم أَندَم وَ إِن مِتُّ لَم أُلَم
كَفَى بِكَ ذُلّاً أَن تَعِيشَ فَتُرغَمَا

''میں جلد از جلد اسلام کے دشمنوں سے جنگ کروں گا۔ جب ایک نوجوان کی نیت خالص ہو اور وہ اپنے ارادے میں مخلص ہو اور وہ اسلام کی سربلندی کے لیے جنگ و جہاد کرے تو اگر وہ مارا جائے تو اس کے لیے یہ موت ننگ و عار نہیں ہے۔ ایسا جوان جب اپنی جان کے ساتھ صالح لوگوں کی مدد کرے اور ظالم اور گناہ گار لوگوں سے دوری اختیار کرے۔ اگر میں زندہ واپس آ گیا تو میں اپنی زندگی پر نادم نہیں ہوں گا۔ اگر مارا گیا تو میرے لیے کوئی غم باقی نہ رہے گا۔ تمھارے لیے یہی ذلت کافی ہے کہ اس ذلیل زندگی کے ساتھ ہم کنار رہو (الارشاد: ج۲، ص۷۵؛ روضۃ الواعظین: ج۱، ص۱۷۹)۔

محمد بن ابی طالب کی روایت میں یہ شعر بھی ہے: (الفتوح: ج۵، ص۷۹؛ تسلیۃ المجالس و زینۃ المجالس: ج۲، ص۲۴۸؛ مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص۶۹)۔

أُقَدِّمُ نَفسِي لَا أُرِيدُ بَقَاءَهَا
لِتَلقَى خَمِيساً فِي الهِيَاجِ عَرَمرَماً

''خمیس'' بروزن ''امیر'' اس کا معنی ہے ''لشکر'' کیوں کہ جنگ کے دوران میں لشکر کو

پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ لشکر کے پانچ حصے یہ ہیں: مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ، ساق۔
عرمرم بروزن سفر جل ایک بہت بڑا لشکر، میں اپنی جان کو آگے بڑھتا ہوں تا کہ میں معرکہ جنگ میں ایک جم غفیر سے جنگ کروں۔

ایک روایت ہے: جب حُرؓ نے امامؑ کی یہ گفتگو سنی تو اُسے یقین کامل ہو گیا کہ امامؑ اس گروہِ اَشرار سے ہر صورت جنگ کرنے والے ہیں۔

راستے کا تعین

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو اس علاقے سے واقف ہو اور اس عام راستے سے ہٹا کر ہمیں کسی دوسرے راستے پر لے چلے۔

جناب طرماحؓ نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ اللہ! مجھے اس علاقے کے راستوں کا علم ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تُو ہمارے آگے چل۔

جناب طرماحؓ آگے چل پڑے اور آں حضرتؑ اپنے اصحابؓ سمیت اس کے پیچھے چل پڑے۔ اس راستے میں طرماحؓ نے یہ اشعار پڑھے:

يَا نَاقَتِي لَا تَذعَرِمي مِن زَجرِي
وَ امضِي بِنَا قَبلَ طُلُوعِ الفَجرِ
بِخَيرِ فِتيَانٍ وَ خَيرِ سَفرِ
آلِ رَسُولِ اللّٰه آلُ الفَخرِ
السَّادَةُ البِيضُ الوُجُوهِ الزُّهرِ
الطَّاعِنِينَ بِالرِّمَاحِ السُّمرِ
والضَّارِبِينَ بِالسُّيُوفِ البُتَّرِ
حَتّٰى تَحَلّٰى بِكَرِيمِ الفَخرِ
المَاجِدُ الجَدُّ رَحِيبُ الصَّدرِ
أثَابَهُ اللّٰه لِخَيرِ أمرِ

عَمَّرَهُ اللّٰهُ بَقَاءَ الدَّهرِ
يَا مَالِكَ النَّفعِ مَعاً وَ النَّصرِ
أَيِّد حُسَيناً سَيِّدِی بِالنَّصرِ
عَلَی الطُّغَاةِ مِن بَقَایَا الكُفرِ
عَلَی اللَّعِینَینِ سَلِیلَی صَخرِ
یَزِیدَ لَا زَالَ حَلِیفَ الخَمرِ
وَ ابنِ زِیَادٍ عِهرِ بنِ العَهرِ

سفر بروزن صحب، مسافر کی جمع ہے جس کے معنی وہ گروہ ہے جو مسافر ہو۔

بیض: ابیض کی جمع ہے یعنی روشن چہرے۔

سمر بروزن حمر اسم جمع ہے جس کے معنی رنگ کے ہیں۔

بتر باتر کی جمع ہے اس کے معنی ہیں قاطع تلوار۔

سلیلی صخر سے دو آدمیوں کے نسب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

عھر بروزن قہر کے معنی فسق و فجور کے ہیں۔

ان اشعار کا حاصل معنی یہ ہے:

"اے میرے اُونٹ! میری زجر و توبیخ اور تیز دوڑانے سے خوف زدہ مت ہو اور رنجیدہ بھی نہ ہو۔ ہمیں طلوعِ فجر سے قبل اپنی منزل پر پہنچا دے۔ انھی بہترین اور صالح ترین جوانوں کے ساتھ جو آلِ رسول اللہؐ میں سے ہیں اور سفر کر رہے ہیں۔ جو شرافت و نجابت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ پوری کائنات کے سید و سردار ہیں۔ ان کے چہرے آفتابِ عالم تاب کی طرح روشن ہیں۔ وہ میدانِ کارزار میں اپنی شجاعت اور جواں مردی کے جوہر دکھانے والے ہیں۔ وہ گروہِ اَشرار سے تیروں اور نیزوں اور آب دار تلواروں سے جنگ کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے حسب و نسب کے لحاظ

سے کریم ہیں۔ اُن کے جد بزرگوار عالمین کے سید و سردار ہیں۔ کائنات کا علم ان کے سینے میں موجود ہے۔

خداوند تعالیٰ ان کا انجامِ خیر کے ساتھ وابستہ کر دے اور انھیں سب سے نیک عمل کی جزا دے۔ جب تک دنیا باقی ہے اُنھیں زندہ و سلامت رکھے۔

اے پروردگار! تُو ہر نفع و ضرر کا مالک ہے۔ میرے سردار حسینؑ کی تائید فرما اور انھیں ان لوگوں پر فتح عنایت فرما جو طاغی اور باغی ہیں اور ان دو ملعونوں پر فتح دے جو دونوں صخر کی اولاد ہیں اور وہ یزید اور ابن زیاد ہیں۔ ان میں سے ایک شراب خور ہے اور دوسرا زنا کی اولاد ہے" (مناقب آلِ ابی طالب: ج۴، ص۹۷)۔

ابومخنف کی روایت

ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ منزل عذیب' ہجانات پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے چار آدمی حاضر ہوئے۔ وہ نافعؓ بن ہلال مرادی' عمروؓ بن خالد صیداوی' سعیدؓ بن ابوذر غفاری اور عبید اللہؓ مذحجی تھے (مقتل الحسین: ص۳۶)۔

عبید اللہؓ بن حرؒ جعفی کی حسرت ناک داستان

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے: جب حُرؒ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی گفتگو سنی تھی اور ان کے بعد جناب طرماحؓ کی رجز خوانی سنی تو اپنے لشکر کو امامؑ کے لشکر سے دور لے گیا۔ حُرؒ عذیب الہجانات پہنچا اور اِدھر حضرت امام حسین علیہ السلام منزل قصر بنی مقاتل پر پہنچے وہاں اچانک آپؑ کی نگاہِ مبارک چند خیموں پر پڑی تو آپؑ نے پوچھا: یہ کس کے خیمے ہیں؟

آپؑ کو بتایا گیا یہ خیمے عبید اللہ بن حُرؒ جعفی کے ہیں۔

آپؑ نے کسی کو عبید اللہ کی طرف روانہ کیا کہ وہ اُسے کہے کہ فرزند رسولؐ اللہ بلا رہے ہیں۔

جب آپؑ کا قاصد اس کے پاس پہنچا تو اُس نے عبید اللہ سے کہا: حسینؑ ابن علیؑ

تمھیں اپنے ہاں بلاتے ہیں۔ جب اس نے اُس آدمی کی بات سنی تو کہا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

بخدا میں کوفہ سے نکلا ہی اس لیے تھا کہ جب حسینؑ کوفہ میں وارد ہوں تو اس وقت میں کوفہ میں موجود نہ ہوں، نہ حسینؑ مجھے دیکھیں اور نہ میں حسینؑ کو دیکھوں۔

جب آپؑ کے قاصد نے عبیداللہ کی یہ بات سنی تو واپس امامؑ کے پاس چلا آیا اور ساری سرگزشت امامؑ کو سنائی۔ بعدازیں امامؑ خود عبیداللہ کی طرف تشریف لے گئے اُسے سلام کیا اور اُسے اپنی نصرت کی دعوت دی، لیکن عبیداللہ نے نصرت سے معذرت کی۔ جب اُس نے نصرت سے معذوری پیش کی تو امامؑ نے فرمایا: جب تم نے ہماری نصرت سے انکار کر دیا ہے تو ہمارے خلاف جنگ کرنے سے خدا سے ڈرنا۔ بخدا! جس کسی نے میرا استغاثہ سنا اور میری نصرت نہ کی وہ ہلاک ہوگا۔

اس نے کہا: میں آپؑ کے خلاف ہرگز جنگ نہیں کروں گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیام کی طرف واپس چلے آئے (الارشاد: ج ۲، ص ۸۲، اعلام الوریٰ: ۲۳۳)۔

(مترجم): ابو مخنف نے اپنے مقتل میں روایت کی ہے کہ عبیداللہ بن حر جعفی نے امامؑ کی نصرت سے انکار کر دیا تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو ان کی شہادت کے بعد اسے سخت ندامت ہوئی۔ پوری زندگی کف افسوس ملتا رہا اور اپنی ندامت کا اظہار کرتا رہا۔ اس کے ندامت و حسرت سے لبریز چند اشعار یہ ہیں:

فَيَا لَكِ حَسْرَةً مَا دُمْتُ حَيًّا
تُرَدِّدُ بَيْنَ صَدْرِيْ وَ التَّرَاقِيْ

"اے میری جان! جب تک میں زندہ رہوں گا، حسرت و ندامت کی آہیں بھرتا رہوں گا۔ حسرت و یاس کے طوفان لحہ بہ لحہ میرے سینوں سے اُٹھتے رہیں گے اور میرے حلق سے ٹکراتے رہیں گے۔ اس طرح میں صبح و شام موت کی ہولناکیوں سے ہم کنار ہوتا رہوں گا۔"

حُسَینٌ یَطلُبُ نَصرَ مِثلی
عَلی اَھلِ العَدَاوَۃِ والشِّقاقِ
مَعَ ابنِ المُصطَفٰی رُوحی فِدَاہُ
فَوَیلی یَومَ تَودِیعِ الفِراقِ

"جس وقت حسینؑ جیسے عظیم سردار نے مجھ ایسے بے کار انسان سے نصرت کا سوال کیا تھا کہ اے ابن جعفی! تُو فرزند رسولؐ اللہ کی اہل عداوت و شقاوت کے خلاف مدد کر۔ میری جان اُس پر قربان ہو جائے۔ ہائے مجھ پر افسوس میرا اس وقت کیا حال ہوگا جب میری روح میرے بدن سے جدا ہونے والی ہوگی۔"

فَلَو اَنّی اُوَاسِیہِ بِنَفسِی
لَنِلتُ الفَوزَ فِی یَومِ التَّلاقِ
لَقَد نَالَ الَّذِی نَصَرُوا حُسَینًا
وَ خابَ الآخَرُونَ ذَوِی الشِّقاقِ

"اگر میں اپنی جان اُس عظیم سردار و بزرگ وار پر قربان کرتا تو قیامت کے دن ہر صورت میں عظیم الشان نجات سے ہم کنار ہوتا۔ یہ حقیقت ہے حقیقی کام یابی ان لوگوں نے حاصل کی ہے جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں اپنی جان کی بازی لگا دی۔ بس بد بخت لوگ سراپا خسارے میں رہے" (الارشاد: ج ۲، ص ۸۲؛ اعلام الوریٰ: ۲۳۳)۔

منزلِ قصرِ بنی مقاتل سے روانگی

جب وقت صبح قریب ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے رفقا اور اصحابؓ سے فرمایا: پانی کے تمام برتن بھر لو بعد ازیں آپؑ نے وہاں سے کوچ فرمایا۔

عقبہ بن سمعان کی روایت

عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے ابھی ہم نے تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ آں حضرتؑ کو گھوڑے پر نیند آ گئی۔ جب آپؑ بیدار ہوئے تو فرمایا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۵۶، حمد: آیت ۱)

آپؑ نے ان کلمات کی تین دفعہ تکرار کی۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام آپؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا: بابا جان! آپؑ کلمہ استرجاع اور کلمہ حمد کیوں پڑھ رہے ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! مجھے اس وقت گھوڑے پر نیند آ گئی تھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار تھا جو کہہ رہا تھا: یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ میں نے اس خواب سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس آدمی نے ہمیں موت کی خبر دی ہے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام نے عرض کیا: بابا جان! خداوند تعالیٰ آپؑ کو مصائب سے محفوظ رکھے کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟!

امامؑ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے ہم حق پر ہیں حضرت علی اکبر علیہ السلام نے عرض کیا: جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں قتل کی کوئی پروا نہیں ہے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اللہ آپؑ کو بہترین جزا عطا کرے جو ایک فرزند کو اس کے باپ کی طرف سے مل سکتی ہے (الارشاد: ج ۲، ص ۸۲، اعلام الوریٰ: ۲۳۳، روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۸۰)۔

کاروان حضرت امام حسینؑ اور لشکرِ حُرؒ

جب صبح صادق ہوئی تو امامؑ اپنے گھوڑے سے اترے اور نماز صبح ادا کی اور فوراً اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپؑ نے بائیں طرف رُخ کیا۔ آپؑ چاہتے تھے کہ لشکرِ حُرؒ سے کچھ فاصلے پر رہیں اُن کے ساتھ اکٹھے سفر نہ کریں' لیکن حُرؒ ان کے سایہ بہ سایہ سفر کرتا رہا تا کہ کاروانِ حسینیؑ کو کوفہ کی طرف پھیر لے چلے۔ جب وہ چاہتا تھا کہ وہ آں حضرتؑ کو کوفہ کی

طرف لے چلے تو آپؑ کا کاروان ان کی اتباع سے انکار کرتے ہوئے اپنے راستے سے نہ ہٹا" یہاں تک کہ نینوئی میں پہنچے اور وہاں آپؑ نے نزولِ اجلال فرمایا۔ اس دوران میں اچانک کوفہ کی طرف سے ایک مسلح ناقہ سوار کمان کاندھے پر رکھے ظاہر ہوا' اپنے ناقہ کو تیز دوڑا رہا تھا۔ سب منتظر تھے کہ وہ کیا پیغام لایا ہے۔ جب وہ قریب آیا اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو سلام نہ کیا بلکہ لشکرِ حُرؓ کے پاس چلا گیا۔ حُرؓ اور اس کے لشکر کو سلام کیا اور حُرؓ کو ابن زیاد کا خط دیا۔ حُرؓ نے جب خط کھولا تو دیکھا کہ اس میں لکھا تھا:

"جس جگہ میرا قاصد تمھیں میرا خط پہنچائے تُو حسینؑ بن علیؑ کو مہلت نہ دے اور ان سے سختی کے ساتھ پیش آ اور انھیں ایسے جنگل بیابان میں اُتار دے جہاں پانی ہو نہ آبادی اور میں نے اپنے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تیرے ساتھ رہے اور لحہ بھر کے لیے تجھ سے جدا نہ ہو جب تک وہ مجھے اس بات کی خبر نہ دے دے کہ تُو نے میرے حکم پر عمل کیا ہے۔ والسلام!"

جب حُرؓ نے ابن زیاد کا خط پڑھا اور اس کے مضمون سے مطلع ہوا تو اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحابؓ سے کہا: مجھے ابن زیاد کی طرف سے خط ملا ہے اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر سختی کروں اور جس جگہ مجھے یہ خط ملے آپؑ کو کسی قسم کی مہلت نہ دوں۔ اس نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ جب تک اس حکم کو آپؑ پر جاری نہ کروں وہ مجھ سے جدا نہ ہو۔ اب وہ مجھ پر نگرانی کرے گا۔

ابن زیاد کا قاصد کون تھا؟

جناب یزیدؓ بن مہاجر کندی جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحابؓ میں سے تھے انھوں نے ابن زیاد کے اس قاصد کو پہچان لیا۔ جناب ابن مہاجرؓ نے اس ظالم سے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے یہ تُو کون سا خط لایا ہے؟

اُس نے کہا: میں نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور اپنے عہد کو پورا کیا ہے۔

جناب ابن مہاجرؓ نے فرمایا: تُو نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی ہے۔ دنیا کے ننگ و عار کو

خریدا ہے اور آخرت میں دوزخ کا سودا کیا ہے۔ تیرا امام سب سے بدتر ہے۔ تیرا امام وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ

"یعنی ہم نے کچھ امام ایسے بھی بنائے ہیں جو لوگوں کو آتشِ جہنم کی طرف بلائیں گے" (سورۂ مبارکہ قصص: آیت ۴۱)۔

حُرؓ کا اصرار اور امامؑ کا انکار

حُرؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا: آپؑ کو یہاں اُترنا ہوگا' کیوں کہ یہ بے آب و گیاہ مقام ہے' کیوں کہ مجھے اس طرح حکم ملا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے حُرؓ! تجھ پر افسوس ہے ہمیں نینویٰ یا غاضریہ یا شفنہ تک جانے دے تاکہ ایسی جگہ منزل کریں جہاں پانی ہو' آبادی ہو۔

حُرؓ نے کہا: ابن زیاد نے قاصد بھیجا ہے جس کی خلاف ورزی میں نہیں کرسکتا۔ ابن زیاد نے اِسے مجھ پر بطور جاسوسی و نگران مقرر کردیا ہے۔

زُہیرؓ بن قین کی پیش کش

اس دوران میں جناب زُہیرؓ بن قیس نے بارگاہِ امامت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ شاید بعد میں اس سے بڑے لشکر سے لڑنا پڑے' ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اس گروہِ اشرار سے جنگ کریں۔ یہ قلیل لشکر ہے اس سے لڑنا آسان ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم اس کے بعد ہم بڑے لشکر سے نہ لڑسکیں گے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں جنگ کی ابتدا نہیں کروں گا۔ ناچار آخر آپؑ کو اُسی جگہ نزولِ اجلال کرنا پڑا۔ وہ دن پنج شنبہ کا تھا' محرم کی دو تاریخ تھی اور ۶۱ ہجری تھی (ایضاً)۔

امامؑ کا پہلا خطبہ

جنابِ ابن طاؤس سے مروی ہے: آپؑ نے اسی مقام پر اپنے اصحابؓ کو ایک فصیح و

بلیغ خطبہ دیا۔ سب سے پہلے خداوند تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی بعدازیں فرمایا:

إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ تَرَوْنَ وَ إِنَّ الدُّنْيَا تَغَيَّرَتْ وَ تَنَكَّرَتْ وَ أَدْ بَرَ مَعْرُوفُهَا وَ لَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ وَ خَسِيسُ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْوَبِيلِ أَلَا تَرَوْنَ إِلَى الْحَقِّ لَا يُعْمَلُ بِهِ وَ إِلَى الْبَاطِلِ لَا يُتَنَاهَى عَنْهُ لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِي لِقَاءِ رَبِّهِ حَقًّا فَإِنِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا سَعَادَةً وَ الْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَمًا

"صُبابۃ" پیالے کی تہ میں بچا ہوا معمولی پانی۔

"وبیل" ایسی سخت اور چٹیل زمین جس میں سبزہ بہت کم ہو جس کی آب و ہوا خراب ہو۔

"لیرغب" زمانے کی وضع کچھ اس طرح ہو گئی ہے کہ مومن کی دنیا سے رغبت جاتی رہی ہے۔

"برم" بروزن "فرس" رنج و تکلیف۔

اس خطبہ کا حاصل مضمون یہ ہے:

"امابعد! معاملات نے ہمارے ساتھ جو صورت اختیار کر لی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ دنیا نے رنگ بدل لیا ہے۔ مصائب کے طوفانوں نے ہماری طرف رُخ کر لیا ہے۔ دنیاوی آرام و سکون ختم ہو گیا ہے۔ تمام آسودگیاں پریشانیوں میں بدل گئی ہیں۔ اب اس میں اتنی اچھائیاں باقی ہیں جتنی کسی برتن کی تہ میں باقی رہ جانے والا پانی۔ اب زندگی کچھ اس طرح ذلت آمیز اور پست ہو گئی ہے جیسے کوئی سنگلاخ اور چٹیل میدان آپ دیکھ رہے ہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور کوئی باطل سے روکنے والا نہیں ہے۔ ان حالات میں مومن کو چاہیے کہ وہ خدا سے ملنے کی آرزو کرے۔ میں شجاعت اور مردانگی کی موت کو ایک سعادت سمجھتا ہوں اور

ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا میرے نزدیک ذلت وپستی ہے۔"

زُہیرؓ بن قین کا خطاب

جب آپؑ کے اصحابؓ نے آپؑ کی جان سوز وگریہ خیز گفتگو سنی تو جناب زُہیرؓ بن قین کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ اللہ! ہم نے آپؑ کی گفتگو سنی ہے۔ اگر یہ دنیا ہمارے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی بھی ہوتی اور ہم ہمیشہ اس میں باقی رہتے تب بھی آپؑ ہی کے ساتھ قتل ہونے کو دنیا کی ہمیشگی پر اختیار کرتے حالاں کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے تو اس صورت میں کس طرح اپنی جان آپؑ سے عزیز کریں؟!

ہلالؓ بن نافع کا خطاب

جناب زُہیرؓ بن قین کے بعد جناب ہلالؓ بن نافع کھڑے ہوئے۔ امامؑ کے حضور عرض کیا: بخدا! ہم اپنے پروردگار کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ ہم نے حقیقی ارادوں اور مکمل بصیرت کے ساتھ آپؑ کی اطاعت کی ہے۔ آپؑ کے دوست اور آپؑ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔

بُریرؓ ابن خضیر کا خطاب

جناب بُریرؓ نے عرض کیا: بخدا! اے فرزند رسولؐ اللہ! اللہ نے آپؑ کے ذریعے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ آپؑ کے سامنے جہاد کریں اور آپؑ کے دشمنوں کے خلاف جنگ کریں اور آپؑ کی محبت میں ہمارے اجسام پارہ پارہ ہو جائیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو آپؑ کے جد بزرگوارؐ ہمارے شفیع ہوں گے (اللہوف: ص۷۹)۔

امام عالی مقامؑ کی کربلا کی طرف روانگی

سید ابن طاؤس سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے اہل بیتؑ اور اصحابؓ کے ساتھ اپنے سفر پر چل پڑے تو حرؓ اور اس کا لشکر رکاوٹ بنا لیکن آپؑ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو پڑے لیکن اس دوران حرؓ کا لشکر بار بار آپؑ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتا رہا لیکن اس کشاکش اور رد و دفع کے باوجود آخرکار آں حضرتؑ

اپنے اصحابؓ کے ساتھ بیابانِ کربلا میں پہنچ گئے۔

زہیرؓ کی پیش کش

مناقب میں مروی ہے کہ جناب زُہیرؓ بن قین نے امامؑ کے حضور عرض کیا: مصلحت اس امر میں ہے کہ ہم سرزمین کربلا میں اُتر جائیں اور اسی سرزمین کو اپنی منزل بنائیں کیوں کہ وہ نہر فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ اگر معاملہ جنگ تک پہنچا تو ہم اللہ کی نصرت کے ساتھ ان سے جنگ کریں گے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کا نام سنا تو آپؑ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا: خداوندا! میں ان مصائب و بلا کی گھڑیوں میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ آں حضرتؑ نے اس جگہ نزولِ اجلال فرمایا۔ حُرؓ بن یزید ریاحی نے آپؑ کے لشکر کے سامنے ہی پڑاؤ ڈال دیا۔ اس وقت آں حضرتؑ نے قلم دوات و کاغذ منگوایا اور کوفہ کے ان لوگوں کی طرف خط لکھا جن سے آپؑ کو دوستی و ہم دردی کی توقع تھی۔

خط امامؑ کوفی دوستوں کے نام

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

حسینؑ بن علیؑ کا یہ خط سُلیمان بن صرد مسیب بن نجبۂ رفاعہ بن شداد عبداللہ بن وال اور مومنین کی جماعت کے نام ہے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا: جو شخص ایسے جابر بادشاہ کو دیکھے جس نے حرامِ خدا کو حلال کر دیا ہو خدا کے عہد کو توڑ ڈالا ہو سنتِ رسولؐ اللہ کی مخالفت کی ہو اور اللہ کے بندوں پر ظلم وستم کے ساتھ حکم رانی کرے پس وہ شخص اگر اپنے قول یا فعل سے اس کی مخالفت کرے اور اس حکم ران سے جنگ نہ کرے تو خدا پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو وہی سزا دے جو اس حکم ران کے لیے مقرر ہے۔ جہنم میں ان دونوں کا مقام ایک ہوگا۔

تم سب کو معلوم ہے کہ بنو اُمیہ نے شیطان کی اطاعت اپنے اُوپر لازم کر

دی ہے اور اللہ کی اطاعت سے رُوگردانی کر لی ہے۔ رسولؐ اللہ کی اُمت میں فساد برپا کر دیا ہے' اللہ کی حدود کو معطل کر دیا ہے' حقوقِ مسلمین کو اپنے تصرف میں لے لیا ہے' وہ اللہ کے حرام کو حلال جانتے ہیں اور اس کے حلال کو حرام خیال کرتے ہیں۔ رسولؐ اللہ کی قرابت کی وجہ سے میں خلافت کے لیے سزاوار تر ہوں۔ اگر تم لوگ اپنے عہد و پیمان میں پختہ ہو اور وہ خطوط جو تم نے میری طرف بھیجے ہیں ان پر باقی ہو تو پھر تم آخرت میں بے نصیب نہ ہو گے۔ میری جان تمھارے ساتھ اور میرے اہلِ بیتؑ تمھارے اہلِ بیت کے ساتھ ہیں۔ اگر تم اپنے عہد سے پھر گئے ہو اور بیعت توڑ ڈالی ہے تو مجھے اپنی جان کی قسم تمھارے لیے عہد کا توڑنا معمولی بات ہے' تم سے یہ سب کچھ ممکن ہے۔ اس لیے کہ تم نے میرے والد گرامیؑ اور برادر حسن مجتبیٰؑ اور میرے ابن عم مسلمؑ بن عقیلؑ کے ساتھ خلفِ عہد کیا۔ پس وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تم لوگوں پر اعتماد کرے۔ تم نے اپنے حصّے کو ضائع کیا' اپنے عہد کو توڑا۔ عہد کو توڑنے والا دراصل اپنی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے۔ عن قریب خدا مجھ کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام!"

آپؑ نے اس خط کو لپیٹا اور قیسؓ بن مسہر صیداوی کے حوالے کیا کہ وہ اس خط کو کوفہ پہنچائے (جناب قیسؓ کی شہادت کا واقعہ گذشتہ صفحات میں موجود ہے)۔

جب آپؑ کو قیسؓ کی شہادت کی خبر ملی تھی تو آپؑ نے گریہ فرمایا اور بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اُٹھا کر عرض کیا: خداوندا! مجھے اور میرے شیعوں کو دارِ عقبیٰ میں بہترین مقام عطا فرما اور اُنھیں میرے ساتھ مقامِ رحمت و رضوان میں جمع فرما۔ بے شک تُو ہر شے پر قادر ہے۔

ہلالؓ بن نافع کی حوصلہ افزا گفتگو

جب ہلالؓ بن نافع نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مغموم و محزوں پایا اور آپؑ کی

آنکھوں میں آنسو دیکھے تو اس نے آپؑ کے حضور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ اللہ! آپؑ بہ خوبی جانتے ہیں آپؑ کے جد بزرگ وارؐ اپنی محبت کو تمام لوگوں میں پیدا نہ کر سکے' لوگ ان کی اطاعت پر ثابت قدم نہ رہے۔ بہت سے منافقین نے آپؐ سے نصرت کا وعدہ کیا مگر موقع کے منتظر رہے۔ آں حضرتؐ ہمیشہ منافقوں کے ہاتھوں رنج و مصیبت میں مبتلا رہے حتیٰ کہ آپؐ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ یہی حال آپؑ کے پدر بزرگ وارؑ کا ہے وہ بھی اللہ کی رحمت سے متصل ہو گئے۔ لوگ ان کے پاس بھی جمع ہو جاتے تھے۔ ناکثین اور قاسطین نے ان سے جنگ کی اور وہ ہمیشہ مصائب و اذیت سے دوچار رہے۔ آخر وہ اس دنیا سے رُخصت ہو گئے اور اللہ کی رحمت میں داخل ہو گئے۔ آج آپؑ کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو رہا ہے جو آپؑ کے بزرگ واروں کے ساتھ ہوا تھا۔ آج جو آدمی اپنی بیعت توڑنے وعدہ خلافی کرے تو اُس نے اپنے نفس کو ضرر پہنچایا۔ خداوند متعال اس آدمی سے بے نیاز ہے اور ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ ہم آپؑ کی خدمت میں ہیں۔ آپؑ کی اطاعت ہم پر لازم اور ضروری ہے۔ چاہے آپؑ ہمیں مشرق کی طرف لے جائیں یا مغرب کی طرف' جو کچھ آپؑ چاہتے ہیں حکم فرمائیں آپؑ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ خدا کی قسم! ہم خداوند تعالیٰ کی تقدیر سے اِعراض نہیں کریں گے۔ ہم اللہ کی ملاقات سے ناخوش نہیں ہیں۔ ہمارے ارادے خالص ہیں۔ ہماری بصیرت صحیح ہے۔ آپؑ کے دوست ہمارے دوست ہیں۔ آپؑ کے دشمن ہمارے دشمن ہیں اور ہماری اُن کے ساتھ جنگ ہے۔

بقول شاعر:

ہلالؓ نافع کا حوصلہ بھی عظیم ہے
ہلالؓ نافع کی گفتگو بھی عظیم تر ہے
نہیں ہے فرار ان کو تقدیر کے لکھے سے
حسینؑ کے ساتھ مرنا جینا ہے اُن کی خواہش

ہلالؑ نافع حسینؑ والے
ہلالؑ نافع عظیم تر ہیں
(مصحح)

حضرت بُریرؓ کی گفتگو

جب ہلالؓ بن نافع نے اپنی تقریر ختم کی تو جناب بُریرؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ اللہ! خدا کی قسم! خداوند تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ ہم آپؑ کی خدمت میں رہ کر اس گروہ اَشرار سے حالتِ جنگ میں ہیں۔ ہمیں اس بات کی پروا نہیں ہے کہ آپؑ کی محبت میں ان اَشرار کی تلواریں اور نیزے ہمارے اجسام کو پارہ پارہ کر دیں۔ قیامت کے دن آپؑ کے نانا بزرگ وارؐ ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ کسی صورت میں نجات حاصل نہیں کر سکتے جنھوں نے اپنے نبیؐ کی دخترؑ کے فرزندؑ کو ضائع کر دیا۔ تف ہے ان پر آپؑ کی نصرت و یاوری نہ کریں۔ قیامت کے دن اُن کے لیے جہنم میں دردناک عذاب ہے وہ اس حسرت و ندامت میں ہوں گے اور آتش جہنم میں آہ و فریاد بلند کریں گے اور ان کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوگا (مناقب آل ابی طالب: ج ۴، ص ۶۸)۔

جب امامؑ کی نگاہ اپنے عزیزوں پر پڑی

مناقب میں مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں کو جمع کیا اور ان کی طرف نظر حسرت و سوگ واری سے دیکھا تو آپؑ کی مبارک آنکھیں ساون کے بادل کے مانند برسنے لگیں۔ کچھ دیر تک آپؑ نے گریہ فرمایا: پھر آپؑ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خداوندا! ہم تیرے نبی حضرت محمدؐ کی عترت ہیں۔ ہمیں وطن سے بے وطن کر دیا گیا ہے، ہمیں اپنے جد بزرگ وارؐ کے روضے سے جدا کر کے وطن سے دور کر دیا گیا ہے۔ بنواُمیہ ہم پر مظالم ڈھا رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارا حق ان سے لے لے اور ان سے مواخذہ فرما اور ہمیں اس ستم

کارگروہ پر غلبہ عطا فرما۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس جگہ سے کوچ فرمایا اور آپؑ بدھ یا جمعرات کے دن دو محرم ۶۱ ہجری زمین کربلا میں وارد ہوئے۔

لوگ دنیا کے غلام ہیں

جب مظلومِ کربلاؑ سرزمین کربلا میں وارد ہوئے تو آپؑ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: لوگ دنیا کے غلام ہیں اور اس کے پرستار ہیں۔ دین صرف ان کی زبانوں کی حد تک ہے جو صرف ان کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے۔ یہ لوگ صرف اس وقت تک دین کے حامی ہیں جب تک ان کی زندگی آرام و ستائش سے گزرے۔ اگر یہ لوگ آزمائش میں ڈال دیے جائیں تو دین دار بہت کم رہ جاتے ہیں (تحف العقول: ۲۴۵ کشف الغمہ: ج۲، ص۳۲)۔

کیا یہ زمین کربلا ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحابؓ سے پوچھا: کیا یہ سرزمین کربلا ہے؟

آپؑ کے اصحابؓ نے عرض کیا: جی ہاں! اے فرزندِ رسول اللہؐ یہ زمین کربلا ہے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: یہ زمین مصائب و آزمائش کی سرزمین ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارے اُونٹ اور سواریاں نازل ہوں گی۔ ہمارے مرد یہیں نازل ہوں گے' ہمارے جوان اور بوڑھے اس میں قتل ہوں گے' اسی مقام پر ہمارا خون گرایا جائے گا (اللہوف: ۸' کشف الغمہ: ج۲، ص۴۷' مناقب آلِ ابی طالب: ج۳، ص۹۷)۔

بعدازیں اسی مقام پر آپؑ نے اپنے اصحاب اور اہل بیتؑ کے ساتھ نزولِ اجلال فرمایا۔ حُر نے بھی اپنے ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ اسی مقام پر آپؑ کے لشکر کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ اسی مقام پر حُرؓ نے ابن زیاد کی طرف خط لکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زمین کربلا میں اُتر چکے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کا حبیبؓ ابن مظاہر کے نام خط

(مترجم): بعض ارباب مقاتل نے جناب حبیبؓ ابن مظاہر کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کوفہ سے باہر آئے اور نصرت امامؑ کے لیے کربلا پہنچے۔ ان تمام روایات کا حاصل مضمون یہ ہے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا کی طرف متوجہ ہوئے تو آپؑ نے جناب حبیبؓ ابن مظاہر کی طرف خط روانہ کیا۔ آپؑ کے خط کا مضمون یہ تھا:

"یہ خط حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے حبیبؓ ابن مظاہر کے نام ہے جو ایک مرد فقیہ ہیں۔

امابعد! اے حبیبؓ! رسولؐ اللہ سے جو میری قرابت ہے اُسے آپؓ خوب جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپؓ ہمیں اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ آپؓ ایک غیور آدمی ہیں اور نیک سیرت کے مالک ہیں۔ ہماری نصرت و یاوری میں بخل نہ کرنا۔ اگر تُو نے ہماری نصرت کی تو کل قیامت کے دن میرے جد بزرگوارؐ آپؓ کی شفاعت کریں گے۔"

روایت میں ہے: جناب حبیبؓ ابن مظاہر اپنے گھر میں کھانا تناول فرما رہے تھے اچانک انھوں نے دق الباب کی آواز سنی۔ جب آپؓ اپنے دروازے پر آئے تو ایک آدمی کو پایا۔

اس سے پوچھا: تم کون ہو؟

اس آدمی نے جواب دیا: میں فرزند رسولؐ اللہؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں۔ پس اُس نے خط جناب حبیبؓ ابن مظاہر کے حوالے کیا۔ جب وہ خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو ارادہ کیا کہ کوفہ سے باہر نکلیں اور کربلا کا سفر کریں لیکن انھوں نے اپنے اس ارادہ کو اپنی بیوی سے پوشیدہ رکھا تا کہ ان کا سفر صیغۂ راز میں رہے اور یہ بات ابن زیاد تک نہ پہنچ جائے یا اس کی بیوی اُس کے راستے میں حائل نہ ہو جائے۔ ابھی آپؓ اسی سوچ و بچار میں تھے کہ آپؓ کا ایک چچازاد بھائی ان کے گھر داخل ہوا۔ اُس نے آپؓ کو سلام کیا اور آپؓ کے پاس بیٹھ کر کہنے لگا: اے حبیبؓ! میں نے سنا ہے کہ آپؓ نصرت حسینؑ کے لیے عازم ہیں؟ بس ہرگز آپؓ

کو ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ ہمارا کیا کام کہ ہم بادشاہوں کے اُمور میں مداخلت کریں؟

جناب حبیبؓ نے اس کے جواب میں فرمایا: آپ کی بات ٹھیک ہے میں نے اب ارادہ بدل دیا ہے۔ جب اُس آدمی کو تسلی ہوئی اور وہ آپؓ کے پاس سے اُٹھ کر چلا گیا تو آپؓ نصرت حسینؑ کے لیے گھر سے باہر نکلے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو پڑے۔

جناب ابن مظاہرؓ کی زوجہ کا موقف

جس وقت جناب ابن مظاہرؓ اور ان کے چچازاد بھائی کے درمیان گفتگو ہوئی تھی تو اس گفتگو کو ان کی زوجہ نے بھی سن لیا تھا۔ جب ان کا چچازاد بھائی چلا گیا تو اس کی زوجہ نے بڑھ کر کہا: اے حبیبؓ! کیا تم حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے نہیں جا رہے ہو؟

جناب حبیبؓ نے چاہا کہ اپنے مشن کو اپنی بیوی سے مخفی رکھیں تاکہ راز فاش نہ ہو اور کہیں رکاوٹ کھڑی نہ ہو جائے۔ اس لیے آپؓ نے اُسے کہا: میرا کوئی ایسا ارادہ نہیں ہے کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف جاؤں اور ان کی نصرت کروں۔

جب اس پاک طینت خاتونؓ نے اپنے شوہر کی گفتگو سنی تو رونے لگی اور روتے ہوئے کہا: اے حبیبؓ! اگر تُو نے آں حضرتؑ کی نصرت کا ارادہ ترک کر دیا ہے تو یہ میرا مقنعہ لے لو اور اس سے اپنے سر کو ڈھانپ لو۔ کیا تم آں حضرتؑ کے جد بزرگوارؐ کی اس حدیث کو بھول گئے ہو کہ آپؐ نے فرمایا تھا: یہ میرے دونوں فرزند جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور یہ دونوں میری اُمت کے امام و پیشوا ہیں۔ چاہے وہ قیام کریں یا ستم کاروں کے ستم کی وجہ سے صلح کر لیں۔ اس بزرگوار کا قاصد تیرے پاس آئے اور تو جواب نہ دے قابل افسوس بات ہے۔

جناب حبیبؓ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ میں مارا جاؤں گا اور تُو بیوہ ہو جائے گی۔ اس نیک سیرت خاتون نے کہا: تُو ہرگز ہرگز امامؑ کی نصرت کو ترک نہ کر، تُو جا میں گزارا کر لوں گی۔

جناب حبیبؓ ابن مظاہر کی زوجہ کی خواہش

جب جناب حبیبؓ اپنی بیوی سے مطمئن ہو گئے کہ وہ میرے اس ارادے سے خوش

ہے تو انھوں نے اس کے حق میں دعائے خیر کی اور اُسے اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ جب اس خاتون نے اپنے شوہر کی بات سنی تو اُس نے کہا: اے حبیبؓ! جب تم حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کرنا تو میری طرف سے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینا اور انھیں میرا سلام پہنچانا۔

جناب حبیبؓ نے اپنے گھوڑے کو گھر سے باہر نکالا' اُسے زین سے آراستہ کیا اور اپنے غلام سے کہا: گھوڑے کو کوفہ سے باہر فلاں جگہ لے جا۔ وہاں میرا انتظار کرنا' خیال رکھنا میرے اس عزم کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہ ہو۔

غلام کا ایثار اور فداکاری

غلام نے گھوڑا لیا' اس پر سوار ہو کر کوفہ سے باہر آیا اور اُسی جگہ پر آ ٹھہرا جس کے بارے میں اُسے جناب حبیبؓ نے کہا تھا۔ وہ وہاں جناب حبیبؓ کا انتظار کرنے لگا۔ ادھر جناب حبیبؓ نے اپنے سفر کے انتظامات شروع کیے۔ بعد ازیں اپنے عزیز و اقارب سے وداع کیا اور خفیہ صورت میں گھر سے باہر نکلے۔ اس طرح کافی وقت گزر گیا۔ ادھر غلام پر انتظار کی گھڑیاں سخت سے سخت ہو رہی تھیں۔ آخر اُس نے سوچا کہ شاید آقا کا ارادہ بدل گیا ہے' اس نے امامؑ کی نصرت سے اعراض کر لیا ہے وہ گھوڑے سے مخاطب ہوا: اے حیوان! اگر تیرا مالک نہ آیا تو میں ہر صورت تجھ پر سوار ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے ان کی طرف روانہ ہوں گا۔

ابھی وہ گھوڑے کے ساتھ باتیں کر رہا تھا کہ جناب حبیبؓ وہاں آ پہنچے اور اپنے غلام کی باتیں بھی سن لیں تو اس وقت اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر مارنے شروع کر دیے اور کہا: اے فرزند رسولؐ اللہ! میرے والدین آپؑ پر قربان ہوں' غلام بھی چاہتے ہیں کہ آپؑ کی نصرت کریں۔ ان آزاد لوگوں کو کیا ہے کہ وہ آپؑ کی نصرت نہیں کرنا چاہتے۔

آپؓ نے اپنے غلام سے فرمایا: میں نے تجھے اللہ کے لیے آزاد کیا ہے۔

جب غلام نے یہ سنا تو عرض کیا: اے میرے آقا! خدا کی قسم! میں آپؓ سے جدا نہیں

ہوں گا۔ میں چاہتا ہوں آپؑ کے ہم راہ چلوں اور فرزند رسولؐ اللہ کی نصرت کریں اور ان کے قدموں میں شہادت حاصل کروں۔ جناب حبیبؓ اپنے غلام کے ساتھ روانہ ہو پڑے اور جب وہ دونوں کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور پہنچے تو آں حضرتؑ کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لیے اور آپؑ کی خدمت میں رہتے ہوئے شہادت حاصل کی۔

حضرت امام حسینؑ کا حضرت محمد بن حنفیہؓ کے نام خط

(حرفِ مترجم): مصنف نے آنے والے ابواب میں کامل الزیارت سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے: جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں وارد ہوئے تو حضرت محمد بن حنفیہؓ کی طرف خط روانہ کیا۔ اس خط کا مضمون یہ ہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ خط حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے ان کے برادر محمدؓ بن علیؑ کے نام ہے اور ان کے نام ہے جو بنو ہاشمؑ کے افراد ہیں۔

اما بعد! ہم نے اس دنیا کو اس طرح سمجھا ہے جیسا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے اور ہم نے آخرت کو اس طرح اختیار کیا ہے کہ اس میں ہم نے ہمیشہ رہنا ہے" (کامل الزیارات: ص ۷۵)۔

وادیِ عقبہ میں حضرت امام حسینؑ کا خواب

کامل الزیارت کی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ تھے جب آپ وادیِ عقبہ سے گزرے تو آپؑ نے فرمایا: مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اس سفر میں قتل کر دیا جائے گا۔ آپؑ کے اصحابؓ نے عرض کیا: آپؑ کو یہ خبر کہاں سے ملی ہے؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ پر بہت سے کتوں نے حملہ کر دیا ہے ان میں ایک کتا مجھ پر بہت زیادہ حملے کرتا تھا۔ اس کتے کا رنگ سفید تھا (کامل الزیارت: ۱۳۰)۔

حضرت امام حسینؑ کے نام ابن زیاد کا خط

مصنف فرماتے ہیں: جب حُرؓ کا خط ابن زیاد کو ملا تو ابن زیاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اس مضمون پر مشتمل خط لکھا:

"اما بعد! اے حسینؑ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؑ زمین کربلا میں وارد ہو چکے ہیں۔ میری طرف یزید نے خط بھیجا ہے میں اس وقت بستر پر نہ سوؤں اور نہ گندم کی روٹی سیر ہو کر کھاؤں جب تک آپؑ کو قتل نہ کروں یا یہ کہ آپؑ میری اور یزید کی اطاعت کریں۔"

جب یہ خط امامؑ کو ملا اور آپؑ نے پڑھا تو اُسے زمین پر پھینک دیا اور فرمایا: وہ لوگ کبھی نجات حاصل نہیں کر سکتے جو مخلوق کی رضا کے لیے اپنے خالق کو ناراض کرتے ہیں اور اللہ کی خوشنودی پر مخلوق کی خوشنودی کو ترجیح دیتے ہیں۔

ابن زیاد کے قاصد نے آپؑ سے کہا: خط کا جواب دیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے اس پر اللہ کا عذاب مسلط ہو چکا ہے۔

عمر بن سعد کی ماموریت

جب ابن زیاد کا قاصد واپس اس کے پاس آیا اور اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی گفتگو اس کے سامنے نقل کی تو وہ دشمن خدا غیظ و غضب سے دوچار ہو گیا اور اس کے تن و من کو غصے کی آگ نے گھیر لیا اور حضرتؑ سے جنگ کرنے کا مصمم عزم کر لیا۔ اس وقت اُس نے عمر بن سعد کی طرف رُخ کیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ لشکر لے کر امام حسینؑ سے جنگ کرے۔ یہ سن کر عمر بن سعد نے انکار کر دیا۔ اس سے قبل وہ "رَے" کی ریاست کا پروانہ ابن زیاد سے لے چکا تھا۔

ابن زیاد نے کہا: ٹھیک ہے ریاست "رَے" کا پروانہ واپس کرو۔

عمر سعد نے ابن زیاد سے کہا: اُسے مہلت دی جائے تاکہ وہ خوب سوچ کر جواب دے۔

دوسرے دن عمر بن سعد ابن زیاد کے پاس گیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کی ذمہ داری قبول کی کیوں کہ اُسے ڈر تھا اگر اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ

کی ذمہ داری قبول نہ کی تو ریاست "رَے" کی حکم رانی اُسے نہ ملے گی۔

(اضافہ از مترجم): بارھویں باب میں اس واقعے کی تفصیل موجود ہے لیکن ابو مخنف نے اپنے مقتل میں اس واقعے کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ اس کی روایت یہ ہے: جب عمر بن سعد ابن زیاد کے دربار سے اُٹھ کر اپنے گھر گیا تو مہاجرین و انصار کی اولادیں اس کے پاس آئیں اور اُنھوں نے اس سے کہا: اے عمر! ہم نے سنا ہے تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے کوفہ سے کربلا جا رہا ہے۔ یہ تُو کیا کر رہا ہے حالاں کہ تیرا باپ اسلام قبول کرنے والوں میں سے چھٹے نمبر پر تھا۔ عمر بن سعد نے اُنھیں جواب دیا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں یہ کام کرنے والا نہیں ہوں لیکن جب وہ لوگ چلے گئے تو سوچ بچار میں پڑ گیا کہ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ نہیں کرتا تو پھر ریاست "رَے" جاتی ہے۔ آخر اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کو اختیار کیا اور ان اشعار کو اپنی زبان پر جاری کیا:

عمر سعد کے اشعار

فَوَاللّٰه ما اَدرِی وَاِنِّی لَحایِرٌ

اُفَکِّرُ فِی اَمری عَلٰی خَطَرَینِ

أَاَترُکُ مُلکَ الرَّیِ وَ الرَّیُ مُنیَتِی

أَم اَرجِعُ مَأثوما بِقَتلِ حُسَینِ

"خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اس امر میں مَیں کیا کروں؟ یہ حقیقت ہے میں حیران و پریشان ہوں اور اپنے کام میں معطل ہوں۔ میں اپنے اس کام میں متفکر ہوں کہ میں اس وقت دو خطرناک کاموں کے درمیان میں آ گیا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کیا میں ملک "رَے" کو جانے دوں تا کہ حسینؑ سے جنگ کرنے سے جان چھوٹ جائے۔ حالاں کہ ملک "رَے" میری آرزو ہے، میری زندگی ہے، میری کائنات ہے یا پھر ملک "رَے" کو حاصل کرلوں اور حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر کشی کروں۔ اُسے قتل کر

کے عظیم گناہ اپنے نامہ اعمال میں لکھوا کر واپس گھر کی طرف لوٹوں۔"

حُسَینُ ابن عَمِّی وَ الحَوادِثُ جُمَّۃ
عَمری وَلی فِی الرَّیٖ قُرَّۃُ عَینِی
وَ اِنَّ اِلٰہَ الخَلقِ یَغفِرُ ذِلَّتِی
وَلَو کُنتُ فیھا أظلَمُ الثَّقلَینِ

"جمۃ" بہت زیادہ ہونا کثرت کے ساتھ ہونا۔

"اظلم" صیغہ افعل التفضیل ہے۔

پہلے شعر کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ حسینؑ میرے چچا کے بیٹے ہیں اور میرے رشتہ دار ہیں۔ اس وقت وہ مصائب کے طوفانوں میں گھر چکے ہیں۔ رشتہ داری کا تقاضا ہے کہ اس صورتِ حال میں مَیں اس کی مدد کروں نہ کہ اُنھیں نقصان پہنچاؤں۔ لیکن مجھے اپنی جان کی قسم! ملک "رَے" میری آرزو ہے' میری آنکھوں کی روشنی ہے۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے کہ میں ملک "رَے" کے حصول کو اپنے اقارب کی دوستی پر قربان کر دوں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ حوادثِ روزگار بہت زیادہ ہیں۔ شاید میں حسینؑ سے جنگ کروں اور وہ مجھ پر غالب آ جائیں اور اِدھر ریاست "رَے" بھی مجھے نہ ملے۔ اس لحاظ سے نہ اِدھر کا رہوں اور نہ اُدھر کا۔ یہ دنیا بھی ویران ہو جائے اور آخرت بھی ویران ہو جائے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ حوادث روزگار کثرت کے ساتھ ہیں' مَیں حسینؑ ابن علیؑ سے جنگ کروں اور اُنھیں قتل کر دوں اور ملک "رَے" بھی مجھے حاصل نہ ہو۔ اپنے دونوں جہان تباہ کر بیٹھوں۔ اگر اللہ میرا گناہ معاف کر دے' اگرچہ میں ملک "رَے" کے اعتبار سے سب سے بڑا ظالم ٹھہروں۔

اَلاَ اِنَّما الدُّنیا بَخَیرٍ مُعَجَّلٍ
وَما عاقِلٌ باعَ الوُجُودَ بِدَینٍ

"یہ دنیا خیر ہے اور اس کا فائدہ معجّل اور نقد ہے اور آخرت کا فائدہ اُدھار ہے اور مؤخر ہے۔ وہ عقل مند نہیں ہے جو نقد اور موجود کو اُدھار کے عوض بیچ ڈالے۔"

یَقُولُونَ اِنَّ اللهَ خَالِقُ جَنَّةٍ
وَ نارٍ وَ تَعذیبٍ وَ غُلِّ یَدَینِ

"لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے جنت وجہنم اور عذاب کو پیدا کیا ہے اس نے عذاب کے لیے بڑی بڑی زنجیریں بنائی ہیں۔"

فَاِنْ صَدَقُوا فیما یَقُولُونَ انَّنِی
أَتوبُ اِلَی الرَّحمٰنِ مِن سَنَتَینِ

"شاید "سنتین" سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام کا قتل اور حکومت "رے" ہو یا اس سے مراد جنت وجہنم کے عقیدے میں شکوک وشبہات ہوں۔ یعنی اگر لوگ اپنے قول میں سچے ہیں تو میں ان دونوں کاموں کے انجام دینے کے بعد اللہ کے حضور توبہ کرلوں گا۔"

وَ اِنْ کَذِبُوا فُزنا بِدُنیا عَظیمَةٍ
وَ مُلکٍ عَقیمٍ دائِمِ الحجلَینِ

"حجلین" تثنیہ کا صیغہ ہے اس کی واحد "حجلة" ہے جس کا معنی ہے عروس کا۔ "حجلہ زفاف" یعنی ایسا حجلہ جو گرمی اور سردی دونوں زمانوں میں کام دے یا پھر اس سے مراد ہے دلہن کا بناؤ سنگھار کرنے کے لیے بنایا گیا کمرہ۔

یا یہ "احجلْ" کی تثنیہ ہے۔ جس کے معنی "ابل" ہیں یعنی "خلخال"۔

اس شعر کے معنی یہ ہیں کہ لوگ اگر اپنے قول میں جھوٹے ہیں جنت وجہنم ہے ہی نہیں پھر میرے مزے ہی مزے ہیں، مجھے کام یابی بھی حاصل ہوگی اور حکومت بھی مل جائے گی۔

ابو مخنف نے ان اشعار کے بعد کچھ اور اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

جب اس نے یہ اشعار پڑھے تو اس نے غیبی آواز سنی۔ وہ غیبی آواز یہ تھی:

أَلا أَيُّهَا النَّغلُ الَّذِی خَابَ سَعيُهُ
وَباحَ مِنَ الدُّنیا بِنَجسَةِ عَینِ

"اے لئیم و بے کار! تیری سعی بے فائدہ ہے۔ تیری سوچ بھی نحس ہے تیری ذات بھی خبیث ہے۔"

سَتَصلٰی جَحِیماً لَیسَ یُطفٰی لَهِیبُها
وَ سَعیُكَ مِن دُونِ الرِّجالِ یَشِینُ

"تُو بہت جلدی جہنم میں وارد ہونے والا ہے جس کے شرر بار شعلے خاموش ہونے والے نہیں ہیں۔ تیری تمام کوششیں ناکامیوں اور نامرادیوں کی وادیوں کے حوالے ہونے والی ہیں۔"

إِذا كُنتَ قَاتِلَتَ الحُسَینَ بن فَاطِمٍ
وَ أَنتَ تَراهُ أَشرَفَ الثَّقَلَینَ
فَلَا تَحسَبَنَّ الرَّیٰ یا أَخسَرَالوَریٰ
تَفُوزُ بِهِ مِن بَعدِ قَتلِ حُسَینِ

"جب تُو حسینؑ بن فاطمہؑ کو قتل کرے گا حالاں کہ تُو ان کے بارے میں خوب جانتا ہے کہ وہ اس کائنات میں سب سے بہتر اور برتر ہیں۔ جب تُو ملک "رَے" کے لالچ میں انھیں قتل کرے گا تو یہ گمان مت کر کہ تجھے ریاست "رَے" حاصل ہو جائے گی۔ امام حسینؑ کے قتل کے بعد تُو اپنے گوہر مقصود کو نہ پا سکے گا" (مقتل الحسین: ابومخنف،۵۰)۔

......✿......

فصل پنجم

ابن زیاد کے لشکر کی کربلا کی طرف روانگی

اور

حضرت امام حسینؑ کے احتجاجات

عمر بن سعد کا میدانِ کربلا میں ورُود

مصنف نے جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے: جب عمر بن سعد نے ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کی تو اُس نے اسے اپنے لشکر کا امیر بنا دیا اور باقی جتنے سردارانِ لشکر تھے اس کے تابع کر دیے۔ وہ اپنی تقرری کے دوسرے روز چار ہزار کے لشکر کے ساتھ کربلا پہنچا اور نینوا میں پڑاؤ ڈالا۔ عمر بن سعد نے عُروہ بن قیس احمسی کو بلایا اور اُسے کہا کہ تم امام حسینؑ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو: تم اس طرف کیوں آئے ہو؟ اب تمھارا کیا ارادہ ہے؟

عُروہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خطوط روانہ کیے تھے اس نے انکار کر دیا کہ وہ قاصد بن کر امامؑ کے پاس نہیں جا سکتا۔ عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے تمام سرداروں کو یکے بعد دیگرے بلایا اور اپنے پیغام کے لیے متعین کیا لیکن سبھی نے باری باری انکار کیا وہ حسینؑ ابن علیؑ کے پاس نہیں جا سکتے۔ اُنھیں حیا دامن گیر تھی کیوں کہ سب لوگ امامؑ کی طرف خط لکھ چکے تھے۔

جب کثیر بن عبداللہ شعبی نے دیکھا کہ کوئی آدمی حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس نہیں جا رہا کہ وہ ابن سعد کا پیغام پہنچائے تو اس نے عمر سعد سے کہا: میں حسینؑ کے پاس جاتا ہوں اور تمھارا پیغام پہنچاتا ہوں۔ اگر تم کہو تو اُسے قتل کر کے اس کا سر تمھارے پاس لے آتا ہوں۔ عمر سعد نے کہا: نہیں مجھے اس بات کی ضرورت نہیں ہے تو ان کے پاس جا اور ان سے پوچھ آپؑ اس طرف کیوں آئے ہیں اور آپؑ کا ارادہ کیا ہے؟ یہ ملعون کثیر امامؑ کے خیام کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ امامؑ کے خیام کے قریب آیا تو جناب ابوثمامہ صیداویؓ کی اس پر نگاہ پڑی۔ آپؓ نے اس کی صورت سے آثارِ شرارت کا مشاہدہ کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپؑ کی حفاظت کرے آپؑ کی طرف اہل زمین میں سے ایک شریر ترین آدمی آ رہا ہے خونِ ناحق گرانے میں اُسے کوئی باک نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ابوثمامہؓ اس کے راستے میں کھڑے ہو گئے۔ جب وہ قریب آیا تو ابوثمامہؓ نے کہا: اپنی تلوار یہاں رکھ دو اور پھر امامؑ کے پاس جاؤ۔ اس نے کہا: بخدا! ہرگز ایسا نہیں ہوگا میں عمر بن سعد کا پیغام لایا ہوں مجھے جانے دو

تا کہ میں اس کا پیغام پہنچا دوں۔

جناب ابوثمامہؓ نے کہا: آخر تو اپنی تلوار یہاں نہیں رکھتا تو میں اپنا ہاتھ تیری تلوار کے قبضہ پر رکھ کر تیرے ساتھ چلوں گا۔ یہاں تک کہ تُو اپنا پیغام امامؑ تک پہنچا دے۔ اُس نے یہ بات بھی قبول نہ کی تو جناب ابوثمامہؓ نے کہا: میں تجھے اس طرح کسی صورت میں نہیں جانے دوں گا۔ ہاں! تُو اپنا پیغام مجھے دے دے کہ میں امامؑ تک پہنچا دوں گا۔ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا۔ پھر وہ فحش بکنے لگا اور دُشنام دینے لگا۔

جناب ابوثمامہ نے بھی اُسے اس کی زبان میں جواب دیا۔ آخر وہ فاجر واپس عمر بن سعد کے پاس چلا گیا اور اپنی سرگزشت اُسے سنائی۔ عمر سعد نے قرہ بن قیس حنظلی سے کہا: اے قرہ! تجھ پر افسوس! تُو حسینؑ کے پاس جا اور اُن سے استفسار کر کہ وہ اِدھر کیوں آئے ہیں۔ اُن کا ادھر کیا کام ہے؟ یہ سن کر ''قرہ'' امامؑ کی طرف آیا۔ جب امامؑ کی اس پر نگاہ پڑی تو آپؑ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: اس آدمی کو جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟!

جناب حبیبؓ ابن مظاہر نے عرض کیا: جی ہاں! میں اسے جانتا ہوں۔ یہ آدمی طائفہ حنظلہ سے ہے اور طائفہ حنظلہ بنوتمیم سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ میرا بھانجا ہے۔ یعنی اس کی ماں بنواسد قبیلے سے تعلق رکھتی ہے' اس سے قبل اس آدمی کو میں اچھا خیال کرتا تھا۔ میرا گمان نہیں تھا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو آپؑ سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں۔

جب قرہ آپؑ کے پاس آیا اور امامؑ کو پیغام دیا تو آں حضرتؑ نے فرمایا: تمھارے شہر والوں نے میری طرف خطوط لکھے تھے کہ میں ان کے پاس آ جاؤں۔ اگر تم لوگ میری آمد سے راضی نہیں ہو تو میں ابھی اپنے وطن کی طرف واپس چلا جاتا ہوں۔

حبیبؓ ابن مظاہر کی قرہ بن قیس کو نصیحت

جب قرہ ابن قیس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی گفتگو سنی تو واپسی کا ارادہ کیا۔ اس وقت جناب حبیبؓ ابن مظاہر نے قرہ سے فرمایا: اے قرہ! بڑے افسوس کی بات ہے کہ تُو کہاں جاتا ہے؟ تُو ظالموں کی طرف واپس جانا چاہتا ہے اور ان کی مدد کرنا چاہتا ہے؟ اُدھر مت جا۔ امامؑ

کی نصرت کر'ان کے آبائے طاہرینؑ کی برکت سے تُو نے ہدایت پائی تھی۔

لیکن اس بے سعادت نے جواب دیا: میں اب واپس جاتا ہوں اور عمر سعد تک پیغام پہنچاتا ہوں۔ پھر اس بارے میں غور و خوض کروں گا' جو بات میری سمجھ میں آئی تو اُسی پر عمل کروں گا۔

جب قرہ واپس عمرؑ بن سعد کے پاس گیا اور امامؑ کا پیغام دیا تو عمر سعد نے کہا: مجھے خداوند تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ مجھے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے سے محفوظ رکھے گا۔ یہ اُمور کچھ اس طرح صورت اختیار کریں گے کہ میں ان سے جنگ کرنے سے بچ جاؤں گا۔ عمر بن سعد نے اُسی وقت ابن زیاد کی طرف خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا:

عمر سعد کا ابن زیاد کے نام خط

"اما بعد! جس وقت میں کربلا میں وارد ہوا' میں نے اُسی وقت حسینؑ کی طرف اپنا پیغام بھیجا کہ وہ اس علاقے کی طرف کیوں آئے ہیں؟ اب ان کا کیا ارادہ ہے؟ انھوں نے میرے قاصد کو جواب دیا۔ کوفہ والوں نے میری طرف خطوط لکھے تھے کہ میں ان کے پاس آ جاؤں۔ میں اس لیے اس طرف آیا ہوں اگر میری آمد سے تم لوگ ناخوش ہو تو میں ابھی واپس چلا جاتا ہوں" (الارشاد: ج۲، ص۸۵' اعلام الوریٰ: ۲۲۳' روضۃ الواعظین: ج۱، ص۱۸۱)۔

ابن زیاد کا عمر سعد کے نام جوابی خط

حسان بن زائد عبسی کا بیان ہے کہ میں اس وقت ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا جب عمر بن سعد کا خط اُس کے پاس پہنچا۔ جب اُس نے خط پڑھا اور خط کے مضمون سے مطلع ہوا تو کہنے لگا: ابھی تو وہ ہمارے قبضے میں آیا ہے ہم سے چھٹکارا چاہتا ہے۔ اس کا ہم سے بچ کر نکلنا بڑا مشکل ہے۔ اُس نے فوراً عمر سعد کی طرف خط لکھا:

"مجھے تیرا خط ملا' میں نے اُسے پڑھا ہے اور سمجھا ہے۔ جب میرا خط تجھے

ملے تو تُو حسینؑ کی طرف پیغام بھیج کہ وہ خود اور اس کے اصحابؓ یزید کی بیعت کریں۔ جب وہ بیعت کرلیں تو پھر میں ان کے بارے میں سوچ کر بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے؟!"

جب ابن زیاد کا خط عمر سعد کو ملا تو اُس نے کہا: ابن زیاد عافیت کو غنیمت نہیں سمجھتا وہ ضرور امام حسینؑ سے جنگ کرے گا (الارشاد: ج ۲، ص ۸۶)۔

محمد بن ابی طالب سے مروی ہے کہ ابن سعد نے ابن زیاد کا پیغام حضرت امام حسین علیہ السلام تک نہ بھجوایا کیوں کہ اُسے معلوم تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کسی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کریں گے (تسلیۃ المجالس وزینت المجالس: ج ۲، ص ۲۳۹)۔

ابن زیاد کا لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کرنا

محمد بن ابی طالب سے مروی ہے: ابن زیاد نے کوفہ میں منادی کرائی کہ تمام لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہو جائیں۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو وہ مسجد میں آیا اور منبر پر گیا اور لوگوں سے خطاب کیا: اے لوگو! تم نے آلِ ابوسفیان کا بارہا امتحان کیا۔ جیسا کہ تم انھیں جانتے ہو اُسی طرح تم نے انھیں پایا کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کس طرح سلوک کرتے ہیں۔ تم یزید کی حسن سیرت اور رعایا پروری سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ وہ اپنی بھلائیوں اور اچھائیوں میں آپ کے سامنے ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ احسانات کہاں کرنے ہیں۔ اس وقت مملکت میں ہر طرح کا امن ہے۔ اس کا باپ معاویہ بھی یزید کی طرح رعایا پرور تھا۔ یزید اپنے باپ کے قدم بہ قدم چل رہا ہے۔ وہ لوگوں کے ساتھ اکرام واحترام کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اپنی رعایا کو اپنے عطایا سے خوش رکھتا ہے۔ اُس نے تمھاری عطایا میں صد فی صد اضافہ کردیا ہے اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں کثرت کے ساتھ مال عطا کروں اور اس کے دشمن حسینؑ کے خلاف جنگ کے لیے بھیجوں۔ یزیدی حکم کو کان کھول کر سن لو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو۔

ابن زیاد منبر پر اس طرح لاف گزاف بکتا رہا۔ آخر منبر سے نیچے آیا اور خزانے کا منہ کھول دیا۔ لوگوں کو بے پناہ مال دے کر اپنے اردگرد اکٹھا کرلیا۔ انھیں حکم دیا: اب تم امام حسینؑ

کے خلاف جنگ کے لیے نکلو اور عمر بن سعد کی مدد کرو۔ ان تمام لوگوں میں سب سے پہلا آدمی شمر بن ذی الجوشن تھا۔ جس نے اپنے کفر و نفاق کے پرچم کو فضا میں لہرایا۔ چار ہزار افراد کو اکٹھا کیا اور کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد قصار بن سود نو ہزار کے لشکر کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد یزید بن رکاب کلبی دو ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلا۔ اس طرح حصین بن نُمیر سکونی چار ہزار کے لشکر کے ساتھ وفلان قازنی تین ہزار کے لشکر کے ساتھ اور نصر بن فلان دو ہزار کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوا۔

شبث بن ربعی کی کربلا کی طرف روانگی

جب ابن زیاد اتنا بڑا لشکر کربلا کی طرف روانہ کر چکا تو اُس نے شبث بن ربعی کی طرف اپنا آدمی بھیجا کہ وہ اس کے پاس حاضری دے تا کہ اُسے حسینؑ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کربلا کی طرف بھیجا جائے۔ جب اس نے ابن زیاد کا یہ پیغام سنا تو بیماری کا بہانا کیا تا کہ ابن زیاد اُسے امام حسینؑ سے لڑنے کے لیے نہ بھیجے۔ جب ابن زیاد کا قاصد واپس آیا تو اس کے پاس گیا اور کہا: شبث نے اپنی بیماری کی بات کی ہے کہ وہ بیمار ہے اور وہ اس قابل نہیں ہے کہ جنگ کے لیے روانہ ہو۔

اُس وقت ابن زیاد نے کسی اور آدمی کو اُس کی طرف بھیج دیا کہ تُو بیمار نہیں ہے۔ تُو نے بیماری کا صرف بہانا بنا رکھا ہے مجھے اس بات کی خبر دی گئی ہے۔ تُو نے اپنے آپ کو مریض ظاہر کر رکھا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ تُو ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ إِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَ إِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا
إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ (سورہ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۴)

"جب منافقین اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے ساتھ تخلیے میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ان مسلمانوں کا تو ہم صرف مذاق اُڑاتے ہیں۔"

اگر تُو ہماری اطاعت میں ہے تو فوراً میرے پاس پہنچ۔ شبث کو یہ پیغام پہنچا تو وہ عشا

کے وقت رات کی تاریکی میں اس کے پاس پہنچا تاکہ اُسے پتا نہ چل سکے کہ وہ بیمار رہا ہے یا صرف بیماری کے بہانے بناتا رہا ہے۔ جب شبث ابن زیاد کے پاس پہنچا تو ابن زیاد نے اس کا بہت زیادہ احترام واکرام کیا اور اُسے اپنے قریب بٹھایا۔ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تجھے امام حسینؑ کے خلاف جنگ کے لیے روانہ کروں اور تُو ابن سعد کی مدد کرے۔

شبث نے ابن زیاد کی اطاعت کی اور کہا: وہ اس مہم کے لیے تیار ہے۔

ابن زیاد نے کربلا کی طرف لشکر پر لشکر بھیجنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ تیس ہزار آدمی وہاں جمع ہو گئے۔

ابن زیاد نے عمر سعد کی طرف خط لکھا: میں نے تیری طرف فوجِ کثیر روانہ کر دی ہے تاکہ تیرے پاس کسی قسم کا بہانا نہ رہے۔ صبح وشام میری طرف رپورٹ روانہ کرتا رہ اور مجھے ہر معاملے سے باخبر رکھ۔ اس طریقے سے ابن زیاد نے عمر سعد کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کی ترغیب دی اور یہ تمام لشکر چھے محرم تک کربلا میں پہنچ گئے۔

ابن زیاد کے لشکر کی تعداد کا ایک جائزہ

(مترجم): ابن زیاد کے لشکر کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اہل بیتِ رسالتؑ کی طرف سے جو مشہور ترین روایت ہے وہ تیس ہزار کی روایت ہے (بحار: ج۴۴، ص ۲۹۸)۔

اسی مقتل کے بارھویں باب میں ایک روایت موجود ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ جب کامل اور عمر سعد کے درمیان گفتگو ہوئی تھی تو عمر سعد نے کامل سے کہا تھا: کیا تُو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ اگر میں حسینؑ کو قتل کر دوں تو ستر ہزار کے لشکر کا امیر بن جاؤں گا۔

ابومخنف کی روایت ہے کہ لشکرِ اَشرار کی تعداد ستر ہزار تھی (ابومخنف)۔

ایک اور نسخے میں ان کی تعداد اسی ہزار بتائی گئی ہے (ابومخنف)۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ بعض مقاتل میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کی تعداد ایک لاکھ چوراسی ہزار تھی (ناسخ)۔

محمد بن اسماعیل نے چالیس ہزار نقل کی ہے (ابن شہر آشوب)۔

کتب تواریخ میں ہے کہ یزید اور ابن زیاد خائف تھے کہ مبادا کوفہ اور اطراف کوفہ کے شیعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے جمع ہو جائیں۔ اس لیے اُنھوں نے اطراف و اکناف میں اپنے خطوط جاری کیے اور لشکر جمع کیے اور کربلا کی طرف بھیجے۔

وجہ تسمیہ "بتعیثون"

ابن العراقی المصری کا کہنا ہے کہ کارزان کی ایک ولایت (سلطنت و حکومت) ہے جو اہواز کے گرد و نواح میں واقع ہے۔ وہاں کے لوگوں کو "ربعیون" کہا جاتا ہے کیوں کہ وہاں کے لوگ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ اپنی ولایت سے نکلے تھے اور عراق کی طرف روانہ ہوئے تھے تاکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کریں۔ جب وہ لوگ کوفہ پہنچے تو اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ابن زیاد نے ان میں سے ہر آدمی کو ½۴ دینار انعام دیا۔ جب ان لوگوں نے اپنے انعام کو کم پایا تو ابن زیاد سے بات کی کہ ان کا انعام کم کیوں ہے؟

ابن زیاد نے جواب دیا: تم نے امام حسینؑ سے تیروں اور تلواروں کے ساتھ جنگ نہیں کی تھی اس لیے تمھارا انعام یہی ہے جو تمھیں مل چکا ہے۔

اسی وجہ سے ان کا نام "بیعثون" پڑ گیا۔

صحیح روایت یہی ہے کہ لشکرِ اشرار تیس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ تیس ہزار کا لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل لشکرِ کثیر تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کاروانِ حسینیؑ مسلسل سفروں کی وجہ سے بہت زیادہ تھک چکا تھا۔ ہر طرف سے اس پر مصائب و آلام کا ہجوم ہو چکا تھا جیسے حکومت وقت اس کی مخالف تھی، زمانہ دشمن تھا اُنھیں کسی طرف سے کوئی سکون حاصل نہ تھا۔ ان کے قلوب دردوں سے دوچار تھے۔ وہ اپنی جانوں سے مایوس ہو چکے تھے۔ گرسنگی و تشنگی نے اُنھیں حال سے بے حال کر رکھا تھا۔ ان کے دوستوں کی تعداد قلیل تھی، ان کے ستم کار دشمن کی تعداد کثیر تھی، دشمن کی فوج تازہ دم تھی۔ ان کے پاس اسبابِ زندگی فراواں تھے۔ وہ ہر طرح کے خوف سے دور تھے۔ ان کے پاس خورد و نوش کا ہمہ قسمی سامان تھا۔ کھانے کے لیے گوشت، پینے کے

لیے شراب' انھیں ہر چیز میسر تھی اور ان کی تعداد تیس ہزار کے برابر تھی۔

حبیبؓ ابن مظاہر کا قبیلہ بنو اسد کو دعوت دینا

مصنف نے مقتل محمد بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ جب میدانِ کربلا میں جناب حبیبؓ ابن مظاہر نے دشمن کی فوجوں کو کثرت کے ساتھ دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ اللہ! اس علاقے میں میری قوم بنو اسد کے لوگ آباد ہیں۔ آپؑ مجھے اجازت دیں کہ میں ان کے پاس جاؤں اور انھیں آپؑ کی نصرت کی دعوت دوں۔ شاید اللہ ان کی نصرت سے آپؑ کی یہ مصیبت دفع کرے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: جاؤ اور انھیں دعوت دو۔

جناب حبیبؓ رات کی تاریکی میں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے آپ کو پہچان لیا کہ آپ ان کے قبیلے کے فرد ہیں۔ آپؓ سے حال احوال دریافت کیا اور کہا: رات کے وقت اس طرف کیسے چلے آئے ہیں؟

آپؓ نے کہا: میں تمھارے لیے وہ خوش خبری لایا ہوں کہ کوئی شخص اپنی قوم کے لیے ایسی خوش خبری نہ لایا ہوگا۔ میں تمھارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تمھیں فرزند رسولؐ کی نصرت کی دعوت دوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام تھوڑے سے نیک اور صالح مومنین کے ساتھ تمھارے قرب و جوار میں موجود ہیں۔ ان کا ہر فرد ہزار لوگوں پر بھاری ہے۔ وہ انھیں تنہا چھوڑنے والے نہیں ہیں اور انھیں نرغہ اعدا میں بے یار و مددگار چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے ساتھ انھیں گھیر لیا ہے آپ لوگ میرے رشتہ دار اور میرے قبیلہ میں ہیں۔ تمھارے پاس خیر خواہی اور بھلائی کے لیے آیا ہوں۔ آج میری بات پر آں حضرتؑ کی اطاعت کیجیے تا کہ دنیا اور آخرت میں عزت حاصل ہو۔ بخدا! تم میں سے کوئی شخص جب ان کی نصرت میں قتل ہوگا تو وہ رسولؐ اللہ کے ساتھ بہشت بریں میں بلند درجات پر فائز ہوگا نیز وہ رسولؐ اللہ کے رفقا میں سے ہوگا۔

جب ان لوگوں نے جناب حبیبؓ کی پُر اثر گفتگو سنی تو ان میں سے ایک پاک سیرت اور

نیک خصلت نوجوان اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا' جس کا نام عبداللہ بن بشر تھا۔

اس نے عرض کیا: میں وہ پہلا شخص ہوں جو آپؓ کی دعوت پر لبیک کہتا ہوں۔ اس کے بعد اُس نے رجز خوانی کی:

قَدْ عَلِمَ الْقَوْمُ إِذَا تَوَاكَلُوا
وَ أَحجَمَ الفُرسَانُ إِذْ تَنَاقَلُوا
أَنِّي شُجَاع بَطَل مُقَاتِل
كَأَنَّنِي لَيث عَرِينَ بَاسِل

''میری قوم خوب جانتی ہے جب لوگ دشمن کے مقابلے سے عاجز آ جاتے ہیں اور شجاعت کے جوہر دکھانے کے بجائے میدان کو چھوڑ جاتے ہیں تو اس وقت میری شجاعت اور دلیری کو ایک دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہیں کیوں کہ میں ایک بہادر اور شجاع انسان ہوں اور میدانِ جنگ میں ڈٹ جانے والا ہوں۔ میں اپنے مقام پر اس طرح ہوں جس طرح شیر اپنی کچھار میں ہوتا ہے۔''

جب بنو اسد کے جوانوں نے عبداللہ کی ہمت و جرات کو دیکھا تو ان کا ہر شخص فرزند رسولؐ اللہ کی نصرت میں ایک دوسرے پر سبقت لینے لگا۔ اس وقت نوے آدمی تیار ہو گئے اور جناب حبیبؓ کے ساتھ لشکرگاہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔

قبیلہ سعد کے کسی منافق نے یہ خبر عمر بن سعد تک پہنچا دی۔ عمر بن سعد نے فوراً ازرق کو چار سو آدمیوں کے ساتھ اس مہم کے لیے روانہ کیا اور یہ ان کے راستے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ جس وقت جناب حبیبؓ مومنین کی اس جماعت کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے تو عمر بن سعد کے اس لشکر کو موجود پایا۔ دونوں لشکروں کے درمیان مڈبھیڑ ہوئی اور ان کے درمیان سخت مقابلہ ہوا۔ جب جناب حبیبؓ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو ازرق کو صدا دے کر کہا: ازرق تجھ پر افسوس ہے! تیرا ہم سے کیا کام ہم سے ہاتھ اُٹھا اور واپس چلا جا تیری جگہ پر کسی اور

کو ہونا چاہیے تھا۔

اس ملعون نے آپؑ کی اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور جنگ کرتا رہا۔ بنو اسد کے لوگ کم تھے انھوں نے جان لیا کہ وہ اس لشکرِ اشرار کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ واپس اپنے قبیلے کی طرف چلے گئے اور ابن سعد کے خوف سے راتوں رات اپنا سامان اُٹھایا اور وہاں سے کوچ کر کے کسی اور مقام کی طرف چلے گئے مبادا کہ کہیں ان پر حملہ نہ ہو جائے۔

جب جناب حبیبؓ ناامید ہوئے تو درد و اندوہ سے لبریز دل کے ساتھ بارگاہ امامت میں واپس آئے اور آپؑ کے سامنے حکایتِ حال بیان کی۔

جب امامؑ نے سرگزشت سنی تو فرمایا:

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ابن سعد کا فرزندِ رسولؐ پر پانی بند کرنا

جب ازرق کا لشکر عمر سعد کے پاس پہنچا تو ابن سعد نے اُسے حکم دیا کہ وہ دریائے فرات کی نگرانی کرے، حضرت امام حسینؑ اور ان کے اصحاب پر پانی بند کر دے۔

جب کاروانِ حسینیؑ پر پانی بند ہوا تو ان کے خیام میں پانی ختم ہو گیا۔ پانی کے ختم ہونے سے ہر نفس کا پیاس سے بُرا حال ہو گیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خود کُدال اُٹھایا اور خیموں کے پیچھے تشریف لے گئے۔ آپؑ پشتِ خیمہ سے اُنیس قدم پیچھے قبلہ کی طرف تشریف لے گئے اور کُدال کو زمین پر مارا تو اعجازِ امامت سے ایک شیریں چشمہ پیدا ہوا۔ آں حضرتؑ نے اور آپؑ کے اہل بیتؑ و اصحابؓ سبھی نے وہاں سے پانی پیا اور مشکیں بھر لیں۔ بعد ازیں وہ چشمہ غائب ہو گیا۔ پھر کسی نے اس کا نشان بھی نہ دیکھا۔ اسی چشمہ کی خبر ابن زیاد کو پہنچی۔ اُس نے اُسی وقت ابن سعد کی طرف خط لکھا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؑ کنوئیں کھودتے ہیں اور کنوئیں کے پانی سے خود اور اپنے اصحابؓ کو سیراب کرتے ہیں۔ میرا خط جس وقت تجھے ملے جتنا ممکن ہو اُنھیں کنوئیں نہ کھودنے دے، ان پر زندگی تنگ کر دے، ان تک

قطرہ آب نہ پہنچے ان کے ساتھ وہ سلوک کر جس طرح جناب عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا۔"

جب یہ خط ابن سعد کے پاس پہنچا تو اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحابؓ پر پانی بند کر دیا اور ان پر ہر طرح سے سختی کر دی گئی۔ جب خیامِ حسینیؑ میں تشنگی کا غلبہ ہوا تو امامِ مظلومؑ نے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کے ساتھ تیس سوار اور بیس پیادے روانہ کیے۔ ان افراد نے بیس مشکیں اُٹھائیں اور دریائے فرات کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ چھوٹا سا لشکر رات کی تاریکی میں روانہ ہوا۔ اُدھر دریائے فرات پر عَمرو بن حجاج کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔

جب حضرت عباس علیہ السلام دریا پر پہنچے تو اس نے آواز دی: تم لوگ کون ہو؟

جناب ہلالؓ بن نافع بجلی نے جواب دیا: میں تیرا چچازاد بھائی ہوں۔ میں دریا پر پانی پینے کے لیے آیا ہوں۔

عَمرو نے کہا: اے ہلالؓ! جتنا چاہو پانی پی لو۔

جناب ہلالؓ نے فرمایا: اے عَمرو! تجھ پر افسوس ہے مجھے پانی پینے کی اجازت ہے اُدھر دیکھو حضرت حسینؑ ابن علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ گرامی پیاس سے جان بلب ہیں' ان پر تم لوگوں نے پانی بند کر رکھا ہے۔

عَمرو نے کہا: تُو نے سچ کہا ہے۔ میں کیا کروں میری ڈیوٹی لگا دی گئی ہے' مجھ پر لازم ہے کہ اپنی ذمہ داری کو ادا کروں۔ جناب ہلالؓ نے اپنے رفقا سے کہا کہ گھاٹ پر آ جاؤ اور مشکیں بھر لو۔ جب اصحابِ حسینیؑ دریا میں داخل ہوئے کہ مشکیں بھریں تو عَمرو بن حجاج نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اصحابِ حسینیؑ کو پانی نہ لے جانے دو۔ پس دونوں گروہوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ اصحابِ حسینیؑ کے کچھ لوگ ان اَشرار سے جنگ کرتے رہے اور کچھ دوسرے پانی سے مشکیں بھرتے رہے۔ جب انھوں نے مشکیں بھر لیں تو وہ خیام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس طرح اصحابِ حسینیؑ کو غلبہ ہوا اور وہ ملاعین واپس اپنے مقام کی طرف لوٹ گئے۔ اصحابِ حسینیؑ سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔ کاروانِ حسینیؑ کے تمام افراد نے پانی پیا اور اپنی پیاس کو

دور کیا۔

یہی وہ واقعہ ہے جس کی وجہ سے حضرت عباس علیہ السلام کا لقب "سقا" مشہور ہوا (الفتوح: ج۵، ص۹۲)۔

حضرت امام حسینؑ اور عمر سعد کے درمیان مذاکرات

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے کسی آدمی کو عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ وہ رات کو دونوں لشکروں کے درمیان میں آ جائے اور میری کچھ باتیں ہیں وہ سن لے۔ جب رات ہوئی تو عمر سعد اپنے بیس ساتھیوں کے ساتھ مقرر جگہ پر آیا۔ اِدھر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے چند عزیزوں کے ساتھ تشریف لائے۔

ان دونوں کی ملاقات دونوں لشکروں کے درمیان میں ہوئی۔ ملاقات کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: وہ کچھ فاصلے پر چلے جائیں۔ تمام اصحابؓ کچھ فاصلے پر چلے گئے۔ آپؑ کے پاس صرف حضرت عباس علیہ السلام اور حضرت علی اکبر علیہ السلام رہ گئے تھے۔

اسی طرح عمر بن سعد نے اپنے اصحاب سے کہا کہ وہ بھی دور چلے جائیں۔ اس وقت عمر سعد کے پاس اس کا بیٹا اور ایک غلام رہ گیا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن سعد! تجھ پر افسوس ہے کیا تُو اس خدا سے نہیں ڈرتا جس کی طرف تیری بازگشت ہے؟ کیا تُو میرے ساتھ جنگ کرنا چاہتا ہے۔ حالاں کہ تُو خوب جانتا ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں؟ اس لشکر اور بنواُمیہ کے دوستوں کو چھوڑ کر میرے پاس چلا آ اور میری نصرت کر کیوں کہ اس کام سے تجھ پر اللہ راضی ہوگا اور اس کی رحمت تجھ پر نازل ہوگی۔

عمر بن سعد نے کہا: مجھے خوف ہے ابن زیاد میرا گھر گرا دے گا۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں تجھے گھر بنوا دوں گا۔

اس نے کہا: کوفہ میں میرے باغات اور کھیت ہیں، ابن زیاد وہ غصب کر لے گا۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں تجھے حجاز میں اس سے بہتر مال عطا کروں گا۔

ابن سعد نے کہا: کوفہ میں میرے اہل و عیال ہیں ان کی طرف سے مجھے ابن زیاد کا خوف ہے۔ یہ کہہ کر ابن سعد خاموش ہو گیا اور کوئی بات نہ کی۔

یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُس سے رُخِ انور پھیر کر فرمایا: تُو کس قدر بدکردار آدمی ہے۔ خدا تجھے نیند کی حالت میں ذبح کرے گا اور قیامت کے دن تجھے قطعاً نہیں بخشے گا۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے اُمید ہے تُو عراق کی گندم سے معمولی حصّہ لے سکے گا۔

یہ سن کر ابن سعد نے ازراہ استہزا کہا: اگر گندم نہ ملی تو جو پر گزارہ کرلوں گا (تسلیۃ المجالس و زینت المجالس: ج۲، ص۲۶۲ الفتوح: ج۵، ص۹۳' تاریخ الاسلام: ج۵، ص۱۹۵)۔

(مترجم): جو کچھ معتبر احادیث سے ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد عمر ابن سعد کو ریاست "رَے" کی ولایت حاصل نہ ہو سکی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تجھے عراق کی گندم نصیب نہ ہوگی' ہاں تھوڑی سی آپؑ کی عراق سے مراد کوفہ اور اس کے اردگرد کے مقامات تھے۔ اصل میں آپؑ کا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ میری شہادت کے بعد تُو اس دنیا سے زیادہ فائدہ نہیں اُٹھائے گا۔

سات محرم کو بندشِ آب

مصنف فرماتے ہیں کہ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جو گذشتہ صفحات میں موجود ہے کہ جب عمر بن سعد کا خط ابن زیاد کے پاس پہنچا کہ حسینؑ کہتے ہیں کہ اگر میری آمد سے تم لوگ ناخوش ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

ابن زیاد نے ابن سعد کی طرف خط لکھا تھا:

"حسینؑ سے کہو کہ وہ یزید کی بیعت کرے۔"

اس خط کے بعد ابن زیاد نے ابن سعد کو یہ خط لکھا تھا:

"حسینؑ اور اس کے اصحابؓ پر اس طرح پانی بند کر دے جس طرح ابن عفان پر پانی بند کیا گیا تھا۔ ان تک ایک قطرہ آب نہ پہنچنے دے۔"

یہ خط ابن سعد کے پاس سات محرم کو پہنچا تھا۔ جس وقت یہ خط پہنچا اور ابن سعد نے

اسے پڑھا تو اس نے عمرو بن حجاج کو اپنے ہاں طلب کیا اُسے پانچ سو آدمیوں کا امیر بنا کر دریائے فرات پر تعینات کر دیا کہ امام حسینؑ اور اس کے اصحاب تک پانی نہ پہنچنے دے۔

عبداللہ بن حصین کی جسارت اور اس کا انجام

حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیتؑ اور اصحابؓ پر پانی بند کر دیا گیا۔ دریا پر پہرے بٹھا دیے گئے۔ اِدھر خیامِ حسینیؑ میں پانی ختم ہوا اور ہر طرف "اَلعَطَش اَلعَطَش" کی پُردرد آوازیں بلند ہوئیں۔ اس دوران میں ابن سعد کے لشکر سے ایک آدمی نکلا جس کا نام عبداللہ بن حصین تھا جو قبیلہ بجیلہ میں سے تھا اُس نے اصحابِ حسینیؑ کی طرف رُخ کیا اور کہا: اے حسینؑ! اور اے اصحابِ حسینؑ! کیا تم اس دریائے فرات کی طرف دیکھ رہے ہو جس کا رنگ آسمانی ہے۔ بخدا! تم اس میں سے ایک قطرہ نہیں چکھ سکتے۔ حتیٰ کہ تم پیاس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر جاؤ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: پروردگارا! اس پر پیاس مسلط فرما اور اسے پیاسا موت سے ہم کنار فرما۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ یہ ملعون اُسی وقت بیمار ہوا۔ میں اس کی عیادت کے لیے گیا۔ خدا کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب میں اس کے پاس گیا تو وہ پانی پر پانی پیے جا رہا تھا۔ اس پر پیاس مسلط تھی۔ پانی کا برتن اپنے منہ سے ہٹاتا ہی نہ تھا۔ حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھول گیا، اس کی پیاس بڑھنے لگی وہ جس قدر پانی پیتا تھا اس کی پیاس میں اور اضافہ ہو جاتا تھا، پھر وہ قے کرنے لگتا۔ جب وہ قے کر رہا ہوتا تو ساتھ ساتھ "العطش العطش" کی صدائیں بھی لگا رہا ہوتا تھا۔ آخر تشنگی نے اُسے ہلاک کر ڈالا، اِدھر پانی پیتا اُدھر قے کر دیتا۔ اس کے جگر میں آگ لگی ہوئی تھی، اس ذلت و خواری کے ساتھ تڑپ تڑپ کر مر گیا اور جہنم واصل ہوا۔

لعنۃ اللّٰہ علیہ

فرزندِ رسولؐ اور ابن سعد کی دوسری ملاقات

میدانِ کربلا میں فرزندِ رسولؐ دیکھ رہے تھے کہ کوفہ اور اس کے گرد و نواح سے لشکر پر لشکر ابن سعد کے پاس پہنچ رہے ہیں اور اُس کی فوج میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ آپؑ نے عمر سعد کی طرف پیغام بھیجا کہ میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ ملاقات رات کی تاریکی میں ہو گی۔ جب رات ہوئی اور فرزندِ رسولؐ اور ابن سعد کے درمیان کچھ خفیہ گفتگو ہوئی۔ جب یہ مجلس ختم ہوئی تو ابن سعد اپنی جگہ پر واپس آیا تو اس نے ابن زیاد کی طرف خط لکھا:

عمر سعد کا ابن زیاد کے نام خط

"اما بعد! خداوند تعالیٰ نے اس فتنے کی آگ کو خاموش کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی باتوں کو ایک دوسرے کے موافق کر دیا ہے اور اُمت کے کام کو صحیح کر دیا ہے۔ حسینؑ نے میرے ساتھ ملاقات کی ہے اور عہد و پیمان کیا ہے جہاں سے وہ آئے ہیں اُدھر واپس چلے جاتے ہیں یا کسی سرحد کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔ پس وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح ہو جائیں اور ان کے نفع و ضرر میں شامل ہو جائیں یا یہ کہ یزید کے پاس چلے جائیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں اور جو امر صحیح ہو اس کے مطابق عمل کریں۔ اس امر سے تم خوش ہو گے اور اس کام میں اُمت کی بہتری ہے" (مؤرخین نے لکھا ہے: ابن سعد نے یہ خط اپنی طرف سے ابن زیاد کی طرف جاری کیا تھا۔ اس خط کے مضمون کا حضرت امام حسینؑ سے کوئی تعلق نہ تھا)۔

جب یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا اور وہ اس کے مضمون سے مطلع ہوا تو اُس نے کہا: یہ خط ایسے شخص کا ہو سکتا ہے جو اپنی قوم پر حد سے زیادہ مہربان ہو۔

عمر بن سعد کے خط پر شمر کی تنقید

جب شمر نے ابن زیاد کی زبانی عمر سعد کا خط سنا تو کہنے لگا: اے ابن زیاد! عجیب ہے کہ تُو

حسینؑ کی اس بات کو قبول کر رہا ہے حالاں کہ وہ اس وقت تیرے قرب میں ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تجھ سے اور تیری حدود سے دور چلے گئے تو پھر وہ تیرے ہاتھ نہیں آئیں گے اور تیری بیعت نہیں کریں گے۔ وہ مضبوط ہو جائیں گے اور تُو ان کے مقابلے میں کمزور ہو جائے گا۔ کسی صورت میں سلطنت اور طاقت ان کے حوالے نہ کر اور اُن سے ضرور جنگ کر۔

شمر کی کربلا کی طرف روانگی

جب ابن زیاد نے شمر لعین کی ان باتوں کو سنا تو اس کی رائے کو پسند کیا اور اُسے کہا: تیری رائے کتنی پسندیدہ ہے۔ جس طرح تُو نے کہا ہے ایسا کرنا ضروری ہے۔ میں ابھی ابن سعد کو خط لکھتا ہوں اور یہ خط اس کے پاس لے جا اور حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو بیعت کی دعوت دے تاکہ وہ میری اطاعت کریں۔ اگر وہ اطاعت کر لیں تو اُنھیں میرے پاس بھیج دے لیکن اگر وہ انکار کریں اور اطاعت نہ کریں تو تُو ان کے ساتھ جنگ کر۔ اے شمر! اگر عمر سعد میری ان باتوں پر عمل کرے تو تُو اس کی اطاعت کر اور اگر وہ حسینؑ کے ساتھ جنگ نہ کرے تو پھر تُو امیر لشکر ہوگا۔ اس وقت عمر بن سعد کو قتل کر دینا اور اس کا سر میرے پاس بھیج دینا۔

ابن زیاد کا عمر سعد کے نام خط

ابن زیاد نے ابن سعد کو یہ بھی لکھا:

"میں نے تجھے حسینؑ کی طرف اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تُو ان سے مصیبت کو دور کرے اور ان سے جنگ نہ کرے اور ان سے جنگ و قتال کے معاملے میں سستی کرے اور ٹال مٹول سے کام لے۔ آج کے کام کو کل پر اور کل کے کام کو دوسرے دن پر ڈالے اور اُسے زندگی کی اُمیدوں سے وابستہ کرے۔ نیز عذر و معذرت سے کام لے اور میرے سامنے ان کی سفارش کرے۔ ان تمام باتوں کو ایک طرف رکھ اگر حسینؑ اور ان کے ساتھی میری اطاعت میں آتے ہیں تو انھیں ہر صورت میں میری طرف

بھیج، اگر وہ انکار کرتے ہیں تو ان سے جنگ کر اور ان سب کو قتل کر دے اور ان کے اعضا کو ایک دوسرے سے جدا کر، کیوں کہ وہ ان سزاؤں کے حق دار ہیں۔ جب تو حسینؑ کو قتل کر ڈالے تو اس کے لاشے پر گھوڑوں کے سُموں سے پامال کر، کیوں کہ وہ زمانے کے بادشاہ کو چھوڑ چکے ہیں اور انھوں نے بغاوت کی ہے۔ ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد ان کے جسم پر گھوڑے دوڑانے سے اُنھیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ مگر جو بات میری زبان سے نکل گئی ہے اس پر عمل کر۔

اے عمر! اگر تُو نے ان اُمور میں میری اطاعت کی تو میں تجھے انعام دوں گا، لیکن اگر تُو نے انکار کیا تو لشکر کی سرداری سے دست بردار ہو جا اور امارت شمر کے حوالے کر دے تاکہ میں نے جو حکم جاری کیا ہے وہ اس پر عمل کرے۔ والسلام!"

عمر بن سعد اور شمر کے درمیان گفتگو

شمر ملعون نے ابن زیاد کا خط لیا اور کربلا کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ کربلا پہنچا اور عمر بن سعد کے قریب آیا اُسے ابن زیاد کا خط دیا۔ ابن سعد نے پڑھا تو شمر سے کہا: یہ تُو نے کیا کر دیا ہے؟ تُو نے تو فتنہ برپا کر دیا ہے۔ اے شمر! تجھ پر افسوس ہے، خدا تیرے کام کو تیرے لیے مبارک نہ کرے جو خبر تُو میری طرف لایا ہے اس سے تُو نے سارے کام کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ خدا کی قسم! میری کوشش تھی کہ میں اس کام کی اصلاح کروں۔ تُو نے مجھے آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ میری خواہش تھی کہ میں آزمائش سے دوچار نہیں ہوں گا۔ مجھے اُمید تھی کہ مجھے نجات مل جائے گی۔ بخدا! ہرگز حسینؑ ابن زیاد کی بیعت نہیں کریں گے کیوں کہ ان کے والدؑ کی شجاعت و کرامت ان کے دل میں موجود ہے اور ان کے باپ کی غیرت و حمیت ان کے نفس میں مرکوز اور ثابت ہے۔

شمر نے اُسے کہا: اگر تُو یہ کام نہیں کر سکتا تو مجھے یہ بتا، تُو امیر کی اطاعت میں ہے یا نہیں

ہے؟ اس کے حکم پر حسینؑ سے جنگ کرنے والا ہے یا انکاری ہے۔ اگر تو اطاعت میں نہیں ہے تو لشکر کی امارت میرے حوالے کر دے میں جانوں اور حسینؑ جانیں۔ میں جو کچھ چاہوں گا ان کے بارے میں کر گزروں گا۔

عمر سعد ملعون نے کہا: میں لشکر کی سرداری تیرے حوالے نہیں کروں گا تُو اس لائق ہی نہیں ہے کہ اس لشکر کا امیر بنے۔ میں حسینؑ سے جنگ کروں گا البتہ میں تجھے اپنے لشکر کے پیادوں کا امیر بناتا ہوں۔ عمر سعد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ یہ محرم کی نو تاریخ تھی' جمعرات کا دن تھا اور آفتاب غروب کے قریب تھا۔ ابن زیاد کے اس لشکر کثیر نے حرکت لی اور خیامِ حسینیؑ کی طرف چڑھ دوڑا۔

شمر نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی آواز بلند کی: میری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟

اس آواز کو سن کر حضرت عباس علیہ السلام اور ان کے بھائی جعفرؑ' عبداللہؑ اور عثمانؑ باہر آئے اور اس ملعون سے کہا: تُو ہم سے کیا چاہتا ہے؟

اس ملعون نے کہا: تم میرے بھانجے ہو اور تم میری امان میں ہو۔

ان بزرگ زادوںؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے کہ تُو ہمیں تو امان دیتا ہے اور فرزند رسولؐ اللہ کو امان نہیں دیتا؟

جب اس ملعون نے یہ جواب سنا تو خائب و خاسر واپس چلا گیا (الکامل فی التاریخ: ج ۴، ص ۵۵' تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۲' تجارب الامم: ج ۲، ص ۷۱)۔

سید ابن طاؤس کی روایت

(اضافہ از مترجم): جب شمر نے حضرت عباس علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کو آواز دی تو ان شہزادوںؑ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ وہ فاسق ہے اُسے جواب دیجیے' آخر وہ تمھارا ماموں ہے۔

امامؑ کی ترغیب پر ان بزرگ زادوںؑ نے پوچھا: اے شمر! تُو کیا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: اے میری بہن کے بیٹو! میں تمھیں امان دیتا ہوں۔ اپنے بھائی کے ساتھ خود کو قتل ہونے سے بچاؤ اور یزید کی اطاعت کرلو۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے فرمایا: تیرے ہاتھ شل ہو جائیں، تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، اللہ تیری امان پر لعنت کرے۔ اے اللہ کے دشمن! تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے بھائی، اپنے سردار حسینؑ ابن فاطمہؑ کو چھوڑ دیں اور ملعونوں کی اطاعت کریں۔

جب شمر نے یہ بات سنی تو غصے کی آگ میں جل کر رہ گیا اور واپس چلا گیا (اللہوف: ۸۷)۔

شمر ملعون اور حضرت اُمّ البنینؑ کی قرابت کی وضاحت

(اضافہ از مترجم): حقیقت یہ ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی مادر گرامیؑ کی شمر کے ساتھ کسی قسم کی رشتہ داری نہ تھی۔ کجا اُمّ البنینؑ اور کجا شمر!

شمر کی ماں زانیہ اور فاحشہ عورت تھی۔ زنا میں شہرت یافتہ تھی۔

علامہ مجلسی کے بقول حضرت عباس علیہ السلام کی والدہ گرامی حضرت اُمّ البنینؑ قبیلہ بنو کلاب سے تعلق رکھتی تھیں اور شمر بھی بنی کلاب سے تھا (جلاء العیون: ۵۷)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت اُمّ البنینؑ بنو کلاب سے تھیں اور شمر ملعون قبیلہ صداب سے تعلق رکھتا تھا۔

ایک روایت کے مطابق شمر کا تعلق قبیلہ عامر سے تھا۔ جیسا کہ فصل میں گزر چکا ہے، لیکن ان دونوں قبیلوں کے درمیان الفت تھی۔ عربوں کا قاعدہ تھا کہ اگر کسی آدمی کا باپ ایک شہر سے تعلق رکھتا تھا تو اس شہر والے اس آدمی کو ابن عم (بھتیجا) کہہ کر پکارتے تھے۔ اگر کسی کی ماں کسی شہر سے تعلق رکھتی تھی تو اس شہر والے اس آدمی کو ابن اُخت (بھانجا) کہہ کر پکارتے تھے۔ کیا آپ نے تاریخ میں نہیں پڑھا کہ محمد بن اشعث نے حضرت مسلم علیہ السلام سے کہا تھا: آپؑ خوف زدہ نہ ہوں یہ قوم آپؑ کے چچاؤں کی اولاد ہے یعنی ابن زیاد اور اس کے طرف داران آپؑ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ حالاں کہ ابن زیاد اور حضرت مسلم علیہ السلام کے درمیان کوئی قرابت نہ تھی۔

جناب ہلالؓ بن نافع نے عمرو بن حجاج سے کہا تھا: میں تیرے چچا کا بیٹا ہوں اور پانی

پنے آیا ہوں۔ حالاں کہ جناب ہلالؒ اس کے حقیقی چچا کے بیٹے نہ تھے۔

حضرت اُمّ البنینؑ شمر کی بہن نہ تھیں کیوں کہ شمر کے باپ کا نام شرجیل بن قرط اعور ہے۔ اس کا لقب ''ذوالجوشن'' تھا اور حضرت اُمّ البنینؑ کے والد گرامی کا نام ''حزام'' یا ''مخلد کلابی'' تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب شمر سے خطاب کیا تھا تو فرمایا تھا:

یا ابن راعیة المعزیٰ

''اے بکریاں چرانے والے کے بیٹے!''

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ امیرالمومنینؑ ایسی عورت کی بیٹی سے تزویج کرتے؟ یہ ممکن ہی نہیں تھا۔[1]

عمر سعد کے لشکر کی حملہ کے لیے آمادگی

شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو ندا دی: اے لشکر خدا! سوار ہو جاؤ تمھیں بہشت مبارک ہو۔ جب اس لشکر اَشرار نے اس شریر کی آواز سنی تو فوراً اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ جمعرات کا دن تھا' محرم کی نو (۹) تاریخ تھی۔ اس وقت فرزند رسولؐ اپنے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ آپؑ کی شمشیر آپؑ کے زانوئے مبارک کے قریب تھی اور آپؑ کا سر مبارک زانو پر تھا۔ اس دوران میں آپؑ کو اُونگھ آ گئی۔ اسی اثنا میں

---

(۱) طبری نے ابومخنف سے روایت کی ہے کہ جب شمر ابن زیاد کا خط لے کر ابن سعد کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت عبداللہ بن محل کلابی ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے ابن زیاد سے کہا: اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ ابن زیاد نے کہا: کیا کام ہے؟ اس نے کہا: جب علیؑ ابن ابی طالبؑ کوفہ میں تھے انھوں نے میرے چچا کی بیٹی اُمّ البنینؑ سے ازدواج کیا تھا ان سے چار بیٹے پیدا ہوئے تھے ان کے نام ہیں: عبداللہؑ' جعفرؑ' عباسؑ' عثمانؑ۔ یہ چاروں میرے بھانجے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں تیری طرف سے ان کے لیے امان لکھ دوں۔ ابن زیاد نے کہا: ہاں لکھ بھیجو۔ عبداللہ نے امان نامہ لکھ کر اپنے غلام کو دیا کہ وہ کربلا جا کر میرے بھانجوں کے حوالے کرے۔ وہ غلام جب کربلا پہنچا اور امان نامہ حضرت عباس علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے حوالے کیا تو انھوں نے عرفان سے کہا: واپس جاؤ اور ہمارے ماموں سے کہہ دو: ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ جنھیں ابن زیاد کی امان کی ضرورت ہو' ہم اللہ کی امان کو اس کی امان سے بہتر جانتے ہیں۔

حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا نے اس گروہ اشرار کے شور وغل کو سنا۔ آپؑ نے دیکھا کہ وہ سبھی اپنے گھوڑوں پر سوار خیامِ حسینیؑ کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں، وہ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور اپنے برادرِ مظلومؑ کے پاس چلی آئیں۔ مغموم ومحزون دل کے ساتھ عرض کیا: اے برادرِ گرامی قدرؑ! آپؑ نے یہ شور وغل نہیں سنا جو خیام کے قریب برپا ہے؟

امامؑ کا اپنی بہن سے اپنا خواب بیان کرنا

جب امامؑ نے اپنی بہن کی یہ بات سنی تو اپنا سر مبارک اپنے زانو سے اُٹھایا اور فرمایا: میں نے ابھی ابھی اس وقت خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا ہے۔ انھوں نے مجھے فرمایا: آپؑ بہت جلد ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

جب آپؑ کی مظلومہ بہنؑ نے آپؑ کا دردناک خواب سنا تو اپنے چہرۂ مبارک پر طمانچہ رسید کیا اور فریاد بلند کی۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: اے میری بہن! آپؑ کا کوئی قصور نہیں ہے، اب خاموش ہو جا اللہ آپؑ کے حال پر رحم کرے (الارشاد: ج۲، ص۹۰؛ اعلام الوریٰ: ۲۳۷؛ روضۃ الواعظین: ج۱، ص۱۸۲؛ النھایہ والبدایہ: ج۸، ص۱۸۶؛ تاریخ طبری: ج۵، ص۴۱۶؛ الکامل فی التاریخ: ج۳، ص۵۶؛ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: ج۵، ص۲۳۷)۔

سید ابن طاؤس کی روایت

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا سر مبارک اپنے زانو سے اُٹھایا اور اپنی ہم شیرہ حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے خواہر مہربان! میں نے ابھی اپنے نانا بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰؐ، اپنے بابا علی المرتضیٰؑ، اپنی مادرِ مہربان حضرت فاطمہ زہراؑ اور اپنے برادر حضرت امام حسنؑ کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ سب میرے پاس آئے اور فرمایا: اے حسینؑ! آپؑ جلد ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

سید ابن طاؤس نے فرمایا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے: اے حسینؑ! کل تم ہمارے

پاس آنے والے ہو۔

جب حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا نے یہ دردناک خواب سنا تو فریاد بلند کی اور رونا شروع کر دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میری بہن! خاموش ہو جاؤ پریشان نہ ہو ایسا نہ کیجیے کہ میرا دشمن خوش ہو۔

حضرت عباس علم دارؑ بارگاہِ امامت میں

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عباس علم دار علیہ السلام بارگاہِ امامت میں پہنچے اور عرض کیا: اے برادر بزرگ وارؑ! یہ گروہ اشرار آپؑ کے قریب پہنچ گیا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادر حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا: اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور ان کے پاس جاؤ ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور اس وقت اِدھر کیوں چلے آ رہے ہیں۔

حضرت عباس علیہ السلام فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور بیس آدمیوں کو اپنے ساتھ لیا۔ ان بیس آدمیوں میں سے جناب زُہیرؓ بن قین اور جناب حبیبؓ ابن مظاہر اسدی بھی تھے۔ جب حضرت عباس علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس لشکر کفار کے قریب پہنچے تو ان سے پوچھا: تمھیں کیا ہوا ہے کہ تم نے اِدھر ہماری طرف رُخ کر رکھا ہے اور تمھارا ارادہ کیا ہے؟

ان لوگوں نے کہا: ہمیں اپنے امیر نے حکم دیا ہے کہ ہم تمھیں یہ پیغام دیں کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ اگر تم اطاعت نہ کرو گے تو ہم تم سے جنگ کریں گے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ یہیں ٹھہرو جلد بازی سے کام نہ لو میں واپس جاتا ہوں تمھارا پیغام حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچاتا ہوں۔

یہ لشکر ٹھہر گیا اور کہا: جاؤ اور ان سے بات کرو اور واپس آ کر ہمیں حالات سے مطلع کرو۔

حضرت عباس علیہ السلام بہت تیزی کے ساتھ واپس آئے اور ان کا پیغام بارگاہِ امامت میں لائے۔ لیکن وہ بیس آدمی ابن سعد کے لشکر کے سامنے کھڑے رہے اور اُنھیں وعظ و نصیحت

کرتے رہے اور اُنھیں عذابِ خداوندی سے ڈراتے رہے کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ نہ کریں۔

فرزندِ رسولؐ کا شبِ عاشور کی مہلت کا طلب کرنا

حضرت عباس علیہ السلام واپس بارگاہِ امامت میں پہنچے اور ابن سعد کے لشکر کا پیغام آپؑ کے گوش گزار کیا۔

یہ سن کر فرزندِ رسولؐ نے فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ جس طرح ممکن ہو ان سے ایک رات کی مہلت طلب کرو اور ان سے کہو: کل جنگ کے لیے آنا۔ انھیں آج کی رات کے لیے ہم سے دور کرو۔ شاید یہ لوگ ہمیں آج کی رات مہلت دے دیں اور ہم جی بھر کر اللہ کی عبادت کر لیں۔ چند رکعت نماز پڑھ لیں اور بارگاہِ خداوندی میں مشغول مناجات رہیں۔ خداوند تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے اس کے قرآن کی تلاوت سے کتنی محبت ہے اور مجھے اس کی بارگاہ میں تضرع و زاری اور طلبِ مغفرت کتنی پسند ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام بارگاہِ امامت سے واپس اس لشکر اشرار کے پاس پہنچے اور ان سے ایک رات کی مہلت طلب کی کہ کل تک جنگ کو مؤخر کر دو۔ قاصد نے ابن سعد کے پاس یہ پیغام پہنچایا۔ عمر بن سعد نے اپنے قاصد کو امامؑ کے پاس بھیجا اور جب قاصد امامؑ کے پاس آیا تو اُس نے پیغام دیا کہ ابن سعد کہہ رہا ہے کہ ہم تمھیں کل تک مہلت دے رہے ہیں۔ کل اگر تم نے اطاعت کر لی تو ہم تمھیں ابن زیاد کے پاس لے چلیں گے۔ اگر تم نے بیعت نہ کی تو پھر جنگ ہو گی (اللہوف:۹۰)۔

(مترجم): سید ابن طاؤس کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مشاہدہ فرمایا کہ یہ قوم بہت جلد جنگ کرنا چاہتی ہے اور ان پر مواعظ شافیہ اور نصائح کافیہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور یہ لوگ اپنے کفر و عناد سے باز آنے والے نہیں ہیں تو اپنے برادر جاں نثار حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہمیں آج کی شب کی مہلت دے دو تاکہ ہم اس رات اللہ کی رضا کے لیے چند رکعت نماز پڑھ لیں کیوں کہ خداوند متعال خوب جانتا ہے کہ

مجھے ہمیشہ نماز اور تلاوت قرآن مجید سے محبت رہی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئے اور ان سے ایک رات کی مہلت طلب کی تو ابن سعد نے مہلت دینے سے پس و پیش کیا اس وقت عمرو بن حجاج زبیدی نے ابن سعد سے کہا: بخدا! اگر یہ لوگ ترک و دیلم سے بھی ہوتے ہم سے اس طرح کا سوال کرتے تو ہم انھیں ایک رات کی مہلت دے دیتے۔ تم لوگ ان لوگوں کو ایک رات کی مہلت کیوں نہیں دے رہے حالاں کہ وہ اہل بیت رسول اللہؐ ہیں اور ان کی اولاد ہیں۔

جب ابن سعد نے عمرو کی بات سنی تو ایک رات کی مہلت دے دی (من الحجۃ: دونوں روایات میں فرق صرف عمرو بن حجاج زبیدی کی سفارش کا ہے)۔

شیخ مفید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک رات کی مہلت ملی اور ابن سعد کا لشکر واپس چلا گیا تو آپؑ نے اپنے اہل بیتؑ اور اپنے اصحابؓ کو جمع کیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ میرے بابا نے سب کو اپنے پاس جمع کیا ہوا ہے تو میں ان کے نزدیک ہوا تا کہ ان کی گفتگو سنوں کہ وہ اپنے اصحابؓ سے کیا فرماتے ہیں۔ آپؑ نے اپنے اصحابؓ کو خطبہ دیا۔

حضرت امام حسینؑ کا خطبہ

أُثْنِي عَلَى اللهِ أَحْسَنَ الثَّنَاءِ وَأَحْمَدُهُ عَلَى السَّرَّاءِ وَ الضَّرَّاءِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ عَلَى أَنْ أَكْرَمْتَنَا بِالنُّبُوَّةِ وَ عَلَّمْتَنَا الْقُرْآنَ وَ فَقَّهْتَنَا فِي الدِّينِ وَ جَعَلْتَ لَنَا أَسْمَاعًا وَ أَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَاجْعَلْنَا مِنَ الشَّاكِرِينَ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَصْحَابًا أَوْفَى وَلَا خَيْراً مِنْ أَصْحَابِي وَلَا أَهْلَ بَيْتٍ أَبَرَّ وَ أَوْصَلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَجَزَاكُمُ اللهُ عَنِّي خَيْراً أَلَا وَ إِنِّي لَأَظُنُّ يَوْمًا كَنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ أَلَا وَ إِنِّي قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ فَانْطَلِقُوا جَمِيعًا فِي حِلٍّ لَيْسَ عَلَيْكُمْ حَرَجٌ مِنِّي وَلَا ذِمَامٌ هٰذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ فَاتَّخِذُوهُ جَمَلاً

"السراء" اس کے مقابلے میں "ضرا" ہے "سین" پر فتح ہے اور "ضرا" کے ضاد پر بھی فتح ہے "سرا" کے معنی ہیں آرام و آسایش۔

"ضر" مشکلات سختی و رنج۔

"فاتطلقوا" آپ نے اپنے خطاب میں اپنے اصحابؓ پر امر وجوبی نہیں کیا تھا کہ تم سبھی چلے جاؤ۔ اگر امامؑ انھیں امر وجوبی کرتے تو اصحابؓ پر واجب ہو جاتا کہ وہ چلے جائیں۔ ایک اعتبار سے آپؑ نے انھیں رُخصت دی تھی کہ اگر تم لوگ جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ یہاں کوئی جبر نہیں ہے۔

"فاتخذوہ جملاً" عربی ضرب المثل ہے اس کے معنی ہیں رات بھر کا چلنا اور آرام نہ کرنا۔

آپؑ کے خطبہ کا ماحصل یہ ہے:

"میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ تمام آسایشوں اور سختیوں میں اُسی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری حمد بجا لاتا ہوں کہ تُو نے ہمارے گھر کو نبوت کے ذریعے مشرف و محترم بنایا اور ہمیں قرآن کا علم عطا کیا۔ ہمیں دین کی سمجھ بوجھ عطا کی اور حق سننے والے کان اور حق دیکھنے والی آنکھیں عطا کیں اور منور دل عطا فرمایا اور ہمیں شاکرین میں سے قرار دیا۔ اما بعد! میں ہرگز اپنے اصحابؓ سے باوفا اور بہتر کسی اور کے اصحابؓ کو نہیں جانتا اور نہ میں نے کسی کے اہل بیتؑ کو اپنے اہل بیت سے وفا اور حق شناسی میں بہتر و برتر پایا ہے۔

خداوند تعالیٰ آپ سبھی کو میری طرف سے جزائے خیر عنایت کرے۔

آپ سب جان لیں! اس گروہِ اشرار نے کل تک مجھے زندگی کی مہلت دی ہے۔ میں آپ سب کو یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ آپ اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیے میں تم سے اپنی بیعت اُٹھائے دیتا ہوں اب آپ لوگوں پر کوئی ذمہ داری باقی نہیں ہے۔ اس رات کی تاریکی نے

تم سب کو چھپا رکھا ہے۔ تم لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو اس سے فائدہ اُٹھائیے اور یہاں سے چلے جائیے۔"

اصحابِ حسینؑ کا حسینیؑ جذبوں کے ساتھ جواب دینا

جب آپؑ کے اصحابؓ نے آپؑ کی جاں گداز گفتگو سنی تو آپؑ کے بھائیوں اور بیٹوں اور عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ کے شہزادوں سبھی نے آپؑ کے حضور عرض کیا: ہم آپؑ کو اس بیابان میں اس گروہِ اشقیا کے درمیان اکیلا کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ آپؑ کو شہید کر دیا جائے اور ہم زندہ رہیں، ہرگز خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپؑ کے بغیر اس دنیا میں زندہ رہیں۔

حضرت عباس علم دارؑ کی پُرعزم گفتگو

اہلِ بیتؑ اور اصحابؓ میں سب سے پہلے حضرت عباس علم دارؑ نے اپنے عزم کا اظہار کیا۔ ان کے بعد فرزندِ رسولؐ اللہ کے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں نے حضرت عباس علیہ السلام کے مانند اپنی وفا پرور سخن کا اظہار کیا اور اپنی جاں نثاری و وفاداری کے عزم کو دُہرایا۔

اس دوران میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عقیل علیہ السلام کی اولاد کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: اے فرزندانِ عقیلؑ! تمھارے لیے حضرت مسلمؑ کی شہادت کا صدمہ کافی ہے، میں تمھیں اجازت دیتا ہوں آپ آج رات یہاں سے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیں۔

اولادِ عقیلؑ کا اظہارِ جاں نثاری

حضرت عقیل علیہ السلام کی وفادار اور نیکوکار اولاد نے عرض کیا: سبحان اللہ! کتنی عجیب بات ہے اگر ہم یہاں سے چلے جائیں تو لوگ ہمارے بارے میں کیا کہیں گے اور ہم اُنھیں کیا جواب دیں گے۔ اگر ہم اپنے آقاؑ و مولاؑ اور اپنے چچا کے بیٹوں کو دشمنوں میں چھوڑ کر چلے جائیں اور ان کی نصرت میں ان کے دشمنوں پر تیر نہ برسائیں اور انھیں اپنے نیزوں کا نشانہ نہ بنائیں اور ان پر اپنی تلواریں نہ چلائیں، یہاں سے چلے جائیں اور ان کی خبر نہ رکھیں کہ دشمنوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور ان کا حال کیا ہوا؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔

نہیں خدا کی قسم! ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے' ہم اپنی جانوں کو اپنے اہل و عیال و اموال کو آپؑ پر قربان کریں گے۔ آپؑ کی نصر میں آپؑ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے آخرکار ہم اس مورد میں اتریں جس مورد میں آپؑ داخل ہوں۔ حتیٰ شہادت کی سعادت حاصل کریں۔ خداوند متعال ہمیں وہ زندگی نصیب نہ کرے جو آپؑ کی شہادت کے بعد ہے۔

مسلمؓ بن عوسجہ کا اظہارِ وفاداری

جناب مسلمؓ بن عوسجہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ہمیں یہ کسی صورت میں قبول نہیں ہے ہم آپؑ کو اس جنگل بیابان میں اکیلا چھوڑ دیں اور خود چلے جائیں۔ ہم آپؑ کی نصرت سے کیسے اپنا ہاتھ کھینچ سکتے ہیں اگر اس طرح کریں تو خدا کے حضور کیا عذر پیش کریں گے؟! نہیں خدا کی قسم! ہم آپؑ کی نصرت سے ہاتھ نہیں کھینچ سکتے۔ اپنے نیزے سے آپؑ کے دشمنوں کے سینے چھلنی کردوں گا۔ جب تک میرے ہاتھ میں میری شمشیر رہے گی' میں ان سے جنگ کروں گا۔ اگر میرے پاس اسلحہ نہ رہا تو پتھروں سے ان پر حملہ آور ہوں گا۔ بخدا آپؑ کی نصرت میں لڑتا رہوں گا تاکہ خدا کے حضور ثابت کرسکوں کہ ہم نے آپؑ کے سلسلے میں نبی اکرمؐ کے حق کا لحاظ رکھا ہے۔ آپؓ نے عرض کیا کہ اگر میں مارا جاؤں پھر مارے جانے کے بعد دوبارہ قتل کیا جاؤں اور میرے جسم کو آگ میں جلایا جائے اور میری خاکستر کو ہوا میں اڑا دیا جائے اور میرے ساتھ یہ عمل ستر مرتبہ دہرایا جائے تو پھر بھی آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا' آپؑ کی نصرت سے ہاتھ نہیں کھینچوں گا۔ حتیٰ کہ آپؑ کی محبت میں شہادت کی سعادت حاصل کروں۔ میں آپؑ کی نصرت کس طرح نہ کروں مجھے معلوم ہے کہ مجھے صرف ایک دفعہ قتل ہونا ہے اس کے بعد مجھے دائمی و جاودانی کرامت نصیب ہونے والی ہے۔

جناب زُہیرؓ ابن قین کا اعلانِ وفاداری

جناب زُہیرؓ ابن قین کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: بخدا! مجھے آپؑ سے محبت ہے' میری خواہش ہے کہ میں آپؑ کی محبت میں قتل کیا جاؤں' قتل ہونے کے بعد زندہ کیا جاؤں'

پھر قتل کیا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں' یہ سلسلہ ہزار مرتبہ چلتا رہے لیکن اس سے آپؑ کی اور آپؑ کے اہل بیتؑ کے جوانوں سے یہ مصیبت دور ہو جائے۔

جناب زُہیرؓ کی تقریر کے بعد باقی اصحابؓ نے باری باری اپنی وفاداری و جاں نثاری کا اظہار کیا۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کی استقامت اور جاں نثاری کو دیکھا انھیں خدا حافظ کہا اور اپنے خیمے میں تشریف لائے (الارشاد: ج ۲، ص ۹۱)۔

محمدؓ بن بشر حضرمی کا واقعہ

سید ابن طاؤس سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے کسی صحابیؓ نے جناب محمدؓ بن بشر حضرمی سے کہا: تیرا بیٹا مملکت "رَے" کی سرحد پر گرفتار ہو چکا ہے یہ سن کر محمدؓ بن بشر نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ بارگاہِ خداوندی میں سے اُسے اسیری کا اجر و ثوابؑ ملے۔ میرا نفس اس کی اسیری پر راضی نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اسیر ہو جائے اور میں زندہ رہوں (لہوف میں محمد بن بشیر نقل ہے)۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس بزرگ وار وفادار کی گفتگو سنی تو فرمایا: خداوند تعالیٰ تم پر رحم کرے میں تم سے اپنی بیعت اُٹھائے دیتا ہوں' تم جاؤ اور اپنے بیٹے کو رہائی دلاؤ۔

اس نیک سیرت مومن نے عرض کیا: اگر میں آپؑ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو جنگل کے درندے مجھے پھاڑ کھائیں۔ آں حضرتؑ نے محمدؓ کو پانچ نئی چادریں اور خوب صورت لباس عطا کیے کہ جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ آپؑ نے اُسے فرمایا: یہ کپڑے اپنے بیٹے کے حوالے کرو کہ وہ ان کے ذریعے اپنے بھائی کو رہائی دلائے (اللھوف: ۹۳، مثیر الاحزان: ۵۳)۔

شبِ عاشور

جناب سید ابن طاؤس کی روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحابؓ شبِ عاشور میں معروفِ عبادت رہے۔ یہ سب ساری رات صبح تک بارگاہِ خداوندی میں

مناجات اور راز و نیاز میں معروف رہے۔ خیامِ حسینیؑ سے ان کی ملکوتی آوازیں اس طرح بلند ہوئیں جس طرح شہد کے چھتے سے زنبوران عسل (شہد کی مکھیوں) کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ ان میں کوئی قیام کی حالت میں تھا تو دوسرا رکوع میں اور تیسرا سجود میں تھا۔ کچھ محو مناجات تھے تو کچھ قرآنِ مجید کی تلاوت میں معروف تھے۔ خیامِ حسینیؑ پر اللہ کی رحمت برس رہی تھی۔ اِدھر عمر ابن سعد کے لشکر کی نگاہیں اصحابِ حسینیؑ کی عبادات و مناجات پر لگی ہوئی تھیں کہ اللہ کے بندے فرزندِ رسولؐ کی قیادت میں اور اس کے قرب و جوار میں کس طرح اپنے معبودِ برحق کی عبادات میں معروف ہیں۔

بتیس آدمیوں کی قسمت جاگ اُٹھی

عمر بن سعد کے لشکر کے بتیس آدمیوں نے رات کے پردے میں اپنی شقاوت و جہالت کو چھوڑ چھاڑ کر سعادت کی نورانی وادی میں قدم رکھا۔ انھوں نے جب اصحابِ حسینیؑ کی عبادت ربانی کو دیکھا تو ان کی آنکھوں سے کفر کے دبیز پردے ہٹے تو اُنھیں تائید سبحانی حاصل ہوئی۔ جب عاشور کا دن ہوا تو انھوں نے امامؑ کی نصرت میں شہادت حاصل کی۔

شبِ عاشور بیعت اُٹھانے کا فلسفہ

(اضافہ از مترجم): بعض علما نے اِشکال کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اہل بیتؑ اور اصحابؓ سے فرمایا: میں تمھیں اجازت دیتا ہوں کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ میں تم سے بیعت اُٹھائے دیتا ہوں اب تمھارا واپس چلا جانا تمھارے لیے باعثِ حرج نہیں ہے۔ حالاں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ان لوگوں پر نصرت واجب تھی وہ خصوصاً ان حالات میں جب آپؑ کو دشمن نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ ان احوال میں آپؑ کی نصرت کا ترک کرنا اور آپؑ کی مخالفت عذابِ الیم کا موجب تھی کیوں کہ مذہب کی جملہ ضروریات اور بدیہات میں سے ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ کی بیعت و اطاعت کی جائے اور ان کے بعد اُن کے تمام اوصیاؑ اور ائمہؑ جو ان کی اہل بیتؑ میں سے ہیں ان کی بیعت و اطاعت کی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ان کی اطاعت ونصرت لازم وواجب ہے۔ ان کی اطاعت ونصرت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں ہے۔ اگر ان کی ولایت کو تسلیم کیے بغیر اعمال کیے جائیں تو وہ سب باطل ہیں۔ میدانِ کربلا میں جو لوگ نصرت حسینؑ میں شہید ہوئے تھے وہ سب عالم اور دانا تھے۔

ہماری اس بات کی تائید جناب مسلمؓ بن عوسجہ کے قول سے ہوتی ہے۔ جب انھوں نے بارگاہِ امامت میں کہا تھا: اگر ہم آپؑ کو دشمنوں میں چھوڑ کر چلے جائیں تو بارگاہِ خداوندی میں کیا عذر پیش کریں گے؟ اولادِ عقیلؑ نے کہا تھا: ہم آپؑ پر اپنی جانوں کو فدا کریں گے کیوں کہ ہر صورت میں ہمارے لیے یہ شرعی تکلیف بنتی ہے کہ آپؑ کی نصرت کریں۔ اگر آپؑ کے فرمان کا مطلب یہ ہوتا کہ آپؑ پر کوئی شرعی تکلیف نہیں بنتی تو یہ حضرت ایسی گفتگو نہ کرتے۔

اس اشکال کے جواب کی دو صورتیں ہیں۔

عربوں کا رواج تھا' جب وہ کسی کی بیعت کر لیتے تھے تو وہ اس کی مکمل اطاعت کرتے تھے۔ اس بیعت کو نبھاتے تھے اُسے نہیں توڑتے تھے۔ اگر ان کا کوئی آدمی بیعت توڑ دیتا تو اس کی مذمت کی جاتی تھی۔ ان کے نزدیک بیعت شرعی واجبات کے مانند ہوتی تھی۔ اگر صاحبِ بیعت' بیعت کی مخالفت کرنے والے کو سزا دیتا تو اس مواخذہ کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ ایسی باتوں سے بھری پڑی ہے جو ہمارے دعوٰی کی دلیل ہیں۔ شاید اس بیعت سے مراد ایسی رواج والی بیعت ہو نہ کہ امارت وولایت والی بیعت' کیوں کہ امامت والی بیعت تو الٰہی تکلیفات میں سے ہے یعنی آپؑ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا تھا: تمھارا میری حمایت نہ کرنا قابلِ حرج چیز نہیں ہے۔ آپؑ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ از طرفِ خدا حرج نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپؑ نے اس فرمان کے ساتھ ان کی آزمائش کی تھی۔ حالاں کہ آپؑ خوب جانتے تھے کہ یہ لوگ میری نصرت کو ترک کرنے والے نہیں ہیں' لیکن امامؑ کی اس سے یہ غرض تھی کہ میرے اصحابؓ کی بزرگواری تمام عالم پر ظاہر و باہر ہو جائے اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ امامؑ کے اصحابؓ اتنے عظیم تھے کہ امامؑ انھیں اجازت دے رہا تھا کہ تم اپنی جانوں کو بچا لو لیکن وہ اپنی فداکاری و جاں نثاری میں کوہ گراں بن گئے تھے۔ انھوں نے اپنی

جانیں، اپنی اولاد کی جانیں، اپنے اموال امامؑ پر نچھاور کر دیے تھے۔ حتیٰ کہ جنگ کے روز ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ ان کا ہر آدمی جنگ کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا تھا اور وہ شوقِ شہادت میں اتنا بلند ہو چکے تھے کہ ایک دوسرے سے مزاح کر رہے تھے۔ آئندہ صفحات میں بیان ہوگا کہ انھیں نہ نیزوں کا کوئی خوف تھا اور نہ تلواروں کا خوف تھا۔ وہ جوان جذبوں اور ولولوں کے ساتھ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور زخم پر زخم کھا رہے تھے انھیں کسی قسم کا کوئی خوف دامن گیر نہ تھا۔

قرآنی اور تاریخی واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی داستان میں غور کیجیے۔ اس داستان کا مقصد صرف امتحان تھا، کیوں کہ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرزند ذبح ہو جائے ورنہ وہ فدیہ نہ بھیجتا، بل کہ اس امر سے مقصود صرف اور صرف امتحان تھا تاکہ دنیا کو معلوم ہو اور ساتوں آسمان کے ملائکہؑ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نبی کی عظمت کیا ہے۔ اس لیے حکم دیا تھا حالاں کہ اس زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حسن و جمال اور نورِ رخسار میں آفتابِ عالم تاب کے مانند تھے۔ انھوں نے اللہ کی رضا کے لیے انھیں ذبح کرنا چاہا تھا تاکہ رہتی دنیا تک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی منزلت باقی رہے۔ جب انھوں نے اپنے والد سے خواب سنا تھا تو عرض کیا تھا: اے بابا جانؑ! آپؑ کو جو حکم ملا ہے آپؑ اس حکم کی تعمیل کریں آپؑ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔

جی ہاں! حضرت امام حسین علیہ السلام اُسی درخت کے ثمر تھے کہ جنھوں نے رضائے خداوندی کے لیے اپنی ساری کائنات قربان کر ڈالی تھی۔

(اضافہ از مترجم): مصنف نے بارگاہِ امامت میں جو امامؑ اور ان کے اصحابؓ کے درمیان سوال و جواب ہوئے تھے انھیں معتبر کتب سے نقل کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنی نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ ہمیشہ آپؑ کے ہم راہ رہے اور ان کا کوئی فرد آپؑ سے جدا نہیں ہوا تھا۔ وہ تمام آپؑ کی نصرت میں ثابت قدم رہے تھے

اور شہادت کی سعادت حاصل کی تھی۔

وہ لوگ جو راستے میں امامؑ کے ہم راہ ہوئے تھے جن کا مقصد یہ دنیا تھی اور اس دنیا کے عوض وہ اپنی آخرت کو بیچ چکے تھے۔ جب امامؑ منزل زبالہ پر پہنچے تھے تو وہ وہاں منتشر ہو گئے تھے۔ جس طرح ان کی یہ داستان گذشتہ صفحات میں موجود ہے۔

امالی کی روایت سے "اس کے علاوہ ان باتوں سے شہدائے کربلا کی فضیلت یوں ظاہر ہوتی ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جن کی نگاہ دنیا پر نہ تھی جن کی نگاہ آخرت پر تھی۔ اس سفر کے دوران میں ان کی ملاقات حُرؒ کے لشکر سے بھی ہوئی لیکن وہ ثابت قدم رہے جب وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہم راہ کربلا میں وارد ہوئے تھے تو ان کے سامنے محرم کے پہلے عشرہ کے ایام میں مسلسل لشکر آتے رہے۔ انھیں معلوم تھا کہ انھیں ہر صورت قتل ہونا ہے اگر وہ دنیا کے بندے ہوتے تو امامؑ کو چھوڑ کر چلے جاتے لیکن انھوں نے وفا کا حق ادا کیا تھا اور امامؑ کے قدموں میں شہادت حاصل کی تھی۔ کتب معتبرہ میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے جس میں آیا ہو کہ امامؑ کے ساتھی انھیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار متفرقہ سے نقل کیا ہے۔ وہ روایت تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں موجود ہے۔

وہ روایت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: میں تم سے اپنی بیعت اُٹھائے دیتا ہوں اب تم لوگ یہاں سے جا سکتے ہو۔ تم یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے گھر والوں سے جا ملو۔ آپؑ نے اہل بیتؑ سے بھی فرمایا: تم بھی جا سکتے ہو' کیوں کہ تم اس گروہ اشرار کا مقابلہ نہیں کر سکتے' ان لوگوں کا مقصود صرف میں ہوں۔ انھیں میرے علاوہ کسی اور سے کوئی غرض نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ میری مدد کرے گا' وہ مجھے اپنے حسن کرامت سے محروم نہیں کرے گا' جس طرح اُس نے میرے آباؤ اجداد پر احسانات فرمائے ہیں وہی احسانات مجھ پر نازل کرے گا۔

جب آپؑ کے لشکر نے آپؑ کی یہ بات سنی تو وہ منتشر ہونے لگے لیکن آپؑ کے اہل

بیتؑ اور آپؑ کے کچھ اصحابؓ نے جانے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم ہرگز آپؑ سے جدا نہیں ہوں گے جو چیز آپؑ کو محزوں کرتی ہے وہی چیز ہمیں بھی محزوں کرتی ہے۔ جو کچھ آپؑ کے ساتھ ہوگا وہی ہمارے ساتھ ہوگا۔ ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اگر ہم آپؑ کی نصرت میں رہیں' آپؑ کے پاس رہیں تو ہم بارگاہِ خداوندی میں تقرب حاصل کریں گے۔

جب امامِ مظلومؑ نے ان کا یہ کلام سنا تو فرمایا: اگر تم نے اپنے نفوس کو اس امر پر قائم کر لیا ہے جس امر پر میں نے اپنے نفس کو قائم کیا ہے اور تم یہ جان لو کہ اللہ اپنے بندوں کو رنج و تکالیف پر صبر کے مطابق منازل شریفہ عطا کرتا ہے اگرچہ مجھے میرے بزرگوں اور اہل بیتؑ کے ساتھ جن میں سے فقط ایک میں ہی اس دنیا میں باقی رہ گیا ہوں۔ ایسی کرامات سے مخصوص کیا ہے کہ ان کی موجودگی میں ان سختیوں اور تکالیف کا جھیلنا مجھ پر احسان ہے۔ اس صورت میں تمھیں کرامتِ الٰہی میں سے کچھ حصہ ضرور ملے گا اور یہ بھی سمجھ لو کہ دنیا کی شیرینی اور تلخی بمنزلہ خواب کے ہے اور بیداری آخرت میں ہوگی۔ کام یاب آدمی وہ ہے جو آخرت میں کام یاب ہو اور بدبخت اور شقی وہ ہے جو آخرت میں بدبخت اور شقی ہو اور اے ہمارے دوستو! اور محبّو! اور ہمارے دامن کو مضبوطی سے پکڑنے والو! اگر تم چاہو تو میں تمھیں اپنے اور تمھارے ابتدائی امر سے مطلع کروں تاکہ تمھارے لیے ان تکالیف شاقہ کا برداشت کرنا آسان ہو جائے' جن کا تم نے سامنا کرنا ہے...... الخ۔ مزید تفصیل کے لیے تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف رجوع کیجیے۔

(اضافہ از مترجم): شب عاشور حضرتؑ کے لشکر کے منتشر ہونے کی روایت کچھ اس طرح ہے لیکن جب تاریخ کربلا کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شبِ عاشور آں حضرتؑ کے پاس جتنے لوگ تھے وہ سب آپؑ کے شیعہ تھے۔ حالاں کہ یہ واقعہ منزلِ زبالہ کا ہے وہاں جب آپؑ نے خطبہ دیا تھا تو وہ لوگ جو آپؑ کے کاروان میں اس لیے شامل ہو گئے تھے کہ انھیں مالِ دنیا حاصل ہوگی تو وہ منتشر ہو گئے تھے۔ لیکن وہ لوگ جو اہل بیتؑ میں

سے تھے اور آپؑ کے خواص تھے وہ آپؑ کے ساتھ رہ گئے تھے اور عاشور کے دن آپؑ کی نصرت میں شہید کردیے گئے تھے۔ امامؑ نے اپنے ان خواص اور جاں نثاروں کو بہشت میں ان کے مقامات دکھائے تھے (اللہوف:۹۳)۔

سید ابن طاؤس کی روایت

شب عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ ایک طرف خیمہ لگایا جائے اور آپؑ کے حکم کے مطابق اس میں ایک بڑا برتن رکھ دیا گیا تھا اور اس میں بہت سی خوش بو ڈالی گئی تھی۔ اس خیمے میں نورہ بھی رکھا گیا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اس خیمے میں داخل ہوئے' آپؑ نے نورہ اپنے جسم پر لگایا۔ روایت میں ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام خیمے میں تھے اس وقت بُریرؓ بن خضیر ہمدانی اور عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری خیمہ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام خیمے سے باہر تشریف لائے تو ان لوگوں نے بھی اپنے جسم پر نورہ لگایا۔

بُریرؓ کا عبدالرحمٰن سے مزاح

جناب بُریرؓ نے عبدالرحمٰن سے مزاح کی۔ عبدالرحمٰن نے کہا: اے بُریرؓ! یہ وقت مزاح نہیں ہے۔

جناب بُریرؓ نے فرمایا: بخدا! میری قوم مجھے خوب جانتی ہے کہ میری جوانی اور میرا بڑھاپا ہمیشہ لہو ولعب سے دور رہا ہے' مجھے ہنسی کھیل سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے اس وقت میں نے ہنسی مذاق اور مزاح اس لیے کیا ہے کہ شہادت کی عظیم سعادت کو میں چند قدموں کے فاصلے پر پارہا ہوں۔ خدا کی قسم! کل ہماری اس گروہ اشرار سے جنگ ہوگی۔ میں ان سے اپنی شمشیر آب دار سے جنگ کروں گا۔ بعدازیں شہید کردیا جاؤں گا۔ منزل شہادت کے فوراً بعد جنت کی خوب صورت حسین وجمیل بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے معانقہ کروں گا (اللہوف:۹۵' تاریخ طبری: ج۵' ص۴۲۳)۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی روایت

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: شب عاشور مجھ پر مرض کا غلبہ تھا' میری پھوپھی حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا میری تیمارداری میں مصروف تھیں' میرے بابا حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمے میں اکیلے تشریف فرما تھے۔ جناب ابوذر غفاریؓ کے غلام جناب جونؓ آپؑ کی تلوار کی اصلاح کر رہے تھے۔ اس دوران میں میرے والد گرامیؑ نے اس دنیا کی بے وفائی کا تذکرہ ان اشعار کے ساتھ کیا۔

يَا دَهرُ أُفٍ لَكَ مِن خَلِيلٍ
كَم لَكَ فِي الإِشرَاقِ وَالأَصِيلِ
مِن طَالِبٍ وَ صَاحِبٍ قَتِيلٍ
وَالدَّهرُ لَا يَقنَعُ بِالبَدِيلِ
وَ إِنَّمَا الأَمرُ إِلَى الجَلِيلِ
وَكُلُّ حَيٍّ سَالِك سَبِيلِي

"اے ناپائیدار زمانے! تجھ پر افسوس ہے' آج تک تُو نے ازراہِ دوستی کسی سے وفا نہیں کی ہے' تُو دوستوں اور دشمنوں سبھی کو موت سے ہم کنار کر دیتا ہے۔ ایک کے عوض دوسرے کو قبول نہیں کرتا۔ یہ حقیقت ہے کہ تمام اُمور اللہ کے ہاتھ میں ہیں' بہرحال جو زندہ ہے اُسے یہ راہ طے کرنا ہے۔"

(مترجم): مقتل ابی مخنف میں آں حضرتؑ کے اس قول "کل حی تسالک سبیلی" کے بعد تین اور مصرعے بھی نقل کیے گئے ہیں۔

مَا أَقرَبَ الوَعدَ مِنَ الرَّحِيلِ
وَ إِنَّمَا الأَمرُ إِلى الجَلِيلِ
سُبحَانَ رَبِّي مَا لَهُ مَثِيل

"کوچ و رحلت کا وعدہ کس قدر قریب ہے۔ تمام معاملات کی ڈور اللہ کے

ہاتھ میں ہے۔ میرا پروردگار پاک و پاکیزہ ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔"

شبِ عاشور حضرت زینب عالیہؑ کی بے تابی

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: شبِ عاشور میرے والد گرامیؑ نے مُن درجہ بالا اشعار کو دو تین مرتبہ دُہرایا۔ میں نے فوراً سمجھ لیا بس بلا و مصیبت نازل ہو چکی ہے اور میرے باباؑ شہید ہونے والے ہیں۔ قیامت کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ یہ سن کر میں بے حال ہو گیا' مجھ پر رقت طاری ہوگئی' عورتوں کی گھبراہٹ کے خوف سے میں نے اپنے رونے کو ضبط کیا۔ میرے ساتھ میری پھوپھی حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا بھی یہ وحشت انگیز باتیں سن رہی تھیں کیوں کہ خواتین مردوں کی نسبت رقیق القلب ہوتی ہیں ان سے گریہ ضبط نہ ہو سکا۔ وہ بے تابانہ اپنی جگہ سے اُٹھیں جوتے نہ سنبھال سکیں میرے باباؑ کے خیمے کی طرف اس حال میں دوڑیں ان کی چادر مبارک زمین پر خط کھینچ رہی تھی۔ صدائے شیون بلند کرتے ہوئے کہا:

والکلاہ لیت الموت اعدمنی الحیواۃ الیوم مانت امی و ابی علی و اخی الحسن یا خلیفۃ الماضی و ثمال الباقی

"اے کاش! میں آج مرجاتی اور یہ حال نہ دیکھتی۔ ایسے ہے جیسے آج ہی میری ماںؑ نے دار فانی سے مفارقت کی ہو اور آج ہی میرے بابا علی المرتضیٰؑ شہید ہوئے ہوں اور آج ہی میرے بھائی حسن مجتبیٰؑ زہر دغا سے شہید کر دیے گئے ہوں۔ ہائے آپؑ ہی یادِ رفتگان ہیں اور پشت پناہ ماندگان ہیں۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن کی طرف از روئے رقت و حسرت کے دیکھا ان کی سوگواری اور بے قراری کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: اے میری خواہرؑ مہربان! حلم و بردباری کو اپنائیے۔ یہ فرما کر آپؑ بھی رونے لگے۔ آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے جو آپؑ کے رخساروں پر بہنے لگے۔ آپؑ نے اسی حالت میں فرمایا: اے خواہرؑ! اگر "قطا" نامی پرندے کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا اور صیاد اس کے شکار سے دست بردار ہو جاتے تو وہ اپنی جگہ پر آرام و

سکون حاصل کرتا یعنی اگر میرے دشمن مجھ سے ہاتھ اُٹھا لیتے اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیتے تو میں ان مصائب و آلام سے دوچار نہ ہوتا لیکن یہ لوگ میرے درپے آزاد ہیں اور میرے گریبان سے اپنا ہاتھ اُٹھانے والے نہیں ہیں۔

جب حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا نے اپنے برادر بزرگ وار سے یہ دل سوز اور گریہ خیز گفتگو سنی تو عرض کیا: ہائے مجھ پر افسوس! اب آپؑ کی بے چارگی اس قدر بڑھ گئی ہے۔اب آپؑ اپنی موت کی باتیں کرنے لگے ہیں۔اب آپؑ مصائب کے طوفانوں میں گھر چکے ہیں۔ان باتوں نے میرے جگر کو جلا کر رکھ دیا ہے اور میرے دل کو زخمی کر دیا ہے۔اس دوران میں آپؑ اپنے رُخساروں پر تمانچے مارنے لگیں اور اپنا گریبان چاک کر ڈالا' اس قدر مضطرب ہوئیں کہ مدہوش ہو گئیں اور زمین پر گر پڑیں۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی ہم شیرہ کی یہ حالت دیکھی تو فوراً اپنی جگہ سے اُٹھے اور اپنی بہن کے سر کی طرف آئے اور ان کے منہ پر پانی چھڑکا۔جب حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا ہوش میں آئیں تو آپؑ نے فرمایا: اے میری مہربان ہم شیرہ! خدا کا خوف رکھیے اور اپنے آپ کو تسلی دیجیے اللہ نے صبر کا حکم دیا ہے اور اللہ کی قضا پر راضی رہنے کی کوشش کیجیے سبھی نے ایک دن مرنا ہے۔اللہ کے سوا کسی کو بقا نہیں ہے۔اُس نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ ہر چیز کو کتمِ عدم سے وجود کا لباس پہنایا ہے۔وہ ایک دن تمام مردوں کو قبروں سے باہر نکالے گا اور اُنھیں زندگی عطا کرے گا۔ ہر ایک کی بازگشت اس کی طرف ہے وہ واحد ہے اور لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔آپؑ نے فرمایا: اے میری بہن! میرے نانا اور بابا' بزرگ وار مجھ سے بہتر تھے۔میری مادر مہربان اور برادر گرامی مجھ سے بہتر تھے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ رسولؐ اللہ کی پیروی کرے وہ ہم سے بہتر و برتر تھے لیکن آخر اس دنیا سے رُخصت ہو گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان باتوں سے اپنی بہن کو تسلی دینے کی کوشش کی اور انھیں صبر کی تلقین کی۔آپؑ نے اُنھیں فرمایا: اے میری مہربان بہنؑ! میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔میری اس قسم پر یقین رکھنا اور اس پر عمل کرنا' جب مجھے قتل کر دیا جائے تو اپنا گریبان

چاک نہ کرنا، اپنے چہرے کو زخمی نہ کرنا، میری عزا میں واویلا نہ کرنا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: ان باتوں کے بعد میرے والدؑ میری پھوپھیؑ کو میرے خیمے میں واپس لے آئے اور اُنھیں میرے پاس بٹھایا اور اپنے اصحابؓ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپؑ نے حکم دیا کہ تمام خیام کو ایک دوسرے سے متصل کر دیا جائے یعنی ان کی طنابیں ایک دوسرے سے ملا دی جائیں اور ان کے درمیان سے آمد و رفت بند کر دی جائے۔ آپؑ نے دائیں بائیں پشت پر خیام لگا دیے اور سامنے والے حصے کو میدانِ جنگ قرار دیا تاکہ لڑائی ایک طرف واقع ہو۔ اس کے بعد آں حضرتؑ اپنے خیمے میں تشریف لائے اور اصحابؓ کے ساتھ تمام شب مصروفِ عبادت رہے (الارشاد: ج ۲، ص ۹۱، اللھوف: ۸۱، اعلام الوریٰ: ۲۳۹، مثیر الاحزان: ۴۹، مقاتل الطالبین: ۱۱۳)۔

(اضافہ از مترجم): اس مقام پر دو روایتیں موجود ہیں، جن کا ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے۔ ان میں سے ایک جناب سید طاؤسؒ کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں وارد ہوئے تو آپؑ نے اپنے اصحابؓ سے پوچھا: اس زمین کا نام کیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا: اس کا نام کربلا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہیں پر اُتریے۔ اسی سرزمین پر ہمارا سامان اُترے گا، اسی زمین پر ہمارا خون گرایا جائے گا اور یہیں ہماری قبریں بنیں گی۔ یہ باتیں مجھے اللہ کے رسولؐ نے بتائی تھیں۔

آں حضرتؑ اسی مقام (کربلا) میں اُتر پڑے۔ لشکرِ حُر بھی آپؑ کے بالمقابل اُترا۔ اس دوران میں آں حضرتؑ ایک طرف تشریف فرما تھے اور اپنی تلوار کی اصلاح فرما رہے تھے اور آپؑ کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے:

يَا دَهرُ أُفٍّ لَكَ مِن خَلِيلِ
كَم لَكَ فِي الإِشرَاقِ وَ الأَصِيلِ
مِن طَالِبٍ وَ صَاحِبٍ قَتِيلِ
وَالدَّهرُ لَا يَقنَعُ بِالبَدِيلِ

وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكٌ سَبِيلِ
مَا أَقْرَبَ الْوَعْدُ إِلَى الرَّحِيلِ
وَ إِنَّهَا الْأَمْرُ إِلَى الْجَلِيلِ

جب حضرت زینبؑ خاتون نے ان دل سوز ابیات کو سنا تھا تو بارگاہِ امامت میں عرض کیا: اے برادر بزرگ وار! ابھی آپؑ جو اشعار پڑھ رہے تھے یہ تو ایسے شخص کے اشعار ہو سکتے ہیں جسے اپنی موت کا یقین ہو۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! اے خواہر مہربانؑ! بات کچھ ایسی ہے۔

جب حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا نے یہ سنا تو فرمایا: وَا مُصِیبَتَا خود حسینؑ مجھے اپنی موت کی خبر دیتے ہیں۔

حضرت اُمّ کلثومؑ کی بے تابی

راوی کا بیان ہے جب خواتین نے یہ جاں گداز و ہوش پرواز کلمات سنے تو ان کی رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ انھوں نے اپنے رُخساروں پر تماچے مارنے شروع کر دیے اور گریبان چاک کر دیے۔ حضرت اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا روتی بھی تھیں اور فرماتی بھی تھیں:

وَا مُحَمَّدَاهُ وَا عَلِيَّاهُ وَ أُمَّاهُ وَا حَسَنَاهُ وَا حُسَيْنَاهُ!

"اے نانا محمدؐ، اے بابا علیؑ" اے ماںؑ" اے برادر حسنؑ" اے برادر حسینؑ!
ہائے تمھارے مصائب' اے بھائی تمھارے بعد ہمارا کیا حال ہو گا؟"

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن حضرت اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کو تسلی دی اور فرمایا: اے خواہر مہربانؑ! اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی کوشش کیجیے' صبر سے کام لیجیے' اللہ کے امر کی اطاعت کیجیے۔ آپؑ کو معلوم ہونا چاہیے آسمانوں اور ملائے اعلیٰ کے ساکنین نے بھی ایک دن مرنا ہے' اہل زمین بھی ایک دن مر جائیں گے۔ آپؑ نے فرمایا: اے اُمّ کلثومؑ! اے زینبؑ! اے فاطمہؑ! اے رُبابؑ! جب دیکھنا کہ ان لوگوں نے مجھے بے دردی سے شہید کر دیا ہے تو اس وقت گریبان چاک نہ کرنا' اپنے رُخساروں پر تماچے نہ مارنا' صبر سے کام لینا۔

حضرت امام حسینؑ اپنی خواتین کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے تھے؟

سید ابن طاؤس سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اہل بیتؑ کی خواتین کو اپنے ساتھ اس لیے لے گئے تھے کہ انھیں یزید سے خطرہ تھا کہ وہ کہیں انھیں اپنا قیدی نہ بنا لے۔ آپؑ اگر اپنے اہل بیتؑ کو حجاز میں چھوڑ جاتے یا کسی اور مقام پر چھوڑ جاتے اور آپؑ عراق کی طرف چلے جاتے تو یزید آپؑ کی خواتین کو اپنا قیدی بنا لیتا' جس کی وجہ سے آپؑ جہاد نہ کر سکتے اور شہادت کی سعادت کو حاصل نہ کر سکتے۔

حضرت سکینہؑ کی روایت

شیخ بزرگ وار ابن نما نے اپنے مقتل میں روایت کی ہے کہ حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے: محرم کی نو تاریخ تاریخ تھی اُس دن خیام میں ایک قطرہ پانی کا نہ تھا۔ ہمیں سخت پیاس لگی ہوئی تھی لیکن کہیں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ پانی کی مشکیں اور تمام برتن خالی تھے۔ مشکیزے سورج کی گرمی کی وجہ سے خشک ہو گئے تھے۔ جب شام ہوئی تو بچوں پر پیاس کا غلبہ ہوا' میں اپنی پھوپھی زینب عالیہؑ کے پاس آئی کہ اُنھیں اپنی پیاس اور دیگر بچوں کی پیاس کے بارے میں بتاؤں' اچانک میں نے دیکھا کہ میرا چھوٹا بھائی علی اصغرؑ ان کی گود میں ہے وہ کبھی زمین پر بیٹھتیں اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں۔ علی اصغرؑ ان کی گود میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور چیخ چلا رہا تھا۔ میری پھوپھیؑ میرے اس شیرخوار برادر مظلومؑ کو فرما رہی تھیں: اے میرے بھائی کے لالؑ! صبر کرو' آرام کرو' سکون کرو۔ پھر روتے ہوئے فرماتیں: اے میری جان! تجھ سے کس طرح ممکن ہے کہ تُو صبر کرے' پیاس نے تجھے بے حال کر رکھا ہے' تیری پھوپھی کدھر جائے تیرے رونے کو تیری پھوپھی برداشت نہیں کر سکتی۔ تیری پیاس مجھ سے دیکھی نہیں جاتی' تیری پھوپھی کے بس میں نہیں ہے کہ وہ تیرے لیے پانی کا بندوبست کرے اور تجھے سیراب کرے۔

حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: جب میں نے یہ حال دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا' میں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ جب میری پھوپھیؑ نے میرے رونے کی آواز سنی تو

فرمایا: تُو سکینہؑ ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں سکینہؑ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تُو کیوں رو رہی ہے؟

میں نے ان کے حضور عرض کیا: میں اپنے برادر شیر خوارؑ کی اس حالت پر رو رہی ہوں۔

حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: میں نے اپنی پھوپھیؑ کے سامنے اپنی پیاس ظاہر نہ کی مبادا کہ ان کی مصیبت میں اور اضافہ ہو جائے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ خیام میں کسی کو بھیجیں شاید کہیں سے تھوڑا سا پانی مل جائے۔

جب میری پھوپھیؑ نے میری یہ بات سنی تو آپؑ نے میرے بھائی علی اصغرؑ کو اُٹھایا اور باری باری ہر خیمے میں تشریف لے گئیں۔ جب ایک خیمے میں جاتیں تو پوچھتیں کہ اگر تھوڑا سا پانی ہو تو دے دیجیے تاکہ اس شیر خوارؑ کو پلا دوں۔ لیکن کہیں بھی ایک قطرہ پانی کا نہ تھا۔ جب میری پھوپھیؑ خیام میں پانی تلاش کر رہی تھیں اس وقت چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے شاید کہ کہیں سے انھیں بھی پانی مل جائے۔ اس طرح ان کی پیاس کا بھی علاج ہو جائے۔ آخر میری پھوپھیؑ میرے چچا حضرت امام حسنؑ کی اولاد کے خیمے کے دروازے پر جا کر بیٹھ گئیں۔ وہیں پر آپؑ نے کسی کو اصحابؓ کے خیمے میں بھیجا کہ اگر ان کے پاس پانی ہے تو وہ خیام میں بھجوا دیں لیکن وہاں بھی پانی نہ تھا۔ جب ہر طرف سے مایوس ہو گئیں تو اپنے خیمے کی طرف لوٹیں۔ اس وقت آپؑ کے اطراف میں بیس چھوٹے بچے بھی چل رہے تھے جو بھی "اَلعَطَش اَلعَطَش" کی صدائیں لگا رہے تھے۔ جب انھوں نے ان بچوں کی تشنگی دیکھی تو رونا شروع کر دیا۔ جب انھوں نے رونا شروع کیا تو ہم سے بھی گریہ برداشت نہ ہو سکا۔ ہم نے بھی رونا چلانا شروع کر دیا۔ اس دوران میں میرے باباؑ کے ایک صحابی جناب بُریرؓ گزرے جنھیں "سید القرا" کہا جاتا تھا۔ اُنھوں نے ہمارے رونے کی آوازیں سنیں تو اپنے آپ کو زمین پر گرایا اور خاکِ کربلا اُٹھائی اور اپنے سر میں ڈالی اور اصحابؓ کو آواز دے کر کہا: دیکھ رہے ہو کیا تمھیں اس بات سے خوشی ہو گی کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر کے چھوٹے

بچے پیاس سے مر جائیں حالاں کہ ہماری تلواریں ہمارے قبضہ میں ہیں۔ اُنھوں نے جب سنا تو سبھی نے فرمایا: بخدا!! ان بچوں کی موت کے بعد ہماری زندگیوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس سے قبل ہم پر موت آ پڑے ہم مر جائیں۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک ایک بچے کا ہاتھ پکڑے اور گھاٹ پر جائے اور اُسے پانی پلا دے۔ اگر یہ شریر لوگ جنگ کے لیے آئیں گے تو ہم بھی ان سے جنگ کریں گے۔ اس دوران میں یحیٰی مازنی نے کہا: گھاٹ کی محافظ فوج ہم سے ضرور جنگ کرے گی۔ اگر اس دوران میں ہمارے پاس یہ چھوٹے بچے ہوئے اور ان میں سے کسی بچے کو کوئی تیر یا نیزہ لگ گیا تو بچوں کے قتل کی ذمہ داری ہم پر عائد ہو گی۔ بہتر یہ ہے کہ ہم خود مشکیں اُٹھائیں اور دریا کے گھاٹ پر جائیں اور پانی لے آئیں۔ اگر انھوں نے ہم سے جنگ کی تو ہم بھی ان سے جنگ کریں گے۔ اگر ہم میں سے کوئی مارا گیا تو وہ دخترانِ فاطمہ زہرا کا فدیہ شمار ہو گا۔

جناب بُریرؓ نے فرمایا: ہاں تمھاری رائے صحیح ہے۔ اصحابؓ میں سے چار آدمیوں نے مشک اُٹھائی اور دریا کی طرف روانہ ہو گئے۔ دشمن کی فوج کو ان کی آمد کا پتا چل گیا۔ انھوں نے آواز دی: تم کون ہو؟

جناب بُریر نے جواب دیا: میں بُریرؓ ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پیاس نے ہمارا بُرا حال کر دیا ہے جگر کباب ہوا چاہتے ہیں ہم اس لیے آئے ہیں تا کہ پانی پی لیں۔

یہ سن کر ان ملعونوں نے کہا: تم یہیں ٹھہرو ہم اپنے امیر سے پوچھ لیں۔

ان میں سے کچھ لوگ جناب بُریرؓ کے رشتہ دار تھے۔ جب اُنھیں پتا چلا کہ بُریرؓ ہے تو اُنھوں نے کہا: ہاں گھاٹ پر چلے جاؤ اور پانی پی لو۔

جب جناب بُریرؓ اور ان کے ساتھی پانی میں اُترے اور اُنھیں پانی کی خنکی محسوس ہوئی تو رونے لگے اور روتے ہوئے کہا: خداوند تعالیٰ ابن سعد پر لعنت کرے یہ ٹھنڈا پانی اس کثرت کے ساتھ رواں دواں ہے اور اللہ کی زمین کو سیراب کر رہا ہے لیکن رسول اللہؐ کی آل پر پانی بند ہے۔ ان کی تشنگی اُنھیں موت سے ہم کنار کیے ہوئے ہے۔

جناب بُریرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جلدی کرو مشک بھر لو تاکہ ہم جلد از جلد یہ پانی خیام تک پہنچا دیں۔ پیاس نے بچوں کا بُرا حال کر رکھا ہے اس وقت تک تم خود پانی نہ پینا جب تک زہراؑ کی بیٹیوں تک پانی نہ پہنچ جائے کیوں کہ وہ سخت پیاسی ہیں۔

انھوں نے عرض کیا: بخدا! اے بُریرؓ! حضرت امام حسین علیہ السلام کے بچے جب تک پانی نہ پی لیں گے اُس وقت تک ہم پانی نہیں پئیں گے۔

گھاٹ پر جو فوج مقرر تھی اُس نے اصحابِ حسینؑ کی باتیں سن لیں اور ان میں سے ایک آدمی نے کہا: ابھی تک تم نے پانی نہیں پیا۔ اگر تم پانی باہر لے گئے تو خدا کی قسم! ہم اس بات کی اطلاع اسحاق کو کر دیں گے اور تمھیں اپنی تلواروں سے دور کریں گے۔

جناب بُریرؓ نے اُس سے کہا: اے شخص ہماری باتوں کو مخفی رکھ اور کسی سے کوئی بات نہ کر۔ جناب بُریرؓ آہستہ سے اُس کے نزدیک ہوئے تاکہ اُس ملعون کو پکڑ لیں لیکن وہ آگے نکل گیا تاکہ اسحاق کو اطلاع کرے۔ اس دوران میں اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان کا راستا روک لو۔ اگر تمھاری اطاعت سے انکار کریں تو اُن سے جنگ کرو۔ یہ گروہِ اشرار جناب بُریرؓ اور ان کے ساتھیوں کے راستے پر آ کھڑا ہوا۔ جب آپؓ ان کے سامنے ہوئے تو اُنھوں نے کہا: اے بُریرؓ! اسحاق کسی صورت میں راضی نہیں ہوگا کہ تم لوگ پانی اپنے ساتھ لے جاؤ۔

جناب بُریرؓ نے کہا: اگر وہ غصے ہوا تو پھر کیا ہوگا؟

اس نے کہا: تمھارے ساتھ جنگ ہوگی اور تمھیں قتل کر دیا جائے گا۔

جناب بُریرؓ نے فرمایا: ہمارا خون گرانا آسان ہے اس مشک کا پانی گرانا مشکل ہے۔ تم لوگوں پر افسوس ہے کہ کیا ہم لوگ دریائے فرات سے پانی نہیں پی سکتے' ہماری کوشش ہے کہ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیاسے بچوں تک یہ پانی لے جائیں۔ انھوں نے کہا: بخدا! ایسا نہیں ہو سکتا ہم یہ پانی نہیں جانے دیں گے' اس پانی کو زمین پر بہا دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سب کے خون اس مشک کے اطراف میں بہہ رہے ہوں۔

ان لوگوں میں سے ایک ملعون نے کہا کہ یہ جماعت مرنے مارنے پر آمادہ ہو چکی ہے۔

اگر یہ لوگ یہ پانی لے بھی جائیں تو اس پانی سے انھیں کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوگا' انھیں جانے دیجیے۔ لیکن ان میں سے ایک دوسرے آدمی نے کہا: امیر کی مخالفت نہ کرو۔ انھیں خیام کی طرف پانی لے جانے کی اجازت نہ دو۔ اس دوران میں اس شیطانی لشکر نے جناب بُریرؓ اور ان کے ساتھیوں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ بُریرؓ اور اس کے ساتھیوں نے فوراً مشک اپنے کاندھے سے اُتاری اور مشک کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ یہ حالت دیکھ کر جناب بُریرؓ رونے لگے اور کہا: ہائے افسوس! فاطمہ زہراؑ کی بیٹیاں پیاسی ہیں۔ پیاس نے ان کے جگر کباب کر دیے ہیں' خداوندا! ان لوگوں نے ہمارا راستا بند کر رکھا ہے ان سے اپنی رحمت کو اُٹھا لے۔ آپؓ کے ایک ساتھی نے اپنی مشک کو دوبارہ اپنے کاندھے میں ڈالا تو دشمن کے لوگوں نے اُسے گھیر لیا اور مشک کو نیزوں سے چھلنی کرنے کی کوشش کی۔ اس دوران اچانک ایک تیر آیا' جس سے مشک کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ لیکن وہ تیر مشک اُٹھانے والے کو جا لگا جس سے اس کا شانہ زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ اس مومن پاک طینت نے جب اپنے کاندھے سے خون کو جاری دیکھا اور مشک کو صحیح و سالم پایا تو کہا: میں اپنے خدا کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں کہ جس نے میرے شانے کو مشک کا فدیہ قرار دیا۔

جس وقت جناب بُریرؓ نے دیکھا کہ یہ ملاعین کسی صورت میں پانی نہیں لے جانے دیتے تو بلند آواز سے فرمایا: اے بنواُمیہ کے طرف دار و فتنہ برپا نہ کرو' قبیلہ ھمدان کی تلواروں کو اپنے نیاموں میں رہنے دو۔

جناب بُریرؓ کی اسی آواز کو اصحابِ حسینؑ نے سن لیا ان میں سے کسی ایک نے کہا: بُریرؓ کی آواز میرے کان میں آئی ہے وہ دشمن کے لشکر کو وعظ و نصیحت کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اُٹھیے اور بُریرؓ تک پہنچیے اور اُنھیں جلد اپنے پاس لے آئیے۔ جب اصحابِ حسینؑ کو دشمن کے لوگوں نے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہاں سے بھاگ نکلے۔ جناب بُریرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیامِ حسینؑ میں پہنچے تو پانی کی مشک زمین پر رکھی اور عرض کیا: اے آلِ نبیؐ! یہ پانی مبارک ہو اس سے اپنی پیاس بجھایئے۔ جب بچوں نے جناب بُریرؓ کی آواز کو سنا تو سبھی اکٹھے ہو گئے اور ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے: اِدھر

آ ئیے۔ بُریر ہمارے لیے پانی لائے ہیں۔ پیاس سے بچوں کا یہ حال تھا کہ انھوں نے اپنے آپ کو مشک پر گرا دیا۔ بعض بچے مشک کو اپنے سینے کے ساتھ لگاتے اور بعض اپنے رخسار مشک کے ساتھ مس کرتے۔ اس دوران میں اچانک مشک کی رسی کھل گئی اور آناً فاناً سارا پانی زمین پر بہ گیا۔ جب پیاسے بچوں نے پانی کو زمین پر بہتے دیکھا تو اُنھوں نے گریہ وزاری کی آوازیں بلند کیں اور کہا: اے بُریرؓ! پانی مشک سے بہ گیا ہے مشک خالی ہو گئی ہے ہم ویسے کے ویسے پیاسے رہ گئے ہیں (میں نے یہ روایت مثیر الاحزان میں نہیں پائی)۔

جب جناب بُریرؓ نے یہ حالت دیکھی تو بے ساختہ اپنے منہ پر تمانچا رسید کیا اور اپنے آپ سے کہا: ہائے افسوس رسولؐ اللہ کی بیٹیاں پیاسی رہ گئی ہیں۔

(اضافہ از مترجم): امالی صدوق کی روایت میں ہے کہ شبِ عاشور حضرت علی اکبر علیہ السلام اصحابؓ کی ایک جماعت کے ساتھ دریائے فرات پر گئے تھے اور اُنھوں نے وہاں سے چند مشکیں پانی سے بھر لی تھیں اور وہ کام یابی کے ساتھ واپس خیام میں آ گئے تھے (امالی صدوق: ص ۳۶۱)۔

شبِ عاشور وقتِ سحر حضرت امام حسینؑ کا خواب

مناقب میں ہے کہ جب عاشور کی شب ختم ہونے والی تھی تو اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصلائے عبادت پر آنکھ لگ گئی، تھوڑی دیر بعد جب آپؑ بیدار ہوئے تو فرمایا: کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس وقت میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟

آپؑ کے حضور عرض کیا گیا: فرمائیے آپؑ نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چند کتے مجھ پر حملہ آور ہوتے ہیں ان میں ایک بہت زیادہ سفید کتا ہے جو مجھ پر سب سے زیادہ حملہ آور ہوتا ہے۔ مجھے گمان ہے کہ میرا قاتل مبروص ہوگا۔ اس کے بعد رسولؐ اکرم بہت سی ارواحِ مقدسہ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے فرزند عزیز! آپؑ شہید آلِ محمدؐ ہیں۔ اہل آسمان اور مقدس ساکنانِ ملائے اعلیٰ تیری پاکیزہ روح کے منتظر ہیں۔ اے حسینؑ! جلدی کیجیے آج کی شب ہمارے پاس افطار کیجیے۔ اپنی آمد میں تعجیل سے کام لیجیے۔ یہ فرشتہ ہے جو آسمان سے آیا

ہے اس کے ہاتھ میں سبز رنگ کا شیشہ ہے۔ یہ اس شیشے میں آپ کا خون جمع کرے گا۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: یہ وہ خواب ہے جو میں نے ابھی دیکھا ہے معلوم ہوتا ہے وقت اجل آ پہنچا ہے۔ اب وقت رحلت قریب ہے۔ اس امر میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی (علامہ مجلسی نے اس روایت کو مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کیا ہے۔ یہ روایت کتاب الفتوح میں مذکور ہے۔ الفتوح اعثم کوفی: ج ۵، ص ۱۳۰، کامل الزیارات: ص ۷۸، البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۸)۔

(اضافہ از مترجم): حضرت امام حسین علیہ السلام کو خواب میں کہا گیا تھا کہ آج شب آپؑ نے ہمارے ساتھ افطار کرنا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام صبح عاشور سے اپنے وقت شہادت تک بھوکے اور پیاسے رہے تھے۔ ایک روزہ دار کی طرح آپؑ نے نہ پانی پیا تھا اور نہ کھانا کھایا تھا۔

روحی و روح العالمین فداہ

شبِ عاشور حضرت امام حسینؑ کا آیاتِ قرآنی کا تلاوت کرنا:

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے ضحاک بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ شب عاشور کا نصف حصہ گزر چکا تھا، اِدھر خیامِ حسینیؑ میں اصحابِ حسینیؑ عبادت خداوندی میں معروف تھے ابن سعد کے لشکر کے کچھ آدمی خیامِ حسینیؑ کے قریب آئے کیوں کہ وہ اصحابِ حسینیؑ کی نگرانی پر مامور تھے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام قرآنِ مجید کی تلاوت میں معروف تھے۔ آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ○ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (سورہ مبارکہ آلِ عمران: آیات ۱۷۸، ۱۷۹)

"اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم انھیں جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ اُن کے حق میں بہتر ہے بل کہ ہم تو صرف اس لیے دے رہے ہیں تا کہ یہ

لوگ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کرلیں اور آخرکار ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔"

اللہ مومنوں کو اس حال میں رہنے نہیں دے گا جس حالت میں اب تم لوگ ہو یہاں تک کہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کردے......

ضحاک کا بیان ہے کہ جب دشمن کے اس دستے نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اس آیت کی تلاوت سنی اس دستے میں عبداللہ بن سمیر ایک آدمی بھی تھا وہ ایک شریر ترین آدمی تھا اُس نے اپنے نیزے کا سہارا لیا اور بلند آواز سے کہا: رب کعبہ کی قسم! ہم ہی نیک اور پاکیزہ لوگ ہیں اور تم سبھی خبیث لوگ ہو (نعوذباللہ)۔

جناب بُریرؓ بن خُضیر نے فرمایا: اے فاسق! کیا خداوند تعالیٰ نے تجھ جیسے فاسق کو پاکیزہ قرار دیا ہے؟

اس ملعون نے کہا: ارے تُو کون ہے ایسی بات کرنے والا؟

جناب بُریرؓ نے فرمایا: میں بُریرؓ بن خُضیر ہوں۔

اس ملعون نے جناب بُریرؓ کو دشنام دی اور جناب بُریرؓ نے بھی اُسے اس کی حقیقت حال بتائی۔ یہ سن کر وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا (الارشاد: ج۲، ص۹۵)۔

صبح عاشور

شبِ عاشور اپنی تاریکیوں کے ساتھ آخر اپنی انتہا کو پہنچی جس کا لمحہ لمحہ آلِ رسولؐ پر بھاری تھا۔ اس شب کے پہلو میں ہزاروں ہول ناکیاں اور کرب ناکیاں موجود تھیں۔ خدا جانے فرزندِ رسول اللہؐ نے یہ رات کس طرح گزاری۔ آخر افقِ شرق سے صبح نے طلوع کیا۔ مظلومِ کربلاؑ نے اپنے اصحابؓ کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی' نمازِ صبح کے بعد فرزندِ رسولؐ نے اپنے چھوٹے سے لشکر کو آمادۂ جنگ کیا۔

تعدادِ اصحابؓ حضرت امام حسینؑ

جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ آں جنابؑ کے اصحابؓ کی تعداد بہتر (۷۲) تھی۔ ان میں سے چالیس پیادے اور بتیس افراد سوار تھے۔[1]

جناب سید ابن طاؤسؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ آں حضرتؑ کے اصحابؓ کی تعداد ۱۴۵ افراد پر مشتمل تھی ان میں پینتالیس نفر سوار تھے اور سو افراد پیادے تھے۔

جناب شیخ ابن نما نے بھی یہی کچھ نقل کیا ہے۔

لشکرِ حسینیؑ کی جنگی تنظیم

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے لشکر کے میمنہ پر جناب زُہیرؓ کو مقرر کیا اور میسرہ پر جناب حبیبؓ ابن مظاہر کو مامور کیا۔ اپنی فوج کا علم اپنے برادر حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو عطا کیا۔ آپؑ نے فرمایا: خیام کو اپنی پشت پر رکھنا اور اپنی نگاہیں اور چہروں کو دشمن کی طرف رکھنا۔ آپؑ نے اپنے خیام کی پشت پر ایک خندق کھدوائی تھی اور اس میں ایندھن بھر دیا تھا۔ آپؑ نے دسویں کے دن حکم دیا تھا کہ اس میں آگ جلا دی جائے تاکہ دشمن کی فوج پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

ابن سعد کی جنگی ترتیب

محرم کی دس تاریخ تھی' جمعہ کا دن تھا۔ عمر ابن سعد نے اپنے لشکر کی کچھ اس طرح تنظیم کی کہ اس نے لشکر کے میمنہ پر عَمرو بن حجاج کو مقرر کیا' میسرہ پر شمر کو مامور کیا' عُروہ بن قیس کو سواروں پر مقرر کیا' شبث بن ربعی کو پیادوں کی امارت دی جب کہ اپنی فوج کا علم اپنے غلام "درید" کے حوالے کیا۔

---

(۱) الارشاد: ج ۲، ص ۹۵' اعلام الوریٰ: ص ۲۴۲' دلائل الامامہ: ۷۱' روضۃ الواعظین: ۱۹۰، ص ۱۸۴۔ طبری نے لکھا ہے کہ لشکر حسینیؑ میں اٹھائیس نفر حضرت عبدالمطلبؑ کی اولاد میں سے تھے باقی دوسرے تھے۔ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۲' کامل فی التاریخ: ج ۴، ص ۵۹' انساب الاشراف: ج ۹۳، ص ۱۸۷' امتاع الاسماع: ج ۵، ص ۳۹۴' تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۲' البدایہ و النہایہ: ج ۸، ص ۱۷۸' تاریخ ابن خلدون: ج ۹۳، ص ۳۰۔

جنگ کے آغاز میں فرزندِ رسولؐ بارگاہِ خداوندی میں

جناب مفید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب عمر بن سعد کے لشکر نے مظلومِ کربلاؑ کے لشکر کی طرف رُخ کیا تو آپؑ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور یہ دعا پڑھی تھی:

اَللّٰهُمَّ أنتَ ثِقَتِي فِي كُلِّ كَرْبٍ وَ رَجَائِي فِي كُلِّ شِدَّةٍ وَ أنتَ لِي فِي كُلِّ أمرٍ نَزَلَ بِي ثِقَةٌ وَ عُدَّةٌ، كَم مِن كَرْبٍ يَضعُفُ عَنهُ الفُؤادُ و تَقِلُّ فِيهِ الحِيلَةُ وَ يَخذُلُ فِيهِ الصَّدِيقُ وَ يَشمُتُ فِيهِ العَدُوُّ أنزَلتُهُ بِكَ وَ شَكَوتُهُ إلَيكَ، رَغبَةً مِنّي إلَيكَ عَمَّن سِوَاكَ، فَفَرَّجتَهُ وَ كَشَفتَهُ فَأنتَ وَلِيُّ كُلِّ نِعمَةٍ وَ صَاحِبُ كُلِّ حَسَنَةٍ وَ مُنتَهَى كُلِّ رَغبَةٍ

"بارالٰہا! رنج و غم میں تُو ہی میرا سہارا ہے اور ہر مشکل میں تُو ہی میری اُمیدوں کا مرکز ہے۔ جب کبھی مجھ پر کوئی مصیبت نازل ہوئی میں نے تیری ہی پناہ لی ہے۔ تیرے ذریعے اپنا دفاع کیا ہے، کتنے ہی ایسے مصائب و آلام آئے جب دل کم زور پڑ گئے، بندے پر چارہ و تدبیر کے تمام راستے بند ہو گئے، تمام دوست ساتھ چھوڑ گئے اور دشمنوں نے خوشیاں منائیں لیکن میں نے تیری ہی طرف رجوع کیا۔ تیری بارگاہ میں فریاد کی اور ہر ایک سے بے نیاز ہو کر صرف تجھی سے لَو لگائی اور تُو نے مجھ سے ہر مصیبت کو دور کیا اور ہر رنج و اَلم سے مجھے نجات دلائی، بے شک تُو ہی ہر نعمت کا مالک اور ہر حاجت کا مرکز ہے" (امالی شیخ مفید: ج۳، ص۲۷۳)۔

بارگاہِ امامت میں شمر لعین کی گستاخی

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: عاشور کے دن جب ابن سعد کا لشکر لڑنے کے لیے تیار ہوا تو اس لشکر کے کچھ دستوں نے ہمارے خیام کا رُخ کیا۔ جب اُنھوں نے

خیام کے پیچھے خندق میں آگ کو شعلہ ور دیکھا' اس وقت شمر نے بلند آواز سے کہا: اے حسینؑ! آپؑ نے دنیا کی آگ کو آخرت کی آگ سے قبل اختیار کر لیا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: یہ آدمی کون ہے؟ گو لگتا ہے یہ شمر ہے؟

آپؑ کے اصحابؓ نے عرض کیا: جی ہاں! یہ شمر ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے بکریاں چرانے والی عورت کے بچے! تُو ہی جہنم کا ایندھن بننے والا ہے۔

اس دوران میں جناب مسلمؓ بن عوسجہ نے چاہا کہ اسے اپنے تیر کا نشانہ بنائیں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے انھیں روک دیا۔

جناب مسلمؓ نے عرض کیا: چھوڑیے میں اسے اپنے تیر کا نشانہ بناتا ہوں' یہ فاسق و فاجر ہے اور بہت بڑا ظالم انسان ہے۔ یہ میرے تیر کی زد میں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں جانے دیجیے اسے تیر کا نشانہ نہ بناؤ' میں جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔

جناب بُریرؓ کی وعظ و نصیحت

جناب محمد ابن ابی طالب کی روایت ہے: جب ابن سعد کا لشکر جنگ کے لیے تیار ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے سامنے صف آرا ہوا اس وقت آں حضرتؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے لشکر میں سے کچھ افراد کو اپنے ہم راہ لیا اور لشکر اشقیا کی طرف چلے۔ جناب بُریرؓ بن خضیر آپؑ کے آگے آگے چلے جا رہے تھے۔ آں حضرتؑ نے جناب بُریرؓ سے فرمایا: تم انھیں وعظ و نصیحت کرو۔

جناب بُریرؓ آگے بڑھے اور اس لشکر روسیاہ کے سامنے آ کر فرمایا: اے قوم! اللہ سے ڈرو اور خالق افلاک کے دردناک عذاب سے بچو' جس جماعت سے تم آمادۂ قتال ہو۔ یہ حضرت محمد ﷺ کی عترت ہیں جو تمھارے ملک کی طرف چلے آئے ہیں اور تمھارے شہر میں مہمان ہیں۔ یہ رسولؐ اللہ کی ذریت ہیں ان میں رسولؐ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کے محترم حرم ہیں' جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اُسے باہر نکالو۔

دشمن کی فوج کا جواب

دشمن کی فوج نے جواب دیا: ہم چاہتے ہیں کہ ان کا ہاتھ ابن زیاد کے ہاتھ میں دے دیں اور اُسے ان پر قاہر و غالب بنائیں تا کہ وہ جو چاہے ان کے بارے میں حکم صادر کرے۔

جناب بُریرؓ نے فرمایا: کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام واپس اپنے وطن کی طرف لوٹ جائیں۔ اے اہل کوفہ! تم پر افسوس ہے تم نے اپنے عہدوں کو توڑ ڈالا۔ تم نے ان کی طرف خطوط لکھے تھے۔ تم نے آں حضرتؑ کی بیعت کی تھی، اس سے منحرف ہو گئے ہو۔ اے ستم کارو! تم پر افسوس ہے کہ تم نے پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ کو اپنے ہاں بلایا، اس وقت تمھارے یہ دعوے تھے کہ تم ان پر اپنی جانیں نچھاور کر دو گے لیکن وہ تمھاری دعوت پر تمھاری طرف چلے آئے تو انھیں ابن زیاد کے حوالے کرنا چاہتے ہو۔ تم مظالم میں کتنا آگے بڑھ گئے ہو کہ ان پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا ہے۔ تم اپنے نبیؐ کی ذریت کے ساتھ کس قدر ظلم سے پیش آ رہے ہو؟ خداوند متعال تمھیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے، تم کتنے بُرے لوگ ہو۔

ان لوگوں میں سے چند لوگوں نے جناب بُریرؓ سے کہا: اے بُریرؓ! تم جو کچھ کہہ رہے ہو ان باتوں کا ہم پر کوئی اثر نہیں ہونے والا۔ جناب بُریرؓ نے فرمایا: الحمد للہ کہ تمھارے کفر و عناد کے سبب سے میری بصیرت میں اضافہ ہوا ہے۔ خداوندا! میں ان لوگوں کی برائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ خداوندا! انھیں ایک دوسرے سے اُلجھا دے تا کہ یہ تیرے عذاب سے ہم کنار ہوں درحالاں کہ تُو ان پر غضب ناک ہو۔

جب اس شیطانی لشکر نے جناب بُریرؓ کی حق و حقیقت سے لبریز گفتگو سنی تو اُن پر تیروں کی بارش کر دی۔ چناں چہ جناب بُریرؓ واپس چلے آئے۔

بقول شاعر:

بُریر آقاؑ

حسینؑ کے باوفا مجاہد

سلام تم پر
کہ تم نے اپنی
بصیرت بے بہا سے ہم کو
سبق دیا ہے
حسینیت کا اُٹھاؤ پرچم
حسینیت کے سفیر بن کر

جنگ کی ابتدا میں حضرت امام حسینؑ کا خطبہ

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر اشقیا کی شقاوت دیکھی تو اتمامِ حجت کے لیے آگے بڑھے اور اس گم راہ فرقے کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ جب آپؑ نے اپنے دشمن کے لشکر پر نگاہ کی تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے سیل دریا ہو کہ جس نے صحرا کو گھیر رکھا ہو۔ پھر آپؑ کی نگاہ عمر بن سعد پر پڑی جو اُس وقت کوفہ کے امرا کے درمیان تکبر و غرور کے ساتھ کھڑا تھا۔

اُس وقت آپؑ نے یہ خطبہ پڑھا:

الحَمدُلِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَ الدُّنیَا فَجَعَلَ ھا دَارَ فَنَاءٍ وَ زَوَالٍ مُتَصَرِّفَةٌ بِاَهلِ ھا حَالاً بَعدَ حَالٍ، فَالمَغرُورُ مَن غَرَّتهُ وَ الشَّقِیُّ مَن فَتَنَتهُ، فَلاَ تَغُرَّنَّكُم هٰذِهِ الدُّنیَا فَاِنَّهَا تَقطَعُ رَجَاءَ مَن رَكَنَ اِلَیهَا وَ تُخَیِّبُ طَمَعَ مَن طَمِعَ فِیهَا وَ أَرَاكُم قَدِ اجتَمَعتُم عَلَى أمرٍ قَد أَسخَطتُمُ اللهَ فِیهِ عَلَیكُم وَ أَعرَضَ بِوَجهِهِ الكَرِیمِ عَنكُم وَ أَحَلَّ بِكُم نَقِمَتَهُ وَ جَنَّبَكُم رَحمَتَهُ، فَنِعمَ الرَّبُّ رَبُّنَا وَ بِئسَ العَبِیدُ أَنتُم، أَقرَرتُم بِالطَّاعَةِ وَ آمَنتُم بِالرَّسُولِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَیهِ وَآلِهِ وَسلَّم، ثُمَّ اِنَّكُم زَحَفتُم اِلَى ذُرِّیَّتِهِ وَ عِترَتِهِ، تُرِیدُونَ قَتلَهُم، لَقَدِ استَحوَذَ عَلَیكُمُ الشَّیطَانُ فَأَنسَاكُم ذِكرَ اللهِ العَظِیمِ، فَتَبّاً لَكُم وَ لِمَا تُرِیدُونَ، اِنَّا لِلّٰهِ وَ

إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ فَبُعْداً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ

''میں اُس خدا کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ اس دنیا کو خلق فرمایا اور اُسے نیستی و فنا کا گھر قرار دیا اور اہل دنیا کا گوناگوں حالات سے امتحان لیا۔ فریب خوردہ ہے وہ جسے دنیا دھوکے میں ڈال دے اور بدنصیب ہے وہ جسے دنیا اپنے فتنوں میں جکڑ لے۔ پس تم دنیا کے دھوکے میں نہ آ جانا کیوں کہ جو شخص اس پر بھروسا کرتا ہے یہ اس کی اُمیدوں کو منقطع کر دیتی ہے اور جو اسی میں طمع کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔ تم سبھی نے ایک ایسی بات پر ایکا کر لیا ہے جو خدا کے غیظ و غضب کا باعث ہے اور اُس نے اپنی رحمت تم سے پھیر لی ہے اور تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیا ہے۔ ہمارا پروردگار کتنا مہربان ہے اور تم لوگ اس کے کس قدر بدکردار بندے ہو۔ تم لوگوں نے اس کی اطاعت کا اقرار کیا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر اُسی رسولؐ کی آل و اولاد کو قتل کرنے کے لیے اس پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہو۔ تم پر افسوس ہے اور تمھارے ان ارادوں پر افسوس ہے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔''

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا ہے اور یہ ظالم لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں (مناقب آلِ ابی طالبؑ ج ۴، ص ۱۰۰)۔

اس وقت عمر سعد فرزند رسولؐ اللہ کی کامل و اکمل گفتگو جو دلائل و براہین سے پُر تھی کو سن رہا تھا اس کے دل میں خوف گزرا کہیں حجۃ اللہ کے یہ مواعظ شافیہ اس کے لشکر کو متاثر نہ کر پائیں۔ اُس نے اپنے لشکر سے کہا: تم پر افسوس ہے تم کیوں خاموش ہو جواب دو یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بیٹے ہیں اگر وہ اس طرح سارا دن گفتگو کرتے رہیں تب بھی ان کا یہ سلسلہ کلام ختم نہ ہوگا اور نہ وہ ایسی گفتگو سے تھکنے والے ہیں۔

اس وقت شمر آگے بڑھا اور اُس نے کہا: اے حسینؑ! اپنی بات میرے سامنے بیان کرو تا کہ مجھے پتا چلا کہ آپؑ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میری بات یہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو اور میرے قتل میں ہاتھ نہ ڈالو کیوں کہ میرا قتل اور ہتک حرمت کسی صورت میں تم پر جائز نہیں ہے۔ میں تمہارے پیغمبرؐ کا بیٹا ہوں' خدیجۃ الکبریٰؑ تمہارے پیغمبرؐ کی زوجہ میری نانی ہیں۔ شاید تم نے پیغمبر اکرم کا فرمان سنا ہو گا' آپؐ نے فرمایا تھا: حسنؑ و حسینؑ اہل بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کا اُونٹ پر سوار ہو کر وعظ و نصیحت کرنا

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے: جس وقت اس لشکر اشقیا نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر ہجوم کیا تو اس وقت مظلومِ کربلاؑ نے اپنا اُونٹ طلب کیا اور آپؑ اس پر سوار ہوئے اور آپؑ نے بلند آواز سے ان ملعونوں کو آواز دی: آپؑ کی آواز کو تمام لشکر نے سنا۔ آپؑ نے ان سے فرمایا: اے اہل عراق! میری باتوں کو غور سے سنیے اور جلدی نہ کیجیے میں تمھیں کچھ نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جن کا بیان کرنا مجھ پر واجب ہے تا کہ اس سے تمہارا عذر منقطع ہو جائے اور اللہ کی حجت تم پر کامل ہو جائے۔ اگر تم نے میری بات سنی اور میرے ساتھ انصاف کیا اور میری نصیحت قبول کی تو سعادت ابدی تمہارا نصیب بن جائے گی۔ اگر تم نے میرے ساتھ انصاف سے کام نہ لیا' میری نصیحت کو قبول نہ کیا تو پھر سوچو اور آپس میں مشورہ کرو۔ اس کے بعد تمہاری برائی تم پر مخفی نہ رہے گی۔ پھر جو چاہو میرے بارے میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں تو صرف اللہ ہی پر بھروسا کرتا ہوں جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی اور زمین پر جتنے چلنے والے ہیں سب کا مالک ہے۔ بے شک میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے اور وہ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔

میرے نسب کو دیکھو میرے قتل میں جلدی نہ کرو

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعدازیں آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی' اس کے بعد

پیغمبر گرامیؐ اور ان کی آل ابرارؑ و ملائکہؑ اور تمام پیغمبروںؑ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد آپؑ نے فصاحت و بلاغت سے بھرپور ایسا خطبہ دیا جسے نہ کسی نے پہلے سنا تھا اور نہ بعد میں سنے گا۔

آپؑ نے فرمایا: میری نسبت میں غور کرو' دیکھو میں کون ہوں' پھر اپنی طرف رجوع کرو اور اپنی مذمت و سرزنش کرو اور غور کرو میرا قتل تم پر جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟! کیا میں تمہارے پیغمبرؐ کا بیٹا نہیں ہوں' کیا میں تمہارے نبیؐ کے وصی کا بیٹا نہیں ہوں؟ میں تو اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے سب سے پہلے پیغمبرؐ اسلام کی تصدیق کی تھی۔ کیا حضرت حمزہ علیہ السلام میرے عم بزرگ وار نہیں ہیں؟

کیا حضرت جعفر طیار علیہ السلام کہ جنھیں خدا نے دو پر عطا کیے جو بہشت میں پرواز کرتے ہیں میرے چچا نہیں ہیں؟

کیا تم نے رسولؐ اللہ کا فرمان نہیں سن رکھا کہ جو انھوں نے میرے بارے اور میرے برادر بزرگ وار امام حسنؑ کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ میرے دونوں فرزند جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟ اگر تم مجھے اپنی اس بات میں صادق جانتے ہو تو میری نصیحت کو قبول کرو۔ حالاں کہ میں نے تمھیں جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ بخدا! جب سے مجھے پتا چلا کہ خداوند متعال جھوٹوں کو پسند نہیں کرتا اور انھیں دشمن سمجھتا ہے اس دن سے مجھے جھوٹ سے نفرت ہے۔ اگر تمھیں میری بات پر یقین نہیں ہے اور تم مجھے میری بات میں سچا نہیں جانتے' تمہارے درمیان ایسے افراد موجود ہیں' اگر تم ان سے یہ باتیں معلوم کرو تو وہ تمھیں بتا دیں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاری' ابوسعید خدری' سہل بن سعد ساعدی' زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ لیجیے وہ تمھیں بتا دیں گے کہ رسولؐ اللہ نے یہ حدیث میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمائی تھی۔ بعدازیں اس امر پر غور کیجیے کہ رسولؐ اللہ نے تمھیں میرے خون گرانے سے روکا تھا یا نہیں۔ کیا یہ حدیث رسولؐ اللہ تمھیں میرے قتل سے روکتی ہے یا نہیں؟

جب مظلومِ کربلاؑ نے اتمام حجت کر لیا اور اپنے براہین و دلائل سے انھیں خاموش کر لیا اور ان کے عذر بہانوں کو منقطع کر دیا تو شمر نے آواز دی:

هُوَ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ اِنْ كَانَ يَدْرِىْ مَا يَقُوْلُ

فَقَالَ لَهُ حَبِيب بنُ مَظاهِر وَاللهِ إِنِّي لَأَرَاكَ تعبُدُ اللهَ عَلى سَبعِينَ حَرفا وَ أنا أَشهَدُ أَنَّكَ صادِقٌ ماتدرِی ما يَقُولُ قَد طَبَعَ اللهُ عَلى قَلبِكَ

لغوی طور پر "حرف" کے کئی معانی ہیں۔ دو معنی یہاں مناسب ہیں۔ ایک معنی ہے شک وشبہ۔ دوسرا معنی ہے ایک صورت اور جہت۔

اس کی نظیر قرآنِ مجید میں موجود ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (سورۂ مبارکہ حج: آیت ۱۱)

"اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی عبادت ایک ہی رُخ پر اور مشروط طریقہ سے کرتے ہیں کہ اگر ان کو خیر مل گیا تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی مصیبت چھو بھی گئی تو دین سے پلٹ جاتے ہیں۔ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ میں ہیں اور یہی تو کھلا ہوا خسارہ ہے۔"

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ بعض لوگ اللہ کی عبادت شک وشبہ کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ وہ پیغمبرؐ کی نبوت پر یقین نہیں رکھتے اور ان کے فرمودات کو نہیں مانتے۔ مثلاً خلوت میں عبادت کرتے ہیں لیکن ظاہراً عبادت نہیں کرتے۔ خوشی کے زمانے عبادت کرتے ہیں، غمی کے زمانے عبادت نہیں کرتے یا خوشی کے زمانے میں عبادت نہیں کرتے لیکن غم کے زمانے میں عبادت کرتے ہیں۔ پس اگر انھیں نعمات مل رہی ہوں تو اس سے راضی ہوتے ہیں، اگر مصائب و تکالیف آ جائیں تو شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں اور مشرک بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا و آخرت میں نقصان اُٹھانے والے ہوتے ہیں، ایسے لوگ عمل کے اعتبار سے خسارے میں ہوتے ہیں۔

اس تقریر سے حرف کے معنی واضح ہو گئے۔ شمر کی گفتگو کے دو احتمال ہوئے: ایک احتمال یہ

کہ اگر حسینؑ کی بات میری سمجھ میں آئی ہو تو میں کافروں یعنی حسینؑ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ انھوں نے کیا کہا ہے۔ اگر میں اپنی بات میں جھوٹا ہوں تو کافروں میں محسوب ہوں۔

شمر کی اس بات کے بارے میں جناب حبیبؓ نے فرمایا تھا: بخدا میں جانتا ہوں کہ تُو نے اللہ کے رسولؐ کی رسالت میں ستر دفعہ شک کر کے اللہ کی عبادت کی ہے یعنی تو نے اللہ کا ایک دفعہ انکار نہیں کیا بل کہ ستر مرتبہ انکار کیا ہے۔ تُو مشرک ہے۔ اے شمر! تُو نے جو کہا ہے کہ میں نے حسینؑ کی بات نہیں سمجھی تو مجھ سے سن میں خدائے واحد کی گواہی دیتا ہوں کہ تُو اپنی بات میں سچا ہے، تُو نے بالکل آں حضرتؑ کے کلام کو نہیں سمجھا، کیوں کہ اللہ نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے اور تیرے دل پر قساوت وشقاوت کا غلبہ ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ حسینؑ جو کچھ کہہ رہے ہیں اُس کے جواب میں شمر کو اپنی بات کا بھی علم نہیں ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اگر وہ اپنی بات کو جانتا ہے تو اُس شخص کی مانند ہے جو اپنے اللہ کی شک کی بنیاد پر عبادت کرتا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ اس لشکر اشقیا سے خطاب کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! اگر تمھیں میرے کلام میں شک ہے، کیا تمھیں اس بات میں بھی شک ہے کہ میں تمھارے نبیؐ کا نواسہ ہوں تو بخدا! مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی رسول اللہؐ کی دخترؑ کا فرزند نہیں ہے۔ تم پر افسوس ہے! کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کا قصاص مجھ سے لیتے ہو؟ کیا میں نے تم میں سے کسی کے مال کو اپنے قبضہ میں لیا ہے، یا کسی شخص کو میں نے زخمی کیا ہے۔ آپؑ کو ان باتوں کا کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر مظلومؑ نے آواز دی: اے شبث بن ربعی! اے حجاز بن ابجر و قیس بن اشعث و یزید بن حرث! کیا تم نے میری طرف اس مضمون کا خط لکھا تھا۔ باغات کے میوے پک چکے ہیں، بیابان سرسبز ہو چکے ہیں، اگر آپؑ ہمارے پاس چلے آئیں تو آپؑ کی نصرت کریں گے۔

قیس بن اشعث کا جواب

قیس نے کہا: ہم آپؑ کی باتوں کو نہیں سمجھ رہے کہ آپؑ کیا کہہ رہے ہیں پس ابن

زیاد کی اطاعت کرلیں، وہ آپؑ سے اچھا سلوک کرے گا، وہ آپؑ سے دلی طور پر محبت کرتا ہے، آپؑ اس کے قریب تو آئیں۔

جب آپؑ نے اس منافق کی گفتگو سنی تو فرمایا: خدا کی قسم! میں ہرگز اپنا ہاتھ ذلت و خواری کے ساتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح طوق بندگی گردن میں ڈالوں گا (بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۱ مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۶۸، الارشاد: ج ۲، ص ۹۹ اعلام الوریٰ: ص ۲۴۲ مثیر الاحزان: ۵۱ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۵ کامل ابن اثیر: ج ۴، ص ۶۳)۔

اس کے بعد فرمایا: اے بندگانِ خدا! میں اپنے اور تمہارے ربّ سے ہر متکبر کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اُس سے جو روزِ قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس کے بعد آپؑ واپس اپنے لشکر کی طرف تشریف لائے، اپنے اُونٹ سے اُترے اور عقبہؓ بن سمعان سے فرمایا: اُونٹ کے پاؤں باندھ دو (الارشاد: ج ۲، ص ۹۷، اعلام الوریٰ: ص ۲۴۱ مثیر الاحزان: ۵۱)۔

صاحبِ مناقب و سید ابن طاؤس و صاحبِ احتجاج طبرسی نے ایک دوسرا خطبہ میں روایت کیا ہے جو فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے، صفات بیان کرنے والے اس کے صفات بیان نہیں کر سکتے، وہ خطبہ اس قدر فصیح و بلیغ ہے، اس کی تعریف کا کوئی حق ادا ہی نہیں کر سکتا۔ اگر صاحبانِ قلم اس پر کام کرنا چاہیں اور جتنا زور لگائیں اس کے کمالات کے ہزارویں حصے کا اظہار بھی نہیں کر سکتے۔ یہ خطبہ اپنے بیان کی شیرینی میں اور کلمات کی فصاحت میں اور عبارات کی بلاغت میں مخلوق کے کلام سے بالا اور خالق کے کلام کے نیچے ہے۔ وہ روایات جو اس خطبے سے متعلق ہیں۔ ان میں بعض فقرات کا اختلاف ہے۔ کسی روایت میں ایک فقرہ زیادہ ہے اور کسی میں ایک آدھ کم ہے۔

صاحبِ مناقب نے عبداللہ سے روایت کی ہے: جب عمر بن سعد نے اپنے لشکر کی ترتیب کی اور اپنی جنگی صفوں کو منظم کیا۔ میمنہ، میسرہ اور قلب، جناح پر اپنے خواص کو معین کیا اور اپنے کفر و نفاق کے پرچم کو بلند کیا۔ اپنے قلبِ لشکر سے کہا: ثابت قدم رہنا۔ پھر اس لشکر اعدا نے آں حضرتؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور آپؑ ان کے درمیان میں آ گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے لشکر سے آگے کی طرف بڑھے۔ ادھر لشکر اَشرار نے شور و غوغا بلند کیا، آپؑ نے اُن سے فرمایا: تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو جاؤ تا کہ میں اتمامِ حجت کر لوں۔ لیکن اس لشکر شیطان نے امامؑ کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برابر شور بلند کیے رکھا۔ اس دوران میں فرزندِ رسولؐ اللہ نے انھیں فرمایا:

وَيلَكُم مَا عَلَيكُم أَن تُنصِتُوا إِلَيَّ فَتَسمَعُوا قَولِي وَ إِنَّمَا أَدعُوكُم سَبِيلِ الرَّشَادِ، فَمَن أَطَاعَنِي كَانَ مِنَ المُرشَدِينَ وَمَن عَصَانِي كَانَ مِنَ المُهلَكِينَ وَ كُلُّكُم عَاصٍ لِأَمرِي غَيرُ ستَمِعٍ قَولِي فَقَد مُلِئَت بُطُونُكُم مِنَ الحَرَامِ وَ طُبِعَ عَلَى قُلُوبِكُم وَيلَكُم أَلَا تَنصِتُونَ أَلَا تَسمَعُونَ

"تم پر افسوس ہے تم خاموش کیوں نہیں ہوتے ہو، تم میری بات کیوں نہیں سنتے؟! اے لوگو! میری بات سنو، میں تم سے صرف وہ بات کرنے والا ہوں جس میں تمھارے لیے نجات ہے۔ جس نے میری اطاعت کی تو وہ ہدایت پا جانے والوں میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو وہ ہلاک ہو جانے والوں میں سے ہے۔ تم سب میری مخالفت کر رہے ہو اور میری بات نہیں سنتے، کیوں کہ تمھارے پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں اور تمھارے قلوب پر بدبختی کی مہر لگ چکی ہے۔ تم پر افسوس ہے تم میں سے کوئی بھی منصف مزاج نہیں ہے، کیا تم لوگ میری بات نہیں سنو گے؟"

ابن سعد کے لشکر کا سکوت اختیار کرنا

جب اس لشکر اَشرار نے امام عالی مقامؑ کی یہ گفتگو سنی تو ایک دوسرے کی مذمت کرنے لگے اور کہنے لگے: خاموش ہو جاؤ، تا کہ ان کی بات سنیں کہ وہ کہتے کیا ہیں؟ یہ سب لوگ خاموش ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے خطاب فرمایا:

خطبہ حضرت امام حسینؑ

تَبًّا لَکُم أَیَّتُهَا الجَمَاعَةُ وَ تَرَحًا وَ بُوسًا لَکُم وَ کَعسًا أَفَحِینَ
استَصرَ ختمُونَا وَلِهِینَ مُتَحَیِّرِینَ فَأَصرَ ختُکُم مُوجِفِینَ مُوءَ
دِّینَ مُستَعِدِّینَ سَلَلتُم عَلَینَا سَیفًا کَانَ فِی أَیدِینَا وَ حَشَشتُم
عَلَینَا نارًا أَضرَمنَاهَا عَلَی عَدُوِّنَا وَ عَدُوِّکُم، فَأَصبَحتُم إِلبًا لَا
عِدائِکُم عَلَی أَولِیَائِکُم وَ یَدًا عَلَیهِم لِاَء عدائِکُم بِغَیرِ عَدلٍ
أَفشَوهُ فِیکُم وَ لَا أَمَلَ أَصبَحَ لَکُم مِنهُم إِلَّا الحَرَامُ مِنَ الدُّنیَا
أَنَالُوکُم وَ خَسِیسُ عَیشٍ طَمِعتُم فِیهِ مِن غَیرِ حَدَثٍ کَانَ مِنَّا
لَا رَأیٍ تَفَیَّلَ لَنَا وَ لَا ذَنب کَانَ مِنَّا إِلَیکُم، فَهَلَّا لَکُمُ الوَیلَاتُ
إِذ کَرِهتُمُونَا وَ تَرَکتُمُونَا تَجَهَّزتُمُونَا وَ السَّیفُ لَم یُشهَر وَ
الجَاشُ طَامِنٌ وَ الرَّأیُ لَم یُستَحصَف وَ لٰکِن أَسرَعتُم إِلَی
بَیعَتِنَا کَطَیرَةِ الذُّبَابِ وَ تَهَافَتُّم إِلَیهَا کَتَهَافُتِ الفَرَاشِ ثُمَّ
نَقَضتُمُوهَا سَفَهًا وَ ضِلَّةً، فَقُبحًا لَکُم! فَإِنَّمَا أَنتُم مِن طَوَاغِیتِ
الأُمَّةِ وَ شُذَّاذِ الأَحزَابِ وَ نَبَذَةِ الکِتَابِ وَ نَفَثَةِ الشَّیطَانِ وَ
عُصبَةِ الآثَامِ وَ مُحَرِّفِی الکَلِمِ وَ مُطفِئِ السُّنَنِ وَ عُصَاةِ الأُمَمِ وَ
قَتَلَةِ أَولَادِ الأَنبِیَاءِ وَ مُبِیرِی عِترَةِ الأَوصِیَاءِ وَ مُلحِقِی العَهَرَةِ
بِالنَّسَبِ وَ مُوءذِی المُؤمِنِینَ وَ صُرَّاخِ أَئِمَّةِ المُستَهزِئِینَ
(الَّذِینَ جَعَلُوا القُرآنَ عِضِینَ) لَیسَ مَا قَدَّمَت لَهُم أَنفُسُهُم أَن
سَخِطَ اللهُ عَلَیهِم وَ فِی العَذَابِ هُم خَالِدُونَ وَ أَنتُم ابنَ حَرب
وَ أَشیَاعَهُ تَعتَمِدُونَ وَ إِیَّانَا تُخَاذِلُونَ، أَجَل! وَ اللهِ الخَذلُ
فِیکُم وَ شَجَت عَلَیهِ عُرُوقُکُم وَ تَوَارَثَتهُ أُصُولُکُم وَ فُرُوعُکُم
وَ ثَبَتَت عَلَیهِ قُلُوبُکُم وَ غُشِیَت صُدُورُکُم فَکُنتُم أَخبَثَ

شَجَرٍ...... وَ فِي رِوايَة المناقب اَخبَثَ شَيءٍ سِنخًا...... لِلنَّاصِبِ وَ أَكلَةً لِلغَاصِبِ، أَلا لَعنَةُ اللهِ عَلَى النَّاكِثِينَ الَّذِينَ يَنقُضُونَ (الْاَيمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا) فَأَنتُم وَ اللهِ هُم، أَلا إِنَّ الدَّعِيَّ ابنَ الدَّعِيِّ قَد رَكَزَ بَينَ اثنَتَينِ، بَينَ السَّلَّةِ وَ الذِّلَّةِ وَ هَيهَاتَ! مَا آخُذُ الدَّنِيَّةَ أَبى اللهُ ذٰلِكَ وَ رَسُولُهُ وَ المُومِنُونَ وَ جُدُودٌ طَابَت وَ حُجُورٌ طَهُرَت وَ أُنُوفٌ حَمِيَّةٌ وَ نُفُوسٌ أَبِيَّةٌ لَا تُؤثِرُ مَصَارِعَ اللِّئَامِ عَلَى مَصَارِعِ الكِرَامِ أَلا قَد أَعذَرتُ أَلا إِنِّي زَاحِفٌ بِهٰذِهِ الأُسرَةِ عَلَى قِلَّةِ العَتَادِ وَ خُذلَةِ الأَصحَابِ، ثُمَّ أَنشَأَ يَقُولُ:...... عَلَى رِوايَةِ السَّيِّد ثُمَّ وَصَل كَلامَهُ بِأَبيَاتِ فَروَةِ بنِ سَبِيكٍ المُرادى......

فَإِن نَهزِم فَهَزَّامُونَ قِدمًا
وَ إِن نُهزَم فَغَيرُ مُهزَّمِينَا
وَ مَا إِن طِبُّنَا جُبنٌ وَ لٰكِن
مَنَايَانَا وَ دَولَةُ آخَرِينَا
إِذَا مَا المَوتُ رَفَعَ عَن أُنَاس
كَلا كِلَهُ أَنَاخَ بِآخَرِينَا
فَأَفنِي ذٰلِكُم سَرَوَاةِ قَومِي
كَمَا أَفنَى القُرُونَ الأَوَّلِينَا
فَلَو خَلَدَ المُلُوكُ إِذًا خُلِدنَا
وَلَو بَقِيَ الكِرَامُ بَقِينَا

فَقُل لِلشَّامِتِينَ بِنَا أَفِيقُوا
سَيَلقَى الشَّامِتُونَ كَمَا لَقِينَا

ثُمَّ ايمُ اللهِ لَا تَلبَثُونَ بَعدَهَا إِلَّا كَرَيثِ مَا يُركَبُ الفَرَسُ، حَتّى تَدُورَ بِكُمُ الرَّحَى فَلَقَ المِحوَرِ عَهِدَ عَهِدَهُ إِلَيَّ أَبِي عَن جَدِّي (فَأَجمِعُوا أَمرَكُم وَ شُرَكَاءَكُم) (ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونَ) (إِنِّي تَوَكَّلتُ عَلَى اللهِ رَبِّي وَ رَبِّكُم مَا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُستَقِيمٍ) اللّٰهُمَّ احبِس عَنهُم قَطرَ السَّمَاءِ وَ ابعَث عَلَيهِم سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ وَ سَلِّط عَلَيهِم غُلَامَ ثَقِيفٍ يَسقِيهِم كَأسًا مُصَبَّرَةً وَ لَا يَدَعُ فِيهِم أَحَدًا إِلَّا قَتَلَهُ، قَتلَةً بِقَتلَةٍ وَ ضَربَةً بِضَربَةٍ يَنتَقِمُ لِي وَ لِأَولِيَائِي وَ أَهلِ بَيتِي وَ أَشيَاعِي مِنهُم، فَإِنَّهُم غَرُّونَا وَ كَذَّبُونَا وَ خَذَلُونَا وَ أَنتَ رَبُّنَا عَلَيكَ تَوَكَّلنَا وَ إِلَيكَ أَنَبنَا وَ إِلَيكَ المَصِيرُ

"تبا" ہلاکت ونقصان۔

"ترح" بروزن "فرح" حزن واندوہ وقہر۔

"بؤسا" بدحالی ومحتاجی۔

"تعسا" ہلاکت۔

"استصرخ" طلب وفریادرسی۔

"موجف" گھوڑے یا اُونٹ کا تیزی کے ساتھ دوڑانا۔

"الب" اجتماع۔

"تفیل" رائے اور فکر کی کم زوری۔

"هلا" زجر وتوبیخ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

"یشھر" فعل مجہول شمشیر کا کھینچنا۔

"جاش" قلب انسان کا مضطرب ہونا۔

"طامن" آسودگی و آلام۔

"استحصاف" استوار و استحکام۔

"دبا" چھوٹی سی ٹکڑی۔

"ذُباب" مکھی۔

"فراش" پروانے۔

"شذاذ" بے کار لوگ۔

"نَفَثَۃُ الشَّیطان" وہ لوگ جو شیطانی وسوسہ میں گرفتار ہو چکے ہوں۔

"محنۃ" بدزبان۔

"صراخ" فریادرس۔

"عضین" پراگندگی متفرق کرنا۔

"شَجَّت" قہر و غلبہ کا اظہار۔

"سلۃ" تلوار کا سونتنا۔

"جَدُود" جد کی جمع ہے آباو اجداد۔

"حجور" ماؤں کی طرف اشارہ ہے۔

"اُسرۃ" قبیلہ۔

"کلاکل" سینہ۔

"سرواۃ" صاحب شرافت۔

"ریث" قدر و مقدار۔

"کاساً مُصَبِّرۃ" صبر سے بھرپور کاسہ۔

"صبر" درخت کا نام ہے۔

اس خطبے کا حاصل مضمون یہ ہے: فرزند رسولؐ نے فرمایا:

"اے غدارو و ستم کارو!! اے بے وفاؤ و جفا کارو!! ہلاکت و بربادی تمھارا مقدر ہے، تم نے اپنی حیرانی و پریشانی میں اپنی نصرت کے لیے مجھے بلایا۔ تمھارے بلاوے پر جب تمھاری نصرت کے لیے آیا اور تمھاری دعوت کو قبول کیا تو تم نے مجھے مارنے کے لیے اپنی نیاموں سے تلواریں کھینچ لیں۔ جس آگ کو ہمارے مشترکہ دشمن نے ہمارے خلاف بھڑکایا تھا اُسے تم نے ہمارے خلاف اور شعلہ ور کر دیا۔ آج تم اپنے دوستوں کے دشمن اور اپنے دشمن کے دست و بازو بن گئے ہو۔ جب کہ نہ تو دشمنوں نے تمھارے ساتھ انصاف کیا ہے اور نہ تمھیں ان سے بھلائی کی کوئی توقع پیدا ہوئی ہے سوائے اس دنیا کے مال حرام کے جو تم نے ان سے حاصل کیا ہے اور ذلت و حقارت کی اس زندگی کے جس کی تم اُن سے آس لگائے بیٹھے ہو۔ اس وجہ سے ہماری طرف شمشیر بکف ہو کر چلے آ رہے ہو حالاں کہ ہم نے دین میں کوئی بدعات جاری کی ہیں نہ تمھاری نسبت ہم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔

ہر قسم کی ہلاکتیں اور بربادیاں تمھارا مقدر بن جائیں تم لوگوں نے ہمیں اپنا دشمن سمجھا اور ہماری نصرت کو ترک کر دیا اور ہم پر بدترین جنگ مسلط کر دی اور نہ ہم نے تم پر تلوار اُٹھائی ہے۔ ابھی دشمن کی تلوار نیام میں تھی اور تمھارے قلوب آرام و سکون میں تھے ابھی تم دشمن سے جہاد کے لیے خوف زدہ نہ تھے ابھی دشمنوں کی سلطنت کا امر مستحکم نہ ہوا تھا تم نے ہماری بیعت پر ہجوم کر دیا۔ تم نے ہماری بیعت پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح پروانے شمع کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ ابھی ہماری نصرت کی شمع کی آگ میں تمھارے پَر و بال سوختہ نہیں ہوئے تھے کہ تم نے از روئے سفاہت و ضلالت ہماری بیعت کو توڑ ڈالا۔ تمھارے چہرے سیاہ ہو جائیں؛

خدا کی رحمت تم سے دور ہو، ہلاکتیں تمھارا صفایا کر دیں۔ تم اُمت کے طاغی و باغی و ستم کار ہو، تم لوگ شرفا اور شرافت سے کوسوں دور ہو۔ اے تارکین کتاب! اے پیروانِ شیطان! اے بدترین اہل عصیان! اے قرآن میں تحریف کرنے والو! اے قرآن کے احکام سے انحراف کرنے والو! تم لوگ معصیت کار ہو اور شیطان کا لشکر ہو۔ شیطان نے تمھارے قلوب میں گھر کر رکھا ہے۔ تم لوگ ہدایت کے چراغوں اور شریعت کی مشعلوں کو خاموش کرنے والے ہو۔

تم انبیاؑ کی اولادوں کو قتل کرنے والے ہو، تم اوصیا کی عترت کو ہلاک کرنے والے ہو، تم زنا زادوں کو دوست رکھنے والے ہو، تم مومنوں کو اذیت دینے والا ہو، دین کا اٹھو ا اڑانے والوں کی نصرت کرنے والے ہو۔ اللہ کے قرآن کی طرف جادو اور جھوٹ کی نسبت دینے والے ہو۔ تم نے کتنا بدترین ذخیرہ اپنی آخرت کے لیے تیار رکھا ہے جس کی وجہ غضبِ خداوندی کے سزاوار ٹھہرو گے اور اس کے دائمی دردناک عذاب میں رہو گے۔

وائے تم پر کہ سید الانبیاؑ کی اولاد سے منحرف ہو کر اولادِ ابوسفیان اور اس کے اتباع کے مددگار ہوتے ہو۔ تم نے ان لوگوں پر تکیہ کیا ہے کہ جن کے آباو اجداد رسولؐ اللہ اور مومنین کے ساتھ مقامِ جنگ و قتال میں رہے ہیں، ہم آں حضرتؐ کی عترت ہیں جنھیں تم نے خوار و بے یار و مددگار کر دیا ہے؟

جی ہاں! بخدا تمھاری دھوکا دہی و بے وفائی مشہور ہے۔ عہد و پیان کا توڑنا تمھاری پرانی عادت رہی ہے۔ یہ فریب تمھارے چھوٹے بڑوں کی فطرت و سرشت میں راسخ ہو گیا ہے اور قلوب میں مرتکز ہو گیا ہے۔ تمہارے سینے ضلالت سے تیرہ و تاریک ہو چکے ہیں جو صاف ہونے والے نہیں ہیں۔ تم اس درخت کے مانند ہو کہ جس کی خباثت کی وجہ سے دیکھنے والا اس سے

نفرت کرتا ہے اور ڈر جاتا ہے۔ تم مسافروں کے لیے اور سفر سے تھکے ماندوں کے لیے بدترین زادِ راہ ہو۔ تم اس گرم اور کھولتے ہوئے پانی کے مانند ہو جو پیاسوں کے جگر کو ٹھنڈک نہیں پہنچاتا اور انھیں سیراب نہیں کرتا۔ تم اس طعام کے لقمہ کے مانند ہو جسے غاصب لوگ آسانی سے ہڑپ کر جاتے ہیں جو تمھیں دین اور صراطِ مستقیم سے روک دیتے ہیں۔ اس پر خدا کی لعنت ہو جو اپنے عہد و پیمان پر ثابت قدم نہیں رہتا' عہد و پیمان باندھنے کے بعد انھیں توڑ دیتا ہے حالاں کہ اُس نے اپنے اس عہد و پیمان پر اپنے خدا کو گواہ بنایا ہوا ہوتا ہے۔ خدا کی قسم! تم وہی لوگ ہو کہ عہد کرنے کے بعد توڑ ڈالتے ہو۔ آگاہ رہو کہ حرام زادے باپ کے پست اور کمینے بیٹے نے مجھے دو میں سے کسی ایک بات کے انتخاب پر مجبور کر دیا ہے یا تلوار اُٹھاؤں اور قتل ہو جاؤں یا ذلت و خواری کو قبول کروں۔ یعنی اگر بیعت نہ کروں اور ان کی اطاعت کے لیے گردن نہ جھکاؤں تو مارا جاؤں یا ذلت و خواری کو قبول کروں اور ان کی بیعت کرلوں اور وہ اپنے ظلم کے ہاتھ کو میرے قتل سے روک دیں۔ ہیہات! یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم ذلت و خواری کو قبول کریں' ایسی ذلت و خواری کو اختیار کرنے سے اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین نے منع کیا ہے۔ اُن لوگوں کے لیے کیسے ممکن ہے جن کے والدین پاک و پاکیزہ ہوں اور وہ صاحبانِ عصمت و طہارت ہوں اور وہ ایسی ذلت و خواری کو قبول کریں اور حقارت و ذلت کو شہادت کی سعادت پر اختیار کریں' ان بزرگ واروں کی جماعت جو میرے ساتھ ہے وہ ثابت قدم ہے' میں ان کے ساتھ تم سے جہاد کروں گا حالاں کہ ہماری تعداد قلیل ہے' ہمارے پاس آلاتِ حرب و ضرب کی کمی ہے' ان تمام بے سروسامانیوں کے باوجود جنگ سے ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا۔"

بعدازیں آپؑ نے چند اشعار پڑھے جن کا حاصل مضمون یہ ہے:

"اگر ہم تم پر غالب آ جائیں تو یہ امر کوئی عجیب و غریب نہیں ہے کیوں کہ زمانہ قدیم سے یہ تمھاری عادت چلی آ رہی ہے کہ تم ہمیشہ ہمارے ہاتھوں مغلوب ہوتے آئے ہو۔ اگر ہم مغلوب ہو جائیں تو ہماری مغلوبیت ہماری شکست نہ ہوگی۔ اس لیے کہ بزدلی اور نامردی کے ہم اہل بیتؑ عادی نہیں ہیں۔ لیکن اس وقت ہم حوادث کی زد پر ہیں، مرگ ہمارے مقدر میں ہے، دولت و حکومت ہمارے مدمقابل کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیشہ سے یہ زمانے کی عادت رہی ہے کہ جب موت کسی جماعت کو اپنے سینے سے مار دیتی ہے تو وہ پھر اپنے اُونٹ کو دوسرے گروہ میں بٹھا دیتی ہے اور وہ بھی موت سے ہم کنار ہو جاتے ہیں۔ میرے بزرگ رحلت کر گئے ہیں، ان سے پہلے بھی اولین، آخرت کی طرف کوچ کر چکے ہیں۔ اگر دنیا کا نظام اس طرح ہوتا کہ روئے زمین کے بادشاہ زندہ رہتے اور وہ کبھی نہ مرتے تو ہم بھی زندہ رہتے۔ اگر بزرگان اس دنیا میں باقی رہتے تو ہم بھی باقی رہتے۔ اب اس جنگ میں ہمارا مارا جانا ہمارے لیے شماتت کا سبب نہیں ہوگا۔ جی ہاں! ان لوگوں سے کہہ دو جو لوگ ہماری موت کو ہمارے لیے شماتت خیال کرتے ہیں، مستی و غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ آج جو لوگ ہمارے قتل پر خوشیاں منانے والے ہیں کل بہت جلد ان کے قتل پر خوشیاں منائی جائیں گی۔

اس کے بعد فرزند رسولؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے قتل کے بعد تمھیں بس اس دنیا میں اتنی مہلت ملے گی جتنی گھوڑے پر چڑھنے میں مدت صرف ہوتی ہے۔ پھر زمانے کی چکی کا پاٹ تمھیں پیس کر رکھ دے گا۔ جس طرح چکی کا مرکز مسلسل گردش میں رہتا ہے اس طرح تم بھی گردش میں

رہو گے۔ جو کچھ میں نے تم سے ابھی بیان کیا ہے یہ وہ وعدہ ہے جو مجھے اپنے والد مہربانؑ اور جدِّ بزرگ وار سے ملا تھا۔ اب جو تمھارا جی چاہے کر گزرو؛ اپنے شرکا اور مددگاروں کو بلالو اب مجھے کسی قسم کی کوئی مہلت نہ دو۔ میں نے خدا پر توکل کیا ہے اور اللہ نے میرے لیے جو کچھ مقدر کیا ہے میں اس پر راضی ہوں۔"

اس کے بعد آپؑ نے آسمان کی طرف رُخ کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

"خداوندا! ان ظالموں پر بارانِ رحمت بند فرما؛ انھیں بدترین قحط میں مبتلا فرما؛ ان پر زندگی اس طرح مشکل فرما جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں کی زندگی قحط سے دوچار ہوگئی تھی۔ اس جماعت پر ثقفی جوانؓ کو مسلط فرما جو انھیں ہلاکت و موت سے ہم کنار کر دے اور ان ظالموں میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑے؛ میرا اور میرے عزیزوں کا ان سے بھرپور انتقام لے؛ کیوں کہ ان لوگوں نے مجھے دھوکا دیا ہے؛ یہ اپنے عہد و پیمان میں جھوٹے ثابت ہوئے ہیں اور ہمیں ہمارے دشمنوں میں ذلیل کر دیا ہے۔

اے عالمین کے پروردگار! تُو میرا پروردگار ہے میں نے تجھ پر توکل کیا ہے اور میری بازگشت تیری طرف ہے تُو ہی میرا مرجع ہے۔" (نفس المہموم: ص ۲۴۰؛ اللہوف: ۹۶؛ کشف الغمہ: ۲۷، ص ۱۹ مثیر الاحزان: ۵۶ الاحتجاج: ج ۲، ص ۳۰۰؛ مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۶)۔

اس کے بعد آپؑ نے عمر سعد کو طلب کیا کہ وہ میرے سامنے آئے۔ عمر سعد نہیں چاہتا تھا کہ وہ امامؑ کے سامنے آئے؛ آخر وہ سامنے آیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: اے ابن سعد! تُو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے؟ تیرا خیال یہ ہے کہ تُو میرے قتل کے بعد ریاست "رَے" اور "جرجان" کا حاکم بن جائے گا؟ بخدا! تُو اس سے کوئی لذت حاصل نہ کر سکے گا اور نہ تُو اُسے پا سکے گا۔ یہ

خبر ایک سچی خبر ہے جو مجھے صادقین سے حاصل ہوئی تھی۔ تو جو کچھ چاہے وہی کر کیوں کہ میرے قتل کے بعد تجھے دنیا و آخرت کی کوئی خوشی نصیب نہ ہوگی۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں عن قریب تیرا سر نوک نیزہ پر رکھ کر کوفہ میں نصب کیا گیا ہے اور کوفہ کے بچے اُسے اپنا نشانہ بنا بنا کر پتھر مار رہے ہیں۔

جب عمر بن سعد نے امامؑ کی یہ بات سنی تو غضب ناک ہوگیا۔ اس نے منہ پھیر کر لشکر کو آواز دی: کیا انتظار ہے کیوں مہلت دی ہے حملہ کرو حسینؑ اپنے اصحابؓ کے ساتھ ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہے۔

اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام رسول اللہؐ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام مرتجز[1] تھا۔ آپؑ نے اپنے اصحابؓ کو جنگ کے لیے تیار کیا۔[2]

(اضافہ از مترجم): اگرچہ خروج مختارؓ کے احوال میں عمر بن سعد کے مفصل احوال موجود ہیں وہ ان شاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔ لیکن یہاں بہت زیادہ مناسبت ہے کہ اس کی طرف کچھ اشارے کیے جائیں کیوں کہ وہ انسانیت کا دشمن تھا' اسلام اور مسلمین کا دشمن تھا' اہل ایمان کو اُس نے بہت سی تکالیف دی ہیں۔

بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب امیر مختارؓ مسند امارت پر آئے اور انھوں نے قاتلانِ امام حسینؑ کو چن چن کر قتل کیا۔ اس دوران میں ایک دن عمر بن سعد کو دست بستہ اور سر کشتہ امیر مختارؓ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ جب امیر مختارؓ کی اس پر نظر پڑی تو وہ بہت زیادہ خوش ہوا۔ آپ نے اس سے ازراہِ استہزا پوچھا: اے شیخ زاہد! تمھاری مملکت "رے" کا کیا حال ہے؟ وہ کہاں گئی ہے؟ کیا تجھے یاد ہے جب میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے تجھ سے فرمایا تھا تو عراق کی گندم نہیں کھا سکے گا مگر تھوڑی سی تو تُو نے ازراہِ استہزا کہا تھا: اگر گندم

۱۔ الامالی صدوق: ج ۲، ص ۱۷؛ شیخ صدوق التوحید: ص ۳۶۷؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ص ۵۶؛ واقعۃ الصفین: ج ۳، ص ۲؛ اللھوف: ۱۰۰۔

۲۔ مقتل الحسین خوارزمی: ۲، ص ۶۰؛ الکنی والالقاب: ج ۱، ص ۳۰۷)۔

نہ ملی تو جو پر گزارہ کر لوں گا؟! الحمدللہ کہ تجھے "رے" کی گندم نصیب نہیں ہوئی۔ اے ولد الزنا! اب نہ تیری یہ دنیا رہی اور نہ آخرت۔ عاشور کے دن تُو آں جنابؑ سے جنگ کرنے کے لیے نکلا تھا اس وقت تُو نے زرہ پہنی ہوئی تھی' کیا تُو نے اس وقت نہیں سوچا تھا کہ تُو کیا کر رہا ہے؟ تُو نے نورِ دیدۂ مصطفیٰؐ، فرزندِ عزیزِ مرتضیٰؑ، سرورِ سینۂ فاطمہ زہراؑ کو قتل کر ڈالا۔ تُو نے دریائے فرات کا پانی ان پر بند کر دیا تھا اور پھر انھیں اور ان کے اہل بیتؑ واصحابؓ کو تشنہ لب قتل کر ڈالا تھا۔

جناب امیر مختارؓ نے (مزید) فرمایا: اے بدبخت! تو وہی نہیں ہے کہ تُو نے کربلا کے میدان میں کہا تھا: اے لوگو! ابن زیاد کے دربار میں گواہی دینا وہ پہلا شخص جس نے امام حسینؑ کی طرف تیر چلایا' وہ میں ہوں۔ اس وقت جناب مختارؓ نے ایک تیر کمان کے چلہ پر چڑھایا اور فرمایا: اے لوگو! قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ رسالتؐ میں گواہی دینا کہ پہلا شخص جس نے عمر بن سعد کو تیر مارا' وہ میں ہوں۔ اس دوران میں آپؓ نے تیر کو کمان سے رہا کیا' وہی تیر ابن سعد کی آنکھ میں لگا اور دوسری طرف نکل گیا۔ اس وقت وہ گدھے کے مانند آوازیں نکال رہا تھا۔ امیر مختارؓ نے کہا: اس کتے کو باہر لے جاؤ کیوں کہ یہ بہت زیادہ نحس اور شوم ہے۔ اسے کھینچ کر باہر لے گئے اور وہیں قتل کر ڈالا اور اس کا سر جب امیر مختارؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۴۵' امالی طوسی: ص ۲۴۰' مناقب آل ابی طالب: ج ۴، ص ۱۱۴' الدعوات: ص ۱۶۲' طبقات الکبریٰ: ج ۵، ص ۱۶۸' تاریخ صغیر: ج ۱، ص ۱۷۷' العلل معرفۃ الرجال: ج ۱، ص ۱۴۳)

باقی تفصیلات اپنے مقام پر ان شاء اللہ آئیں گی۔

حرؓ اور ابن سعد کی گفتگو

شیخ مفید رحمہ اللہ کی روایت ہے: جب جناب حرؓ نے دیکھا کہ یہ لشکر اشقیا حضرت امام

حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو چکا ہے اور کسی صورت میں جنگ سے باز آنے والا نہیں ہے تو جناب حُرؓ نے عمر بن سعد سے پوچھا: اے ابن سعد! کیا تُو حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرے گا؟

ابن سعد نے کہا: جی ہاں! بخدا جنگ اس قدر شدید ہو گی کہ اجسام سے سر کٹ کٹ کر گریں گے اور کٹے ہوئے ہاتھوں کا انبار لگ جائے گا۔

جناب حُرؓ نے کہا: کیا تم لوگ امام حسین علیہ السلام سے دست بردار نہیں ہو گے کہ وہ جہاں سے آئے ہیں واپس چلے جائیں۔

ابن سعد نے کہا: اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو جو کچھ انھوں نے کہا ہے میں اُسے تسلیم کر لیتا لیکن تمھارا امیر اس پر راضی نہیں ہے۔

جناب حُرؓ کا لشکر سے ایک طرف ہونا

جب جناب حُرؓ نے جان لیا کہ ابن سعد ہر صورت میں آمادۂ قتال ہے تو آپؓ اس سے دور چلے گئے۔ اس وقت جناب حُرؓ کے قریب اس کا رشتہ دار قرہ بن قیس کھڑا تھا' آپؓ نے اُسے کہا: اے قرہ! کیا تُو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟ کیا تُو اُسے پانی نہیں پلائے گا؟

قرہ کا بیان ہے: بخدا! اس وقت مجھے حُرؓ کے بارے میں گمان گزرا کہ وہ لشکر سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے تاکہ وہ جنگ میں حاضر نہ ہو اور وہ میرے سامنے فرار کرنا نہیں چاہتا تھا اس لیے میں نے کہا: میں اس وقت اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلانا چاہتا۔ قرہ کا بیان ہے: بخدا! اگر حُرؓ مجھے اپنے راز سے آگاہ کرتے کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف جا رہے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ امامؑ کی طرف چلا جاتا۔ حُرؓ آہستہ آہستہ اپنے لشکر سے ہٹنے لگا اور امامؑ کے لشکر کے قریب ہونے لگا۔ اس وقت مہاجر بن اوس حُرؓ کے قریب گیا اور کہا: اے حُرؓ! تیرا کیا ارادہ ہے؟ کیا تُو حسینؑ سے لڑنے کے لیے جا رہا ہے؟

مہاجر کا بیان ہے کہ حُرؓ نے مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ جب میری نگاہ اس کے بدن پر پڑی

تو وہ کانپ رہا تھا۔ میں نے کہا: اے حُرؑ! اس وقت تیری جو حالت ہے اس سے پہلے میں نے تجھے اس طرح کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں تو تجھے پورے کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر جانتا تھا۔ یہ کیا حالت ہے جواب میں دیکھ رہا ہوں؟

جناب حُرؑ نے کہا: جیسا تیرا گمان ہے یہ بات نہیں ہے بخدا! میں اپنے آپ کو جنت و بہشت کے درمیان معلق پا رہا ہوں' لیکن بخدا میں بہشت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا' اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیں۔ یہ کہا اور حُرؑ نے مردانہ وار اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی' تھوڑی دیر میں گھوڑا اُڑاتا ہوا بارگاہِ امامت میں پہنچ گیا اور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ اللہ! میں وہ شخص ہوں کہ جو راستے میں' میں آپؑ سے ملا تھا اور میں نے آپؑ کو واپس نہ جانے دیا تھا۔ آخرکار آپؑ کو اسی مقام پر لے آیا۔ بخدا! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ اشقیا آپؑ سے اس طرح پیش آئیں گے۔ اگر میں جانتا ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا۔ اب میں اپنے افعالِ بد سے توبہ کرتا ہوں' کیا میری توبہ قبول ہے؟

یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اگر تُو توبہ کرے تو ضرور قبول ہو گی۔ اس وقت امامؑ نے فرمایا: اے حُرؑ! اپنے گھوڑے سے اُتر اور آرام کر۔

اس سعادت مند نے عرض کیا: یا ابن رسولؐ اللہ! آپؑ کی نصرت میں گھوڑے پر سوار ہونا پیادہ ہونے سے بہتر ہے۔ اب اس سواری کی حالت میں ان اشقیا سے جنگ کرتا ہوں۔ جب یہ میرے گھوڑے کے بغیر کر دیں گے اس وقت ان سے پیادہ لڑوں گا' یہاں تک کہ مارا جاؤں۔

یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا تجھ پر رحمت کرے' جو تیرا جی چاہے وہی کر۔ جب جناب حُرؑ کو اجازت ملی تو میدانِ جنگ میں آئے اور اس لشکرِ روسیاہ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اُنھیں ان الفاظ میں نصیحت کی۔

جناب حُرؑ کے نصائح

آن سعادتمند در پیش روی آں حضرت' ایستاد و طاغیان

اهل کوفه را خطاب نموده فرمود: یا اَهلَ الکُوفَةِ لِأُمِّكُمُ الهَبَلَ وَ العُبرُ اَدَعَوتُم هذَا العَبدَ الصَّالِحَ حَتّی اِذا اَتاکُم اَسلَمتُمُوهُ وَ زَعَمتُم اَنَّکُم قاتِلُوا اَنفُسِکُم دُونَه؟ ثُمَّ عَدَوتُم عَلَیهِ لِیَقتُلُوهُ؟ اَمسَکتُم بِنَفسِهِ وَ اَخَذتُم بِکُلکِلِهِ وَ اَحَطتُم بِهِ مِن کُلِّ جانِبٍ لِتَمنَعُوهُ التَّوَجُّهَ اِلی بِلادِ اللّٰهِ العَرِیضَةِ، فَصارَ کَالأَسیرِ فی اَیدِیکُم لا یَملِكُ لِنَفسِهِ نَفعًا وَ لا یَدفَعُ عَنها ضَرًّا وَ حَلَّأتُمُوهُ وَ نِسائَهُ وَ صَبِیَّتَهُ وَ اَهلَهُ عَن ماءِ الفُراتِ الجارِی، تَشرَبُهُ الیَهُودُ وَ النَّصارٰی وَ المَجُوسُ، تَمَرَّغُ فیهِ خَنازِیرُ السَّوادِ وَ کِلابُهُم وَ ها هُم قَد صَرَعَهُمُ العَطَشُ، بِئسَما خَلَفتُم مُحَمَّدًا فی ذُرِّیَّتِهِ، لا سَقاکُمُ اللّٰهُ یَومَ الظَّمآءِ.

"ھَبَل" فرزند کی مصیبت پر ماں کی پکار۔

"عُبر" حزن واندوہ۔

"أسلم" اطاعت یا کسی کا ذلیل کیا جانا۔

"کُلکل" سینہ۔

"سَواد" بہت زیادہ تعداد۔

حاصل معنی یہ ہے:

"اے اہل کوفہ! تمھاری مائیں تمھارے ماتم میں بیٹھیں، تم نے اس امامؑ اور اس بزرگوار کو جھوٹے وعدوں سے بلایا اور ان سے نصرت کا اقرار کیا، اب جب وہ یہاں تشریف لائے تو تم نے ان کی نصرت سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور انھیں اکیلا چھوڑ دیا۔ اس وقت تمھاری سوچ یہ تھی کہ جب وہ تمھارے پاس آئیں گے تو تم ان کی مدد کرو گے اور اس کے دشمنوں کا

مقابلہ کرو گے اور اپنی جانوں کو ان پر قربان کرو گے۔ جب وہ تمھارے پاس تشریف لائے تو تم نے ان سے ہر قسم کا تعلق توڑ دیا اور ان کے قتل کی کوشش شروع کر دی اور انھیں اپنے محاصرے میں لے لیا تاکہ وہ کسی طرف نہ جا سکیں' اب وہ تمھارے ہاتھوں میں قیدی کی طرح ہیں کہ وہ اپنے آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔ نہ وہ اپنے سے کسی شر کو دفع کر سکتے ہیں' تم نے ان پر ان کے اہل بیتؑ اور چھوٹے بچوں پر پانی بند کر دیا ہے۔ حالاں کہ دریائے فرات کا پانی تمھارے سامنے لہریں مار رہا ہے' اس پانی سے یہود و نصاریٰ و مجوس سیراب ہو رہے ہیں' جنگل کے سؤر اور صحراؤں کے کتے اس کا پانی پی رہے ہیں' انھیں تشنگی نے ہلاک کر رکھا ہے' تم نے اپنے پیغمبرؐ کی ذریت کے ساتھ کیا برا سلوک کیا ہے اللہ تمھیں قیامت کے دن کی پیاس سے نجات نہ دے۔"

جب اس جفا کار لشکر نے جناب حرؓ کی تقریر سنی تو ان پر کوئی اثر نہ ہوا' بل کہ اس کا جواب بھی انھوں نے تیروں سے دیا اور انھیں اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ جناب حرؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں واپس حاضر ہوئے (الارشاد: ج ۲، ص ۹۹' اعلام الوریٰ: ۲۳۲)۔

فصل ششم

جنگِ کربلا

اصحابِ حسینؑ کی کیفیتِ قتال وشہادت

جنگ کربلا کا آغاز

جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: جس وقت جناب حرؑ لشکر ابن سعد کو نصائح کر کے واپس بارگاہِ امامت میں پہنچے تو عمر بن سعد نے اپنے غلام دُرید کو اپنے ہاں بلایا۔ عمر بن سعد نے اپنے لشکر کا پرچم اُسے دے رکھا تھا۔ اُسے آواز دی: اے دُرید! پرچم کو میرے پاس لے آ۔ جب وہ ابن سعد کے قریب آیا تو ابن سعد نے اپنی کمان میں تیر رکھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینکا اور اپنے لشکر سے کہا: تم لوگ ابن زیاد کے ہاں اس بات کی گواہی دینا کہ سب سے پہلے حسینؑ اور اصحابِ حسینؑ کی طرف میں نے تیر پھینکا ہے۔ اس کی اتباع میں تمام لشکر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف تیروں کی بارش برسا دی (الملہوف: ۱۶۰، مثیر الاحزان: ۵۶)۔

تیر بارانی میں اصحابِ حسینیؑ کی شہادت

محمد بن ابی طالب نے اپنے مقتل میں نقل کیا ہے: لشکر اشقیا نے اپنے چلوں میں تیر لگائے اور لشکر امامؑ پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ ان پر تیر اس طرح برسے جیسے تیروں کی بارش برس رہی ہو۔ اس تیر بارانی میں پچاس اصحابِ حسینیؑ شہید ہو گئے۔ لشکر حسینیؑ میں کوئی ایسا نہ رہا جسے تیروں سے زخم نہ آئے ہوں۔

بارگاہِ امامت سے امر جہاد کا جاری ہونا

سید ابن طاؤس سے روایت ہے: اس تیر بارانی کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: خداوند تعالیٰ تم پر رحمت کرے اب اُٹھیے حتمی موت سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں رہا اپنے آپ کو شہادت کے لیے تیار رکھیے کیوں کہ یہ تمام تیر دشمن کی طرف سے موت کا پیغام رکھتے ہیں۔

پس آپؑ کے اصحابؓ سرگرمِ جہاد ہوئے۔ یہاں تک کہ اکثر بزرگ واروں نے اپنی جان فرزند رسولؐ پر قربان کر دی۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب درجہ شہادت پر پہنچ گئے اور مظلومِ کربلاؑ نے اپنے اصحابؓ کو خاک و خون میں دیکھا تو اپنے مبارک ہاتھ سے

اپنی ریش مبارک کو پکڑا اور فرمایا: اللہ کا شدید غضب نازل ہوا یہود پر جس وقت انھوں نے عزیر کو خدا کا بیٹا کہا۔ اللہ نے شدید غضب نازل کیا قوم نصاریٰ پر جس وقت انھوں پروردگار عالم کو تیسرا خدا قرار دیا اور اللہ نے قوم مجوس پر شدید غضب نازل کیا جس وقت انھوں نے اللہ کے علاوہ چاند سورج کی پوجا کی اور اس جفا کار اُمت پر غضب خدا نازل ہوگا کیوں کہ یہ لوگ فرزند رسولؐ کے قتل پر جمع ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم! جس امر کے یہ طالب ہیں وہ میں ہرگز نہیں کروں گا' میں ان کی بیعت قطعاً نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں قتل کر دیا جاؤں اور اسی صورت میں اپنے خدا سے ملاقات کروں۔

فرشتہ نصرت کا بارگاہِ امامت میں نازل ہونا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: میں نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے سنا جب حضرت امام حسینؑ کا لشکر عمر بن سعد کے لشکر کے سامنے آیا اور آتش کارزار مشتعل ہوئی تو اس وقت آسمان سے فرشتہ نصرت زمین کی طرف آیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر سایہ فگن ہوا اور آپؑ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے فتح اعدا اور لقاء اللہ میں اختیار دیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں۔ آپؑ نے شہادت کو قبول کیا کہ شہادت کے ذریعے لقاء اللہ کی منازل پر فائز ہونا چاہتے ہیں۔

سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ راوی کا بیان ہے: آپؑ نے اتمامِ حجت کے لیے آواز دی:

اَمَا مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا لِوَجْهِ اللّٰهِ مَا مِنْ نَاصِرٍ يَذُبُّ عَنْ حرمِ رسولِ اللّٰه

''آیا کوئی فریادرس ہے جو اللہ کے لیے ہماری مدد کرے؟ آیا کوئی ناصر ہے جو شر اعدا کو حرمِ رسولؐ سے دور کرے؟''

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے: پھر دونوں جانب سے جوان میدانِ کارزار میں آنا شروع ہوئے۔

جنابِ عبداللہؓ ابنِ عُمیر میدانِ جنگ میں

سب سے پہلا شریر جو میدانِ جنگ میں اُترا وہ زیاد بن ابی سفیان کا غلام یسار تھا۔ لشکرِ امام حسینؑ سے جنابِ عبداللہؓ بن عُمیر پورے عزم و جزم اور ثابت قدمی کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے گئے۔ یسار نے جنابِ عبداللہؓ بن عُمیر سے کہا: تُو کون ہے؟

اس بزرگوارؓ نے فرمایا: میں عبداللہؓ بن عُمیر ہوں۔

اس ملعون نے کہا: میں تمھیں نہیں جانتا کہ تُو کون ہے۔ میرے مقابلے کے لیے زُہیرؓ بن قین یا حبیبؓ ابن مظاہر آئیں۔

جنابِ عبداللہؓ بن عُمیر نے فرمایا: اے زنِ زانیہ کے بیٹے! تُو کون ہے جو ایک شخص سے لڑنے میں عار سمجھے اور دوسرے کو اپنے مقابلے کے لیے بلائے۔ یہ کہہ کر آپؓ نے اس دشمنِ خدا پر حملہ کر دیا۔ آپؓ نے اپنی شمشیرِ آب دار سے اس پر اس انداز سے بھرپور ضرب لگائی کہ اُسے زمین پر گرا دیا۔ آپؓ اس کے قتل کرنے میں معروف ہو گئے۔ اس وقت جب ابنِ زیاد کے ایک غلام سالم نے یہ منظر دیکھا تو یسار کو چھڑانے کے لیے میدان کی طرف دوڑا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحابؓ نے عبداللہؓ بن عُمیر کو آوازیں دیں کہ دھیان رکھو ایک اور پہلوان اس کی مدد کو آ رہا ہے۔ جنابِ عبداللہؓ جنگ میں معروف تھے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی آوازوں کو نہ سن سکے۔ اتنے میں سالم اپنے ساتھی کو چھڑانے کے لیے پہنچ گیا۔ اس نے فوراً عبداللہؓ بن عمیر پر حملہ کر دیا۔ جنابِ عبداللہؓ نے ہاتھ سے سپر کا کام لیا' جس سے ان کی کچھ انگلیاں کٹ گئیں۔ لیکن انھوں نے اس بات کی پروا تک نہ کی اور زخمی شیر کی طرح سالم پر حملہ کیا اور اُسے واصلِ جہنم کیا۔ اس طرح آپؓ نے ان دونوں غلاموں کو جہنم رسید کر دیا۔ پھر آپؓ لشکرِ حسینیؑ کی طرف آئے اور رجز خوانی کی:

اِن تُنکِرُونی فَاَنَا ابنُ کَلبِ
اَنَا امرُءٌ ذُومِرَّۃٍ وَ غَضَبِ
وَلَستُ بِالخَوَّارِ عِندَ النَّکبِ

"مِرَّہ" قوت، شجاعت، شدت۔

"خُوَّار" ضعیف اور بزدل شخص۔

"نُکب" مشقت و محنت۔

مفہوم شعر یہ ہے:

"اے جفاکار قوم! اگر تم لوگ میری شرافت وحسب ونسب کو نہیں جانتے تو جان لو میں قبیلہ بنی کلب کا جنگ جو مرد ہوں جو وقتِ خستگی نالہ وفریاد بلند نہیں کرتا۔"

عَمرو بن حجاج کا لشکرِ امامؑ پر حملہ

عَمرو بن حجاج ابن زیاد کے لشکر کے میمنہ پر مامور تھا۔ اس ملعون نے ایک بھاری لشکر کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ جب یہ لشکر حملہ آور ہوا تو اصحابِ حسینؑ نے اپنے زانو ٹیک کر اپنے نیزے جھکا دیے جس کی وجہ سے یہ لشکر واپس پیچھے کی طرف بھاگ گیا اور حملہ نہ کر سکا۔ اس کے بعد اصحابِ حسینؑ نے انھیں اپنے تیروں کی زد میں لے کر ان پر تیر بارانی شروع کر دی۔ جس سے ان کے بہت سے آدمیوں کو جہنم رسید کیا اور ان میں باقی سب زخمی ہو گئے۔

عبداللہ بن حوزہ کے لیے امامؑ کی بددُعا

عبداللہ بن حوزہ تمیمی ابن سعد کے لشکر سے نکلا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہو۔ اس کے اپنے لشکر نے اُسے آواز دی: ارے تُو کدھر جاتا ہے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ یہ سن کر اس بدبخت نے کہا: میں اپنے ربّ رحیم کی ملاقات کے لیے نکلا ہوں اور پیغمبرؐ شفاعت کے حضور حاضر ہونے کے لیے نکلا ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحابؓ سے دریافت کیا: یہ کون ہے؟!

آپؑ کو بتایا گیا ابن حوزہ تمیمی ہے۔

اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں کو بارگاہِ ربّ العزت میں بلند کیا اور عرض کیا: خداوندا! اسے بہت جلد جہنم کی طرف روانہ کر۔

ادھر امامؑ کی دعا ختم ہوئی' اُدھر اس کے گھوڑے نے زقند لگائی اور ایک کھائی میں جا گرا۔ یہ ملعون گھوڑے کی پشت پر سنبھل نہ سکا۔ اس کا سر زمین کی طرف آیا' اس کا بایاں پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور دایاں پاؤں اُوپر کی طرف رہا۔ اس وقت جناب مسلمؓ بن عوسجہ نے اپنی شمشیر آب دار سے اس کے دائیں پاؤں پر ضرب لگائی' جو کٹ گیا' اس کا گھوڑا ہر طرف دوڑنے لگا اور اس کا سر کبھی پتھروں سے جا ٹکراتا اور کبھی درختوں سے' اسی طرح آخر واصلِ جہنم ہوا۔

اس دوران میں دونوں طرف سے آتشِ حرب مشتعل ہوئی۔ دونوں لشکر اپنی آب دار تلوارو' درخشندہ نیزوں اور تیز و تند تیروں کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ اس حملے میں دشمن کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اِدھر اصحابِ حسینؑ میں سے بھی کچھ لوگوں نے شہادت حاصل کی۔

جنابِ حُرؓ کی شہادت

محمد بن ابی طالب و صاحب مناقب اور ابن اثیر نے جنابِ حُرؓ کی شہادت کے بارے میں روایات کی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے۔

جنابِ حُرؓ بارگاہِ امامت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ اللہ! میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے سب سے پہلے آپؑ پر خروج کیا تھا۔ آپؑ کے حضور میری درخواست ہے کہ آپؑ مجھے جنگ کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں سب سے پہلے آپؑ پر اپنی جان نثار کروں۔ کل قیامت کے دن میں رسولؐ اللہ سے پہلا مصافحہ کرنے والا شخص بننا چاہتا ہوں۔

ان بزرگ واروں نے جنابِ حُرؓ کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ جنابِ حُرؓ یہ چاہتے تھے کہ حملہ اولیٰ کے بعد شہید ہونے والے مبارزین میں سے سب سے پہلے شہادت کا افتخار حاصل کریں کیوں کہ حملہ اولیٰ میں بہت سے بزرگ وار شہید ہو گئے تھے۔ اس اعتبار سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جنھیں سب سے پہلے اذنِ جہاد دیا وہ جنابِ حُرؓ ہیں۔ جب آپؓ کو اذنِ جہاد ملا

اور میدانِ جنگ میں آئے تو آپؓ نے یہ رجز پڑھا:

إِنِّي أَنَا الحُرُّ وَ مَأوَى الضَّيفِ
أَضرِبُ فِي أَعنَاقِكُم بِالسَّيفِ
عَن خَيرِ مَن حَلَّ بِأَرضِ الخَيفِ
أَضرِبُكُم وَلَا أَرَى مِن حَيفِ

"اے لوگو! مجھے پہچان لو میں حُرؓ ہوں اور میں مہمانوں کی پناہ گاہ ہوں۔ میں نے ارضِ مکہ میں وارد ہونے والی عظیم ہستی کے دفاع میں تلوار آب دار اُٹھا رکھی ہے۔ میں اپنی تلوار شرر بار سے تمھاری گردنوں کو فضا میں اُڑاؤں گا۔ اپنی تلوار سے تمھاری گردنوں کو اُڑانے کو میں ظلم نہیں سمجھتا بلکہ حق سمجھتا ہوں" (الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۱؛ الکامل فی التاریخ: ج ۴، ص ۶۴؛ مناقب آلِ ابی طالب: ۴، ص ۹۹؛ اللھوف: ص ۱۰۴)۔

روایات میں آیا ہے کہ جب جناب حُرؓ، ابن سعد کے لشکر سے کٹ کر لشکر امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوئے تھے تو اُس وقت یزید بن سفیان تمیمی نے کہا: بخدا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حُرؓ نصرتِ حسینؑ کے لیے اُن سے ملحق ہوئے ہیں جب وہ ہمارے ساتھ جنگ کرے گا تو میں اس کا تعاقب کروں گا اور اُسے اپنے نیزے کے وار سے قتل کروں گا (تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۴ و ۴۴۳؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۱؛ الکامل فی التاریخ: ج ۴، ص ۶۴؛ مناقب آلِ ابی طالب: ج ۴، ص ۹۹؛ اللھوف: ۱۰۴)۔

رجز خوانی کے بعد جناب حُرؓ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن کی فوجوں میں گھس گئے۔ انھوں نے چشم زدن میں کشتوں کے پشتے لگا دیے لیکن اس دوران میں آپؓ کے گھوڑے کے کان کٹ گئے اور اس کی پیشانی بھی زخمی ہوگئی جس سے خون فوارے کی صورت میں نکل رہا تھا۔ اس دوران میں حصین ملعون نے یزید بن سفیان کو آواز دی: اے یزید! یہ وہی حُرؓ ہے جس کے بارے میں تُو نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ اُسے اپنے نیزے سے قتل کرے گا، دیکھ وہ میدانِ کارزار میں جنگ کر رہا ہے۔

یزید نے اُسے کہا: ہاں ٹھیک ہے' ابھی میں اُسے قتل کرتا ہوں۔ یہ آدمی جناب حرؓ کی طرف بڑھا تاکہ حملہ کرے۔ جناب حرؓ نے جب اُسے اپنے سامنے پایا تو اُسے حملے کی فرصت ہی نہ دی اور ایک ہی کاری ضرب لگا کر اُسے ڈھیر کر کے رکھ دیا۔ میدانِ کارزار میں آپؓ نے دشمن کی صفوں کو اُلٹ کر رکھ دیا۔ اپنی تلوار کی کاٹ سے چالیس منافقوں کو جہنم کی ہول ناک وادی میں دھکیل دیا۔ کوفیوں نے آپؓ کے گھوڑے کو پے کر دیا تو آپؓ پیدل ہو کر لڑنے لگے۔ آپ لڑ بھی رہے تھے اور رجز بھی پڑھ رہے تھے:

إِنِّی أَنَا الحُرُّ وَ نجلُ الحُرِّ
أشجَعُ مِن ذی لُبَدٍ هِزبَرِ
وَلَستُ بِالجَبانِ عِندَالكَرِّ
لكِنَّنِي الوَقافُ عِندَالفَرِّ

"لُبد" بروزن "صُرد" "ابو لبد و ذو لبد" شیر کو کہا جاتا ہے۔

"ھزبر" بروزن "درھم" شیر تنومند۔

"میں حرؓ ہوں اور سراپا حریت و آزادی ہوں۔ میں خود بہادر و شجاع ہوں اور بہادر و شجاع کا فرزند ہوں۔ شیر ببر سے قوی تر و دلیر تر ہوں۔ جب مجھ پر دشمن ہجوم کر لے اور ہر طرف سے گھیر لیا جاؤں تو ان حالات سے گھبرانے والا نہیں ہوں۔ جس وقت بڑے بڑے بہادر جان بچانے کے لیے بھاگ رہے ہوتے ہیں میں اس وقت ثابت قدمی کا مظہر ہوتا ہوں" (الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۲)۔

آلَيتُ لا أُقتَلُ حَتَّیٰ أَقتُلا
أَضرِبُهُم بِالسَّيفِ ضَرباً معضِلاً

لا ناقِلاً عَنهُم وَ لا مُعَلّلا
لا عاجِزاً عَنهُم وَ لا مُبَدَّلاً
أحمِی الحُسَینَ الماجِدَ المؤَمَّلا

بعض نسخوں میں "لاناقلا" کی بجائے "لا ناکلا" موجود ہے جس کے معنی ہیں ضعیف و بزدل آدمی۔

"معلل" بروزن "معظم" اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو دینے میں پس و پیش سے کام لے۔

ان اشعار کا ماحصل یہ ہے:

"میں نے قسم کھا رکھی ہے میں اس وقت تک قتل نہ ہوں گا جب تک تمہارے بہت سے آدمیوں کو اپنے خون کے عوض قتل نہ کر دوں۔ میں ان دشمنوں پر اپنی شمشیر آب دار سے تابڑ توڑ حملے کروں گا جو ان پر کوہ گراں ثابت ہوں گے نہ میں جنگ سے رُوگردان ہونے والا ہوں اور نہ عذر اور بہانوں سے کام لینے والا ہوں۔ میں ان پر بڑھ چڑھ کر حملے کروں گا۔ میں اپنے محترم بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی نصرت کروں گا' جو عالمین کی اُمیدوں کا مرکز ہیں۔"

جنابِ حُرؒ آغوشِ امامت میں

آپؒ برابر میدانِ کارزار میں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے رہے اور لشکر اشرار کو جہنم پہنچاتے رہے' لیکن آپؒ ہزاروں دشمنوں کے حملوں سے بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے جس کی وجہ سے آپؒ میں تابِ مقاومت نہ رہی اور زمین پر آ رہے۔ اصحابِ حسینیؑ تیزی سے آئے' بے ہوش حُرؒ کو اُٹھایا اور بارگاہِ امامت میں لے گئے۔ اس وقت ان میں رمقِ جان باقی تھی۔ آں حضرتؑ نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے چہرے پر پھیرا اور فرمایا: اے حُرؒ! تُو حُرّ ہے بہادر و جواں مرد ہے۔ جس طرح تیری ماں نے تیرا نام رکھا تھا تُو نے اُسے ثابت کر دیا تُو دنیا میں بھی حُرّ ہے اور آخرت میں بھی حُرّ ہے (الفتوح: ج۵، ص۱۰۲)۔

ایک صحابیؓ نے آپؓ پر مرثیہ پڑھا۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ آپؓ پر حضرت علیؑ بن الحسین علیہ السلام نے مرثیہ پڑھا تھا (تسلیۃ المجالس و زینۃ المجالس: ج۲، ص۲۸۲)۔

(مترجم: حضرت علیؑ بن الحسین علیہ السلام سے مراد حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں) کیوں کہ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بہت زیادہ مریض تھے اور آپؑ اپنے خیمے میں لیٹے ہوئے تھے۔ لیکن احتمال ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ مرثیہ اپنے خیمے میں کہا ہو۔ لیکن امالی کی روایت ہے کہ یہ مرثیہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے پڑھا تھا:

لَنِعْمَ الحُرُّ حرُّ بَنی رِیاحٍ

صَبُورٌ عِندَ مُختَلَفِ الرِّماحِ

"کتنا عظیم الشان انسان ہے جو جری و بہادر و غیور ہے، جو قبیلہ ریاح کا سپوت ہے۔ جب گھمسان کی جنگ ہوتی ہے اور نیزوں سے نیزے ٹکراتے ہیں تو اس وقت بہت زیادہ صبر کرنے والا ہے۔"

وَ نِعمَ الحُرُّ اِذ نَادیٰ حُسَیناً

فَجادَ بِنَفسِهِ عِندَ الصَّباحِ

اس بیت میں تین احتمال ہیں۔

حُرؓ کس قدر اچھائیوں اور بھلائیوں کا مالک ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا تو وقت صبح امامؑ پر اُس نے اپنی جان قربان کر دی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ حُرؓ کس قدر خوش کردار ہے کہ اس نے عالم تقدیر میں حسینؑ کی نصرت کو قبول کیا تھا۔ آخر عاشورا کے دن اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر ڈالی۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ جناب حُرؓ عظمتوں کا پیکر ہے۔ جس وقت امام حسین علیہ السلام کو جنگ کے لیے ندا دی گئی تو سب سے پہلے اس نے اپنے آپ کو پیش کیا اور عاشور کے دن اپنی جان قربان کر ڈالی۔

فَیَا رَبِّی أَضِفْهُ فِی جِنَانٍ
وَ زَوِّجْهُ مَعَ الحُورِ المِلاحِ

"حُور" "حوراء" کی جمع ہے' کبھی "احور" جمع بھی آتی ہے۔ یہ لفظ اس پر بولا جاتا ہے کہ جس کی آنکھیں موٹی ہوں اور اس کے "حدقہ" کی سیاہی وسفیدی انتہا درجے کی ہو یعنی چشم آہو کے مانند ہو۔ ایسی صفات والے انسانوں میں بہت کم ہیں۔ اس لفظ کا حقیقی تعلق جنت کی مخلوق سے ہے۔

"ملاح" "ملیح" کی جمع ہے۔ یہ لفظ اس آدمی پر صادق آتا ہے جو خوب صورت ہو' خوش اندام ہو اور صاحب ملاحت ہو۔

"یعنی اے میرے پروردگار' صاحب عزت وجلال! اسے جنت کے باغوں میں منزل عطا کر اور اسے اپنا مہمان بنا اور خوب صورت حوروں کے ساتھ اس کی تزویج فرما" (الارشاد: ج ۲، ص ۱۰۲)۔

شیخ مفید رحمہ اللہ کی روایت ہے: جناب حُرؑ کو ایوب بن سرح نے کوفہ کے بہادروں کی ایک جماعت کی مدد سے شہید کیا۔

ابن شہر آشوب نے بیان کیا ہے: حضرت حُرؑ نے چالیس سے کچھ اوپر فوجیوں کو قتل کیا تھا (مثیر الاحزان: ۵۹)۔

جناب حُرؑ کے لیے آسمانی بشارت

شیخ ابن نما کی روایت ہے: جب جناب حُرؑ، ابن سعد کے لشکر کو چھوڑ چھاڑ کر امامؑ کے لشکر سے ملحق ہوئے تھے تو اس وقت بارگاہِ امامت میں عرض کیا تھا: جس وقت ابن زیاد نے مجھے آپؑ کی طرف روانہ کیا تھا جوں ہی میں دار الامارہ سے باہر نکلا' میرے پیچھے سے ندا آئی: اے حُرؑ! تجھے ابدی بھلائی کی بشارت ہو۔ اس وقت میں نے پیچھے کی طرف دیکھا مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے اس وقت خیال کیا بخدا یہ بشارت نہیں ہے' کیوں کہ میں تو فرزند رسولؐ اللہ سے لڑنے کے لیے جا رہا ہوں۔ فرزند رسولؐ اللہ سے لڑنے والا بھلائی نہیں پا سکتا۔ اس وقت میں نے سوچا

بھی نہ تھا کہ تھوڑے دنوں میں کچھ اس طرح کا انقلاب آ جائے گا اور میری زندگی بدل جائے گی اور میں آپ کی خدمت میں آ جاؤں گا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے حُر! تُو نے اجر جزیل اور خیر جمیل حاصل کر لی ہے۔

ابو مخنف کی روایت

(اضافہ از مترجم): ابو مخنف نے جناب حُرؑ کی کیفیت کو دوسرے طریقے سے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے۔

جب حضرت حُرؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا کلامِ معجز نما سنا تو خالق کائنات کی توفیقات نے اس کی نصرت کی۔ اس نے اپنے فرزند سے کہا: اے میرے بیٹے! مجھ میں طاقت نہیں ہے کہ خداوند جبار کے غضب کا مقابلہ کروں اور آتش دوزخ کا ایندھن بنوں۔ تجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ قیامت کے دن حضرت احمد مختارؐ میرے دشمن ہوں۔ اے میرے فرزند عزیز! کیا تُو نے حسینؑ کو نہیں دیکھا ہے کہ وہ نصرت طلب کر رہے ہیں؟ باوجود اس نصرت طلبی کے کسی نے ان کی مدد نہیں کی۔ اے میرے عزیز بیٹے! آؤ اکٹھے چلتے ہیں اور آں حضرتؑ کی خدمت میں پہنچتے ہیں اور ان کی نصرت کرتے ہیں اور شہادت کی سعادت حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہم اہل سعادت میں سے ہو جائیں گے۔

جناب حُرؑ کے پیکر حریت بیٹے نے جب اپنے باپ کی بات سنی تو عرض کیا: بسم اللہ تشریف لے چلیں۔ پس یہ دونوں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اس طرح روانہ ہوئے جیسے حملہ کرنے کی غرض سے جا رہے ہیں۔ جب یہ دونوں بزرگ وار بارگاہ امامت میں پہنچے تو حُرؑ فوراً اپنے گھوڑے سے اُترے۔ شرم سے سر جھکا لیا اور اپنے آپ کو امامؑ کے پاؤں میں گرا دیا اور آں حضرتؑ کے مبارک پاؤں کو بوسے دینے لگے اور شدت کے ساتھ رونے لگے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے شیخ! اپنے سر کو بلند کرو۔

جناب حُرؑ نے اپنا سر اُٹھایا اور عرض کیا: اے میرے آقا! میں وہی ہوں جس نے آپؑ کو واپس جانے سے روک دیا تھا۔ اے میرے سردار! بخدا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ آپؑ

کے ساتھ اس طرح کا سلوک کریں گے۔ اب میں آپؑ کے حضور آ چکا ہوں میں نادم ہوں' میں نے اپنے فعل بد سے توبہ کر لی ہے' کیا میری توبہ قبول ہو گی؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جب تم نے توبہ کر لی ہے تو اللہ نے تمھاری توبہ کو قبول کر لیا ہے کیوں کہ وہ ارحم الراحمین ہے۔

اس وقت جناب حُرؓ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے فرزند! جاؤ اور ان ظالموں سے جنگ کرو۔

جناب حُرؓ کے بیٹے کی شہادت

جناب حُرؓ کا بیٹا میدانِ جنگ میں آیا اور اُس نے لشکر اشقیا پر حملہ کر دیا۔ بعض اربابِ مقاتل نے روایت کی ہے کہ حملہ کرنے سے پہلے آپؓ نے رجز خوانی کی:

أَنَا بُكَيْرٌ وَ أَنَا ابْنُ الْحُرّ
أَفْدِي حُسَيْنًا مِنْ جَمِيعِ الضُّرّ
أَرْجُو بِذَاكَ الْفَوْزَ يَوْمَ الْحَشْرِ
مَعَ النَّبِيِّ وَ الْإِمَامِ الطُّهْرِ

"اے دنیا والو! پہچانو میں بکیرؓ ہوں' میں حُرؓ کا فرزند رشید و سعید ہوں۔ میں اپنے امامؑ سے مصائب کو دور کرنے کے لیے جنگ کر رہا ہوں۔ میری جان میرے آقا حسینؑ کا فدیہ ہے' جو میں ان پر قربان کر دوں گا' لیکن ان تک کوئی مصیبت نہیں پہنچنے دوں گا۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو میں اس دن اپنے نبیؐ اور اپنے امامؑ کی بارگاہ میں پہنچوں گا اور آج کی اس قربانی کے سبب سے کامیابی و نجات حاصل کروں گا۔"

جب یہ جوان لشکر اعدا سے لڑنے کے لیے گیا تو ان کی صفوں میں گھس گیا' ان کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا' اُن پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ منافقین کے سر کٹ کر فضا میں اس طرح اُڑ رہے تھے جس طرح موسم

خزاں میں آندھیاں درختوں کے پتوں کو فضا میں بکھیرتی ہیں' بکیرؓ نے ستر منافقین کو جہنم کی آگ کے شعلوں کے حوالے کیا۔ اس طرح آپؓ جنگ کرتے ہوئے درجہ شہادت پر پہنچے۔"

جب جناب حُرؓ کی نگاہ اپنے شہید بیٹے کے لاشے پر پڑی تو بہت زیادہ خوش ہوئے اور فرمایا: اُس خدا کی حمد و ثنا کہ جس نے تجھے میرے امام حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہادت کا درجہ عطا کیا ہے۔

جناب حُرؓ اپنے بیٹے کی شہادت کے بعد بارگاہِ امامت میں آئے اور اذنِ جہاد کی درخواست کی۔ جب آپؓ کو اذنِ جہاد ملا تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور میدانِ جنگ میں گھوڑے کو جولان دی اور یہ اشعار پڑھے:

أَكُونُ أَمِيرا غادِرا وَ ابنَ غَادِرَةٍ
إِذا أَنا قاتَلتُ الحُسَينَ ابنَ فَاطِمَةَ

"اگر میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند عزیز سے جنگ کرتا تو میں ایسا امیر ٹھہرتا جو حیلہ گر و غدار ہوتا اور ایک مکار عورت کا بیٹا ہوتا ہے۔"

جناب حُرؓ نے ان اشعار کے ذریعے عمر ابن سعد کی مذمت کی تھی۔

وَ نَفسي عَلى خُذلانِهِ وَ إِعتِزالِهِ
وَ بَيعَةِ هٰذَا النّاكِثِ العَهدِ لائِمَةٌ

"اگر میں انھیں دشمنوں کے نرغے میں اکیلا چھوڑ دوں اور ان کے لیے ذلت کا باعث بنوں اور اس کی بیعت توڑ دوں تو میں خائن اور غدار شمار ہوں گا۔"

فَيا نَدَمي أَن لا أَكُونَ نَصَرتُهُ
أَلا كُلُّ نَفسٍ لا تُواسِيهِ نادِمَةٌ

"ہائے وہ ندامت و پچھتاوا! اگر میں حسینؑ ابن علیؑ کی نصرت نہ کرتا' اس

صورت میں میری دنیا و آخرت تیرہ و تاریک ہو جاتی اور میں ویران و حیران ہو کر رہ جاتا۔ اے لوگو! میری بات کان کھول کر سن لو جس شخص نے ان کی نصرت وحمایت نہ کی وہ زندگی بھر نادم و پشیمان رہے گا۔"

أَهُمُّ مِراراً أَن أَسيرَ بِجَحفَلٍ

إِلى فِئَةٍ زاغَت عَنِ الحَقِّ ظالِمَةٌ

"جحفل" بے شمار لشکر یا کریم و سخی مرد، مجازاً تیز تلوار اور لمبے نیزہ کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس شعر میں دو احتمال موجود ہیں:

پہلا احتمال یہ ہے کہ میں ایک لشکر کثیر کے ساتھ نکلوں اور اس گروہ سے جنگ کروں جس نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا ہے اور وہ ظالم و جفا کار ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں ان ظالم لوگوں پر بار بار حملے کروں اور حملے پر حملہ کرتا رہوں۔ یوں ان کا خاتمہ کر دوں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ میں بار بار اپنے آقا کی نصرت کے لیے نکلوں اور ان ظالموں پر یلغار کروں۔

فَكُفّوا وَإِلّا زُرتُكُم بِكَتائِبَ

أَشَدَّ عَلَيكُم مِنَ الرِجالِ الدَيالِمَةِ

"کتائب" نسخہ اول میں اس کے معنی ہیں حملہ کرنا' دوسرے نسخہ کے مطابق اس کے معنی ہیں بہت بڑا لشکر۔

"دیالمه" "دیلم" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں آفت و دشمن کے ہیں۔

ان اشعار کا ماحصل یہ ہے:

"اے گروہ اشرار! اپنے شر اور دشمنی سے ہاتھ روک دو اور جنگ بند کر دو۔ اگر تم نے جنگ نہ روکی تو میں تم پر شدید ترین حملے کروں گا' وہ ایسے شدید حملے ہوں گے جو بڑے بڑے بہادروں سے صادر ہوتے ہیں۔"

سَقَى اللّٰهُ أَرْوَاحَ الَّذِينَ تَوَازَرُوا
عَلَى نَصْرِهِ سَحًا مِنَ الْغَيْثِ دَائِمَةً

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے اور انھیں اپنی بارانِ رحمت سے سیراب کرے جنھوں نے اس بزرگ وار کی نصرت پر اجتماع کیا ہوا ہے۔"

وَقَفْتُ عَلَى أَجْسَادِهِمْ وَ قُبُورِهِمْ
تَكَادُ الْحَشَا تَنْقَدُّ وَالْعَيْنُ سَاجِمَةً

"میں ان کی لاشوں پر اور قبور پر کھڑا ہوں۔ میرے جگر میں آگ شعلہ ور ہے اور میری آنکھوں سے آنسو اس طرح برس رہے ہیں جس طرح ساون کا بادل برستا ہے۔"

لَعَمْرِي لَقَدْ كَانُوا مَصَالِيتَ فِي الْوَغَا
سِرَاعًا إِلَى الْهَيْجَا لُيُوثٌ قَشَاعِمَةٌ

"عمر" اس مقام پر اس کے معنی زندگی وحیات اور دین ومذہب ہے۔
"قشاعمة" "قشعم" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بپھرا ہوا شیر یا شجاع مرد۔

"مجھے اپنی جان کی قسم! یہ وہ بہادر و شجاع لوگ ہیں جب دشمن کے سامنے میدانِ کارزار میں اُترتے ہیں تو بپھرے ہوئے شیر کے مانند برق رفتاری سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں۔"

تَوَاسَوْا عَلَى نَصْرِ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّهِمْ
بِأَسْيَافِهِمْ آسَادُ خَيْلٍ ضَرَاغِمَةٌ

"یہ لوگ اپنے نبیؐ کی بیٹیؑ کے بیٹےؑ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لیے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سب کے سب شجاعت و بہادری میں شیر سے بڑھ کر ہیں۔ انھوں نے اپنی جرأت سے دشمن کے لشکر پر ہجوم کیا ہوا ہے۔

یہ جب اس ناپاک گروہ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو بڑے بڑے بہادروں کو اپنی تلواروں کی کاٹ سے ذلت کی خاک میں ملا دیتے ہیں۔ پھر اپنی جگہ کامیابی کے ساتھ پلٹ آتے ہیں کیوں کہ ان کے سینے غیظ و غضب سے لبریز ہو چکے ہیں۔ اپنے سردار کا سلام کرنے کے بعد دوبارہ میدانِ جنگ میں اُترتے ہیں اور اپنی شمشیر انتقام کو ان کی کھوپڑیوں میں اُتارتے ہیں۔"

هُوَالمَوتُ فَاصنَعْ وَيكَ مَا أَنتَ صَانِعٌ
فَانتَ بِكَأسِ المَوتِ لَا شَكَّ جَارِعٌ

"یہ ہے موت جو تیرے میدان میں اُتر چکی ہے اے موت! تجھ پر افسوس ہے جو کچھ تو کرسکتی ہے کر لے ہم تجھ سے ڈرنے والے نہیں ہیں ہم تو موت کو موت دینے والے ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن مرد وہ ہے جو موت کا ذائقہ چکھ کر ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جائے اور پھر ابدالآباد تک موت اس کے قریب نہ آسکے۔"

وَ حَامِ عَنِ ابنِ المُصطَفىٰ وَ حَرِيمِهٖ
لَعَلَّكَ تَلقىٰ حَصدَ مَا أَنتَ زَارِعٌ

"اے لوگو! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے حرمِ حریم کی حمایت و حفاظت کرو۔ ان شاء اللہ آج جو کچھ تم کاشت کر رہے ہو کل تمہیں اس کا ثمر مل جائے گا۔"

لَقَد خَابَ قَومٌ خَالَفُوا اللهَ رَبَّهُم
يُرِيدُونَ هَدمَ الدِّينِ وَالدِّينُ شَارِعٌ

"وہ لوگ خائب و خاسر ہو گئے تباہی و بربادی ان کا مقدر بن گئی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی اور اس کے دین کو برباد کرنا چاہا اور اس کے آئین کو معطل کرنا چاہا۔ وہ کہیں کے نہ رہے کیوں کہ اللہ کے دین کو غلبہ

حاصل ہے؛ اس کا دین آشکار ہے اور اس کا راستا ظاہر ہے۔"

يُرِيدُونَ عَمداً قَتلَ آلِ مُحَمَّدٍ
وَ جَدُّهُم يَومَ القِيَامَةِ شَافِعٌ

"یہ لوگ کتنی پست فطرت کے مالک ہیں؛ یہ آلِ محمدؐ کو قتل کرنا چاہتے ہیں حالاں کہ قیامت کے دن حق شفاعت ان کے جد بزرگ وارؐ کو حاصل ہے۔"

ابو مخنف کہتے ہیں: ان ابیات کے بعد جناب حُرؓ نے حملہ کر دیا۔ اس دوران میں آپؓ نے برابر رجز خوانی جاری رکھی۔ جس طرح کہ شیخ مفیدؒ کی روایت میں آیا ہے: آپؓ نے دشمن کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ آپؓ نے دشمن کے اسی سے زیادہ افراد کو جہنم کی سرحدوں تک پہنچایا۔ جب عمر بن سعد نے اس شیر بیشہ شجاعت کی شجاعت کا مشاہدہ کیا تو اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اس پر تیر برساؤ۔ دشمن کی فوجوں نے آپؓ پر اس قدر تیر برسائے کہ آپؓ کا بدن خار پشت کے مانند ہو گیا' کوئی ایسی جگہ نہ تھی جس میں تیر پیوست نہ ہوں۔ جب ہر طرف آپؓ پر حملے شروع ہوئے اور دشمن نے آپؓ پر ہجوم کر لیا تو آپؓ کے بدن میں لڑنے کی طاقت نہ رہی۔ اسی دوران میں آپؓ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپؓ کو لوگ عمر بن سعد کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے حکم دیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ آپؓ کو قتل کر دیا گیا اور آپؓ کا سر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینک دیا گیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کے سر کو زمین سے اُٹھایا اور آپؓ کے دندانِ مبارک سے خون کو صاف کیا اور آپؓ پر مرثیہ پڑھا جو گذشتہ صفحات میں موجود ہے (مقتل الحسین:۲۰ ؛ ینابیع المودۃ: ج ۳، ص ۷۵)۔

اصحابِ حسینؑ کا وداع کا طریقہ

محمد بن ابی طالب و صاحب مناقب و صاحب کامل میں سے ہر ایک نے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا کوئی صحابی اذنِ جہاد کے لیے حاضر ہوتا اور اُسے اجازت ملتی تو وہ آپؑ سے وداع کرتے وقت عرض کرتا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بنَ رَسُولَ اللّٰہ

آں حضرتؑ اس کے جواب میں فرماتے:

وَعَلَیْکَ السَّلَام

"ہم بھی آپ کے پیچھے جلد آ رہے ہیں۔"

پھر اس آیت کی تلاوت فرماتے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا

"پس ان میں سے بعض نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا اور ان میں سے بعض انتظار کر رہے ہیں اور وہ ذرا بھی نہیں بدلے" (سورۂ مبارکہ احزاب: آیت ۲۳)" (مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۰۰؛ تسلیۃ المجالس و زینۃ المجالس: ج ۲، ص ۲۸۲؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۲؛ الکامل فی التاریخ: ج ۳، ۲۷)۔

جنابِ بُریرؓ بن خُضیر کی شہادت

جناب حُرؓ بن یزید ریاحی کی شہادت کے بعد جناب بُریرؓ بن خُضیر میدانِ جنگ میں اُترے۔ جناب بُریرؓ ایک صالح و متقی انسان تھے۔ فن قرأت قرآن میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اس لیے اُنھیں "سید القرا" کے لقب سے جانا جاتا تھا۔ آپؓ عابد و زاہد اور شب زندہ دار انسان تھے۔ جب آپؓ نے میدانِ کارزار میں قدم رکھا تو یہ رجز پڑھا (امالی شیخ صدوق: ص ۱۶۱؛ روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۸۷؛ مناقب آل ابی طالبؑ، ج ۴، ص ۱۰۰):

أَنَا بُرَیْرٌ وَ أَبِی خُضَیْرٌ

لَیثٌ یَرُوعُ الأَسدُ عِندَ الزئِرِ

یَعرِفُ فِینَا الخَیرَ أَهلُ الخَیرِ

أَضرِبُکُم وَلَا أَرَی مِن ضَیرِ

کَذَاکَ فِعلُ الخَیرِ مِن بُرَیرِ

"زِئِر" آرام گاہ اور بیشہ شیر۔ شیر جب اپنی آرام گاہ میں ہوتا ہے تو وہ اس وقت

غضب ناک ہوتا ہے اور وہ اس وقت خوف ناک آواز بلند کرتا ہے اس لیے بہادر آدمی پر اس کلمہ "شیر بیشہ شجاعت" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

رجز کا مفہوم یہ ہے:

"اے لوگو! جان لو مجھے پہچان لو! میں بُریرؓ ہوں' میں جناب خضیرؓ کا سپوت ہوں۔ میں شیر بیشہ شجاعت ہوں' جب شیر غضب ناک صورت میں ہو اور اس کی مجھ پر نگاہ پڑ جائے تو اس کا غصہ کافور ہو جاتا ہے اور وہ کانپنے لگتا ہے۔ میرے اپنے ہوں یا دوسرے تمام اہل خیر اور صاحبانِ معرفت مجھے بھی جانتے ہیں کہ میرا کردار کتنا بلند ہے اور میری عبادت و نیکوکاری کس قدر عظیم ہے۔ میں جب تم پر حملہ آور ہوں گا تو اپنی تیغ آب دار سے تمھیں پیس ڈالوں گا۔ تمھارے قتل سے نہ میری دنیا کو کوئی نقصان ہو گا اور نہ میرے دین کو' تم سے جنگ کرنا' تمھیں موت سے ہم کنار کرنا کائنات کی تمام نیکیوں سے سب سے عظیم تر نیکی ہے۔"

آپؓ نے اس دوران میں دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا اور ان سے فرمایا:

"اے اہل ایمان کے قاتلو! اب میرے قریب آؤ۔
اے صاحبانِ بدر کی اولاد سے جنگ کرنے والو!
اے رسولؐ ربّ العالمین کی اولاد کے قاتلو!
اے اہل بیتؑ رسول اللہؐ کے قاتلو! میرے قریب آؤ۔"

آپؓ نے اس دوران میں دشمن کے تیس افراد کو قتل کر کے جہنم کے داروغوں کے حوالے کیا۔

ابن سعد کے لشکر سے ایک پہلوان نکلا جس کا نام یزید بن معقل تھا۔ اس نے آپؓ سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو گم راہ لوگوں میں سے ہے۔

جناب بُریرؓ اور یزید بن معقل کے درمیان مباہلہ

جناب بُریرؓ نے اس ملعون سے کہا: اگر ایسی بات ہے تو ابھی پتا چل جاتا ہے ہم میں

سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے' آؤ مباہلہ کرتے ہیں۔ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر لعنت کرتے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کرتے ہیں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر لعنت کرے اور جو باطل مذہب پر ہے اُسے قتل کردے اور جو مذہب حق پر ہے اُسے غلبہ عطا کرے۔

اس دوران میں دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ یزید بن معقل نے آپؓ پر وار کیا لیکن اس کا وار کارگر نہ ہوا۔ اس وقت جناب بُریرؓ نے کمال قوت و شجاعت سے اس پر تلوار کا ایسا وار کیا جو اس کے سر پر لگا۔ جناب بُریرؓ کی تلوار اس کے خود کو کاٹ کر اس کے سر میں جا اُتری اور اس کے دماغ کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ وہ زمین پر گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا اور جہنم کی طرف چل بسا۔

اُس وقت بجیر بن اوس ضبی نے جناب بُریرؓ پر حملہ کیا اور آپؓ کو شہید کر ڈالا۔

جناب بُریرؓ کی شہادت کے بعد اس نے ازراہِ تکبر و غرور اپنے گھوڑے کو میدانِ کارزار میں جولان دیا اور یہ رجز پڑھا:

سَلِي تُخبري عَنِّي وَ أَنْتِ ذَمِيمَةٌ

غَدَاةَ حُسَيْنٍ وَ الرِّمَاحُ شَوارِعُ

اس شعر میں اس امر کا احتمال یہ ہے کہ متکلم نے اپنے خطاب کا مرکز خود اپنی ذات کو بنایا ہے یا پھر اپنے قوم قبیلہ یا عمر بن سعد کے لشکر کو بنایا ہے۔

"ذمیمۃٌ" بے چارہ و درماندہ انسان۔

شعر کا ماحصل یہ ہے:

"میری شجاعت کے بارے میں پوچھ تا کہ تجھے خبر دی جائے کہ میں کتنا بہادر ہوں حالاں کہ مبارزت مذموم تھی یا عیب داری کرنے والی تھی کیوں کہ جس دن حسینؑ سے جنگ ہوئی تھی وہ ایک بہت بڑی آزمائش کا دن تھا۔ گھمسان کی جنگ تھی' تلواروں سے تلواریں ٹکرا رہی تھیں۔ اس دن ہر طرف نیزے بلند تھے۔ میں اس دن اس بہادر کے مقابلے کے لیے نکلا تھا

کہ جس کی تلوار سے موت ٹپک رہی تھی۔"

أَلَمْ آتِ أَقصى ما كَرِهتَ وَ لَم يَحُلْ
غَدَاةُ الوَغى وَالرَّوعِ ما أَنَا صانِعْ

"وہ کام جسے میں اچھا نہیں سمجھتا یا تو اچھا نہیں سمجھتا' میں اُسے انجام نہیں دیتا' لیکن جب خوف و بدامنی کا ماحول ہو اور گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو تو اُس وقت نہ کرنے والا کام بھی کر جاتا ہوں۔"

مَعی مُزَنِی لَم تَخنُهُ کُعُوبُهُ
وَ أَبیَضُ مَشحُوذُ الغِرارَینِ قاطِعْ

"مُزَنی" اصل میں یہ لفظ "مزن" ہے جس کی نسبت ہے "یا" متکلم کی طرف حزن کا حقیقی معنی بادل ہے چوں کہ نیزہ کا سر سفید ہوتا ہے اس لیے مجازاً "مزن" کے معنی نیزہ لیے جاتے ہیں۔ اگر اسے "مَزَن" پڑھا جائے یعنی میم کے فتح اور "زا" کے سکون کے ساتھ تو اس کے معنی ہیں درخشندگی سفیدی۔

"کُعوب" کعب کی جمع ہے' اُبھری ہوئی جگہ۔

"أبیَض" صیقل شدہ تلوار۔

"غِرارَین" "غرار" کا تثنیہ ہے۔ تیز تلوار کی ایک طرف۔

"مَشحُوذ الغِرارَین" تلوار کی دونوں اطراف کا تیز ہونا۔

حاصل معنی یہ ہے:

"میرے ہاتھ میں حرنی نیزہ ہے جب اس کے ساتھ اپنے دشمن پر حملہ آور ہوتا ہوں تو وہ خطا نہیں ہوتا۔ میرے ساتھ صیقل شدہ تلوار موجود ہے جس کی دونوں اطراف تیز و تند ہیں۔"

فَجَرَّدتُهُ فی عُصبَةٍ لَیسَ دِینهُمْ
کَدِینی وَ إِنّی بَعدَ ذاكَ لَقانِعْ

"میں نے تیز و تند تیغ کو نیام سے کھینچا تاکہ اس گروہ کو قتل کروں جو
میرے دین پر نہیں ہے۔ بُریرؓ کے قتل سے مبارزین کی مبازرت سامنے
آئے گی۔"

وَقَدْ صَبَرُوْا لِلطَّعنِ وَالضَّربِ حُسَّرا
وَقَدْ جلَدُوا لَو أَنَّ ذٰلِكَ نافِعٖ

شاید "حسر" "حاسر" کی جمع ہو۔ "حاسر" اُسے کہا جاتا ہے جس کے پاس میدانِ جنگ میں زرہ اور ڈھال نہ ہو۔ اس شعر میں جو "لو" ہے وہ تمنی کے لیے ہے۔
یعنی وہ گروہ کہ جس پر میں نے اپنی تلوار کھینچی وہ لوگ تھے جو دشمن کی تلوار کی ضرب اور نیزے کی دھار کو برداشت کرنے والے تھے کیوں کہ کثرت کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ سے وہ تھک چکے تھے اور زخموں سے وہ چُور چُور ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ شجاعت و شہامت کے جوہر نہ دکھا سکے۔ اگر وہ اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے تو اُنھیں ضرور فائدہ ہوتا۔

فَأَبلِغْ عُبَيدَاللّٰه اِذْ مالَقِيتَهٗ
بِمانّى مُطِيعٌ لِلخَلِيفَةِ سامِعٗ

"جب تیری عبیداللہ سے ملاقات ہو تو اُسے میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں
نے نمک خواری کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے کیوں کہ میں خلیفہ کا مطیع و
منقاد ہوں۔"

قَتَلتُ بُرَيرا ثُمَّ جُلتُ لِهِمَّةٍ
غَداةَ الوَغا لَمّا دَعى مَن يُقارِعُ

"میں نے بُریرؓ کو قتل کیا اور اُس سے لڑنے کے لیے اور اُسے قتل کرنے کے
لیے میں نے اپنے گھوڑے کو جولان دی؛ حالاں کہ اُس نے میدانِ جنگ
میں پہلوانوں کو للکارا تھا کہ کون ہے جو اُس سے مبارزہ آرائی کرے؟"

جناب بُریرؓ کے قاتل کی مذمت اور اُس کا جواب

جب اس ملعون نے جناب بُریرؓ کو شہید کر دیا تو اس نے ازراہ فخر و افتخار یہ اشعار کہے تو کچھ لوگوں نے اس کی مذمت کی کہ تُو نے بُریرؓ پر جسارت کر کے اُسے قتل کیا ہے تُو نے یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کیا تھا۔ جناب بُریرؓ ایک نیک و صالح اور شائستہ انسان تھے۔ اُس وقت اس کا چچازاد بھائی اس کے پاس آیا اور اُس نے اس کی مذمت کی اور کہا: اے بجیر! تُو ہلاک ہو جائے تُو نے بُریرؓ بن خضیر کو قتل کر دیا ہے تُو قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں کیا جواب دے گا؟

جب اس نے ہر طرف سے لعنت و ملامت کے کڑوے کسیلے جملے سنے تو نادم و پشیمان ہو گیا اور اسی پشیمانی و حیرانی میں یہ اشعار کہے:

فَلَو شاء رَبّی ما شَهِدتُ قِتالَهُم

وَلا جَعَلَ النَّعماءَ عِندَ ابنِ جائرِ

"اگر خداوند تعالیٰ چاہتا تو میں ان صالح لوگوں کے ساتھ جنگ ہی نہ کرتا۔

میں اس کارزار میں موجود ہی نہ ہوتا اور یہ دنیاوی نعمات ایک ظالم کے

بیٹے سے حاصل ہی نہ کرتا۔"

(عرضِ مترجم): "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" اس بدبخت کے کلام سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ جبریہ عقیدے کا حامل تھا کیوں کہ اُس نے خیر و شر کی نسبت اللہ کی طرف دی۔

لَقَد کانَ ذا عارٍ عَلَیَّ وَ سُبَّةٌ

یُعَیِّرُ بِها الاَبناءُ عِندَ العاشِرِ

"سُبَّہ" بروزنِ "قُبَّہ" اس کا معنی عار و ناموس ہے۔ جو لوگوں کے لیے شتم و دشنام کا سبب ہوتا ہے۔

"الابناء" جمع "ابن" فرزند۔

شاید یہ لفظ "الانباء" ہو جو "نباء" کی جمع ہے۔

جس کے معنی خبر کے ہیں۔

یعنی امروز میرے لیے عار و دشنام کا دن ہے کیوں کہ کل کو میرے اس جرم کو قبائل کے درمیان ذکر کیا جائے گا۔

فَيَالَيتَ اِنّی کُنتُ فی الرَّحِمِ حَيضَةً

وَ يَومَ حُسَينٍ کُنتُ ضِمنَ المَقابِرِ

فَيا سَوأتا ماذا أَقُولُ لِخالِقی

وَما حُجَّتی يَومَ الحِسابِ القُماطِرِ

"قماطر" بروزن "غلابط" بدترین دن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی شدید ترین دن۔

"اے کاش! میں رحم مادر میں حیض کا قطرہ ہوتا اور کربلا میں امام حسینؑ کے مقابلے میں نہ آتا اور قبرستان میں مدفون ہوتا۔"

"ہائے! یہ رسوائی اور بدنامی! میں قیامت کے دن اللہ کے حضور کیا جواب دوں گا کہ میں نے بریرؓ کو کیوں قتل کیا؟ میرے پاس کوئی دلیل و حجت نہیں ہے جو میں پیش کر سکوں" (احمد بن اعثم کوفی، الفتوح: ج۵، ص۱۰۳)۔

جناب وہبؓ بن عبداللہ بن حباب کلبی کی شہادت

جناب بریرؓ کی شہادت کے بعد جناب وہبؓ بن عبداللہ بن حباب کلبی نے میدان جنگ میں قدم رکھا۔

(عرض مترجم): امالی شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اس وہبؓ کے والد کا نام وہب تھا۔ وہ اس سے قبل نصرانی تھے۔ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے دست معجز نما پر اپنی والدہ کے ہم راہ اسلام لائے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ میدان کربلا میں تشریف لائے تھے اور آپؑ کے قدموں میں شہادت کی سعادت حاصل کی تھی۔ لیکن بعض کتب مقاتل میں ہے کہ اس کی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ راستے میں ملاقات ہوئی تھی اور اس نے مع اپنی والدہ کے اسلام قبول کیا تھا اور پھر آں حضرتؑ کی خدمت میں رہتے ہوئے شہادت حاصل کی

تھی (امالی شیخ صدوق: ص ۱۶۱)۔

علامہ مجلسیؒ کی روایت

علامہ مجلسیؒ نے ان کا تذکرہ کچھ یوں کیا ہے:

حضرت وہبؓ کی والدۂ گرامی میدانِ کربلا میں موجود تھیں روز عاشور وہ اپنے اس فرزند جناب وہبؓ کے پاس آئیں اور کہا: اے فرزند عزیز! اٹھو اور فرزند رسولؐ کی نصرت میں اپنے آپ کو پیش کرو۔

اس بزرگ وارؓ نے اپنی والدہ کی خدمت میں عرض کیا: اے مادر مہربان! میں فرزند رسول اللہؐ پر جاں نثاری کے لیے حاضر ہوں اور ابھی آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

جناب وہب میدان کارزار میں آئے اور بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ رجز خوانی کی:

إِن تُنكِرُونِي فَأَنَا ابنُ الكَلبِ
سَوفَ تَرونِي وَ تَرَونَ ضَربِي
وَ حَملَي وَ صَولَتِي فِي الحَربِ
أُدرِكُ ثَأرِي بَعدَ ثَأرِ صَحبِي
وَ أَرفَعُ الكَربَ أَمامَ الكَربِ
لَيسَ جِهادِي فِي الوَغا بِاللَّعبِ

"اے ستم پیشہ لوگو! اگر تم مجھ ایسے بہادر و شجاع کو نہیں جانتے تو کوئی بات نہیں میں تمھیں بتائے دیتا ہوں کہ میں کون ہوں۔

ارے پہچانو! میں مرد کلبی کا سپوت ہوں۔ ابھی تمھیں میری جان بازی و جرأت کا علم ہو جائے گا۔ تم دیکھو گے کہ میری شمشیرزنی کیسی ہے۔ جب میں تم پر بڑھ بڑھ کر حملے کروں گا تو تم میری صولت و صلابت کو دیکھ لو گے۔ میں تم سے اپنے دوستوں کے خون کا انتقام لوں گا اور یکے بعد دیگرے مصائب و آلام کو برداشت کروں گا۔ میری جنگ بہادروں اور

جواں مردوں کی جنگ ہوگی' کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہوگا۔"

جناب وہبؓ کی جنگ

جناب وہبؓ نے اس گروہ شقاوت و ضلالت پر حملہ کیا اور مردانگی و جواں مردی کے جوہر دکھائے اور دشمن کے بہت سے افراد کو تہ تیغ کیا۔ اس کے بعد میدانِ جنگ سے واپس اپنی والدہؓ کے پاس آئے اور اپنی ماںؓ سے عرض کیا: اے مادر مہربان! کیا آپؓ مجھ سے راضی ہیں' میں نے حق ادا کر دیا ہے؟ جناب وہبؓ کی والدہؓ نے کہا: نہیں میں راضی نہیں ہوں' تم جاؤ اور فرزند رسولؐ اللہ کی نصرت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرو اور اپنے خون میں غلطاں ہو جاؤ۔

جناب وہبؓ کی زوجہؓ نے اُن سے کہا: مجھے مصائب کے حوالے نہ کرو اور اپنے قتل سے مجھے حیران و سرگردان نہ کرو۔

جناب وہبؓ کی پاک طینت والدہؓ نے کہا: اے میرے فرزند! اپنی زوجہؓ کی بات کی طرف متوجہ نہ ہونا اور اس کا کہا نہ ماننا' میدانِ کارزار میں جاؤ اور فرزند رسولؐ کے سامنے اُن کے دشمنوں سے جنگ کرو تاکہ کل قیامت کے روز بارگاہِ خداوندی میں وہ تمہاری شفاعت کریں۔ یہ سن کر جناب وہبؓ نے اپنی والدہؓ اور زوجہؓ سے وداع کیا اور میدانِ جنگ کی طرف آئے اور یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

اَنّی زعیمٌ لکِ اُمّ وَھَبِ
بِالطّعنِ فیھم تارۃً وَ الضّربِ
ضَربَ غُلامٍ مُومِنٍ بِالرَّبِّ
حَتّٰی یُذیقَ القَومَ مُرَّالھَربِ
اَنّیْ امرءٌ ذُومِرّۃٍ وَ غَضبِ
وَ لَستُ بِالخُوّارِ عِندَالنَّکبِ
حَسبی اِلٰھی مِن عَلیمٍ حَسبی

"زعیم" بروزن "امیر" اس کا معنی ہے "کفیل"۔

"حسب" "کافی"۔

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے:

"اے میری ماں! میں وہبؓ ہوں، میں تیرا کفیل ہوں، یعنی میں تیرا اطاعت گزار ہوں۔"

یا اس کے معنی یہ ہیں کہ میں قیامت کے دن تیری شفاعت کروں گا۔ یا اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں ان بدبختوں پر کافی ہوں، انھیں اپنے نیزہ و تلوار سے قتل کروں گا۔ ان بدبختوں پر وہ جوان اپنی شمشیر کی ضربات لگائے گا جو اپنے رب پر پختہ یقین رکھنے والا ہے۔ اپنے دشمنوں پر سخت ہے اور اُنھیں جنگ کی تلخی و حرارت سے ہمکنار کردے گا۔ میں جرأتِ جوانی رکھنے والا ہوں۔ میرے ہاتھ میں قاطع تلوار ہے۔ جب آزمائش کے میدان میں اُترتا ہوں تو کمزوری نہیں دکھاتا۔ میری نگاہ اپنے خدا پر ہے وہ علیم ذات مجھے کافی ہے۔

اس کے بعد جناب وہبؓ نے شیر بیشہ شجاعت کے مانند ابن سعد کے لشکر پر حملہ کر دیا اور آتش مرگ بن کر ان کے خرمن حیات کو خاکستر کا ڈھیر کر دیا۔ اس دوران میں آپؓ نے دشمن کے اُنیس سواروں اور بارہ پیادوں کو واصل جہنم کیا۔ آپؓ نے ان کے دامن زندگی کو صفحہ روزگار سے چن چن مرگھٹ میں اُتار دیا۔ جناب وہبؓ نے دشمن کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ اس دوران آپؓ کے دونوں بازو قلم ہو گئے۔ جب آپؓ کی والدہ نے دیکھا کہ ان کا بیٹا اپنے بازو قلم کرا چکا ہے تو اس نے خیمے کے عمود کو ہاتھ میں لیا اور میدانِ جنگ کی طرف رُخ کیا اور جناب وہبؓ سے کہا: اے فرزند عزیز! تجھ پر میرے والدین قربان ہو جائیں، ان بدبختوں سے جنگ کرو۔

جب جناب وہبؓ نے اپنی والدہؓ کو میدانِ جنگ میں دیکھا تو فوراً اپنی والدہ کے پاس آئے اور اُنھیں خیام کی طرف لانے کی کوشش کی تو اُس نے وہبؓ سے کہا: میں ہرگز میدانِ جنگ سے واپس نہیں جاؤں گی میں تمھارے ساتھ جامِ شہادت پینا چاہتی ہوں۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس خاتونؓ کی یہ جاں سوزی و خدمت گزاری دیکھی تو

اس سے فرمایا: خداوند تعالیٰ تمھیں اہل بیتؑ رسولؐ اللہ کی طرف سے جزائے خیر عطا کرے اور تجھ پر رحمت نازل فرمائے خیام کی طرف واپس چلی جاؤ۔

جناب وہبؓ کی زوجہؓ کی شہادت

جناب وہبؓ دوبارہ میدانِ جنگ میں آئے اور جنگ کی اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ جب جناب وہبؓ کی زوجہؓ نے اپنے شوہر کی مظلومیت کو دیکھا کہ دشمنوں نے اُسے کس بے دردی کے ساتھ شہید کیا ہے' خیمہ سے باہر آئی اور اپنے شوہر کے لاشے پر پہنچی اور اس کے چہرے سے خون صاف کرنے لگی۔ جب شمر نے اُسے اس حالت میں دیکھا تو اُس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ جائے اور اُسے قتل کر دے۔ غلام نے خیمے کی چوب اس مظلومہ کے سر پر دے ماری اور اُسے شہید کر دیا۔ اس طرح وہبؓ کی بیوی اپنے شوہر کے ساتھ جنت کی طرف روانہ ہوئی۔ کربلا کے میدان میں وہ پہلی خاتون تھیں جنھیں کوفی لشکر نے قتل کیا تھا۔

(عرضِ مترجم): یہاں دو احتمال موجود ہیں: ایک احتمال یہ ہے کہ زوجہ وہبؓ اسلام کی وہ پہلی خاتون ہیں جو میدانِ کارزار میں ظلم و ستم سے شہید ہوئیں۔ اگر ابن زیاد کے لشکر کا اسلام سے واسطہ ہوتا تو وہ ایک عورت کو قتل نہ کرتا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ وہ پہلی خاتون تھیں جو سیدالشہداؑ کے لشکر میں درجہ شہادت پر پہنچیں۔ شاید کوئی اور خاتون بھی ہو جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئی ہو۔

علامہ مجلسیؒ کی ایک اور روایت

ایک دوسری حدیث ہے کہ جناب وہبؓ پہلے نصرانی تھے وہ اپنی والدہؓ کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر ایمان لائے تھے اور کربلا کے میدان میں حاضر تھے۔ انھوں نے لشکر اشقیا سے جنگ کی تھی اور ان کے چوبیس سواروں کو اور بارہ پیادوں کو قتل کیا تھا۔ آخر آپؓ کو میدانِ جنگ میں گرفتار کر لیا گیا اور عمر بن سعد کے پیش کیا گیا اور اُس نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ جب آپؓ کو قتل کیا گیا تو آپؓ کا سر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف

پھینک دیا گیا۔

جب جناب وہبؓ کی ماں نے اپنے بیٹے کا کٹا ہوا سر دیکھا تو اُسے اُٹھایا' اس کے بوسے لیے اور پھر عمر بن سعد کے لشکر کی طرف پھینک دیا۔ جب وہ سر دشمن کے ایک فوجی پر پڑا تو وہ زمین پر آ رہا اور موت سے ہمکنار ہو گیا۔ پھر مادر وہبؓ نے خیمہ کی چوب ہاتھ میں لی اور دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیا اور اس کے دو آدمیوں کو واصل جہنم کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس غیور خاتون کو آواز دی: اے مادرِ وہبؓ! تم اور تمھارا بیٹا ضرور بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوں گے۔ اب خیام کی طرف واپس آؤ' عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے۔

امامؑ کے حکم پر وہ خاتونؓ واپس اپنے خیمے میں آئی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خداوندا! مجھ سے اپنی رحمت قطع نہ کرنا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے مادرِ وہبؓ! اللہ تعالیٰ تجھے مایوس نہیں کرے گا۔

عمرو بن خالد ازدیؓ کی شہادت

جناب وہبؓ کی شہادت کے بعد جناب عمروؓ بن خالد ازدی میدانِ جنگ کی طرف تشریف لے گئے اور اپنی خوش بیانی کے ساتھ رجز خوانی کی۔

اِلَیكِ یَا نَفسُ اِلَی الرَّحمٰنِ
فَابشِرِی بِالرَّوحِ وَ الرَّیحانِ
اَلیَومَ تُجزَینَ عَلَی الاِحسانِ
قَد کَانَ مِنكِ غَابِرَ الزَّمانِ
ما خُطَّ فی اللَّوحِ لَدَی الدَّیانِ
لا تَجزَعِی فَکُلُّ حَیٍّ فَانِ
وَالصَّبرُ اُحظِی لَكِ بِالاَمانِ
یَا مَعشَرَ الاَزدِ بَنِی قَحطانِ

"اِلیکَ" اسم فعل امر ہے جو "اِذھب" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

"رَوح" را مفتوح اور واؤ ساکن اس کا معنی ہے "رحمت"۔

"ریحان" کا معنی بھی رحمت ہے۔

"ازد" عون کے فرزند کا نام تھا۔ قبیلہ اُزد اُسی سے منسوب ہے۔ یہ قبیلہ یمن میں رہتا تھا۔

پہلے شعر کے معنی یہ ہیں:

"اے نفس! ربِ رحمٰن کی ملاقات کا اشتیاق پیدا کر اور اس کی بارگاہ میں شہادت کے ذریعے پہنچنے کی کوشش کر اور اُس کی رحمت سے اپنے قلب و جان کو خوش کر۔"

دوسرے شعر کے تین معانی ممکن ہیں: پہلے معنی یہ ہیں کہ آج نجات کا دن ہے۔ شہادت کے ذریعے نجاتِ اُخروی کا سامان کرتا کہ تجھے بروزِ قیامت اس کی جزا دی جائے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ تجھ سے ماضی میں گناہ سرزد ہوئے ہیں جو لوحِ محفوظ میں محفوظ ہیں۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ اب وہ چیز تیرے قریب ہے جو زمانہ سابق میں لوحِ محفوظ میں تیرے لیے لکھ دی گئی تھی۔

تیسرے شعر کا مفہوم ہے: اے نفس تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے اور موت سے مضطرب نہ ہو کیوں کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے' ان کافروں سے جنگ کرنا اور مر جانا' ان کی امان سے بہتر ہے۔

اے ازدیو! تم قطان کی اولاد ہو' آج ان کافروں سے جنگ کرنے کے دوران میں صبر و حوصلہ سے کام لو۔

اس کے بعد یہ بزرگوار جنگ میں مصروف ہو گئے۔ آپؓ نے بہت سے کافروں کو قتل کیا۔ اس دوران میں آپ کو کاری زخم لگے جن کی وجہ سے شہید ہو گئے (الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۵ مناقب آلِ ابی طالب: ج ۴، ص ۱۰۱)۔

خالدؓ بن عمر ازدی کی شہادت

مناقب میں ہے کہ عمروؓ بن خالد کے بعد اس کا بیٹا خالدؓ بن عمر میدانِ جنگ میں آیا۔

جب وہ میدانِ جنگ میں آئے تو انھوں نے اپنی زبانِ شیریں بیان سے یہ رجز پڑھا:

صَبراً عَلَی الموتِ بَنِی قَحطانِ
کَیْ ماتَکونوا فی رِضَی الرَّحمانِ
ذِی اَلمجدِ وَ العِزَّۃِ والبُرهانِ
ذَوِالعُلٰیٰ وَ الطَّولِ وَالاِحسانِ
یا اَبَتا قَد صِرتَ فِی الجِنانِ
فِی قَصرِ رَبٍّ حَسَنِ البُنیانِ

"اے قحطان کے بیٹے! موت کے تلخ شربت کے جام پیو اور شہادت کی شیرینی سے لذت حاصل کرو۔ موت کا ذائقہ اگر تلخ ہے لیکن صبر و تحمل سے کام لو تاکہ ربّ رحمٰن کی مرضات حاصل ہوں۔ وہ ذاتِ صاحب بزرگواری و صاحب عزت و برہان ہے۔ کائنات کی تمام بلندیاں اس کا سلام کرتی ہیں وہ احسانات کا منبع و مرکز ہے۔

اے میرے پدر بزرگ وارؓ! آپؓ جنت اور قصر پروردگار کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور یہی سرمایہ افتخار و عزت ہے۔"

اس کے بعد آپؓ دشمن کی فوجوں میں گھس گئے۔ ان کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔
آپؓ نے بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہادت کو قبول کیا اور اپنے والد گرامیؓ سے جا ملے۔

سعدؓ بن حنظلہ تمیمی کی شہادت

محمد بن ابی طالب کی روایت کے مطابق جناب خالدؓ بن عمر ازدی کی شہادت کے بعد جناب سعدؓ بن حنظلہ تمیمی عمرو بن سعد کے لشکر سے جنگ کے لیے میدان میں آئے۔

اس نیک خصال نے اپنی زبان پر درج ذیل اشعار جاری کیے:

صَبراً عَلَى الأَسيافِ وَ الأَسِنَّةِ
صَبراً عَلَيها لِدُخُولِ الجَنَّةِ
وَ حُورٍ عين ناعِماتٍ هُنَّهِ
لِمَن يُرِيدُالفَوزَ لَا بِالظَّنَّةِ
يَا نَفسُ لِلرَّاحَةِ فَاجهَدِنَّهُ
وَفِى طِلابِ الخَيرِ فَارغَبَنَّهُ

"عين" عین کے کسرہ کے ساتھ "عینا" کی جمع ہے۔ "عینا" بروزن "حسناء" اس عورت پر بولا جاتا ہے جس کی آنکھیں موٹی اور بڑی ہوں۔

"ناعمات" "ناعمۃ" "ناعمہ" اس عورت کو کہا جاتا ہے جو ناز و نعمت میں پلی بڑھی ہو۔

"ھنہ" کا معنی یا تو میلان ہے یا یہ جمع مونث کی ضمیر ہے۔

"طلاب" طلب کرنا۔

ان اشعار کا حاصل معنی یہ ہے:

"اے نفس! جب تجھ پر اس گروہ اشرار کے نیزے پڑیں اور تجھ پر تلواروں کے وار ہوں تو صبر و تحمل سے کام لینا کیوں کہ ان تمام مصائب کی جزا جنت ہے اور جنت میں حورالعین سے ملاقات ہے۔ یہ نعمتیں ان لوگوں کو حاصل ہوں گی جنھیں نجات مل جائے گی اور ان لوگوں کو یہ نعمتیں حاصل نہیں ہوں گی جو شکوک و شبہات میں مبتلا رہے ہوں۔

اے میرے نفس ابدی و دائمی راحت کے حصول کے لیے کوشاں ہو اور خیر و نیکی کے حصول کے لیے جدوجہد کر۔"

اس کے بعد آپؑ جنگ میں مصروف ہو گئے' آپؑ نے گھمسان کی جنگ لڑی اور شہادت کی سعادت حاصل کی۔

عمیرؓ بن عبداللہ کی شہادت

جنابِ سعدؓ بن حنظلہ کے بعد جناب عمیرؓ بن عبداللہؓ میدانِ کارزار میں اُترے۔

انھوں نے رجز خوانی کے لیے اشعار پڑھے:

قَدْ عَلِمتْ سَعدٌ وَ حَیٌّ مُذحَجِ
أنّی لَدَی الھیجاءِ لَیث مُحرَجُ
أعلُو بِسَیفی ھامَۃَ المُدجَّجِ
وَ أترُکُ القِرنَ لَدَی التَّعَرُّجِ
فَرِیسَۃَ الضَّبُعِ الأزَلُّ الأعرَجِ

"مدجج" بروزن "معظم" مسلح ہونا۔

"تعرج" عروج و بلندی۔

"فریسہ" بروزن "سفینہ" شیر کا شکار۔

"ضبع" بجو۔

"ازل" بروزن "اجل" ایک جانور کا نام ہے جو نہایت چست و چالاک ہوتا ہے۔ اس کی رانیں نازک اور کم گوشت ہوتی ہیں۔

"السمع الازل" اس جانور کو کہا جاتا ہے جو بھیڑیے اور بجو کے ملاپ سے پیدا ہو۔ اس جانور کی قوت سماعت بے پناہ ہوتی ہے اس لیے اُسے "سمع" کہا جاتا ہے۔ اس کی ران پر گوشت بہت کم ہوتا ہے اس لیے اُسے "ازل" کہا جاتا ہے۔ ایسا جانور جو پرندہ صفت ہو۔

اس بزرگوارؓ کے کلام کا حاصل یہ ہے:

"قبیلہ سعد اور مذحج جانتے ہیں کہ میں ہنگام کارزار کا وہ شیر بیشہ شجاعت ہوں کہ اپنے شکار کو مضطر و ناچار کر دیتا ہوں۔ میں اپنی شمشیر آبدار کو ایک مسلح و شجاع مرد کے سر پر مارتا ہوں اور اُسے میدانِ کارزار میں چابک و چالاک بجو کی خوراک بنا دیتا ہوں۔"

پھر آپؓ نے اپنے نیزہ و تلوار سے گھمسان کی جنگ لڑی اور کوفی فوج کے کچھ افراد کو وادیٔ جہنم میں دھکیلا۔ مسلم ضبابی نے عبداللہ بجلی کی اعانت سے اس مجاہدِ اسلام کو شہید کر ڈالا۔

جناب مسلمؓ بن عوسجہ کی شہادت

اس شہید کے بعد جناب مسلمؓ بن عوسجہ میدانِ مبارزت میں تشریف لائے۔ اس شیر بیشہ شجاعت نے میدان میں وارد ہوتے ہی رجز خوانی فرمائی:

اِنْ تَسأَلُوا عَنِّی فَاِنِّی ذُولَبَدٍ
مِن فَرعِ قَومٍ مِن ذُریٰ بَنِی اَسَدٍ
فَمَن بَغَانَا حَائِدٌ عَنِ الرَّشَدِ
وَ کَافِرٌ بِدِینِ جَبَّارٍ صَمَدٍ

"ذولبد" اس شیر کا لقب ہے جس کے سینہ، گردن اور بغل پر گھنے اور لمبے بال ہوتے ہیں۔

"ذُریٰ" بروزن "ھُدیٰ" شرف و بزرگواری۔

"اے گروہ ستم کارو! اگر تم میرا حسب و نسب معلوم کرنا چاہو تو میں تمھیں جتائے دیتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ میں ایک شجاع و بہادر انسان ہوں اور قبیلہ اسد کا سپوت ہوں۔ جس نے ہمارے اُوپر مظالم ڈھائے۔ وہ ظالم اور ستم کار اور حق و ہدایت سے دور ہے اور وہ کافر ہے۔"

اس مجاہد و مبارز نے جب کوفی لشکر سے جنگ کی تو ان پر زندگی تنگ کر کے رکھ دی۔ ان کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر اس گھمسان کی جنگ میں دشمن کے بہت سے افراد کو واصل جہنم کیا (مناقب آل ابی طالب)۔

شیخ مفید اور صاحب مناقب نے روایت کی ہے کہ جناب مسلمؓ کی مبارزت کے بعد جناب نافع بن ہلال بجلی نے اس گروہ اشرار سے جنگ کی۔ انھوں نے یہ رجز پڑھا:

أَنَا ابنُ هِلالُ البَجَليٌّ

أَنَا عَلَی دِینِ عَلِی

وَ دِینُهُ دِینُ النَّبِی

"بجلی" قبیلہ "بجیلہ" بروزن "سفینہ" کی طرف منسوب ہے۔ یہ قبیلہ یمن میں رہتا تھا۔

یعنی میں ہلالؓ بجلی کا فرزند رشید ہوں اور امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے مکتب کا پیرو ہوں۔ ان کا مکتب مکتب رسولؐ مقبول ہے (الارشاد: ج۲، ص۱۰۳؛ اعلام الوریٰ: ص۲۴۴؛ مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص۱۰۴)۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ جناب نافعؓ کے مقابلے میں بنی قطیعہ سے تعلق رکھنے والا ایک فرد جس کا نام مزاحم بن حریث تھا' نکلا۔ اُس نے آپؓ سے کہا کہ تُو فلاں کے دین پر ہے۔

جناب نافعؓ نے فرمایا: تُو شیطان کے دین پر ہے۔

اس شیر بیشہ شجاعت نے مزاحم کو فرصت کا وقت نہ دیا۔ آپؓ نے فوراً اپنی شمشیر آب دار وشرر بار سے اس کے خرمن حیات کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔

عَمرو بن حجاج کی جسارت

عَمرو بن حجاج جنگ کے آغاز سے ہی سید الشہداؑ کے اصحابؓ کی شجاعت و جواں مردی کو دیکھ رہا تھا کہ حسینیؑ پروانے کس قدر بے جگری اور جرأت سے جنگ کر رہے ہیں۔ اس نے اپنے لشکر سے کہا: اے احمقو اور نادانو! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تمہا را مقابلہ کن لوگوں سے ہے؟ تمھاری ان لوگوں سے جنگ ہے جو حرب و ضرب میں آزمودہ ہیں۔ شجاعت و بہادری اُن کا ورثہ ہے' جو اپنی جان پر کھیل رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو موت کے حوالے کر رکھا ہے۔ تم میں سے جو بھی ان کے مقابلے میں آتا ہے تو ان کی تلواروں کی نذر ہو جاتا ہے' حالاں کہ ان کی تعداد کچھ بھی نہیں ہے وہ گنتی کے آدمی ہیں۔

جب عمر بن سعد نے عَمرو کی گفتگو سنی تو کہا: تُو نے سچ کہا ہے' تیری فکر اور رائے دُرست

ہے۔ عمر بن سعد نے اپنے لشکر میں اپنا حکم جاری کیا کہ ان لوگوں کے مقابلے میں کوئی بھی اکیلا لڑنے کے لیے نہ جائے۔ اگر تم نے ان کا تنہا مقابلہ کیا تو سارے مارے جاؤ گے۔

عمرو بن حجاج نے اپنے لشکر سے کہا کہ وہ امام حسینؑ کے لشکر کے قریب آ جائیں۔

جب یہ لشکر اشقیا قریب آیا تو اس ملعون نے اپنے لشکر سے کہا: اے اہل کوفہ! اپنے امیر کی اطاعت پر ثابت قدم رہیے اور جو لوگ دین خدا سے برگشتہ ہیں ان کے قتل کرنے میں کسی قسم کا اضطراب نہ کیجیے اور اپنے امیر یزید کی مخالفت نہ کیجیے اور اپنے دل میں کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہونے دیجیے۔ تم حق پر ہو۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کی کفر آمیز گفتگو سنی تو فرمایا:

"اے ابن حجاج! کیا تُو لوگوں کو میرے قتل کی ترغیب و تحریص دے رہا ہے؟ کیا میں دین سے باہر چلا گیا ہوں اور تُو دین پر ثابت قدم ہے؟ بخدا! بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ہم دین پر ہیں یا تم دین پر ہو اور تمھیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آتش دوزخ کا سزاوار کون ہے۔"

جناب مسلمؓ بن عوسجہ کی شہادت

عمرو بن حجاج نے اپنے لشکر کے میمنہ کو حکم دیا کہ وہ امام حسینؑ کے میمنہ پر حملہ کرے۔

آناً فاناً دونوں لشکر ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو گئے زور کا رَن پڑا۔ طرفین سے لوگ قتل ہوئے۔ اس ہنگام میں جناب مسلمؓ بن عوسجہ کو کثرت کے ساتھ زخم لگے جس کی وجہ سے آپؓ اپنی سواری سے زمین پر آ رہے۔ جب عمرو بن حجاج کا لشکر واپس ہوا اور میدانِ کارزار کا گرد و غبار چھٹا تو سید الشہداءؑ کے اصحابؓ نے مسلمؓ بن عوسجہ کو کربلا کی گرم خاک پر گرا ہوا پایا۔

محمد بن ابی طالب کی روایت کے مطابق ابھی جناب مسلمؓ میں رمق حیات باقی تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام' جناب حبیبؓ ابن مظاہر کے ساتھ آپؓ کے سرہانے پہنچے اور فرمایا: اے مسلمؓ! خدا تجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

"ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں انہوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی" (سورۂ مبارکہ احزاب: آیت ۲۳)

جناب حبیبؓ ابن مظاہر اس بزرگوارؓ کے قریب آئے اور کہا: اے مسلمؑ! تیرا قتل ہونا مجھ پر بہت بھاری ہے، تجھے بہشت مبارک ہو۔

اس بزرگوارؓ نے نحیف آواز کے ساتھ کہا: خداوند تعالیٰ تجھے نیکی و بھلائی کی بشارت دے۔

اس وقت جناب حبیبؓ نے جناب مسلمؑ سے کہا: اگر میں یہ جانتا کہ میں تمہارے بعد قتل نہیں کیا جاؤں گا تو میں تم سے کہتا کہ تم مجھے وصیت کرو تاکہ میں اُسے پورا کروں۔ لیکن مجھے معلوم ہے میں عنقریب تیرے پیچھے آ رہا ہوں (سلیۃ المجالس وزینۃ المجالس: ج ۲، ص ۱۸۹)۔

اس دوران میں جناب مسلمؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ میں تمہیں ان کی وصیت کرتا ہوں۔ ان کا ساتھ دینا اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنا اور ان کی محبت میں قتل ہو جانا۔

جناب حبیبؓ نے کہا: میں ضرور ان کی نصرت کروں گا اور ان کی نصرت میں تمہاری آنکھوں کو روشن کروں گا۔ اس دوران میں ان کی روح پُرفتوح آشیانہ بہشت کی طرف پرواز کر گئی اور جنت کے غرفات عالیہ میں سکون پذیر ہو گئے۔

اس عرصہ گاہ میں ان کے ہمراہ ان کی ایک کنیز بھی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ اس کا آقا قتل ہو گیا ہے تو اُس نے اشک حسرت اپنے رُخساروں پر جاری کیے اور بلند آواز سے روتے ہوئے کہا:

یا سَیِّدَاہ وَ یا ابن عوسجا

جب اس کے دردناک نالے بلند ہوئے اور لشکر ضلالت نے سنے تو ازراہِ مسرت و شادمانی ایک دوسرے کو جناب مسلمؑ کی شہادت کی خوشخبری دینے لگے اور ازراہِ تفاخر کہنے لگے کہ

ہم نے جناب مسلمؓ کو قتل کر دیا ہے۔

دشمن کی زبانی جناب مسلمؓ بن عوسجہ کے فضائل کی کہانی

شیث بن ربعی جو اس لشکر میں موجود تھا جب اُس نے اس کوفی لشکر کو جناب مسلمؓ کی شہادت پر جشن مناتے دیکھا تو اُن سے کہا: ارے! تم کس بات پر خوش ہو رہے ہو؟ تمھاری مائیں تمھارے ماتم میں بیٹھیں تم نے اپنی عزت کو اپنے ہاتھوں خاک ذلت میں ملا دیا ہے۔

آگاہ رہو! تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو۔ کیا تم مسلمؓ بن عوسجہ کے قتل پر جشن منا رہے ہو؟ خدا کی قسم! جس بزرگوارؓ کے قتل پر تم مسرت کا اظہار کر رہے ہو اس کا اسلام میں کیا مرتبہ تھا وہ ایک مجاہد اسلام تھے۔ ان کے اسلام اور مسلمانوں پر حقوق تھے وہ کافروں سے جہاد کرنے میں کس قدر شجاعت و مردانگی رکھتے تھے۔

بخدا آذر بائیجان کی جنگ میں ان کی بہادری کا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ جب مسلمانوں کی مشرکین کے ساتھ جنگ تھی۔ ابھی اسلامی لشکر نہیں پہنچا تھا کہ انھوں نے چھے مشرکین کو قتل کر ڈالا تھا۔

اس وقت شمر نے اپنے لشکر کے ساتھ سید الشہداؑ کے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ شمر کا لشکر سیل رواں کے مانند تھا لیکن حسینیؑ لشکر میں صرف بتیس سوار تھے۔ انھوں نے کفر کے اس سیل رواں کی قطعاً پروانہ کی؛ ان سے مشغول کارزار ہو گئے اور ان کی صفوں میں گھس گئے۔ جدھر حملہ کرتے یہ لومڑی صفت کوفی بھاگتے ہوئے نظر آتے۔ انھوں نے چند لمحوں میں دشمن کے ہجوم کو پراگندہ کر دیا اور ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔

اس وقت عمر بن سعد جنگ کی کارروائی کو دیکھ رہا تھا کہ اصحابِ حسینؑ اپنی شجاعت کے جوہر دکھا رہے ہیں اور معمولی سی فوج ایک بھاری فوج پر ہر دفعہ بھاری ثابت ہو جاتی۔ اس نے دیکھا کہ شمر کی فوج پسپا ہو رہی ہے اس نے فوراً حصین بن نُمیر کو پانچ صد تیر انداز دیے کہ وہ شمر کی فوج کی نصرت کرے۔ جب تیر اندازوں کا یہ دستہ اس جنگ میں شامل ہوا اور انھوں نے حسینیؑ لشکر پر تیر بارانی کی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔

حسینی لشکر کے سواروں کی سواریاں بُری طرح زخمی ہو گئیں' کچھ زخموں کی کتاب نہ لا کر گر گئیں۔ لیکن یہ مٹھی بھر الٰہی فوج یزیدی لشکر سے مشغول کارزار رہی۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ آفتابِ عالم اپنے دائرہ نصف النہار میں پہنچا۔ آتشِ جنگ کے شعلے لحہ بہ لحہ بلند سے بلند ہونے لگے اور دونوں طرف سے جوانوں کو اپنی لپیٹ میں لینے لگے۔

لشکرِ اَشرار نے منصوبہ بندی کی کہ حسینی لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے اور ان کا خاتمہ کر دیا جائے لیکن حسینی حکمتِ عملی کی وجہ سے ان کا یہ منصوبہ ناکام رہا' کیوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے تمام خیموں کو ایک دوسرے سے ملا دینے کا حکم دیا تھا اس لیے تمام خیمے آپس میں پیوست تھے جس کی وجہ سے کوئی لشکر' حسینی لشکر کی پشت سے حملہ نہ کر سکا۔

عمر سعد نے اپنی پیادہ فوج کو خیامِ حسینی کی طرف بھیجا کہ وہ خیام کو اُکھاڑ دیں۔ جب حسینی فوج نے انھیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اُنہوں نے اپنے خیام کا احاطہ کر لیا اور چاروں طرف سے دفاع شروع کر دیا لیکن یہ خیام کے قریب آ گئے اور خیموں کو اُکھاڑنا شروع کر دیا۔ جب اصحابِ حسینی نے ان کی اس بے شرمی کو ملاحظہ کیا تو ان میں سے چار آدمی خیام میں داخل ہو گئے۔ جب وہ دیکھتے کہ کوئی لشکر کا کوئی آدمی ان کی طرف آ رہا ہے تو اُسے اپنے تیر کا نشانہ بنا دیتے۔ اس طرح دشمن کے بہت سے آدمی جہنم واصل ہوئے۔

جب عمر سعد نے دیکھا کہ اس کے فوجی اپنے منصوبے میں ناکام رہے ہیں اور حسینی خیام کو نہیں اُکھاڑ سکے' تو اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ خیامِ حسینی کو آگ لگا دیں۔ جب کوئی خیامِ حسینی کو آگ لگانے کے لیے بڑھتے تو حسینی سپاہ نے خیام کا دفاع کیا اور انھیں آگ نہ لگانے دی لیکن اس دوران میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے لشکر سے کہا کہ اُنھیں آگ لگانے دیجیے کیوں کہ جب یہ ان خیام کو آگ لگائیں گے تو آگ کے شعلوں کو عبور کر کے اس طرف سے ہم پر حملہ آور نہیں ہو سکیں گے۔ جب ان لوگوں نے خیام کو آگ لگائی تو وہ طرف محفوظ ہو گئی اور دشمن کے لیے اس طرف سے حملہ کرنا ناممکن ہو گیا' جس طرح حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا اُسی طرح ہوا۔

مروی ہے کہ اس دوران میں شبث بن ربعی عمر سعد کے پاس گیا اور اُسے کہا: ارے! تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تجھے شرم نہیں آتی کہ تو زنانِ حرم کو خوفزدہ کر رہا ہے؟ جب اس نے شبث کی بات سنی تو اسے حیا آئی اور شمر کو حکم دیا کہ وہ واپس چلا آئے اور جنگ کرے۔

اس دوران میں جناب زُہیر بن قین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے اس حملہ میں ابوعذرہ ضبابی کو قتل کیا (البدایہ والنہایہ و تاریخ طبری)۔

مؤرخین نے لکھا ہے: اصحابِ حسینؑ کے حملے اس قدر ہوئے کہ کوفی لشکر کے سر اس طرح کٹ کٹ کر زمین پر گر رہے تھے جس طرح موسم خزاں میں آندھی کے موقع پر درختوں کے پتے گرتے ہیں۔ چونکہ حسینؑ لشکر کی تعداد بہت کم تھی۔ جب ان میں سے ایک یا دو آدمی شہید ہوتے تو معلوم ہو جاتا کہ اب حسینؑ لشکر کتنا باقی رہ گیا ہے۔ اُدھر دشمن کی فوج کے دس آدمی بھی قتل ہو جاتے تو پتہ نہ چلتا کہ ان کے لشکر میں کوئی کمی ہوئی ہے یا نہیں، کیوں کہ ان کا لشکر ایک بھاری لشکر تھا اور ہزاروں افراد پر مشتمل تھا۔

لشکرِ اَشرار برابر حسینؑ لشکر سے نبرد آزما رہا۔ جنگ زوروں پر تھی؛ دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے؛ اس دوران میں جناب ابوثمامہؓ صیداوی بارگاہِ حسینؑ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا اباعبداللہ! میری جان آپؑ کی مبارک جان پر قربان ہو جائے؛ یہ شریر گروہ آپؑ کے نزدیک آ رہا ہے بخدا! یہ لوگ میری لاش سے گزر کر آپؑ تک آ سکتے ہیں۔ اے میرے آقا! میں چاہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ سے ملاقات کرنے سے قبل آپؑ کی اقتدا میں نماز پڑھ لوں۔

حضرت امام حسینؑ کی ابوثمامہؓ صیداوی کے حق میں دعا

آں حضرتؑ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: خداوند تعالیٰ! تجھے نمازیوں میں محشور فرمائے؛ تم نے مجھے نماز یاد دلائی ہے۔

جی ہاں! یہ اوّل وقت نماز ہے؛ اس گروہِ اَشرار سے کہو کہ وہ ہمیں نماز پڑھنے کی مہلت دے اور جنگ روک دے تاکہ ہم نماز ادا کر سکیں۔ جب لشکرِ حسینؑ نے نماز کے لیے مہلت مانگی تو اس شریر لشکر نے نماز پڑھنے کی مہلت نہ دی۔ حصین بن نُمیر نے کہا: ہرگز تمھاری نماز قبول نہیں ہے۔

جب حبیبؓ ابن مظاہر نے حصین کی یہ کفریہ گفتگو سنی تو اُسے فرمایا: اے غدار و مکار! تُو ہے کون جو یہ کہتا ہے کہ فرزندِ رسولؐ اللہ کی نماز قبول نہیں ہے اور تم جیسے مکاروں کی نماز قبول ہے؟

جب حصین بن نُمیر نے جناب حبیبؓ کے یہ کلمات سنے تو اُس نے جناب حبیبؓ پر حملہ کر دیا۔ جناب حبیبؓ نے اس کے گھوڑے پر اپنی تلوار دے ماری' اسی وقت اُس کے گھوڑے نے اُسے زمین پر پٹخ دیا لیکن اس کے لشکری دوڑ کر آئے اور اُسے اپنے حصار میں لے لیا اور اس بزرگوارؓ کی شمشیر آب دار سے بچا کر لے گئے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مشاہدہ فرمایا کہ یہ لوگ جنگ روکنے والے نہیں ہیں تو آپؑ نے جناب زُہیرؓ بن قین اور سعیدؓ بن عبداللہ حنفی سے فرمایا: تم میرے آگے کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں باقی اصحابؓ کے ساتھ نمازِ ظہر و عصر ادا کرلوں۔ یہ دونوں مجاہد امامؑ کے آگے کھڑے ہو گئے اور امامؑ نے اپنے اصحابؓ کو نماز پڑھانا شروع کی۔ امامؑ کی یہ نماز نمازِ خوف تھی (تاریخ طبری: ج۵،ص۴۳۶' الکامل فی التاریخ: ج۴،ص۶۸' البدایہ والنہایہ: ج۸،ص۱۸۲' اللھوف: ص۱۰۸' مثیر الاحزان: ص۶۵)۔

جناب سعیدؓ بن عبداللہ کی شہادت

مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نمازِ خوف پڑھ رہے تھے تو اس وقت جناب سعیدؓ بن عبداللہ امامؑ کے آگے کھڑے ہو گئے تھے۔ آپؓ نے تیروں کے سامنے اپنا سینہ پھیلا دیا۔ اس جماعت کی طرف سے امامؑ کی طرف آنے والے ہر تیر کو اپنے سینۂ بے کینہ پر لیا۔ امامؑ اور ان کے ساتھی بارگاہِ خداوندی میں نماز کی صورت میں اس کی بندگی میں مصروف تھے۔ اِدھر اللہ اور اس کی بندگی و عبادت کے دشمن اس کے عابد بندوں پر تیروں کی بارش برسائے جا رہے تھے۔ جناب سعیدؓ ان تیروں کے آگے اپنا سینہ اور اپنے بازو لے جاتے اور ان تیروں کو امامؑ اور ان کے ساتھیوں تک نہ پہنچنے دیتے۔

جب امامؑ کی نماز ختم ہوئی تو جناب سعیدؓ تیروں کے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے امامؑ کے سامنے زمین پر گر پڑے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خداوندا! اس گروہ اشرار پر اس طرح لعنت فرما جس طرح تُو نے قومِ عاد و ثمود پر لعنت فرمائی تھی۔ اپنے رسولؐ کی بارگاہ

میں میرا اسلام پہنچا دینا اور جو کچھ مجھ پر گزری ہے اس کا حال بھی بھجوا دینا کہ اے میرے آقاؑ میں نے یہ اِقدام آپؑ کے فرزندؑ کی نصرت میں کیا ہے۔ پس اتنا کہا اور ان کی رُوح پُرفتوح کا شانہ بہشت کی طرف پرواز کر گئی۔ نیزوں اور تلواروں کے زخموں کے علاوہ ان کے بدن پر تیرہ زخم تیروں کے بھی تھے (اللہوف: ص ۱۰۸، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۱۹۶)۔

شیخ ابن نما کی روایت

میدانِ جنگ کی حالت کچھ اس قدر تھی کہ گھمسان کی جنگ جاری تھی، تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں، نیزوں سے نیزے ٹکرا رہے تھے، تیروں کی بارش برس رہی تھی، سیدالشہداؑ اور ان کے اصحابؓ کے لیے نماز باجماعت پڑھنا بہت مشکل تھا اس لیے انھوں نے فرادیٰ نماز اور وہ بھی اشاروں سے پڑھی یعنی نمازِ خوف پڑھی تھی۔

جناب عبدالرحمٰنؓ بن عبداللہ یزنی

اس نماز کے مرحلے کے بعد جناب عبدالرحمٰنؓ بن عبداللہ یزنی نے میدانِ کارزار میں قدم رکھا۔ اس بزرگوارؓ نے رجز خوانی کے لیے یہ اشعار پڑھے:

أَنَا ابنُ عَبدُاللّٰه مِن آلِ یَزَنِ
دِینِی عَلی دِینِ حَسَنٍ وَ حُسَینٍ
أَضرِبُکُم ضَربَ فَتًی مِنَ الیَمَنِ
أَرجُو بِذاکَ الفَوزَ عِندَالمُؤتَمِنِ

"یزن" ملک یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے جو بنو حمیر کی شاخ ہے۔

آپؓ نے کہا:

"میں عبداللہ کا بیٹا ہوں اور یزن میرا قبیلہ ہے۔ میرا مذہب حسنین شریفینؑ کا مذہب ہے۔ اے گروہ اشرار میں تمھیں اپنی تلوار آب دار سے وہ ضرب ماروں گا جو ایک یمنی جوان کی ضرب ہوتی ہے۔ اپنی شمشیر کی ضربات سے

میں بارگاہِ خداوندی سے نجات حاصل کروں گا۔"

بعدازیں آپؑ نے اپنے آپ کو کفار کے لشکر میں مثل سیلِ رواں ڈال دیا۔ آپؑ نے آنا فاناً دشمن کے بہت سے افراد کو واصلِ جہنم کیا۔ پھر آپؑ کو تیغ جور و جفا سے قتل کر دیا گیا۔ اس طرح آپؑ نے ان جفاکاروں کے ہاتھوں بہشت بریں حاصل کی۔

جناب عمروؓ بن قرظہ انصاری

جناب سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ سید الشہدا کی بارگاہِ قدس میں جناب عمروؓ بن قرظہ انصاری آئے اور جہاد کی رُخصت طلب کی۔ جب آپؑ میدانِ جنگ میں آئے تو آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ كَتِيبَةُ الْأَنْصَارِ
أَنِّي سَوْفَ أَحْمِي حَوْزَةَ الذِّمَارِ
ضَرْبَ غُلَامٍ غَيْرِ نِكْسٍ شَارِي
دُونَ حُسَيْنٍ مُهْجَتِي وَدَارِي

"حوزہ" بروزن "روضہ" گرد و نواح، "محیط شہر"۔

"ذِمار" بروزن "کتاب" جس کی حفاظت لازمی ہو یعنی ناموس۔

"نکس" پست آدمی۔

"شاری" اس کا مادہ "شری" ہے۔ شاری اسم فاعل ہے اور "یا" متکلم کی طرف مضاف ہے۔

حاصل معنی یہ ہے:

"نصرانی مجھے اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اپنے دین کے حوزۂ ناموس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ میں شمشیر کی ضربات سے حمایت کرنے والا ہوں۔ مجھے معلوم ہے سید الشہدا کی نصرت میں وسیع و عریض بہشت ملنے والی ہے۔ میں اس بہشت کے لیے اپنی جان، اپنا مال و گھر بار سب داؤ پر

لگا سکتا ہوں۔"

سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق یہ بزرگوار شیر بیشہ شجاعت کے مانند دشمن کی فوج پر حملہ آور ہوئے۔ آپؓ نے جان نثاری میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی' آپؓ نے مردانگی و جواں مردی کے بے پناہ جوہر دکھائے۔ آپؓ نے اُموی فوج کے پرخچے اُڑا دیے۔ آپؓ کی تلوار شرر بار کے سامنے جوانوں کے سر کٹ کٹ کر اس طرح گر رہے تھے جس طرح موسم خزاں میں آندھی کے چلنے سے درختوں کے پتے فضاؤں میں اُچھلتے ہیں۔ آپؓ نے دشمن کے بہت سے افراد کو تہ تیغ کر کے جہنم واصل کیا۔

جنگ کے دوران میں جب کوئی تیر فرزند رسولؐ کی طرف جاتا آپؓ اُسے اپنے ہاتھ سے روک دیتے اور امامؑ تک نہ جانے دیتے۔ جب کوئی نیزہ امامؑ کی طرف رُخ کرتا آپؓ اپنی جان پیش کر دیتے۔ جب کوئی تلوار امامؑ کی طرف اُٹھتی آپؓ اس تلوار کو روک لیتے۔ جنگ کے دوران میں آپؓ کو کاری زخم آئے جس کی وجہ سے آپؓ زمین پر آ رہے اور اپنا رُخ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف کیا اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! کیا میں نے اپنے عہد و پیمان کو پورا کر دیا ہے؟

فرزند رسولؐ نے فرمایا: ہاں! آپؓ نے حق وفا ادا کر دیا ہے۔ قیامت کے دن مجھ سے پہلے تم جنت میں جاؤ گے۔ جب جانا تو میرے ناناؐ کے حضور میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ میں جلد ان کے پاس آنے والا ہوں۔

آپؓ آخری دم تک جہاد کرتے رہے۔ زخموں کی کثرت نے آپؓ کو نڈھال کر دیا اور آخرکار آپؓ نے شہادت کی سعادت حاصل کی۔

جناب جونؓ کی شہادت

جناب سید ابن طاؤس سے روایت ہے: حضرت ابوذر غفاریؓ کے ایک غلام تھے جن کا نامِ نامی جناب جونؓ تھا۔ وہ حبشی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا رنگ سیاہ تھا۔ وہ بارگاہِ حسینیؑ میں پہنچے اور عرض کیا: آپؑ اجازت دیں تاکہ میں اپنی جان آپؑ کی جانِ عزیز پر قربان کر دوں۔

جب فرزندِ رسولؐ نے ان کی بات سنی تو اُن سے فرمایا: آپؓ واپس اپنی جگہ پر چلے جائیں آپؓ ہمارے خدمت گزار ہیں' آپؓ کی خدمات بہت زیادہ ہیں' آپؓ اپنے آپ کو ہماری اس مصیبت میں مبتلا نہ کریں۔

جناب جونؓ کی حق شناسی و وفاداری

اس سعادت مند نے عرض کیا: اے فرزندِ رسول اللہؐ! میں عمر بھر آپؑ کی خدمت میں رہا ہوں اور آپؑ کی مہربانیاں مجھ سے وابستہ رہی ہیں' مجھ پر آپؑ کے احسانات رہے ہیں' آپؑ کے دسترخوان پر پلتا رہا ہوں اس وقت آپؑ مصائب و آلام میں گھر چکے ہیں اس حال میں آپؑ کو تن تنہا چھوڑ دوں اور جان بچا کر واپس چلا جاؤں؟ میرے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔

بخدا! میرے جسم کی بُو اچھی نہیں ہے جو ناپسندیدہ بُو ہے' میں حسب و نسب کے لحاظ سے پست ہوں' میرا رنگ سیاہ ہے' میری نصرت کو قبول کر کے مجھ پر احسان کریں اور اس احسان کو مدنظر رکھتے ہوئے بہشت عنبر سرشت کی سخاوت فرمائیں تاکہ آپؑ کے قدموں میں شہادت سے میری بُو خوش بو میں بدل جائے۔ میرا حسب پستی سے اُٹھ کر بلندیوں کی طرف پرواز کرے۔

میرے بدن کی سیاہی ابدی سفیدی میں بدل جائے۔ بخدا! میں آپؑ سے ہرگز جدائی اختیار نہیں کروں گا۔ آپؑ کی نصرت و حمایت سے ہاتھ نہیں کھینچوں گا۔ جب تک میرا سیاہ و ناکارہ خون آپؑ کے خون کے ساتھ مل کر ملکوتی نہیں بن جاتا آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا (اللہوف: ص ۱۰۹، مثیر الاحزان: ص ۹۳)۔

یہ سن کر فرزندِ رسول اللہؐ نے انھیں جنگ کی اجازت دے دی۔

جناب جونؓ کی رجز خوانی

جناب محمد بن ابی طالب سے مروی ہے: جب جناب جونؓ کو جنگ کی اجازت ملی تو آپؓ جذبے اور ولولے کے ساتھ میدانِ کارزار میں آئے اور یوں رجز خوانی کی:

كَيفَ يَرَى الكفارُ ضربَ الأسوَدِ

بالسَّيفِ ضربا عَن بَنِى مُحَمَّدِ

أذُبُّ عَنهُم بِاللِّسانِ وَاليَدِ

أرجو بِهِ الجَنَّةَ يَومَ المَورِدِ

"یہ کافر لوگ ایک سیاہ غلام کی شمشیر کی ضربات کو کس قدر شدید ترین پائیں گے کہ جو رسولؐ اللہ کی اولاد کی حفاظت کے لیے جنگ کے لیے نکلا ہے۔ میں اپنی زبان اور ہاتھوں سے ان کی حفاظت کروں گا اور اس حفاظت کے عوض جنت فردوس حاصل کروں گا" (تسلیۃ المجالس وزینۃ المجالس: ج ۲، ص ۲۹۲، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۱۹۶)۔

صاحب مناقب سے مروی ہے کہ آپؑ کا رجز ان ابیات پر مشتمل تھا:

كَيفَ يَرَى الفُجّارُ ضَربَ الأسوَدِ

بالمَشرِفِي القاطِعِ المُهَنَّدِ

بالسَّيفِ صَلتا عَن بَنِى مُحَمَّدِ

أذُبُّ عَنهُم بِاللِّسانِ وَاليَدِ

أرجو بِذاكَ الفَوزَ عِندَ المَورِدِ

مِنَ الإلهِ الأحدِ المُوَحَّدِ

إذ لا شَفيعَ عِندَهُ كَأحمَدَ

"مشرفی" میم کے فتح کے ساتھ ہے۔ جس کا معنی تلوار کے ہیں جو "مشارف شام" کی طرف منسوب ہے۔ ایک آبادی کا نام ہے جو بلادِ عرب کے نزدیک واقع ہے وہاں کی تلوار مشہور تلوار ہے۔

"مہند" اسم مفعول ہے باب تفعیل سے ہے۔ جس کا معنی ہے تیز تلوار۔

"صلتا" تلوار کو صیقل کرنا اور اُسے چمکانا۔

یعنی یہ فاجر لوگ ایک سیاہ رنگ کے آدمی کی تلوار کی ضربات کو کس صورت میں خیال کر رہے ہوں گے کہ اس کی تلوار کی ضربوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ جو تلوار اس کے ہاتھ میں ہے وہ صیقل شدہ ہے۔ میں نے یہ تلوار حضرت محمد مصطفیٰؐ کی اولاد کے دفاع کے لیے اُٹھا رکھی ہے۔ اس نصرت کے عوض مجھے نجات و رستگاری ملنے والی ہے۔

جب میں قیامت کے روز بارگاہِ احدیت میں جاؤں گا تو مجھے اُمید ہے کہ رسولؐ اللہ کی اولاد کی حمایت میں مجھے اُخروی اور ابدی نجات مل جائے گی کیوں کہ بارگاہِ خداوندی میں جس طرح شفیع کائنات رسولؐ اللہ کی مقدس ذات ہے' ایسا کوئی اور شفیع نہیں ہے (مناقب آل ابی طالب: ج ۴، ص ۱۵۸؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۵۸)۔

بعد ازیں آپؓ میدانِ کارزار میں اُترے اور اسلام کے دشمنوں سے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ آپؓ نے بھرپور جنگ کی اور مردانگی و جاں نثاری کے خوب جوہر دکھائے۔ اسی جنگ و قتال کے دوران میں آپؓ شہادت کے عظیم مرتبہ پر پہنچے۔

جناب جونؓ کی شہادت اور فرزندِ رسولؐ کی آمد

جب جناب جونؓ زمین پر گرے تو فوراً فرزندِ رسولؐ اللہ بہ نفسِ نفیس ان کے لاشے پر تشریف لے گئے۔ آپؑ نے ان کے سرہانے بیٹھ کر دعا فرمائی: خداوندا! جونؓ کے چہرے کو سفیدی عطا فرما' ان کی بو کو خوش بو میں تبدیل فرما اور انھیں نیک لوگوں میں محشور فرما' ان کے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے درمیان آشنائی پیدا فرما۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: جب لوگ معرکۂ قتال میں شہدائے کربلا کو دفن کرنے کے لیے آئے ان لوگوں کو جناب جونؓ کا لاشہ دس دن بعد ملا' تو ان کا مبارک بدن معطر تھا اور اُس سے مشک کی خوش بو اُٹھ رہی تھی (مناقب آل ابی طالب: ج ۴، ص ۱۵۲)۔

(عرضِ مترجم): بعض مقاتل میں ہے کہ ان کے چہرۂ مبارک سے نور ساطع تھا اور اس کی سیاہی حُسن و سفیدی میں بدل چکی تھی۔ یہ روایت بعد از صحت و قوت نہیں ہے کیوں کہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کے جسد خاکی پر دعا مانگی تھی۔

"اللھم بَیِّض وَجھَہٗ" ابومخنف کی روایت ہے کہ جناب جونؓ نے ستر ملاعین کو واصل جہنم کیا (ابومخنف، مقتل الحسین: ص ۱۷۱)۔

جناب عمروؓ بن خالد صیداوی

جناب سید ابن طاؤس سے مروی ہے کہ جناب جونؓ کی شہادت کے بعد عمرو بن خالد صیداوی نے جاں نثاری کے لیے اپنے آپ کو بارگاہِ حسینیؑ میں پیش کیا۔ آپؓ نے امامؑ کے سامنے عرض کیا: مجھے جنگ کی اجازت دی جائے تاکہ میں شہادت کے ذریعے اپنے دوستوں سے ملحق ہو جاؤں۔ میں اپنے لیے اس بات کو اچھا نہیں جانتا کہ آپؑ شہید ہو جائیں۔ آپؑ کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔

فرزند رسولؐ نے انھیں جنگ کی اجازت دی کہ جاؤ اور اس گروہ اشرار سے جنگ کرو۔ آپؓ اللہ کے راستے پر جائیں، چند لمحات بعد میں بھی آپؓ سے ملحق ہونے والا ہوں۔ اس بزرگوارؓ نے میدانِ کارزار میں قدم رکھا اور شجاعت و جاں نثاری کے کمال جوہر دکھائے۔ اس گروہ اشرار کے بہت سے افراد کو جہنم پہنچایا۔ جنگ کے دوران آپؓ کو کاری زخم لگے جن کی وجہ سے شہادت کے مرتبہ جلیلہ پر پہنچے۔

جناب حنظلہؓ بن سعد شامی

جناب حنظلہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ یہ فرزند رسول اللہؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔ آپؑ کی طرف سے جو تیر آئے تھے وہ انھیں اپنے سینے پر لیتے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف نہ جانے دیتے۔ جب سید الشہداءؑ کی طرف کوئی تلوار اٹھتی اور نیزہ بڑھتا آپؓ تلوار کے وار کو اپنی جان پر لے لیتے اور نیزے کے وار کو امامؑ تک نہ جانے دیتے۔ آپؓ نے جنگ کے دوران میں لشکر اعدا سے یوں خطاب کیا۔

آپؓ نے اپنی اس گفتگو سے قومِ اشقیا کو اس طرح نصیحت کی جس طرح مومن آلِ

فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی:

يٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝ وَيٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۝ (سورۂ مومن [غافر]: آیات ۳۰ تا ۳۳)

يا قَومِ لا تَقتُلوا حُسَيناً فَيُسحِتَكُم اللهُ بِعَذَابٍ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (سورہ طٰہٰ: آیت ۶۱)

حاصل مضمون یہ ہے:

"اے میری قوم! مجھے خوف ہے کہ تم پر گذشتہ اُمتوں کی طرح کا عذاب نہ آ پڑے۔ جس طرح قوم نوح و عاد و ثمود پر عذاب آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جائز قرار نہیں دیا کہ وہ کسی پر ظلم کریں۔ اے میری قوم! میں تم پر قیامت کے عذاب سے خوف زدہ ہوں، جس دن تمھیں جہنم میں جھونک دیا جائے اس دن تمھیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اے قوم! فرزند رسولؐ کو قتل نہ کیجیے تاکہ تم اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ جس نے اللہ پر افترا باندھا وہ خائب و خاسر ٹھہرا۔"

جناب حنظلہؓ کی بارگاہِ حسینیؑ سے تائید و تمجید

مناقب کی روایت ہے کہ جب اس پاک طینت مومن نے گفتگو کی اور لشکر اشرار کو نصیحت کی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے فرزند سعدؒ! اللہ تم پر رحم فرمائے۔ یہ لوگ عذاب خداوندی کے حق دار ہو چکے ہیں، تمھاری کی نصیحت کو قبول نہیں کریں گے۔ تم نے انھیں نجات کی ہدایت کی، انھوں نے ہم پر ہجوم کر دیا۔ اب وہ تمھیں اور تمھارے دوستوں کو دشنام دینے لگے ہیں۔ اب ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کوئی فائدہ نہ دے گی، کیوں کہ ان لوگوں نے ہمارے اصحابؓ اور بھائیوں کو قتل کر دیا ہے۔

جناب حنظلہؓ نے عرض کیا: آپؑ نے سچ فرمایا' میری جان آپؑ پر قربان ہو! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنے پروردگار سے ملحق ہو جاؤں اور اپنے برادران کی طرف چلا جاؤں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: جی ہاں! تمھیں اجازت ہے کیوں کہ یہ شہادت دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ جدھر تم جانا چاہتے ہو وہ ملک جاودانی ہے' وہاں کسی قسم کا انقلاب اور تغیر نہیں ہے۔

جناب حنظلہؓ کا امامؑ سے وداع (اور شہادت)

جناب حنظلہؓ نے بارگاہِ امامت میں عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولَ اللهِ و صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَ عَلىٰ اَهْلِ بَيْتِكَ

"خداوند! ہمیں آپؑ کے ساتھ بہشت میں جمع کرے۔ یہ سن کر سید الشہداؑ نے فرمایا: آمین' آمین!! یعنی خدایا ان کی دعا قبول فرما۔ اس کے بعد اس مردِ سعید نے رزم گاہ میں قدم رکھا اور لشکر اشقیا سے مردانہ وار جنگ شروع کر دی۔ اس شریر ترین گروہ نے آپؓ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ نیزوں' تلواروں سے ان پر حملہ کر دیا اور اس بزرگ وارؓ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آخر آپؓ نے شہادت کا شیریں شربت نوشِ جاں کیا۔

جناب سویدؓ بن عَمرو کی شہادت

سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق جناب حنظلہؓ کے بعد سویدؓ بن عَمرو بن ابی المطاع نے میدانِ جہاد میں قدمِ مبارزت رکھا۔ جناب سوید بن عَمروؓ حسب حنیف اور نسب شریف رکھتے تھے۔ آپؓ ایک کثیر الصلوٰۃ انسان تھے۔ آپؓ نے شیر بیشہ شجاعت کے مانند گروہ اشرار پر حملہ کیا۔ جنگ و قتال میں آپؓ کو کافی اور کاری زخم آئے۔ آپؓ زمین پر گر گئے لیکن ابھی آپؓ میں رمق جان باقی تھی۔ دشمن نے خیال کیا کہ وہ قتل ہو چکے ہیں لیکن آپؓ ابھی زندہ تھے۔ البتہ مزید جنگ کرنے کی طاقت آپ میں ختم ہو چکی تھی۔ وہ زمین پر پڑے ہوئے تھے کہ آپؓ نے اس اشرار لشکر کی آوازیں سنیں کہ حسینؑ قتل ہو گئے ہیں۔ اس آواز نے آپؓ کو حیران و

پریشان کر کے رکھ دیا۔ انتقام خونِ حسینؑ کے جذبے نے آپؓ میں کروٹ لی۔ آپؓ ہزار رنج و مشقت کے ساتھ اُٹھے' آپؓ نے اپنے موزے میں چھری رکھی ہوئی تھی وہ نکالی' اسی نیم جانی میں دشمن پر حملہ کر دیا' کیوں کہ آپؓ چاہتے تھے کہ مظلوم کربلاؑ کی شہادت کے بعد دشمن زندہ نہ رہیں' اس دوران میں دشمن نے آپؓ کو شہید کر دیا۔

جناب یحییٰؓ بن سلیم کی شہادت

صاحب مناقب کی روایت کے مطابق جناب سویدؓ کی شہادت کے بعد جناب یحییٰؓ بن سلیم مازنی نے میدانِ کارزار میں قدم رکھا اور انھوں نے یوں رجز خوانی کی:

لَاَضرِبَنَّ القَومَ ضَرباً فَیصَلاً
ضَرباً شَدِیداً والعُداۃِ مُعَجَّلاً
لَا عَاجِزاً فِیھَا وَ لَا مَولُولاً
وَلا أخاف الیَومَ مَوتاً مُقبِلاً
لٰکِنَّنِی کَاللَّیثِ أحمی أشبَلاً

"عداۃ" بروزنِ "قضاۃ" عادی کی جمع ہے جس کے معنی دشمن کے ہیں۔

"مولول" آہ وفغاں۔

"اشبل" بروزنِ "افلس" "شبل" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں شیر کا بچہ۔

"یعنی میں اس ستم پیشہ گروہ پر اپنی تلوار سے حملہ آور ہوں گا' میری ضرب وہ ایسی ضرب ہو گی جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر دے گی۔ یعنی میں انھیں موت سے ہمکنار کر دوں گا۔ ان کے اعضا کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں گا۔ ان کافروں سے جہاد کرنے میں' میں نہ عاجز ہوں اور نہ موت کے خوف سے آہ وفغاں بلند کرنے والا ہوں۔ میں اس شیر بیشہ شجاعت کے مانند ہوں جو اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

اس کے بعد آپؓ نے اس گروہ اشرار پر حملہ کر دیا اور ان کے کچھ لوگوں کو جہنم رسید کیا۔

آخر میں شہادت حاصل کی (مناقب آل ابی طالب/ الفتوح: ج۵، ص۱۰۶)۔

جناب قرۃؓ بن ابی قرہ کی شہادت

جناب یحییٰؓ بن سلیم کی شہادت کے بعد جناب قرۃؓ بن ابی قرہ نے میدانِ کارزار میں مبارزت طلبی کی۔ آپؓ نے یہ رجز پڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ حَقًّا بَنُو غِفَارِ
وَ خَنْدِفٍ بَعْدَ بَنِی نِزَارِ
بِأَنَّنِی اَللَّیْثُ لَدَی الْغِیَارِ
لَأَضْرِبَنَّ مَعْشَرَ الْفُجَّارِ
بِکُلِّ عَضْبٍ ذَکَرٍ بَتَّارِ

"غِفار" قبیلہ کنانہ کی ایک شاخ کا نام ہے۔

"نزار" یہ بھی عرب کا ایک قبیلہ تھا۔

"غیار" حمیت و غیرت۔

"عضب" کاٹنا۔

"ذکر" لوہا یعنی شمشیر آب دار۔

"بتار" قاطع شمشیر۔

بنو نزار کے بعد بنو غفار اور قبیلہ خندف مجھے اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ جب غیرت و حمیت کا مسئلہ ہو تو میں وہاں ایک بہادر شیر کی طرح لڑتا ہوں۔ میں ہر صورت میں اس فاجر گروہ کی گردنوں پر تلوار ماروں گا' جو فولادی تلوار ہے اور قاطع کفار ہے۔

ضَرْباً وَجِیعاً عَنْ بَنِی الْاَخْیَارِ
رَھْطِ النَّبِی سَادَۃُ الْاَبْرَارِ

"میری ضرب ایک دردناک ضرب ہے اور سوزناک ضرب ہے۔ میں یہ ضرب پیغمبرؐ اکرم کے اہل بیتؑ کے دفاع میں ماروں گا۔"

آپؓ نے اپنی شمشیر آب دار سے ابن سعد کے لشکر پر حملہ کر دیا اور آپؓ نے مردانگی کے جوہر دکھاتے ہوئے شہادت پائی (الفتوح: ج۵، ص۱۰۶)۔

جناب مالکؓ بن انس مالکی کی شہادت

جناب مالکؓ بن انس جب میدانِ جنگ میں اُترے تو آپؓ نے یہ اشعار پڑھے:

قَدْ عَلِمَتْ مَالِكُ وَ الدَّوْدَانُ
وَ الخِنْدِفِيُّونَ وَ قَيسُ عَيلانَ
بِأَنَّ قَومي آفَةُ الأَقرَانِ
لَدَى الوَغى وَ سادَةُ الفُرسانِ
مُباشِرُوا المَوتِ بِطَعنٍ آنٍ
لَسنا نَرى العَجزَ عَنِ الطِّعانِ
آلُ عَلِيٍ شِيعَةُ الرَّحمانِ
آلُ زِيادٍ شِيعَةُ الشَّيطانِ

"قبیلہ مالک و دودان و خندفیون وقیس اور عیلان اچھی طرح سے جانتے ہیں میری قوم جب میدانِ کارزار میں اپنے بہادر و شجاع حریفوں سے نبرد آزما ہوتی ہے تو مردانگی کے جوہر دکھاتی ہے۔ وہ اپنے تیز و تند نیزوں اور قاطع تلواروں کے ساتھ بڑے بڑے بہادروں کو قتل کر دیتی ہے۔ میری قوم کے افراد مخالف کو نیزوں کی زد پر رکھتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی عاجزی نہیں دکھاتے۔ آلِ علیؑ خداوند رحمان کے بندے ہیں اور آلِ زیاد شیطان کے پجاری ہیں۔"

آپؓ نے اپنے دشمنوں پر اپنی تیغ بے دریغ اور تند و تیز نیزے کے ساتھ حملہ کر دیا۔ آپؓ نے دشمن کے بہت سے افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

جناب شیخ صدوقؒ سے مروی ہے کہ آپؓ نے چودہ اشرار کو جہنم روانہ کیا۔ جنگ کرتے

ہوئے آپؓ نے شہادت پائی۔

شیخ ابن نما نے نقل کیا ہے کہ اس بزرگ وارؓ کا نام انسؓ بن حارث کاہلی تھا۔

جناب عمرو بن مطاع جعفیؓ کی شہادت

مناقب کے مطابق جناب مالک کی شہادت کے بعد جناب عمروؓ بن مطاع میدان

کارزار میں آئے اور آپؓ نے میدانِ مبارزت میں یہ اشعار پڑھے:

أَنَا ابنُ جُعفٍ وَ أَبِی مُطَاعُ

وَفِی یَمِینِی مُرهَفٌ قِطاعُ

وَ أَسمَرُ فِی رَأسِهِ لِماعُ

یُری لَهُ مِن ضَوئِهِ شُعاعُ

اَلیَومَ قَدطابَ لَنَا القِراعُ

دُونَ حُسَینٍ الضَّربُ وَالسَّطاعُ

یُرجی بِذاكَ الفَوزُ وَ الدِّفاعُ

عَن حَرِّ نارٍ حینَ لَا انتِفاعُ

"جُعف" ضرورت شعری کے لیے اس طرح آیا ہے۔ اصل میں "جُعفی" ایک یمنی

قبیلہ کا نام ہے۔

"مزھف" اسم مفعول ہے نازک اور صیقل شدہ شمشیر۔

"اُسمر" وہ نیزہ جس کا لوہا سیاہی مائل ہو اور پھر سفید ہو جائے۔

"لماع" لُمعہ کی جمع جس کے معنی ہیں درخشندگی۔

"قراع" کوٹنا۔

"سطاع" کوٹنا اور مارنا۔

"میں جُعف کا فرزند ہوں اور میرا باپ مطاع ہے۔ میرے ہاتھ میں قاطع

تلوار ہے۔ میرے ہاتھ میں جو نیزہ ہے اس کی نوک چمک دار ہے۔ آج

کے دن تمھارا خون مجھ پر حلال ہے۔ آج کے دن فرزند رسولؐ حسینؑ کے دفاع میں دشمنوں کے سروں کو ضربات سے اڑانا لازم ہو چکا ہے۔ اس کے عوض قیامت کے دن کی نجات سے ہم کناری ہے۔ قیامت کا دن وہ دن ہے جس دن کوئی چیز فائدہ مند نہ ہوگی سوائے اچھے اعمال کے۔"

اس شیر بیشہ شجاعت نے اہل شقاوت میں سے کچھ افراد کو قتل کیا اور آخر میں شہادت کی سعادت حاصل کی۔

جناب حجاج بن مسروقؓ موذن امامؑ

محمد بن ابی طالب کی روایت کے مطابق جناب عمروؓ کے بعد جناب حجاجؓ بن مسروق میدان جنگ میں اترے۔ آپؓ سید الشہداؑ کے موذن تھے' آپؓ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے تھے:

أَقْدِمْ حُسَيْنُ هَادِيًا مَهْدِيًا
اَلْيَوْمَ نَلْقٰى جَدَّكَ النَّبِيَّا
ثُمَّ أَبَاكَ ذَالنَّدٰى عَلِيًّا
ذَاكَ الَّذِى نَعْرِفُهُ وَصِيًّا
وَالْحَسَنَ الْخَيْرَ الرَّاضِى الْوَلِيًّا
وَ ذَالْجَنَاحَيْنِ الْفَتٰى الْكَمِيًّا
وَ أَسَدَ اللّٰهِ الشَّهِيْدَ الْحَيًّا

"اقدم" واحد متکلم کا صیغہ ہے یا پھر امر حاضر کا صیغہ ہے۔

"کمی" بہادر جوان۔

"اے حسینؑ! میرے سردار! میں میدان کارزار میں وارد ہو رہا ہوں۔ اے حسینؑ! آپؑ ہادی اور مہدی ہیں' میں آج بعد از شہادت آپؑ کے جد بزرگوارؐ سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ آپؑ کے ناناؐ اللہ کے نبی ہیں' ان کے بعد میری ملاقات آپؑ کے والد بزرگوارؑ سے ہوگی جو

صاحب بخشش و عطا ہیں اور رسول اللہؐ کے وصی ہیں۔ پھر میں آپؑ کے برادر بزرگ وار حضرت امام حسن علیہ السلام سے ملاقات کروں گا۔ وہ اللہ کے ولی ہیں۔ میری ملاقات آپؑ کے چچا بزرگ وار حضرت جعفر طیار علیہ السلام سے بھی ہو گی جو بہادر خصال اور دلیر و شجاع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت میں دو پَر عطا کر دیے ہیں جو اللہ کے حضور زندہ ہیں۔"

یعنی آپؑ کی زندہ سے مراد میں آیت کریمہ کا مفہوم ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۵۴)

"جو لوگ راہِ خدا میں قتل ہو جاتے ہیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔"

حاصل معنی یہ ہے کہ مجھے جہاد کی رُخصت عنایت کیجیے۔ جب آپؑ کو اجازت ملی تو آپؑ نے اس گروہِ اشرار پر اپنی شمشیر آب دار و شرر بار کے ساتھ حملہ کر دیا اور انھیں میں بہت سوں کو ذلت کی خاک میں ملا دیا۔ بعدازیں آپؑ نے ابن سعد کے لشکر کے ہاتھوں شہادت پائی (مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۲، ص ۱۰۳؛ الفتوح، ج ۵، ص ۱۵۹)۔

جناب زُہیرؓ بن قین کی شہادت

جناب حجاجؓ کے بعد جناب زُہیرؓ بن قین نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا۔ آپؓ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

أَنَا زُهَيْرٌ وَ أَنَا ابْنُ الْقَيْنِ
أَذُودُكُم بِالسَّيْفِ عَنْ حُسَيْنِ
إِنَّ حُسَيْناً أَحَدُ السِّبْطَيْنِ
مِن عِتْرَةِ الْبَرِّ التَّقِيِّ الزَّيْنِ

ذاكَ رَسُولُ اللّٰهِ غَيرُ المَينِ
أضرِبُكُم وَلا أرىٰ مِن شَينِ
يا لَيتَ نَفسي قُسِمَت قِسمَينِ

"مین" بروزن "زین" جھوٹ بولنا۔

"شین" بروزن "زین" عیب دار ہونا۔

یعنی میں "قین" کا فرزند رشید ہوں۔ میں تمھارے شر کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے تلوار آب دار سے دفع کروں گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام' رسولؐ اللہ کے دو سبطوں میں سے ایک سبط ہیں اور وہ رسولؐ اللہ کی پاکیزہ عترت میں سے ہیں اور وہ صفاتِ حسنہ سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ آپؑ انھیں صفات سے متصف ہیں جن صفات سے رسولؐ اللہ متصف تھے کیوں کہ آپؑ رسولؐ اللہ کے صفاتِ حسنہ کے وارث ہیں' اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں اپنی شمشیر آب دار تمھاری نجس گردنوں پر چلاؤں گا اور اپنی اس تلوارِ شرربار سے تمھارے خرمنِ حیات کو جلا کر خاکستر کر دوں گا۔ میں تمھیں قتل کرنے کو کوئی عیب نہیں جانتا۔ اے کاش! میں دو حصوں میں تقسیم ہو جاؤں۔ میرا ایک حصہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور ان کے دشمنوں سے مشغولِ کارزار رہے' میں ان کے دشمنوں پر تلوار کی ضرب لگاتا رہوں' انھیں نیزے سے مارتا رہوں اور ان پر تیر برساتا رہوں اور میرا دوسرا حصہ ان کی محبت و یاری میں منزلِ شہادت پر پہنچ جائے۔

جناب محمد بن ابی طالب کی روایت ہے کہ اس بزرگوارؓ نے اپنی شمشیر آتش بار کے ساتھ ان جفاکاروں سے میدان کو پاک کرنا شروع کر دیا۔ آپؓ نے مردانگی اور جواں مردی کے جواہر دکھانے شروع کیے اور آپؓ نے آناً فاناً دشمن کی فوج کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ آپؓ نے ایک سو بیس افراد کو دائرۂ حیات سے نکال کر ملکِ ممات میں دھکیل دیا۔ آپؓ مسلسل اپنی تلوار سے اس قومِ نابکار پر ضربیں لگا رہے تھے کہ کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی نے آپؓ پر حملہ کر دیا' جس کی وجہ سے آپؓ کو کاری زخم لگے۔ کچھ دیر کے بعد آپؓ درجہ شہادت پر پہنچ گئے (روضۃ الواعظین: ج۱،ص۱۸۶، مثیر الاحزان: ۶۵' مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۴، ص۱۰۴)۔

زُہیرؓ بن قین کا سر فرزندِ رسولؐ اللہ کی آغوش میں

حضرت امام حسین علیہ السلام اس کشتۂ جور و جفا کے سر پر پہنچے اور آپؓ سے فرمایا: تم پر خدا رحمت کرے اور تمھارے قاتل پر ایسی لعنت کرے جیسے لوگ اپنی معصیت کی وجہ سے بندر اور سؤر بن گئے تھے اور وہ مسخ ہو گئے تھے۔

جناب سعیدؓ بن عبداللہ کی شہادت

جناب زُہیرؓ بن قین کی شہادت کے بعد جناب سعیدؓ بن عبداللہ میدانِ کارزار میں داخل ہوئے اور انھوں نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

أَقدِمْ الحُسَينُ اليَومَ تَلقِى أَحمَدا
وَ شَيخَكَ الحَبرَ عَلِيًا ذَالنَّدا
وَ حَسَنا كَالبَدرِ وافى الأسعَدا
وَ عَمَّكَ القَومَ الهُمامَ الأرشَدا
حَمزَةَ لَيثَ اللهِ يُدعى أَسَدا
وَ ذَالجَناحَينِ تَبَوّأَ مَقعَدا
فى جَنَّةِ الفِردوسِ يَعلُو صُعَداً

"اے حسینؑ! آپؑ تحمل سے مصائب کا مقابلہ کریں۔ آج حضرت احمد مختارؐ اور پدر بزرگوار علی مرتضیٰؑ، صاحب بخشش عطا اور آپؑ کے برادر امام حسن مجتبیٰؑ اور حضرت حمزہؑ اور حضرت جعفر طیارؑ سے جنت میں ملاقات کریں۔"

ایک اور روایت کے مطابق یہ اشعار جناب سُویدؓ بن عمرو بن اَبی المطاع سے منسوب ہیں۔ یہ رجز پڑھتے ہوئے آپؓ میدانِ جہاد میں داخل ہوئے اور ابن سعد کی فوجوں سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

جناب حبیبؓ ابن مظاہر اسدی کی شہادت

جناب سعیدؓ کے بعد جناب حبیبؓ ابن مظاہر اسدی میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔

(عرضِ مترجم): جناب حبیبؓ ابن مظاہر مردِ فاضل و کاملؒ عابد اور زاہد تھے۔ آپؓ کا کوفہ کے ان لوگوں میں شمار ہوتا تھا جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؓ کو خاندانِ نبوتؑ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہتے ہوئے بھرپور وفاداری و جاں نثاری کا ثبوت دیا۔ آپؓ کی منزلت و جلالت اصحابِ حسینؑ میں اس طرح تھی جس طرح حضرت عباس علیہ السلام کی منزلت اہل بیتؑ کے جوانوں میں تھی۔

جناب حبیبؓ ابن مظاہر اور جناب میثمؓ کی ملاقات

علامہ مجلسیؒ نے رجال کشی کے حوالے سے لکھا ہے نقل کیا ہے فضیل بن زبیر کا کہنا ہے کہ جناب میثم تمارؓ اپنے گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ملاقات جناب حبیبؓ ابن مظاہر سے ہوئی۔ وہ بزرگوارؓ بھی گھوڑے پر سوار تھے۔ جب دونوں بزرگوارؓ آمنے سامنے ہوئے تو ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ احادیث کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ان دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں مل گئیں۔ جس مقام پر یہ دونوں بزرگوارؓ سواریوں پر سوار گفتگو کر رہے تھے۔ اسی جگہ کے قریب قبیلہ بنو اسد کے چند لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب حبیبؓ نے جناب میثمؓ سے کہا: گویا کہ میں ایک آدمی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جس کی پیشانی کے اُوپر والے مقام پر بال نہیں ہیں؛ جس کا پیٹ بڑا ہے؛ جو بازار میں خربوزے بیچتا ہے میں اس آدمی کو بخوبی جانتا ہوں۔ میں اُسے دیکھ رہا ہوں کہ اُسے محبتِ اہل بیتؑ میں پھانسی پر چڑھایا جا رہا ہے۔

یہ سن کر جناب میثم تمارؓ نے کہا: میں بھی اس شخص کو اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ جس کا رنگ سرخ ہے؛ جو اپنے سر میں دو گیسو رکھتا ہے؛ جو پیغمبرِ اکرمؐ کی دختر کے بیٹے کی نصرت میں گھر سے باہر نکلتا ہے اور ان کی نصرت میں قتل ہو جاتا ہے؛ اس کے سر کو واپس کوفہ لایا جاتا ہے۔

رُشیدؓ ہجری کی خبر

یہ دونوں بزرگوارؓ ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو جو لوگ ان دونوں کی باتوں کو سن رہے تھے انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہم نے آج تک ان دونوں سے کسی کو ان سے بڑھ کر جھوٹا نہیں پایا۔ ابھی وہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ ان کی مجلس میں جناب رُشیدؓ ہجری آ موجود ہوئے۔ انھوں نے ان لوگوں سے پوچھا: کیا تم نے جناب حبیبؓ اور جناب میثمؓ کو دیکھا ہے؟

انھوں نے کہا: جی ہاں! ہم نے تھوڑی دیر پہلے اسی مقام پر دونوں کو اکٹھے دیکھا ہے وہ کچھ اس طرح کی باتیں کر رہے تھے پھر وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی اپنی منزل کی طرف چلے گئے ہیں۔

یہ سن کر جناب رُشیدؓ ہجری نے اُن سے کہا: شاید جناب میثمؓ یہ کہنا بھول گئے تھے کہ جو اس بزرگوارؓ کا سر لائے گا اُسے انعام میں سو درہم اضافی ملیں گے۔ رُشیدؓ یہ بات کہہ کر وہاں سے چلتے بنے۔

اہل مجلس نے کہا: یہ آدمی تو ان دونوں سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔

انھیں لوگوں کا کہنا ہے کہ بخدا! اس قضیہ کو کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے جناب میثمؓ کو عمرو بن حریث کے گھر کے دروازے پر پھانسی پر لٹکا ہوا دیکھا اور جناب حبیبؓ کے سر کو کربلا سے کوفہ لایا گیا کیوں کہ وہ نصرت حسینؑ میں میدانِ کربلا میں شہید کر دیے گئے تھے۔

جناب شیخ کشیؒ سے منقول ہے کہ جناب حبیبؓ ان بہتر شہدا میں سے ایک تھے جنھوں نے عاشورا کے دن حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں اپنی جانوں کا نذرانہ دیا تھا۔ آپؓ ان شہدا میں سے ایک ہیں جنھوں نے فرزندِ رسولؐ اللہ کی نصرت میں دشمن کے نیزوں کو اپنے سینے پر لیا ان کے تیروں کو اپنے رُخساروں پر لیا اور اپنی جانوں اور اموال سے سیدالشہداؑ کی نصرت کی۔ جب دشمن نے انھیں امان دینے کا اعلان کیا تو اُنھوں نے دشمن کی امان کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور فرزندِ رسولؐ کے قدموں میں شہادت کو پسند کیا۔

جناب حبیبؓ کا جناب بُریرؓ سے مزاح

شیخ کشیؒ سے روایت ہے کہ روزِ عاشورا آتش جنگ شعلہ ور تھی۔ دونوں اطراف سے شجاع و بہادر لوگ قتل ہو رہے تھے۔ ہر طرف موت کے خوف ناک بادل گرج رہے تھے۔ انھی موت کے ہیبت ناک سائے میں جناب حبیبؓ بن مظاہر نے جناب بُریر سے مزاح کی۔ جناب بُریرؓ سید القراء کے لقب سے مشہور تھے۔ اس بزرگ وار نے جناب حبیبؓ سے کہا: اس وقت خندہ و مزاح تعجب خیز ہے؟ آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ وقت مزاح نہیں ہے۔

جناب حبیبؓ نے فرمایا: ارے! اس گھڑی سے بہتر وقت کب آئے گا بخدا! ابھی ہم نے ان اشرار سے جنگ کرنی ہے۔ انھوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ ہم پر ہجوم کرنا ہے اِدھر ہماری شہادت ہوگی اُدھر جنت کی حوروں سے معانقہ ہوگا۔ اس وقت مزاح نہ ہوگا تو پھر کب ہو گا (مقتل الحسینؑ: ص ۶۶ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۲۳ الکامل فی التاریخ: ج ۴، ص ۷۱)۔

ابی مخنف کی روایت ہے کہ جب جناب حبیبؓ ابن مظاہر کی شہادت ہوئی تو فرزند رسولؐ کے مقدس رُخساروں پر حزن و غم کے آثار نمودار ہوئے آپؑ بہت زیادہ پریشان دکھائی دینے لگے۔ آخر آپؑ اس بزرگ وار کے سرہانے پہنچے تو جناب حبیبؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے حبیبؓ! خداوند تعالیٰ تم پر بہت زیادہ اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اے حبیبؓ! آپؓ ایک مردِ فاضل تھے آپؓ ہر شب ختم قرآن کرتے تھے۔

مصنف نے جناب حبیبؓ کی شہادت کے ضمن میں لکھا ہے کہ جب آپؓ میدانِ کارزار میں اُترے تو آپؓ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

أَنَا حَبِيبٌ وَ أَبِي مُظَهِّر
فَارِسُ هَيْجَاءٍ وَ حَرْبٍ تَسْعَرُ
وَ أَنْتُم عِندَ العَدِيدِ أَكْثَرُ
وَ نَحنُ أَعلا حُجَّةً وَ أَظْهَرُ

وَ أَنتُم عِندَالوَفاءِ أَغدَرُ
وَ نَحنُ أَوفیٰ مِنکُم وَ أَصبَرُ
حَقًّا وَ أَنبیٰ مِنکُم وَ أَعذَرُ

''میں حبیبؓ ہوں اور مظاہر کا بیٹا ہوں۔ میں میدانِ کارزار کا دھنی ہوں۔ جس وقت جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہوتے ہیں میں اس وقت صفوں میں گھس جاتا ہوں۔ اے لشکر اشرار! اگر تم ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہو تو ہم حجت و برہان کے لحاظ سے تم سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ تم بے وفا ہو معاہدوں کے توڑنے والے ہو، غدار و مکار ہو، لیکن ہم باوفا ہیں اپنے عہد و پیمان کو پانی دینے والے ہیں۔ ہم اپنے دوست پر جان قربان کرنے والے ہیں اور مصائب میں صبر کرنے والے ہیں۔ ہم تم لوگوں سے دور اور بہت دور ہیں'' (امالی شیخ صدوق، روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۸۸، مثیر الاحزان: ج ۶، ص ۶۹، مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۳، ص ۱۰۳، الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۷، انساب الاشراف، البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۳، تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۳۹)۔

آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور ہر طرف دشمن کی فوج کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ جنگ کے دوران آپؓ نے فرمایا:

أُقسِمُ لَو کُنّا لَکُم أَعدادا
أَو شَطرَکُم وَلَّیتُمُ الأَکتادا
یاشَرَّ قَومٍ حَسَبًا وَ آدا
وَ شَرَّهُم قَدعَلِمُوا أَندادا

''اکتاد'' جمع ''کتد'' شانے سے پشت تک کا حصہ۔

''آد'' طاقت۔

''میں قسم کھاتا ہوں، اگر ہمارے لشکر کی تعداد تمہارے لشکر کے برابر ہوتی یا

اس کی نصف ہوتی تو تمھیں بھاگنا ہوتا تم ہمارے مقابلے میں نہ ٹھہر سکتے۔
اے بدترین حسب و نسب کے لوگو! تم نے باطل کو اپنا لیا ہے اور حق کا ساتھ چھوڑ دیا ہے' تم نے شرک کو اپنایا اور خدائے واحد کی نفی کی"(تاریخ طبری: ج۵، ص۴۳۹)۔

جناب حبیبؓ ایک بپھرے شیر کی مانند دشمن کی فوجوں پر بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ان کافروں نے آپؓ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ بنی تمیم کے ایک آدمی نے آپؓ کو نیزہ مارا جس کی وجہ سے آپؓ منہ کے بل گر پڑے۔ آپؓ نے اُٹھنے کی کوشش کی کہ حصین بن نُمیر نے آپؓ کے سر پر تلوار ماردی۔ جس سے آپؓ کا سر شگافتہ ہوگیا۔ پھر آپؓ زمین پر گر پڑے۔ نیزہ مارنے والا تمیمی آپؓ کے قریب آیا اور اُس نے آپؓ کے مبارک سر کو بدنِ نازنین سے جدا کردیا۔

آپؓ کی شہادت سے لشکرِ حسینیؑ ایک بہت بڑے صدمے سے دوچار ہو کر رہ گیا۔ ایک روایت ہے کہ آپؓ کے سر کو بدیل بن صریم نے بدن سے جدا کیا اور پھر آپؓ کے سر کو گھوڑے کی گردن سے حمائل کیا اور مکہ چلا گیا۔ جب وہ مکہ داخل ہوا تو جناب حبیبؓ کے فرزند نے اپنے والد کے سر کو دیکھا تو پہچان لیا اور اُسی وقت قاتل کو قتل کردیا۔ حالاں کہ ابھی وہ بالغ ہی نہیں ہوئے تھے(یہ روایت حق کے قریب نظر نہیں آتی کیوں کہ قاتل کو کوفہ جانا چاہیے تھا جہاں اُسے انعام کی توقع تھی۔ قاتل کا مکہ کی طرف جانا تاریخی حقائق سے بعید ہے[مترجم])۔

محمد بن ابی طالب سے منقول ہے کہ جناب حبیبؓ نے دشمن کے لشکر کے باسٹھ آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ حصین بن نُمیر نے آپؓ کو شہید کیا تھا اور آپؓ کے سر کو بدن سے جدا کرکے اپنے گھوڑے کی گردن سے آویزاں کیا تھا(مناقب آل ابی طالبؑ: ج۴، ص۱۰۳)۔

جناب ہلالؓ بن نافع بَجَلی کی شہادت

جناب حبیبؓ کے بعد جناب ہلالؓ بن نافع بَجَلی میدانِ جنگ میں اُترے۔ انھوں نے رجز خوانی میں یہ اشعار پڑھے:

أرمي بها معلمةً أفواقها
والنفسُ لا ينفعها أشفاقُها
مسمومةً تجري بها أخفاقُها
ليملأنَّ أرضها رشاقُها

"میں تمہیں ان جاں گداز تیروں سے موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔ میرے ان تیروں کے سر کافروں کے اجسام کے خون سے سرخ ہوں گے۔ موت سے خوف زدہ ہونے سے نفس کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ میرے یہ تیر جان سوز زہر میں بجھے ہوئے ہیں۔ جب وہ چلہ کمان سے رہا ہوتے ہیں تو ان سے خوف ناک آواز نکلتی ہے اور ان کی زہر آلودگی اپنا کام شروع کر دیتی ہے ان کے ذریعے جب دشمن گرتے ہیں تو دشمن کی لاشوں سے زمین بھر جاتی ہے۔"

آپؓ نے اپنی جنگ کا آغاز تیروں سے کیا۔ اپنے تیروں کے ساتھ دشمن کے بہت سے افراد کو جہنم رسید کیا۔ جب آپؓ کے تیر ختم ہو گئے تو اپنی تلوار سے حملہ کر دیا اور پھر یہ اشعار پڑھے:

أنَا الغُلامُ اليَمَنِي البَجَلِي
دِينِي عَلَى دِينِ حُسَينٍ وَ عَلِيّ
إن أُقتَلُ اليَومَ فَهذَا أملي
فَذاكَ رأيي وَ أُلاقي عَمَلي

"میں یمنی اور بجلی جوان ہوں۔ میں حضرت امام علیؑ اور حضرت امام حسینؑ کے دین پر ہوں۔ اگر میں آج قتل ہو جاؤں تو مجھے قتل ہونے سے کوئی گھبراہٹ نہیں ہے کیوں کہ یہ میری دیرینہ آرزو رہی ہے یہ میری فکر ہے کہ میں آج منزل شہادت پر پہنچوں۔"

آپؓ نے دشمن کے تیرہ افراد کو قتل کیا لیکن دشمن کی فوج نے آپؓ کے دونوں بازو قلم کر

دیے۔ آپؑ کو گرفتار کر لیا گیا اور اس شیطانی لشکر کے امرا کے نزدیک لایا گیا۔ شمر ملعون نے آپؑ کو شہید کر دیا (مناقب آل ابی طالبؑ، الفتوح: ج۵، ص۱۹۰)۔

ایک نامعلوم جوان کی شہادت

جنابِ نافعؓ کی شہادت کے بعد ایک نیک فصال جوان میدانِ جنگ میں اُترا۔ اس کا والد اس سے پہلے شہید ہو گیا تھا۔ اس کی والدہ عرصہ گاہِ کربلا میں موجود تھی۔ اس پاک طینت ماں نے اپنے اس نیک سیرت فرزند سے کہا کہ وہ میدانِ جنگ میں جائے اور ان کافروں سے جہاد کرے۔

وہ نوجوان اپنی والدہ کی بات سن کر فرزندِ رسولؐ اللہ کی خدمت میں آیا اور اذنِ جہاد کی درخواست پیش کی۔ اس نوجوان کی بات جب امامؑ نے سنی تو آپؑ نے یہ خیال کیا اس نوجوان کا والد ابھی شہید ہوا ہے شاید اس کی والدہ اس کی شہادت پر راضی نہ ہو۔ اس سعادت مند نوجوان سے فرمایا: اس سے قبل تمہارا والد شہید ہو چکا ہے تمہاری والدہ تمہارے ساتھ ہے تم میدانِ جنگ کی طرف نہ جاؤ اور اپنی ماں کا آسرا سہارا بنے رہو۔

اس نوجوان نے عرض کیا: میری والدہ نے ہی مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان ظالموں سے جہاد کروں۔

جب امامؑ نے اُسے عازمِ کارزار دیکھا کہ وہ اپنی جان اہلِ بیتؑ پر نچھاور کرنا چاہتا ہے تو اسے جنگ کے لیے رُخصت دی۔ جب یہ شیر بیشہ شجاعت میدانِ جنگ میں آیا تو یہ رجز پڑھا:

أَمِيرِی حُسَينٌ وَ نِعمَ الأَمِيرُ
سُرُورُ الفُوادِ البَشِيرِ النَّذِيرِ
عَلِیٌّ وَ فاطِمَةُ وَالِدَاهُ
فَهَل تَعلَمُونَ لَهُ مِن نَظِيرِ
لَهُ طَلعَةٌ مِثلُ شَمسِ الضُّحیٰ
لَهُ غُرَّةٌ مِثلُ بَدرٍ مُنِيرِ

"میرے امیر صرف اور صرف فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں اور وہ امیری و امارت میں کتنے عظیم ہیں اور وہ پیغمبر بشیر و نذیر کے دل کی حسرت اور ٹھنڈک ہیں۔ جناب امام علی مرتضیٰ علیہ السلام اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان کے والدین ہیں۔ زمین و آسمان میں نگاہ کرو پوری کائنات کو کھنگالو کیا ان کی کہیں مثل و نظیر ملتی ہے۔ وہ آسمانِ ولایت و امامت پر اس طرح درخشاں ہیں جس طرح آفتابِ عالم تاب آسمانِ دنیا پر درخشاں ہے۔ ان کے رُخسار اس طرح روشن و درخشاں ہیں جس طرح چودھویں کا ماہِ کامل روشن و منور ہوتا ہے۔"

آپؓ نے اس گروہ اشرار پر حملہ کر دیا اور جرأت، جوانی اور مردانگی کے جوہر دکھائے۔ دشمن کے کچھ لوگوں کو جہنم رسید کیا۔ آخرکار شمشیر جفا کار سے آپؓ نے شہادت پائی۔ آپؓ کے سر کو بدن سے جدا کر کے سید الشہداؑ کے لشکر کی طرف پھینک دیا گیا۔ آپؓ کی نیک طینت و مظلومہ ماں نے اپنے فرزند رشید کا سر اُٹھایا پیار کے ساتھ اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے میرے بیٹے! اے میرے دل کی ٹھنڈک! تم نے کتنا عظیم کام سرانجام دیا ہے۔ پھر اس مظلومہ نے اپنے بیٹے کے سر کو ایک کافر پر دے مارا اور اسی بُریدہ سر کی شدتِ ضرب سے وہ جہنم واصل ہو گیا۔ اُس خاتون نے جناب وہبؓ کی ماں کی طرح خیمہ کی چوب ہاتھ میں لی اور ان روباہ صفت لوگوں پر حملہ کر دیا۔ اس مجاہدہ خاتون نے میدانِ جنگ میں پہنچ کر یوں رجز خوانی کی:

أَنَا عَجُوزٌ سَيِّدِي ضَعِيفَةٌ
خَاوِيَةٌ بَالِيَةٌ نَحِيفَةٌ
أَضْرِبُكُم بِضَرْبَةٍ عَنِيفَةٍ
دُونَ بَنِي فَاطِمَةَ الشَّرِيفَةِ

"اے میرے سردار! میں ایک بوڑھی کم زور نحیف و نزار خاتون ہوں۔ میری کمر خمیدہ ہے، میرا جسم بوسیدہ ہے، لاغر و لاچار ہوں اے گروہِ اشرار!

میں میدانِ جنگ میں آئی ہوں کہ فرزند عزیز جناب فاطمہ زہراؑ کی نصرت میں تم سے جنگ کروں۔"

اس معظمہ خاتونؓ نے دشمن کے دو فوجیوں کو واصل جہنم کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس خاتون کو واپس خیام میں لایا جائے۔ آپؑ نے اس کے حق میں دعا دی (مقتل الحسینؑ: ج ۲، ص ۲۱ مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۰۴)۔

جناب جنادہؓ بن حرث کی شہادت

مناقب کے مطابق مذکورہ جوان کی شہادت سے قبل جنادہؓ بن حرث انصاری عازم قتال ہوئے۔ انھوں نے شوق شہادت میں یہ رجز پڑھا:

أَنَا جُنَادَ وَ أَنَا ابنُ الحَارِثِ

لَستُ بِخُوَّارٍ وَلَا بَنَاكِثٍ

عَن بَيعَتِي حَتَّى يَرِثَنِي وَارِث

اليَومَ شِلوِي فِي الصَّعِيدِ مَاكِث

"میں جنادہؓ فرزند حارث ہوں۔ میں میدانِ کارزار میں دستی کرنے والا ہوں اور کم زوری دکھانے والا ہوں نہ میں بیعت توڑنے والا ہوں۔ قتل ہو جاؤں گا عہد کو نہیں توڑوں گا۔ میرے وارث میری میراث کو لے جائیں گے۔ آج بعد از قتل میرا جسم خاک پر پڑا رہ جائے گا۔"

اس کے بعد آپؓ نے اپنی شمشیر سے گروہ اشقیا پر حملہ کر دیا اور دشمن کے بہت سے افراد کو جہنم پہنچانے کے بعد منزل شہادت پر فائز ہوئے (مناقب آل ابی طالب: ج ۴، ص ۱۰۴، الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۰)۔

جناب عَمروؓ بن جنادہ کی شہادت

جناب جنادہؓ بن حرث کے بعد جناب عَمروؓ بن جنادہ نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا اور یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

أَضِقِ الخِنَاقَ مِنِ ابنِ هِندٍ وَأَرمِهِ

مِن عَامَةٍ بِفَوارِسِ الأَنصَارِ

وَ مُهاجِرِينَ مُخضبِينَ رِماحُهُم

تَحتَ العَجاجَةِ مِن دَمِ الكُفّارِ

خُضِبَت عَلى عَهدِ النَّبِي مُحَمَّدٍ

فَاليَومَ تَخضَبُ مِن دَمِ الفُجّارِ

وَ اليَومَ تَخضَبُ مِن دِماءِ أَرَاذِلَ

رَفَضُوا القُرآنَ لِنُصرَةِ الأَشرارِ

طَلَبوا بِثَارِهِم بِبَدرٍ إِذ أَتَوا

بِالمُرهَفاتِ وَ بِالقَنَا الخَطَّارِ

وَاللهِ رَبِّي لا أَزَالُ مُضارِبًا

فِي الفاسِقِينَ بِمُرهَفٍ بَتَّارِ

هذا عَلَى الأَزدِي حَقٌ واجِبٌ

فِي كُلِّ يَومٍ تَعانُقٍ وَكِرَارِ

"ہند کے بیٹے پر غیظ وغضب کے ساتھ ہجوم کردو اور اُس جاہل و نادان پر تیروں کی بارش کردو کیوں کہ وہ گمراہ و سرگردان ہے یا اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ گروہِ انصار و مہاجرین کے شہسواروں کی اعانت سے اُس پر تیروں کی بارش کردو کیوں کہ انصار و مہاجرین نے زمانہ ماضی میں رسولؐ اللہ کے ساتھ میدانِ کارزار میں کفار کے خون سے اپنے نیزوں کو رنگین کیا تھا۔ پھر آج ان کی تلواریں ان بدکاروں کے خون سے رنگین ہوں گی۔ یہ شیطانی لشکر ہے کہ اس نے گروہِ اشرار کی نصرت حاصل کر کے قرآنی احکام کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ لوگ دراصل کربلا میں اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ

جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لیں۔ یہ تیروں تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو کر یہاں جمع ہیں۔ میں اپنے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلسل ان فاسقوں اور بے دینوں کے ساتھ اپنی تلوار سے جنگ کرتا رہوں گا۔ ہر ازدی پر واجب ہے کہ وہ اس گروہ سے جنگ کرتا رہے" (البدایہ والنہایہ: ج۸، ص۱۸۴' تاریخ طبری: ج۵، ص۴۴۲)۔

آپ نے جنگ کی اور جنگ کے دوران میں دشمن کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔

جناب عبدالرحمٰنؓ بن عُروہ

جب عبدالرحمٰنؓ بن عُروہ نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا تو رجز خوانی کے مقام پر یہ اشعار پڑھے:

قَدْ عَلِمَتْ حَقًّا بَنُو غِفَارٍ
وَ خِنْدِفٍ بَعْدَ بَنِي نِزَارٍ
لَنَضْرِبَنَّ مَعْشَرَ الْفُجَّارِ
بِكُلِّ عَضْبٍ ذَكَرٍ بَتَّارٍ
يَا قَوْمِ ذُودُوا عَنْ بَنِي الْأَخْيَارِ
بِالْمَشْرِفِي وَ الْقَنَا الْخَطَّارِ

ان ابیات کا ترجمہ گذشتہ صفحات میں موجود ہے' لہٰذا تکرار سے گریز کیا جا رہا ہے۔

آپؓ نے ابن زیاد کے لشکر پر زوردار حملہ کیا اور آخر کار شربتِ شہادت نوش فرمایا۔

جناب عابسؓ بن شُبیب شاکری

محمد بن ابی طالب کی روایت ہے کہ جناب عابسؓ بن شُبیب شاکری نے بھی یومِ عاشور میدانِ کربلا میں شہادت پائی۔ ان کے ایک غلام تھے جن کا نام شوزب تھا وہ بھی آپؓ کے ساتھ تھے۔ آپؓ نے اپنے غلام شوزبؓ سے پوچھا: آج تمہارا کیا پروگرام ہے آج کیا کرنا چاہتے ہو؟

اس سعادت مند نے عرض کیا: آج صرف اور صرف میں ان کافروں سے جہاد کرنا چاہتا ہوں تا کہ شہادت حاصل کروں اور خاک وخون میں غلطاں ہو جاؤں۔ جناب عابسؓ نے اُسے کہا: مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔ اب تم حسینؑ بارگاہ میں جاؤ اور جنگ کی اجازت حاصل کرو تا کہ تمھارا شمار امامؑ کے انصار میں ہو۔ آج ہمارے لیے ضروری ہے کہ جس طرح ہو سکے آخرت کا ثواب حاصل کریں۔

پس! جناب عابسؓ اپنے غلام شوذبؓ کے ساتھ بارگاہِ حسینیؑ میں آئے اور سلام کیا اور عرض کیا: اے ابوعبداللہؑ! آپؑ کی ذات میری محبتوں کا مرکز ہے آج اگر کوئی مجھے اپنے اقربا سے سب سے زیادہ عزیز ہے تو وہ آپؑ کی ذات ہے۔ اگر مجھ میں اتنی طاقت ہوتی تو میں آپؑ کو ان ظالموں کے ظلم سے بچالیتا۔ آپؑ کی جان مجھے اپنی جان سے بھی پیاری ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ!

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپؑ کے دین پر ہوں اور آپؑ کے بابا کے دین پر ہوں۔

جب امام عالی مقامؑ نے انھیں رُخصتِ جہاد دی تو جناب شوذبؓ میدانِ قتال میں اُترے اور دشمن سے جنگ کی اور عروسِ شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

جناب عابسؓ بن شُبیب میدانِ جنگ میں

جب جناب عابسؓ میدانِ قتال میں آئے تو ربیع بن تمیم کا بیان ہے کہ جب میری نگاہ جناب عابسؓ پر پڑی تو میں نے انھیں پہچان لیا کہ یہ عابسؓ شاکری ہیں۔ میں اُنھیں کئی دفعہ میدانِ جنگ میں دیکھ چکا تھا وہ ایک بہت بڑے مردِ مجاہد اور جنگ جو تھے۔ جب وہ میدان میں اُترتے تو بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہو جاتے' کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ ان کے مقابلے میں آئے۔ جب بھی کوئی ان کے مقابلے میں آتا تو وہ مارا جاتا۔ پس میں نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا: اے لوگو! یہ مردِ شجاع میدان میں جو تمھارے سامنے ہے شیر بیشہ شجاعت ہے وہ بپھرے شیر کے مانند تمھارے سامنے ہے خیال کرنا کوئی اس کے مقابلے میں نہ جائے ورنہ مارا جائے گا۔

جب جناب عابسؓ دشمن کی صفوں کے سامنے گئے تو آپؓ نے انھیں للکارا: اگر کوئی مرد میدان ہے تو سامنے آئے۔ آپؓ نے انھیں کئی دفعہ ندا دی لیکن وہ روباہ صفت اپنی جگہ پر جمے رہے۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ جناب عابسؓ کے مقابلے میں آئے۔

جب عمر سعد (لعین) نے اپنے لشکر کی حالت دیکھی کہ اس ہیبت ناک شیر کے سامنے کوئی نہیں جا رہا اور سبھی خوف سے لرزہ براندام ہیں تو اس نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ جناب عابسؓ پر ہر طرف سے سنگ باری کرو۔

اس شیطانی لشکر نے آپؓ پر ہر طرف سے سنگ باری شروع کر دی۔ جب اس شیر بیشہ شجاعت نے ان کی بے شرمی و بے غیرتی کو دیکھا کہ یہ لومڑیاں اپنی مکاری و عیاری پر اُتر آئی ہیں تو آپؓ نے اپنا خول اُتارا اور زرہ بھی بدن سے اُتار کر زمین کی طرف پھینک دی' اپنی تلوار آب دار کے دستے پر اپنا دستِ قضا رکھا۔ پتھروں کی شدید بارش میں ان پر حملہ کر دیا۔ آپؓ نے اپنی تلوار شرر بار کو اس پھرتی سے چلایا کہ آپؓ کی تلوار جدھر رُخ کرتی کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔

ربیع بن تمیم کا بیان ہے: بخدا! میں نے دیکھا کہ جناب عابس تلوار چلا رہے تھے دو سو سپاہیوں کا دستہ ان کے آگے اس طرح بھاگ رہا تھا جس طرح شیر کے آگے بھیڑیں بھاگتی ہیں' آخر ان روباہ صفت لوگوں نے آپؓ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور پتھر برسانے شروع کر دیے۔ تیر اندازوں نے آپؓ پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ آخر آپؓ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گرے۔ ان ستم کاروں نے آپؓ کے نازنین بدن سے آپؓ کے سر کو قطع کیا۔ لوگ آپس میں لڑنے لگے۔ ان کا ہر آدمی کہہ رہا تھا کہ عابسؓ کا قاتل میں ہوں اور دوسرا کہتا: نہیں میں نے اُسے قتل کیا ہے۔

جب عمر سعد نے قوم کا نزاع دیکھا تو کہا: اس بہادر کو کسی ایک آدمی نے قتل نہیں کیا بلکہ تمام لشکر نے مل کر قتل کیا ہے (الارشاد: ج ۲، ص ۱۰۵، مثیر الاحزان: ۶۶' البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۵۸' انساب الاشراف: ج ۹، ص ۱۹۷' تاریخ طبری: ج ۵، ص ۱۳۳۴' الکامل فی التاریخ: ج ۳، ص ۷۳)۔

جناب عبداللہؓ وعبدالرحمٰنؓ غفاری

بارگاہِ حسینیؑ میں یہ دونوں مجاہد اکٹھے آئے اور انھوں نے اذنِ جہاد کی درخواست دی اور ان الفاظ سے امامؑ کو سلام کیا:

یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

ہم چاہتے ہیں کہ آپؑ کی خدمت میں رہتے ہوئے عروسِ شہادت سے ہم کنار ہوں۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کی بات سنی تو فرمایا:

مرحبا

میرے قریب آؤ۔

جب وہ دونوں امامؑ کے قریب آئے حالاں کہ وہ دونوں گریہ کر رہے تھے، اشک حسرت ان کے رُخساروں پر جاری تھے۔

آں حضرتؑ نے ان سے پوچھا: اے میرے بھتیجو! تمھیں کس چیز نے رُلا دیا ہے؟ بخدا! مجھے اُمید ہے ایک ساعت کے بعد تمھاری آنکھیں روشن ہوں گی اور تم فرحاں و خنداں ہوں گے۔

انھوں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: ہماری جانیں آپؑ پر قربان ہوں ہم اپنے لیے نہیں رو رہے ہیں ہم آپؑ کی حالت پر گریہ کر رہے ہیں کیوں کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس لشکر اشرار نے آپؑ کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے ہمارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ اس مصیبت کو ہم آپؑ سے دور کر سکیں۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اے میرے بھتیجو! جس انداز میں تم میرے لیے فکرمند ہو اور اپنی جانیں مجھ پر قربان کرنا چاہتے ہو اس کے عوض اللہ آپ کو بہترین لوگوں کی بہترین جزا عطا کرے۔

پس ان دونوں مجاہدوں نے امامؑ سے وداع کیا اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

آں حضرتؑ نے فرمایا:

وَ عَلَيْكُمَا السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُه

پس ان دو مجاہدوں نے شوقِ شہادت میں میدانِ کارزار میں قدم رکھا۔ دونوں نے بہادری و مردانگی کے جوہر دکھائے' مردانہ وار جنگ کی۔ آخرکار شربتِ شہادت کا شیریں جام نوش کیا اور ابدی سعادت و رستگاری حاصل کر لی (مثیر الاحزان: ۵۸' البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۴' تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۲' الفتوح: ج ۵، ص ۱۰۷)۔

ترکی غلامؓ کی شہادت

حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک ترکی غلام تھا جو تقویٰ و پرہیزگاری کے خوب صورت زیور سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ وہ ایک صاحب یقین و ایمان انسان تھا۔ وہ قاریِ قرآن بھی تھا۔ جب وہ میدان جہاد میں آئے تو یہ رجز پڑھا:

اَلبحرُ مِن ضَربِی وَ طَعنِی یَصطلی
وَ الجَوُّ مِن سَھمی وَ نَبلی یَمتلی
اِذا حُسامی فی یَمینی یَنجلی
یَنشَقُّ قَلبُ الحَاسِدِ المُبَجَّلِ

"یصطلی" کھول اُٹھنا۔

"جو" فضا۔

"میری شمشیر شرربار کی ضربات اور میرے تیر و تند نیزے کی کاٹ سے دریا کھول اُٹھتا ہے۔ جب میں دشمن پر تیر بارانی کرتا ہوں تو فضا میرے تیروں سے بھر جاتی ہے۔ جس وقت میں اپنی تلوار کے دستے پر مضبوط ہاتھ رکھتا ہوں اور اس کی شدت کی کاٹ ظاہر ہوتی ہے تو حاسد کا دل خوف کے مارے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آ جاتا ہے۔"

آپؓ نے ان حاسدانِ بداندیش میں سے کچھ کو جہنم کی راہ دکھلائی لیکن اس دوران میں آپؓ کو کافی زخم آ گئے جس کی وجہ سے خاکِ کربلا پر گر پڑے اور شہادت کا عظیم تمغہ حاصل کیا۔

فرزندِ رسولؐ اللہ فوراً ان کے پاس گئے اور ان کے رُخسار پر اپنا ملکوتی رُخسار رکھ دیا۔

جب انھوں نے محسوس کیا کہ فرزندِ رسولؐ اللہ ان کے قریب ہیں تو آنکھیں کھولیں۔ جب انھوں نے امامؑ کے لطف و کرامت کو محسوس کیا تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی اور ان کا مرغ روح آشیانہ بہشت کی طرف پرواز کر گیا (مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۰۴۔ ایک روایت ہے کہ غلام ترکی جناب حرؓ بن یزید کے غلام تھے [مترجم])۔

جناب یزیدؓ بن زیاد بن شعثا کی شہادت

محمد بن ابی طالب سے منقول ہے کہ ان کے بعد جناب یزیدؓ بن زیاد نے میدانِ جہاد کا رُخ کیا۔ جب وہ میدان کی طرف گئے تو اپنے ساتھ آٹھ تیر لیتے گئے۔ جب آپؓ نے اپنے تیروں سے ان منافقین کو اپنا نشانہ بنایا تو ان آٹھ تیروں میں سے صرف تین تیر خطا گئے باقی پانچ تیر اپنے نشانے پر لگے اور دشمن کے پانچ افراد جہنم واصل ہوئے۔

روایت ہے کہ جب وہ دشمن کی طرف تیر روانہ کرتے اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں دعا مانگتے: خداوندا! اس کے تیر کو نشانے پر لگانا اور اس کے ہدف کو محکم و ثابت فرما اور اس کے ثواب میں اسے بہشت عطا فرما۔

اس لشکرِ اَشرار نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا اور ان پر ہجوم کر لیا۔ آخر اُنھوں نے شہادت کا بلند ترین درجہ حاصل کیا (تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۵؛ الکامل فی التاریخ: ج ۳، ص ۲۷۔ ابن اثیر نے نقل کیا ہے کہ یہی یزیدؓ بن زیاد، عمر سعد کے لشکر میں تھا۔ جب ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شرائط ماننے سے انکار کیا تو وہ امامؑ کے لشکر کی طرف چلا آیا اور ان کے قدموں میں شہادت حاصل کی)۔

عرضِ مترجم: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ نے پانچ تیروں کے وقت دعا کی ہو گی جو اپنے نشانہ پر لگے اور باقی تین تیروں سے دشمن کے لوگ صرف زخمی ہوئے تھے واللہ العالم بالحقائق۔

جناب ابوعمرؓ نہشلی

شیخ ابن نما سے منقول ہے کہ بنوکاہل کے آزاد کردہ غلام مہران کا بیان ہے کہ میں روزِ عاشور میدانِ کربلا میں موجود تھا اُس نے جب ابن سعد کے لشکر پر حملہ کیا تو اس کا حملہ ایک بپھرے ہوئے شیر کا حملہ تھا۔ وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا' وہ جدھر کا رُخ کرتا' فوجیں اس طرف بھاگ کھڑی ہوتیں جس طرح شیر کے آگے بھیڑ بکریاں دوڑتی ہیں۔ آپؓ لڑتے لڑتے واپس حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور یہ رجز پڑھا:

أبشرِ هُدِيتَ الرُّشدَ تَلقى أحمَدا

في جَنّةِ الفِردَوسِ تَعلُو صُعُدا

"تُو نے ہدایت ورستگاری حاصل کرلی ہے۔ آج تُو جناب احمد مختارؐ کی بارگاہ میں پہنچنے والا ہے اور جنت میں ان سے ملاقات ہوگی اور تُو نے مراتبِ عالیہ اور بلند منازل حاصل کرلیے ہیں۔"

مہران کا کہنا ہے کہ میں نے کسی سے پوچھا: یہ مبارز دلاور کون ہے؟

انھوں نے کہا: یہ ابوعمروؓ نہشلی ہے۔ بعضوں نے کہا کہ وہ ابوعمروؓ خثعمی ہے۔ اچانک عامر بن نہشل جو قبیلہ ثعلبہ کی ذیلی شاخ بنی الات میں سے تھا' نے آپؓ پر حملہ کر دیا۔ اس طرح آپؓ درجہ شہادت پر پہنچے۔ اس ملعون نے آپؓ کا سر آپؓ کے مبارک جسم سے جدا کیا۔

جناب ابوعمروؓ کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپؓ ایک زاہد ومتقی انسان تھے۔ آپؓ شب خیز الحنان تھے۔ آپؓ نمازیں کثرت سے پڑھتے تھے (مثیر الاحزان: ۵۷)۔

جناب یزید بن مہاجرؓ

جناب یزید بن مہاجرؓ میدانِ جہاد میں آئے تو انھوں نے اپنے پانچ تیروں کے ساتھ دشمن کے پانچ افراد کو قتل کیا۔ پھر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں واپس چلے آئے اور امامؑ کی حفاظت شروع کردی۔ آپؓ کی طرف ہر آنے والے حملے کو روکنے لگے۔ آپؓ نے رجز پڑھا:

أَنَا يَزِيدُ وَ أَبِي مُهَاجِرٌ
كَأَنَّنِي لَيْثٌ بِغِيلٍ خَادِرٌ
يَا رَبِّ إِنِّي لِلْحُسَيْنِ نَاصِرٌ
وَ ابْنِ سَعْدٍ تَارِكٌ وَ هَاجِرٌ

"میں یزیدؔ ہوں میرے باپ کا نام مہاجر ہے۔ میں ایک طاقت ور شیر کے مانند ہوں۔ اے میرے پروردگار! میں تیرے رسولؐ کے فرزندؑ کا ناصر ہوں اور عمر بن سعد سے بیزار ہوں"

ان کی کنیت ابوالشعثاء تھی۔ قبیلہ بنی بعدلہ کندہ سے تعلق رکھتے تھے (مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۰۳)۔

اسی اثنا میں ایک ملعون نے صدا لگائی: حسینؑ کہاں ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں حسینؑ ہوں! تُو کیا چاہتا ہے؟

اس ملعون نے کہا: تمھیں (نعوذ باللہ من ذلک) جہنم کی بشارت ہو تم اسی وقت جہنم جانے والے ہو۔

امامؑ نے فرمایا: ارے مجھے جہنم کی بشارت نہیں دی گئی، مجھے اپنے پروردگار کی ملاقات کی بشارت دی گئی ہے مجھے خوشیاں ملنے والی ہیں تُو بتا تُو ہے کون؟

اس ملعون نے کہا کہ میں محمد بن اشعث ہوں۔

حضرتؑ نے اپنے دستِ مبارک دعا کے لیے بلند کیے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اگر یہ آدمی اپنی بات میں جھوٹا ہے تو اسے جلد جہنم واصل فرما اور اسے اس کے ساتھیوں کے لیے عبرت ٹھہرا۔

ابھی امامؑ کی دعا ختم ہوئی تھی کہ اس ملعون کا گھوڑا بدکا اور اس ملعون کا سر زمین پر آ رہا اور اس کے پاؤں رکابوں میں پھنس کر رہ گئے۔ اس کا گھوڑا میدان میں بھاگنے لگا۔ اس کا سر پتھروں سے ٹکرا کر پھٹ کر پارہ پارہ ہوگیا۔ آخر یہ ملعون جہنم واصل ہوگیا۔

اس حدیث کے راوی کا بیان ہے کہ بخدا! امامؑ کی دعا کی فوری قبولیت پر میں حیران ہو کر رہ گیا (مثیر الاحزان: ۶۳)۔

ایک دوسرا ملعون میدان میں آیا اور اس نے آواز لگائی: حسینؑ کہاں ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں حسینؑ ہوں اور میں یہاں ہوں۔

اس ملعون نے کہا: تمھیں دوزخ کی بشارت ہو۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں نے تو اپنے رب رحیم اور اپنے نبی کریمؐ سے ملاقات کرنی ہے۔ ان کے پاس میرے لیے خوشیوں کے سامان ہیں تُو بتا تُو کون ہے؟

اس ملعون نے کہا کہ میں شمر بن ذی الجوشن ہوں۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک سفید رنگ کا کتا ہے جو میرے اہل بیتؑ کے خون سے اپنے منھ کو آلودہ کر رہا ہے (البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۸، تاریخ مدینہ دمشق: ص ۲۳)۔

پھر فرمایا: میں نے بھی خواب میں دیکھا ہے کہ چند کتوں نے مجھ پر ہجوم کیا ہے وہ چاہتے ہیں کہ مجھے پھاڑ ڈالیں ان میں سے ایک سفید رنگ کا کتا ہے جو مجھ پر اُن سب سے زیادہ حملہ آور ہوتا ہے جی ہاں تو وہی سگ ہے جسے رسولؐ اللہ نے اور میں نے خواب میں دیکھا۔ شمر ملعون مبروص تھا جس کی وجہ سے اس کا جسم سفید ہو گیا تھا (کامل الزیارات: ص ۷۵، الفتوح: ج ۵، ص ۹۹، مقتل الحسینؑ: ج ۱، ص ۱۵، مثیر الاحزان: ۶۳)۔

ترمذی نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے کہ کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: خواب کی تعبیر کس قدر مؤخر ہو سکتی ہے؟

آں حضرتؑ نے اس آدمی کے سامنے رسولؐ اللہ کا یہی مذکورہ خواب بیان کیا کہ آپؐ کے خواب کی تعبیر ساٹھ سال بعد ظاہر ہوئی (مثیر الاحزان: ۶۳)۔

جناب سیفؓ بن ابی الحرث بن سریع جابری اور مالکؓ بن عبداللہ بن سریع جابری کی شہادتیں

یہ دونوں مجاہد قبیلہ ہمدان کے سپوت تھے۔ یہ دونوں مادری بھائی تھے۔ یہ دونوں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ کو اس طرح سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا بنَ رَسُولِ اللّٰہ

آں حضرتؑ نے ان کے جواب میں فرمایا:

وَ عَلَیکُمَا السَّلَام

ان دونوں نے بہادری و جواں مردی کے خوب جوہر دکھائے اور دشمن سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا (مثیر الاحزان: ۶۶)۔

محمد بن ابی طالب اور کچھ دوسرے صاحبان مقاتل نے روایت کی ہے کہ یہ دونوں حضرات بارگاہِ امامتؑ میں پہنچے اور آپؑ کو سلام کیا۔ انھوں نے عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا بنَ رَسُولِ اللّٰہ

آں حضرتؑ نے ان میں سے ہر ایک کے جواب میں کہا:

عَلَیکَ السَّلَام

ہم بھی آپ کے پیچھے آ رہے ہیں۔

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

"ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی" (سورۂ مبارکہ احزاب، آیت: ۲۳)۔

خانوادۂ اہل بیتؑ کی تنہائی

جس شدت کے ساتھ یومِ عاشور کا آغاز ہوا پھر اس کے جس قدر لحات گزرتے گئے اس کی شدت میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس دن کا ایک مرحلہ یہ بھی آیا کہ فرزندِ رسولؐ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ اکیلے رہ گئے۔ آپؑ کے تمام یار و انصار ایک ایک کر کے بہشتِ بریں کے راہی بن گئے۔ آپؑ کے انصار وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے دین کو اپنی دنیا پر ترجیح دی تھی اور اسی موت کو حیات سے بہتر سمجھا تھا کیوں کہ وہ بھی مومن تھے۔ مومن کا طریقہ زندگی اسی طرح ہوتا ہے۔ ایک مومن اپنے رب کی رضا کے لیے ہر طرح کی قربانی دیتا ہے' حتیٰ کہ وہ اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے وہ اس دنیائے فانی کو ابدیت پر ترجیح نہیں دیتا اور حق سے پیوستہ رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (سورۂ مبارکہ آلِ عمران: آیت ۱۶۹)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انھیں مردہ گمان نہ کرو بل کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے رزق پا رہے ہیں۔"

پیغمبرِ اکرمؐ میدانِ اُحد میں

اُحد کی جنگ ختم ہو چکی تھی اس جنگ میں بہت سے مجاہدینِ اسلام شہید ہو گئے تھے۔ رسول اللہؐ شہدا کے قریب آ کھڑے ہوئے' آپؐ کی نگاہیں جناب حمزہ علیہ السلام کے مقدس جسم پر پڑیں جو خون میں غلطاں تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اس جنگ میں جن لوگوں نے شہادت پائی ہے جب قیامت کے دن محشور ہوں گے تو میں ان کی گواہی دوں گا۔ جب یہ میدانِ محشر میں آئیں گے تو ان کے گلے کی رگوں سے خون جاری ہوگا' وہ اپنے خون سے رنگین ہوں گے اور ان کے اجسام سے مشک کی خوش بو پھوٹ رہی ہوگی (عوالی اللآلی: ج ۲، ص ۲۰۸، مجمع البحرین: ج ۲، ص ۷۶۹)۔

محمد بن ابی طالب اور دوسرے صاحبانِ مقاتل نے نقل کیا ہے کہ جب تمام انصار اور اصحابِ حسینیؑ شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس صرف بنو ہاشم کے نوجوان باقی رہ

گئے۔ ان میں کچھ آپؑ کے بھائی تھے اور کچھ حضرت جعفر طیار علیہ السلام اور حضرت عقیل علیہ السلام کے فرزند تھے۔ خود آپؑ کے فرزند اور بھتیجے بھی موجود تھے۔ جب جنگ کی کارروائی ان کے ساتھ محدود ہو کر رہ گئی تو یہ بھی ایک جگہ پر جمع ہوئے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور شہادت پر کمر باندھی۔

عرضِ مترجم: یہ الوداعی منظر کتنا دردناک اور شدید ہوگا جب اہل بیتؑ کے نوجوان آپس میں گلوگیر ہو رہے ہوں گے' ایک دوسرے سے مل رہے ہوں گے۔ جب ان کے رُخسار آپس میں مل رہے ہوں گے اور ان کے دھڑکتے ہوئے سینے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے۔ ضرور ان کی آنکھیں آنسو برسا رہی ہوں گی۔ قوی احتمال ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ان کو دیکھ کر گریہ زاری کر رہے ہوں گے۔ ان مردوں کے وداعی نالوں کی آوازیں حرم کی خواتین تک جا رہی ہوں گی۔ خدا جانے ان پر کیا گزری ہوگی۔ خداوند تعالیٰ ان کے قاتلوں اور ظالموں پر لعنت فرمائے۔

خاندانِ اہل بیتؑ کے جوانوں کی قربانیاں

حضرت عبداللہؓ بن مسلمؑ کی شہادت

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: خاندانِ اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے جس جوان نے اس قربانی کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا وہ حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کے فرزند حضرت عبداللہؓ تھے۔

حضرت عبداللہؓ نے جب میدانِ قتال کا رُخ کیا تو آپؑ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

اَلْيَوْمَ أَلْقَى مُسْلِمًا وَ هُوَ أَبِي
وَ فِتْيَةً بَادُوا عَلَى دِينِ النَّبِي
لَيْسُوا بِقَوْمٍ عُرِفُوا بِالْكَذِبِ
لٰكِنْ خِيَارٍ وَ كِرَامُ النَّسَبِ
مِنْ هَاشِمِ السَّادَاتِ أَهْلُ الْحَسَبِ

"آج میں اپنے والد بزرگ وارؒ سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ میرے والد محترم کا اسم گرامی حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ ہے۔ میں ان جوانوں سے ملاقات کرنے والا ہوں جنھوں نے پیغمبرؐ کے دین کی ترویج کے لیے شربتِ شہادت نوشِ جاں کیا ہے۔ وہ بھی اس معاشرے کے حق پسند اور نیک جوان تھے کبھی جھوٹ ان کے قریب تک نہیں آیا۔ وہ لوگ کائنات کے بزرگ و برتر لوگ تھے۔ وہ نسب کے اعتبار سے بھی کریم تھے ان کا تعلق ہاشمی سرداروں سے تھا۔"

محمد بن ابی طالب سے روایت ہے کہ اس شیر بیشہ شجاعت اور غضنفر عرصۂ کارزار نے دشمن کے ۹۸ افراد کو واصل جہنم کیا۔ اس دوران میں آپؑ کو کافی اور کاری زخم آئے۔ عمرو بن صبیح صیداوی اور اَسد بن مالک نے اس بزرگ وارؒ کو درجہ شہادت پر پہنچایا۔

ابوالفرج اصفہانی کی روایت

ابوالفرج اصفہانی کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسلمؒ کی والدۂ ماجدہ حضرت رقیہؑ، حضرت امیرالمومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کی دختر تھیں۔ حضرت عبداللہؓ بن مسلمؒ کو عمرو بن صبیح نے شہید کیا تھا۔

اس طرح مدائنی کی روایت ہے کہ حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ بن مسلمؒ نے اپنا دستِ مبارک اپنی پیشانی شریف پر رکھا تو ایک ملعون نے فوراً آپؒ کی پیشانی کو نشانہ بنا کر اپنی کمان کے چلے سے تیر چھوڑ دیا۔ وہ تیر آپؒ کے ہاتھ کو لگ کر پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ اس طرح اسی تیر نے آپؒ کے دستِ مبارک کو پیشانی کے ساتھ جوڑ دیا تھا۔

حضرت محمدؒ بن مسلمؒ

حضرت عبداللہؓ بن مسلمؒ کی شہادت کے بعد حضرت محمدؒ بن مسلمؒ میدانِ کارزار میں آئے۔ ان کی والدہ اُمِ ولد (کنیز) تھیں انھوں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابوجرہم ازدی ملعون نے آپؒ کو لقیط بن ریاس جہنی کی اعانت سے شہید کر دیا تھا (مقاتل الطالبین:۹۸)۔

حضرت جعفرؒ بن عقیلؒ

محمد بن ابن طالب اور دوسرے صاحبانِ مقاتل نے روایت کی ہے کہ حضرت محمدؒ بن مسلمؒ کی شہادت کے بعد حضرت جعفرؒ بن عقیلؒ نے میدانِ مبارزت میں قدم رکھا۔ آپؒ نے یہ رجز پڑھا:

أَنَا الغُلَامُ الأَبطَحِي الطَّالِبِيْ
مِن مَعشَرٍ فِي هَاشِمٍ وَ غَالِبٍ
وَ نَحنُ حَقاً سَادَةُ الذَّوائِبِ

هٰذَا حُسَيْنُ أَطْيَبُ أَلطَّائِبِ
مِن عِتْرَةِ البَرِّ التَّقِي العاقِبِ

''یعنی میں ابطحی اور مکی جوان ہوں۔ میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں۔ میرا تعلق حضرت ہاشمؑ اور غالبؑ کے گھرانے سے ہے ہم سرداروں کے بھی سردار ہیں۔ یہ بزرگ وارؑ جو میدانِ جنگ میں حاضر ہے کائنات کے تمام پاکیزہ افراد سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور یہ رسولؐ اللہ کی عترت سے ہیں۔''

آپؑ نے دشمن کے پندرہ افراد کو واصل جہنم کیا۔

ابن شہر آشوب کی روایت ہے کہ آپؑ نے دو آدمیوں کو قتل کیا۔ بشر بن حوط نے آپؑ کو شہید کیا تھا (مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۰۵، الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۱)۔

ابوالفرج کی روایت ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ عامر عامری کی دختر تھیں۔ آپؑ کو عروہ بن عبداللہ خشعمی نے شہید کیا تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حمید بن مسلم سے مروی ہے کہ آپؑ کو عروہ نے شہید کیا تھا (مقاتل الطالبین: ۹۷، تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۹، الکامل فی التاریخ: ج ۴، ص ۹۲، تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۹)۔

حضرت عبدالرحمٰنؑ بن عقیلؑ

صاحبانِ مقاتل نے صاحب مناقب اور ابوالفرج سے روایت کی ہے کہ حضرت جعفرؑ بن عقیلؑ کے بعد ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؑ بن عقیلؑ نے جان نثاری کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ انھوں نے یہ رجز یہ ابیات پڑھے:

أَبِي عَقِيلٌ فَاعرِفُوا مَكَانِي
مِنْ هَاشِمٍ وَ هَاشِمٌ إِخْوَانِي

كُهُولُ صِدقٍ سادَةُ الأَقرانِ

هذا حُسَينُ شامِخُ البُنيانِ

وَ سَيِّدُ الشَّيبِ مَعَ الشُّبّانِ

"اے لوگو! میرے باپ کا نامِ نامی عقیل ہے۔ اگر تم لوگ میری منزلت سے واقف نہیں ہو تو میرے قبیلہ بنو ہاشمؑ کو خوب جانتے ہو۔ وہ سبھی میرے بھائی ہیں، وہ سبھی بزرگان صاحبان صدق و صفا ہیں اور حسب و نسب میں بلند مرتبہ ہیں۔ فرزند رسولؐ اللہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہمارے سردار ہیں۔ وہ اپنے عزم و ارادہ میں ثابت قدم ہیں۔ وہ زمانے کے تمام جوانوں اور بوڑھوں کے آقا و مولا ہیں۔"

جب آپؑ نے اس لشکر اشرار سے جنگ کی تو ان کے سترہ افراد کو تہ تیغ کیا۔ عثمان بن جہنی نے آپؑ کو درجہ شہادت پر پہنچایا (مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۰۵' مثیر الاحزان: ۶۷' الارشاد: ج ۲، ص ۱۰۶' مقاتل الطالبین: ۹۷)۔

عبداللہؑ بن عقیلؑ

ابوالفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ عبداللہؑ بن عقیلؑ کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔ آپؑ کو عثمان بن خالد بن شیم جہنی نے بشر بن حوط قابضی کی مدد سے شہید کیا تھا۔ سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ عبداللہؑ الاکبر بن عقیلؑ کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔ مدائنی نے روایت کی ہے کہ اس بزرگوارؑ کو عثمان بن خالد نے قبیلہ ہمدان کے کسی آدمی کی مدد سے شہید کیا۔

ابوالفرج نے حضرت عبدالرحمٰنؑ بن عقیلؑ کا شہدائے اہل بیتؑ میں ذکر نہیں کیا (مقاتل الطالبین: ۹۷)۔

حضرت عبداللہؑ الاکبر بن عقیلؑ کے ذکر کے بعد جملہ شہدائے بنی ہاشمؑ میں سے محمدؑ بن ابی سعید بن عقیلؑ کا تذکرہ ہے جن کا لقب "احول" تھا۔ ان کی والدہ بھی اُمّ ولد تھیں۔ آپؑ کو

لقیط بن یاسر جہنی نے تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔

حضرت جعفرؓ بن محمد بن عقیلؓ

محمد بن علی بن حمزہ نے روایت کی ہے کہ حضرت جعفرؓ بن محمد بن عقیلؓ، محمدؓ بن ابی سعید بن عقیلؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔

اسی محمد بن علی بن ابی حمزہ نے ایک اور مقام پر ذکر کیا ہے کہ بعض ارباب مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جعفرؓ بن محمدؓ بن عقیلؓ عرصہ گاہِ کربلا میں موجود نہ تھے۔ وہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے تھے (مقاتل الطالبین: ۹۷)۔

عرضِ مترجم: حرہ مدینہ کے قریب ایک مقام ہے واقعہ کربلا کے بعد یزید نے مسلم بن عقبہ کی سرداری میں مدینہ کی تاراجی کے لیے ایک لشکر روانہ کیا تھا۔ یہ واقعہ جنگ کربلا کے دوسرے سال میں وقوع پذیر ہوا۔ اس لشکر نے مدینہ کے بہت سے افراد کو قتل کیا تھا۔ اسی مقام حرہ میں اہل مدینہ اور اس یزیدی لشکر کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اہل مدینہ کو شکست ہوئی۔ یزیدی لشکر مدینہ میں داخل ہوا۔ تین دن تک قتل و غارت کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اس لشکر نے اپنے گھوڑوں کو مسجد نبویؐ کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا تھا۔

ابوالفرج کی روایت ہے کہ کتب انساب میں ہے کہ محمدؓ بن عقیلؓ کا جعفر نامی کوئی بیٹا نہیں تھا۔

علیؓ بن عقیلؓ

محمد بن علی بن ابی حمزہ نے عقیلؓ بن عبداللہؓ بن عقیلؓ بن محمدؓ بن عقیلؓ بن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ بن عقیلؓ کی والدہ اُمّ ولد تھیں اور وہ عاشور کے روز درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

محمد بن عبداللہؓ بن جعفرؓ

حضرت محمدؓ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ نے میدانِ کربلا میں داخل ہوتے وقت یہ رَجز پڑھا تھا:

نَشكُوا إلَى اللّٰهِ مِنَ العُدوانِ
قِتالَ قَومٍ فِي الرَّدیٰ عُمیانٍ
قَد ترکُوا مَعالِمَ القُرآنِ
وَ مُحکَمَ التَّنزیلِ وَ التِّبیانِ
وَ أظهَرُوا الکُفرَ مَعَ الطُّغیانِ

"ہم اپنے دشمنوں کی شکایت بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہیں کہ یہ گروہ ہلاکت وضلالت میں حیران وسرگرداں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان دشمنوں نے قرآن ومحکمات تنزیل وفرقان اور ظواہر ونصوص کو ترک کر دیا ہے اور کفر وطغیان کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں۔"

آپؑ نے اس گروہِ اشرار سے جنگ کی اور ان کے دس آدمیوں کو آتشِ جہنم کی طرف دھکیلا۔ آپؑ کو عامر بن نہشل تمیمی نے شہید کیا (الفتوح: ج۵، ص۱۱۱ الارشاد: ج۲، ص۱۰۶ اعلام الوریٰ: ۲۴۶ مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص۱۰۶ مثیر الاحزان: ۶۷)۔

حضرت عونؑ بن عبداللہؓ بن جعفرؓ

حضرت محمدؑ بن عبداللہؓ کے بعد ان کے بھائی حضرت عونؑ بن عبداللہؓ نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا اور یہ رجز پڑھا:

إن تُنکِرُونی فَأنَا ابنُ جَعفَرٍ
شَهیدُ صِدقٍ فِي الجِنانِ أزهَرُ
یَطیرُ فِیها بِجَناحٍ أخضَرَ
کَفیٰ بِهٰذا شَرَفاً فِي المَحشَرِ

"اگر تم لوگ مجھے نہیں جانتے تو میں تمھیں بتائے دیتا ہوں کہ میں اس عظیم الشان شہید کا فرزند ہوں جو شہید صدق وصفا تھے جن کا چہرہ مہ تاب کی طرح درخشندہ ونورانی ہے جو جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ میدانِ محشر میں

ان کا یہ شرف ان کی نجات کے لیے کافی ہے۔"

آپؑ نے نیام سے تیغ بے دریغ نکالی اور گروہ اشرار سے جنگ شروع کردی۔ آپؑ نے دشمن کے تین سواروں اور چودہ پیادوں کو قتل کیا۔ آپؑ کو عبداللہ بن بطہ طائی نے شہید کر ڈالا (مقاتل الطالبین: ۹۷)۔

حضرت عبیداللہؑ بن عبداللہؑ بن جعفرؑ

ابوالفرج نے اپنے مقاتل میں حضرت عونؑ و محمدؑ کی شہادتوں کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عونؑ کو عبداللہ بن قطنہ تیہانی نے شہید کیا تھا۔

احمد بن سعید نے یحیٰی بن حسن سے روایت کی ہے کہ عبداللہؑ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ میدانِ کربلا میں موجود تھے اور وہ درجہ شہادت پر پہنچے تھے۔

عرضِ مترجم: حضرت عونؑ بن عبداللہؑ جعفر طیارؑ نے میدانِ کربلا میں دشمن کے اسی آدمیوں کو قتل کیا تھا (مقاتل الطالبین: ۹۷)۔

حضرت سید جزائری نے انوار نعمانیہ میں نقل کیا ہے کہ محمدؑ بن عبداللہؑ کی والدۂ گرامی حضرت زینبؑ بنت امام علی علیہ السلام ہیں (انوار نعمانیہ: ج ۱، ص ۳۴۱)۔

حضرت قاسمؑ بن امام حسنؑ

علامہ مجلسی نے ابوالفرج اصفہانی اور محمد بن ابی طالب وغیرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کے دوسرے فرزند حضرت قاسمؑ میدانِ جہاد میں آئے (تسلیۃ المجالس وزینۃ المجالس: ج ۲، ص ۳۰۴)۔

حضرت قاسمؑ بن امام حسن علیہ السلام کی ازدواجی حیثیت

عرضِ مترجم: چوں کہ حضرت قاسمؑ کی حکایت عروسی زبان زد عوام ہے۔ لہٰذا ضروری ہے اس بارے میں حقیقت نقل کردی جائے۔

علامہ مجلسیؒ نے خود نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے تین فرزند میدانِ کربلا میں

موجود تھے جو تینوں درجہ شہادت پر پہنچے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱- حضرت عمرؒ

۲- حضرت قاسمؒ

۳- حضرت عبداللہؒ

(البتہ) جناب علامہ مجلسیؒ نے اپنی اس کتاب میں چار فرزندوں کی روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے چار فرزند میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی تیرہ اولادیں تھیں ان میں سے ایک کا نام حسنؒ مثنیٰ ہے۔ ان کے بارے میں منقول ہے کہ آپؒ نہایت متقی و پرہیزگار انسان تھے۔ عبادت و زہد میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ آپؒ ایک پسندیدہ طبع اور جلیل القدر انسان تھے۔

حضرت امام علی علیہ السلام کے دورِ خلافت میں صدقات کی مسؤلیت آپؒ کے پاس تھی۔ آپؒ ایک فاضل و کامل بزرگ وار تھے۔ آپؒ بیابانِ نینوا میں اپنے عم بزرگ وار حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے۔ آپؒ جب میدانِ جنگ میں جہاد کے لیے گئے تھے تو آپؒ نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ اس دوران میں آپؒ کو کاری زخم لگے اور زخمی حالت میں زمین پر گر گئے تھے لیکن آپؒ کی شہادت نہ ہوئی تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا اعلان ہو گیا۔

جب اہل بیتؑ رسالتؐ کو اسیر بنایا گیا چوں کہ حضرت حسنؒ مثنیٰ زخمی تھے آپؒ کو بھی اسیر بنا لیا گیا لیکن اسما بن خارجہ نے آپؒ کو رہا کرا لیا تھا۔ اس نے عمر بن سعد سے کہا تھا کہ یہ حضرت خولہؒ کے فرزند ہیں انھیں اسیر نہیں بنایا جائے گا۔ آپؒ کو کوفہ لایا گیا اور آپ کا علاج کیا گیا۔ جب آپؒ صحت مند ہو گئے تو آپؒ کو واپس مدینہ بھیج دیا گیا۔

علامہ مجلسیؒ نے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت حسنؒ بن حسنؒ ایک دن مدینہ طیبہ میں اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں انھوں نے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ خواست گاری کی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے فرزند! تم میری کس دختر سے عقد کرنا چاہتے ہو؟

لیکن جب حسنؑ مثنیٰ حیا کی وجہ سے خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے کہ میں تمہارا عقد اپنی بیٹی فاطمہؑ کے ساتھ کر دیتا ہوں کیوں کہ وہ میری والدہ حضرت زہراؑ کی شبیہ ہیں۔

حضرت حسنؑ مثنیٰ کے بارے میں ہے کہ آپ پینتیس سال کی عمر میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ آپؑ کی زوجہ حضرت فاطمہؑ بنت حضرت امام حسینؑ نے آپؑ کی قبر پر خیمہ لگوا دیا تھا۔ جب رات ہوتی تو یہ شہزادیؑ اسی خیمہ میں آ جاتیں اور ساری رات اللہ کی عبادت کرتی رہتی تھیں۔ آپؑ دن کو روزے کے ساتھ ہوتی تھیں۔ آپؑ حسن و جمال میں جنت کی حوروں سے بھی بڑھ کر تھیں۔

آپؑ نے ایک سال مکمل اپنے شوہر کی قبر پر اپنے اللہ کی عبادت کی۔ جب سال مکمل ہوا تو آپؑ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جب رات ہو تو خیمے کو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ جب رات کے وقت خیمے کو وہاں سے ہٹایا گیا اور گھر لایا گیا تو اس مکرمہ خاتونؑ کے کان میں ہاتف کی آواز آئی جس نے یہ صدا لگائی جسے آپؑ نے گم کیا تھا کیا وہ آپؑ کو مل گیا ہے؟ پھر آپؑ نے سنا ایک دوسری آواز آپؑ کے کانوں میں آئی کہ جس نے کہا: کیا آپؑ نے اپنے گم کردہ کو نہیں پالیا؟ کیا آپؑ نا اُمید ہو گئی ہیں کہ واپس لوٹ رہی ہیں؟

حضرت حسنؑ مثنیٰ وہ قابل قدر شخصیت تھے جنھوں نے امامت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا تھا اور نہ شیعانِ حیدر کرارؑ نے ان کی طرف امامت کی نسبت دی ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے دسویں جلد والی اس روایت کو اپنی پہلی جلد میں بھی نقل کیا ہے۔ یہ روایت مشخص و معلوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ بن حسنؑ کی زوجہ تھیں (مقاتل الطالبین:۲)۔

علامہ مجلسیؒ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کی تعداد نقل کی ہے کہ امامؑ کی صرف دو

بیٹیاں تھیں: ایک نام سکینہؑ تھا اور دوسری کا نام فاطمہؑ تھا۔

ایک اور روایت میں تین بیٹیاں نقل کی ہیں تیسری بیٹی کا نام زینبؑ تھا۔

ایک اور روایت میں چار بیٹیوں کا ذکر آیا ہے چوتھی بیٹی کا نام فاطمہ صغریٰؑ جو مدینہ میں رہ گئی تھیں (تسلیۃ المجالس وزینت المجالس: ۴۵)۔

لیکن روایات کے مطابق آئینے میں جو بات اظہر من الشمس ہے کہ وہی فاطمہؑ کربلا میں موجود تھیں جو حضرت حسنؑ مثنیٰ کی زوجہ تھیں۔

جہاں تک حضرت قاسمؑ بن امام حسن علیہ السلام کی عروسی کی بات ہے تمام علما نے اس کی نفی کی ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں خود فرمایا ہے: میں نے کتب معتبر میں حضرت قاسمؑ کی شادی کے بارے میں کہیں نہیں دیکھا۔ اس امر کی جن باتوں سے نفی ہوتی ہے ان میں جو بہت ہی بھاری دلیل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت قاسم علیہ السلام شہادت کے وقت حد بلوغ تک نہیں پہنچے تھے (جلاء العیون: ۵۶۹)۔

ابو مخنف نے روایت کیا ہے کہ کربلا میں حضرت قاسم علیہ السلام کی عمر مبارک چودہ سال تھی۔
اس کے علاوہ کربلا کے میدان میں دشمن کی طرف سے جو شدائد پیدا ہو چکے تھے ان حالات میں ان کافروں کے ساتھ جنگ کرنے اور اپنا دفاع کرنے کے علاوہ کوئی اور فرصت ہی نہ تھی اور شہدا کے پاس اتنا وقت ہی نہ تھا کہ وہ میدانِ جنگ کی طرف جاتے وقت اہل حرم کے پاس جائیں اور ان سے وداع کریں۔

علامہ مجلسیؒ نے ان شہدا میں کسی شہید کے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ میدانِ جنگ کی طرف جاتے وقت اس نے اہل حرم سے وداع کیا ہو۔ ہاں انھوں نے صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ شہادت سے قبل امامؑ خیام میں تشریف لے گئے تھے اور انھوں نے اہل حرم سے وداع کیا تھا۔ جس کا ذکر عن قریب آئے گا۔

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام علم امامت سے جانتے تھے کہ حسنؑ بن حسنؑ زندہ رہیں گے اس لیے حضرت فاطمہ صغریٰؑ کو اس روز ان کے حوالے نہیں کیا تھا۔ اگر

میدانِ کربلا میں ان کے حوالے کرتے تو لوگوں پر یہ امر مشتبہ ہو جاتا اور لوگ خیال کرنے لگتے کہ شاید امامؑ نے حضرت قاسم علیہ السلام کی تزویج فرمائی ہو۔

علاوہ ازیں اس عرصہ بلا اور موقعہ دار و گیر میں تزویج کا کوئی فائدہ ہی نظر نہیں آتا اس لیے عقلاً اور نقلاً ثابت ہے کہ کربلا کے میدان میں حضرت قاسمؑ بن امام حسن علیہ السلام کی تزویج نہیں ہوئی تھی۔

علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ اکثر روایات یہ ہیں کہ حضرت قاسم علیہ السلام جب میدانِ جنگ کی طرف گئے تھے تو وہ ابھی سن بلوغ ہی کو نہیں پہنچے تھے۔

حضرت قاسمؑ بن امام حسن علیہ السلام بارگاہِ حسینیؑ میں

حضرت امام حسن علیہ السلام کا یہ شہزادہ حضرت قاسمؑ بارگاہِ حسینیؑ میں حاضر ہوا اور اپنے چچا کی خدمت میں جہاد کی اجازت چاہی۔ امامؑ کی نظر مبارک اپنے برادر بزرگ وارؑ کے فرزند عزیز پر پڑی کہ وہ میدانِ کارزار کی طرف عازم ہے تو آپؑ نے اپنے یتیم بھتیجے کو گلے سے لگا لیا اور رونا شروع کر دیا۔ امامؑ بھی رو رہے تھے شہزادہؑ بھی رو رہا تھا دونوں بزرگ وارؑ اتنا روئے کہ دونوں غش کھا کر زمین پر آ رہے۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو شہزادےؑ نے اس گروہِ اشرار سے جنگ کرنے کی اجازت چاہی لیکن امامؑ نے انکار کر دیا۔ جب شہزادےؑ نے دیکھا کہ ان کے سردار انھیں جنگ کی اجازت نہیں دینا چاہتے تو آپؑ نے اپنے چچا کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے شروع کر دیے اور عجز و الحاح پیش کرنے لگے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھتیجے کا جذبہ ایثار دیکھا تو انھیں جنگ کی رُخصت دے دی۔ جب شہزادےؑ کو جنگ کی اجازت ملی تو میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہوئے اور یہ رجز پڑھا:

إِن تُنكِرُونِي فَأَنَا ابنُ الحَسَنِ
سِبطُ النَّبِي المُصطَفى وَ المُؤتَمَنِ
هذَا حُسَينٌ كَا ألاسِير المُرتَهَنِ
بَينَ أُناس لاسُقُوا صَوبَ المَزنِ

"اگر تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو میں تمھیں بتائے دیتا ہوں کہ میں کون ہوں میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا فرزند ارجمند ہوں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط تھے۔ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں جو آج تمھارے درمیان ایک قیدی کی طرح محصور ہیں۔ اے گروہ اشرار! خدا تم پر بارانِ رحمت نازل نہ کرے۔"

یہ شہزادہؑ جب میدانِ جنگ میں آیا تو رُخسار چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں تھے۔ جب شہزادےؑ نے جنگ شروع کی تو جنگ کا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا۔ اس صغرسنی اور پیاس کے باوجود بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کو حیران و سرگردان کر دیا۔ آپؑ نے اپنی تلوار آب دار سے دشمن کے پینتیس افراد کو تہ تیغ کیا۔

عرضِ مترجم: ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے ستر افراد کو قتل کیا (مقتل الحسین:۷۰)۔

حمید بن مسلم کی روایت

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ جب اس شیر بیشۂ شجاعت نے میدانِ کارزار میں قدم رکھا تو میں اس وقت میدانِ جنگ میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ شہزادےؑ نے عبا پہن رکھی تھی۔ آپؑ نے پیراہن اور کمر بند بھی پہن رکھا تھا۔ آپؑ کے پاؤں مبارک میں نعلین تھی۔ ان کے ایک جوتے کا تسمہ پھٹا ہوا تھا' میں یہ کبھی نہیں بھولوں گا کہ وہ ان کا بایاں پاؤں تھا۔ اس وقت عمر سعد اسدی میرے قریب کھڑا تھا اس ملعون نے کہا: بخدا! میں ہر صورت اس نوجوان پر حملہ کروں گا۔

حمید کا بیان ہے کہ میں نے اُسے کہا: سبحان اللہ! تُو اس نوجوان سے کیا چاہتا ہے تجھے اس سے کیا کام؟ بخدا! یہ جوان تو اس قدر پیارا ہے اور قابلِ رحم ہے اگر وہ مجھ پر حملہ کر دے تو میں اس پر جوابی حملہ نہیں کروں گا۔ یہ بے شمار لشکر ہے جنھوں نے اس نوجوان کو گھیر رکھا ہے۔ ان پر حملہ کرنے کے لیے کافی ہیں تُو ان کے خون سے اپنے ہاتھ کیوں رنگین کرنا چاہتا ہے؟

لیکن اس ملعون نے کہا: میں ایسا کر کے رہوں گا۔ اس نے میری بات نہ مانی' اس نے اپنی تلوار نیام سے کھینچی اور اس مظلوم جوان کی طرف بڑھنے لگا جب قریب پہنچا تو اس نے اپنی تلوار ان کے سر مبارک پر ماردی۔ شہزادہ قاسمؑ منھ کے بل زمین کی طرف آرہے اور فریاد بلند

کی: اے چچا جانی! میری مدد کو آیئے۔

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے شہزادہ قاسمؑ کی آواز سنی تو آپؑ ان کی طرف اس طرح لپکے جس طرح غضب ناک باز اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ آپؑ حضرت قاسم علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپؑ کے سامنے لشکریوں کا سیلاب تھا آپؑ نے ان پر غضب ناک شیر کی طرح حملہ کر دیا۔ یہ بھاری لشکر آپؑ کے آگے اس طرح پراگندہ ہو گیا جس طرح طوفان کے سامنے مور و ملخ پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ آپؑ یادگار حیدر کرارؑ پر پہنچے۔

شہزادےؑ کا قاتل ابھی وہیں موجود تھا۔ آپؑ نے اپنی تیغ شرربار سے اس پر حملہ کر دیا۔ اس ملعون نے آپؑ کی شمشیر کے وار کو روکنے کے لیے اپنا بازو بطور سپر کے استعمال کیا جس سے اس کی کلائی کٹ کر زمین پر آ رہی اور گدھے کی سی زوردار آواز نکالی۔ جسے سن کر گروہ اشرار اس کی چیخ پر آناً فاناً جمع ہو گئے اور ان ملعونوں نے امامؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا تاکہ عمر کو امامؑ کے حملے سے بچا لیں جس کی وجہ سے جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی اور شہزادہ قاسمؑ کا جسم گھوڑوں کے سُموں سے پامال ہو گیا۔

قریب تھا کہ شہزادےؑ کی رُوح پُرفتوح کا شانہ بہشت کی طرف پرواز کرے کہ امامؑ، شہزادےؑ کے سر پر پہنچ گئے۔ اس وقت شہزادہ قاسمؑ نزع کے عالم میں تھے اور زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔

عرض مترجم: یہ حقیقت ہے کہ حضرت قاسم علیہ السلام کا بدنِ مبارک گھوڑوں کے سُموں سے پامال ہو گیا تھا لیکن روایت کا جو متن ہے اس میں تھوڑا سا اضطراب ہے جناب سید ابن طاؤس نے ''لہوف'' میں جو روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ جب جنگ مغلوبہ ہوئی تو اس وقت حضرت قاسم علیہ السلام کا قاتل گھوڑوں کے سُموں کے نیچے آ کر پامال ہو گیا تھا اور اس طرح وہ جہنم میں پہنچ گیا۔ کیوں کہ سید نے اس طرح روایت کی ہے:

فَصَاحَ صَیحَۃً

یعنی قاتل قاسمؑ

سَمِعَهُ اَهلُ العَسکَرِ وَ حَمَلَ اَهلُ الکُوفَۃِ لِیَستَنقِذُوہُ فَوَطَئَتہُ الخَیلُ حتّٰی ھَلَکَ

روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگوارؑ کا قاتل گھوڑوں کے سُموں تلے پامال ہوا تھا۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ جب غبارِ جنگ چھٹا لوگوں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے شہزادےؑ کے سرہانے کھڑے تھے اور فرما رہے تھے: بخدا! تیرے چچا پر یہ امر بہت بھاری ہے کہ تُو آواز دے اور وہ تیری آواز پر نہ پہنچے۔ اگر وہ تیرے پاس پہنچے تیری آواز پر لبیک کہے اور تیری مدد نہ کر سکے۔ ہاں! اگر تیری مدد کر بھی سکے لیکن اس مدد سے تجھے فائدہ نہ ہو۔ جن لوگوں نے تجھے قتل کیا ہے اللہ ان سے اپنی رحمت کو دور رکھے۔ پس آپؑ نے اپنے بھتیجے کے لاشہ کو اُٹھایا اور اپنے سینے سے چپاں کیا۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کشتہ جور و جفا کو اُٹھایا تو اس کے دونوں پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے میں نے خیال کیا کہ امامؑ اپنے شہزادےؑ کی لاش کو کہاں لے جانے والے ہیں تو میں نے دیکھا کہ آپؑ نے شہزادے کے لاشے کو وہاں آ کر رکھ دیا جہاں ان کے اہل بیتؑ کے پہلے مقتولین کے لاشے موجود تھے اور اس وقت فرمایا:

اَللّٰھُمَّ أَحصِھِم عَدَداً وَ اقتُلھُم بَدَداً وَلَا تُغَادِر مِنھُم أَحداً وَلاَ تَغفِرلَھُم أَبَداً صَبراً یَا بَنِي عُمُومَتِي صَبراً یَا أَھلَ بَیتِي! لَا رَأَیتُم ھَوَاناً بَعدَ ھٰذَا الیَومِ أَبَداً

”اے میرے پروردگار! ان لوگوں کی جمعیت کو اپنے قہر و غضب میں محیط کر لے۔ انھیں پراگندہ کر دے۔ انھیں اکیلا اکیلا کر کے قتل کر، ان میں سے زمین پر کسی کو نہ چھوڑ، ان میں سے کسی کی مغفرت نہ کر۔“

آپؑ نے پھر اپنے شہدا سے خطاب فرمایا:

”اے میرے خاندان کے سپوتو! آج ان مصائب و آلام پر صبر کرو اس

کے بعد تم کبھی حیرانی و سرگردانی میں مبتلا نہ ہو گے" (الارشاد: ج۲، ص۱۰۷، اعلام الوریٰ: ۲۴۷، مناقب آلِ ابی طالب، ج۴، ص۱۰۶)۔

حضرت عبداللہؑ بن حسن علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ سے منقول ہے کہ شہزادہ قاسم علیہ السلام کی شہادت کے بعد ان کے بھائی حضرت عبداللہؑ بن حسن علیہ السلام نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا۔ آپؑ جب میدان میں اُترے تو آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

اِن تُنكِرُونِی فَاَنَا ابنُ حَیدَرَہ
ضِرغامُ اجامٍ وَ لَیث قسورَۃ
عَلَی الاَعادی مِثلُ رِیحٍ صَرصَرَۃ

"اگر آپ لوگ مجھے نہیں جانتے تو میں بتائے دیتا ہوں میں کون ہوں میں امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام کا فرزندِ ارجمند ہوں۔ میں عرصہ کارزار میں شیر بیشہ شجاعت ہوں اور اپنے دشمنوں پر بادِ صرصر کے مانند (چلتا) ہوں۔"

جب آپؑ نے اس گروہِ اَشرار پر حملہ کیا تو ان کے چودہ افراد کو واصلِ جہنم کیا۔ آپؑ کو ہانی بن شبیث نے شہید کیا۔ جب اس ملعون نے آپؑ کو شہید کیا تو اس کا چہرہ سیاہ ہو کر رہ گیا (مقاتل الطالبین: ۹۳۔ آئندہ صفحات میں موجود ہے کہ عبداللہؑ بن حسنؑ چھوٹے بچے تھے۔ آپؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی گود میں تھے کہ حرملہ کے تیر سے آپؑ شہید ہوئے تھے [اللھوف: ۱۱۲، مثیر الاحزان: ۷۳])۔

ابوالفرج اصفہانی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عبداللہؑ بن حسنؑ کا قاتل حرملہ بن کاہل اسدی ہے نہ کہ ہانی بن شبیث حضرمی۔

حضرت ابوبکرؑ بن حسن علیہ السلام

حضرت عبداللہؑ بن حسن علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکرؑ بن حسن علیہ السلام نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا۔ ان کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔

مدائنی نے ابومخنف سے روایت کی ہے اور اس نے سلیمان بن ابی راشد سے سنا کہ اس بزرگ وارؑ کو عبداللہ بن عقبہ غنوی نے شہید کیا تھا (گذشتہ مصادر)۔

احمدؑ بن حسن علیہ السلام

عرضِ مترجم: ابومخنف نے اپنے مقتل میں درج کیا ہے کہ حضرت قاسم علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت احمدؑ بن حسن علیہ السلام نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا۔ اس وقت آپؑ کی عمر مبارک سولہ سال تھی۔ آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

إِنِّی أَنَا نَجلُ الْأَمامِ ابنِ عَلِی
أَضرِبُکُم بِالسَّیفِ حَتّی یَفلُلَ
نَحنُ وَ بَیتِ اللّٰهِ أَولادُ النَّبِی
أَطعَنُکُم بِالرُّمحِ وَسطَ القَسطَلِ

''میں امام حسن علیہ السلام کا فرزند ہوں جو حضرت امام علی علیہ السلام کے فرزند ہیں۔
میں تمھاری گردنوں پر اپنی تلوار آب دار سے حملہ کروں گا جس سے تمھاری
جانیں موت سے ہم کنار ہوں گی۔ بیت اللہ کی قسم کہ ہم پیغمبرؐ کی اولاد ہیں
معرکہ کارزار کے غبار میں اپنے نیزۂ جاں گداز سے تم پر حملہ کروں گا۔''

اس بیشۂ شجاعت کے شیر نے اپنی شمشیر آب دار سے اسّی افراد کو جہنم واصل کیا۔ سخت گرمی اور سخت جنگ کی وجہ سے پیاس نے آپؑ کو حال سے بے حال کر دیا۔ آپ واپس امامؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: میرے جگر میں پیاس نے آگ لگا دی ہے اگر ایک گھونٹ پانی کا مل جائے تو میں پوری قوت کے ساتھ دشمن کے حملوں کا جواب دوں گا۔

یہ سن کر فرزند رسولؐ نے انھیں فرمایا: اے میری جان! اے میرے بھائی کی نشانی! چند لمحات کے لیے عطش و تشنگی کو برداشت کر لیجیے آپؑ کے جد بزرگ وارؐ آپؑ سے ملاقات کرنے والے ہیں وہ آپؑ کو آبِ کوثر سے سیراب کریں گے جس کے بعد آپؑ کی تشنگی دور ہو جائے گی۔ بعد ازیں اس دلاورِ عرصہ کارزار اور گلِ بوستانِ احمد مختارؐ نے میدانِ جہاد میں قدم

رکھا‘ اپنی شمشیر انتقام سے دشمن کی فوج کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ اس دوران یہ رجز پڑھا:

اِصبِر قلیلاً فَالْمنی بَعدَ العَطَشِ
فَاِن رُوحی فِی الجِهادِ تنکمشُ
لا اَرهَبُ المَوتَ اِذاِلمَوتُ وَحَشُ
وَلَم اُکُن عِندَ اللّٰهِ ذاتَ رَعشٍ

”بس عطش و تشنگی پر تھوڑا سا صبر کر جب آرزوئے شہادت پوری ہو جائے گی تو پیاس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ان کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے میری روح کو بڑی جلدی ہے۔ موت ایک ڈراؤنی چیز ہے لیکن میں موت سے ڈرنے والا (ہرگز) نہیں ہوں۔ جب میں دشمن کے مدمقابل ہوتا ہوں تو میرے جسم میں لرزہ پیدا نہیں ہوتا۔“

آپؑ نے اس حملے میں دشمن کے پچاس افراد کو تہ تیغ کیا۔ پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

اِلَیکُم مِن بَنی المُختارِ ضَرباً
یَشیبُ لِهَولِهِ رَاْسُ الرَّضیعِ
یَبِیدُ مَعاشِرَالکُفّارِ جَمعا
بِکُلِّ مُهَنَّدٍ عَضبٍ قَطیعِ

”اے لوگو! احمد مختارؐ کے فرزندوں کے تابڑ توڑ حملوں سے بچنے کی کوشش کرو۔ ان کی تلواروں میں اس قدر شدت سے ہے کہ جن کے خوف سے دودھ پیتے بچوں کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ میں ان کافروں اور فاسقوں کو اپنی ہندی تلوار سے قتل کرنے نکلا ہوں۔“

آپؑ نے پھر قبضہ تلوار پر ہاتھ رکھا اور عمر بن سعد کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس دوران میں آپؑ نے دشمن کے ساٹھ افراد کو واصل جہنم کیا۔ لیکن دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے آپؑ کو کاری زخم آئے اور شہید ہو گئے (مقتل الحسینؑ: ۸۴)۔

حضرت ابوبکرؓ بن علی علیہ السلام

تمام اربابِ مقاتل نے درج کیا ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی تمام اولاد شہید ہوگئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرت امیر علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے جس نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا وہ حضرت ابوبکرؓ بن علی علیہ السلام تھے۔ ان کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔ ان کی والدہ کا اسم گرامی لیلیٰ تھا جو مسعود بن خالد بن ربعی تمیمی کی دختر تھیں۔ آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

شَیخی عَلِیّ ذُوالفِخارِ الأَطوَلِ
مِن هاشِمِ الصِّدقِ الکَرِیمِ المَفضَلِ
هَذا حُسَینُ بنُ النَّبِیِ المُرسَلِ
عَنهُ نُحامی بِالحِسامِ المُصقَلِ
تَفدِیهِ نَفسی مِن أَخٍ مُبَجَّلِ

"امیر المومنین امام علی علیہ السلام میرے والد گرامی ہیں جن کے مناقب زمین و آسمان پر بھاری ہیں جو حضرت ہاشمؑ کی اولاد ہیں جن کے فضائل زمانہ جانتا ہے۔ یہ میرے سردار حسینؑ ہیں جو نبی اکرمؐ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ اپنی صیقل شدہ قاطع تلوار سے ان کا دفاع کروں گا۔ میری جان ان بزرگ وارؑ پر قربان! کیوں کہ وہ میرے برادر بزرگ وار اور صاحبِ عزت و وقار ہیں۔"

پھر آپؑ نے زوردار جنگ کی ایک بھاری تعداد کو خاکِ ذلت میں ملایا۔ زجر بن بدر نخعی نے آپؑ پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے آپؑ مقامِ شہادت پر پہنچے۔

بعض سے مروی ہے کہ آپؑ کے قاتل کا نام عبداللہ بن عقبہ غنوی ہے (مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۰۷، الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۲)۔

ابوالفرج سے منقول ہے کہ ان کا قاتل نامعلوم ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ انھیں قبیلہ ہمدان کے کسی آدمی نے شہید کیا تھا۔

مدائنی نے لکھا ہے کہ یہ بزرگ وارؑ میدانِ جنگ میں مقتول پائے گئے۔ ان کے قاتل کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ انھیں کس نے قتل کیا تھا (مقاتل الطالبین: ۹۱، تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۸، الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۹۲)۔

حضرت عمرؑ بن امام علی علیہ السلام

اس بزرگ وارؑ کی شہادت کے بعد حضرت عمرؑ بن علی علیہ السلام نے میدانِ قتال میں قدم رکھا۔ آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

أَضْرِبُكُمْ وَلَا أَرىٰ فِيكُمْ زَحَرْ
ذَاكَ الشَّقِيَّ بِالنَّبِيِّ قَدْ كَفَرْ
يَا زَحَرُ تَدَانِ مِنْ عُمَرْ
لَعَلَّكَ الْيَوْمَ تَبَوَّأُ مِنْ سَقَرْ
شَرَّ مَكَانٍ فِي حَرِيقٍ وَ سُعُرْ
لِأَنَّكَ الْجَاحِدُ يَا شَرَّ الْبَشَرْ

"میں تمھیں اپنی آب دار، تیز و تند اور مرگ ریز تلوار سے موت سے ہم کنار کروں گا۔ زحر کو تمھارے درمیان نہیں دیکھ رہا ہوں۔ وہ بدبخت دشمن خدا و رسولؐ ہے۔ اے زحر! عمرؑ کے قریب آ، تُو آج میری تلوار کا لقمہ بننے والا ہے جس کے بعد تُو جہنم کا ایندھن بنے گا کیوں کہ تُو منکر خدا اور منکر رسول اللہؐ ہے۔ اے بدترین نوعِ بشر!"

پس اس بزرگ وارؑ نے اپنے بھائی کے قاتل زحر پر حملہ کیا اور اُسے گھوڑے سے زمین پر گرایا۔ پھر دشمن نے ہر طرف سے آپؑ کو گھیر لیا۔ لیکن یہ یادگار حیدرِ کرارؑ و شیر بیشہ کارزار ذرہ برابر بھی دشمن سے نہ گھبرائے، اپنی شمشیر آب دار سے سب کو بھگا دیا۔ اس وقت آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

خَلُّوا عِدَاةَ اللهِ خَلُّوا عَنْ عُمَرْ
خَلُّوا عَنِ اللَّيْثِ الْعَبُوسِ الْمُكْفَهِرْ

يضرِبُكم بسيفِهِ وَ لا يفرُّ
وَ لَيسَ فيها كَالحَبانِ المُنجحِرِ

"عمرؑ سے دور رہو اور اس سے کنارہ کش رہو ایک خشم ناک و غضب ناک شیر سے فاصلے پر رہو میں تمھیں اپنی تلوار کی ضربیں لگاؤں گا۔ میں جنگ جو ہوں' میں حرب و ضرب کے گر جانتا ہوں' اناڑی نہیں ہوں۔"

آپؑ دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے' ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ اس دوران میں دشمنوں نے آپؑ کو شہید کر ڈالا۔

حضرت عثمانؑ بن امام علی علیہ السلام

اس بزرگ وارؑ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان علیہ السلام میدانِ جہاد کی طرف آئے۔ ان کی والدہ حضرت اُمّ البنینؑ ہیں جو حرام بنی خالد کلابی کی دختر تھیں۔ آپؑ حضرت عباس علیہ السلام کے مادری بھائی ہیں۔ آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

إِنّی أَنَا عُثمانُ ذُوالمَفاخِرِ
شَیخی عَلیٌّ ذُوالفعالِ الطّاهِرِ
وَ اِبنُ عَمّ لِلنَّبِیِّ الطّاهِرِ
أَخِی حُسَینُ خَیرَةُ الأخایِرِ
وَ سَیِّدُالکِبارِ وَ الأصاغِرِ
بَعدَالرَّسُولِ وَ الوَصِیِّ النّاصِرِ

"میں صاحب مفاخر و مناقب عثمانؑ ہوں۔ میرے بزرگ وار امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں جن کے کارنامے دنیا جانتی ہے۔ وہ صاحب جود و کرم تھے۔ وہ رسول اللہؐ طاہر و مطہر کے پسر عم ہیں۔ حسینؑ میرے برادر بزرگ وار ہیں جو کائنات کے تمام لوگوں سے نیکوتر اور بہتر ہیں۔ وہ رسول اللہؐ اور امام علی علیہ السلام کے بعد اس زمین میں اللہ کی حجت ہیں

اور ہر چھوٹے بڑے سبھی کے آقا و مولاؑ ہیں۔"

آپؑ نے زوردار جنگ کی۔ خولی بنی یزید اصبحی نے آپؑ کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا جو آپؑ کی پیشانی مبارک میں پیوست ہوگیا۔ آپؑ اپنے گھوڑے سے زمین کی طرف آئے۔ بنی ابان بن حازم کے ایک ملعون نے آپؑ کے مبارک سر کو آپؑ کے بدن سے جدا کیا (مناقب آلِ ابی طالب: ج۴، ص۱۵۷)۔

حضرت عثمانؑ بن امام علی علیہ السلام کا سن شریف

ابوالفرج اصفہانی نے یحییٰ بن حسن سے، اُس نے علی بن ابراہیم سے، اُس نے عبیداللہ بن حسن سے اور عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمانؑ بن علی علیہ السلام کی عمر وقتِ شہادت اکیس (۲۱) سال تھی (مقاتل الطالبین: ۸۹)۔

ضحاک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ خولی ملعون نے آپؑ کو تیر مارا جس کی وجہ سے آپؑ کی شہادت ہوئی۔ قبیلہ بنی ابان بن دارم کے ایک ملعون نے آپؑ کا سر تن سے جدا کیا (مقاتل الطالبین: ۲۱، بحارالانوار: ج۳۱، ص۳۰۷)۔

مروی ہے کہ امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے جب اپنے اس شہزادےؑ کا نام رکھا تو فرمایا: میں نے ان کا نام اپنے برادر عثمان بن مظعون کے نام پہ رکھا ہے (مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۴، ص۱۵۷)۔

ابوالفرج نے حضرت عمرؑ بن علی علیہ السلام کو شہدائے کربلا میں ذکر نہیں کیا (مقاتل الطالبین: ۸۹)۔

حضرت جعفرؑ بن امام علی علیہ السلام

اربابِ مقاتل سے منقول ہے کہ حضرت عثمانؑ بن امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت جعفرؑ بن علی علیہ السلام میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ حضرت اُمّ البنینؑ کے بطن مبارک سے تھے۔ انھوں نے یہ رجز پڑھا:

إِنّي أَنَا جَعفَرٌ ذُوالمَعَالِي

ابنُ عَلِيٍّ الخَيرِ ذِی النَّوالِ

حَسبی بِعَمّی شَرَفاً وَ خالی
أحمی حُسَینا ذَالنّدیٰ المفضالِ

''میں جعفرؑ صاحب مفاخر ومناقب ہوں۔ میں بلند مرتبہ صاحب جود وکرم امام علی علیہ السلام کا فرزند ہوں۔ میری شرافت ونجابت کے لیے اتنا کافی ہے کہ میرے چچا حضرت جعفر طیار علیہ السلام ہیں اور میرے ماموں اپنی شرافت و بزرگ واری میں معروف ہیں۔ میں اپنے سید وسردار حضرت امام حسین علیہ السلام کا حامی ہوں اور ان کی نصرت کے لیے آمادۂ جنگ ہوں۔ میرے آقا صاحب جود وکرم ہیں' جن کے فضائل بے شمار ہیں۔''

جب آپؑ میدانِ کارزار میں اُترے تو آپؑ نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ خولی نے آپؑ کی طرف اپنی کمان کے چلے سے تیر چھوڑا جو آپؑ کی آنکھ کے قریب لگا جس کی وجہ سے آپؑ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور آپؑ کی روحِ پُرفتوح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔

حضرت عبداللہؑ بن امام علی علیہ السلام

حضرت جعفر علیہ السلام کے بعد حضرت عبداللہؑ بن امام علی علیہ السلام میدانِ جنگ میں آئے۔ آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

أنَا ابنُ ذِی النّجدَۃِ وَالإفضالِ
ذاکَ عَلِیُّ الخَیرِ ذُوالفِعالِ
سَیفُ رَسُولِ اللّٰہ ذُوالنّکالِ
فِی کُلِّ قَومٍ ظَاہِرُ الأھوالِ

''میں اس ہستی کا فرزند ارجمند ہوں جو اپنی عظمت وبزرگ واری میں اپنی مثال آپ تھے۔ جن کے فضائل ومناقب سے زمانہ واقف ہے۔ وہ رسولؐ اللہ کے غزوات کے علم بردار تھے جنھوں نے ہمیشہ رسولؐ اللہ اور اسلام کی

حفاظت کی تھی۔ ان کی بہادری اور جرأت کی داستانیں صفحۂ دہر پر ثبت ہیں۔ آپؑ نے میدانِ کارزار میں جرأت اور بہادری کی عظیم الشان داستان رقم کی۔"

آخرکار ہانی بن ثبیت حضرمی نے آپؑ کو شہید کیا۔

ابوالفرج نے اپنی سند کے حوالے سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہؑ کی عمر شہادت کے وقت پچیس سال تھی۔ آپؑ کی اولاد نہیں تھی۔ حضرت جعفرؑ بن علی علیہ السلام جوان کے چھوٹے بھائی تھے ان کی عمر وقتِ شہادت سولہ سال تھی (مقاتل الطالبین:۸۸)۔

ابوالفرج کی روایت

ابوالفرج نے ابی مخنف سے اور اس نے عبداللہ بن عاصم سے اور اس نے ضحاک مسرقی سے روایت کی ہے۔ ضحاک کا کہنا ہے: حضرت عباسؑ بن علی علیہ السلام نے اپنے مادری اور پدری بھائی حضرت عبداللہؑ بن علی علیہ السلام سے فرمایا: اے میرے برادر! تم میدانِ جنگ میں جاؤ اور میرے سامنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرو تاکہ میں تمھیں شہید دیکھوں۔ میں بارگاہِ خداوندی سے تمھاری شہادت کا اجر طلب کروں کیوں کہ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ جب اس شہزادےؑ نے اپنے بھائی کی بات سنی تو مبارزت کے لیے میدانِ جنگ میں آئے اور مشغولِ جنگ ہوئے۔ آخر ہانی بن ثبیت نے آپؑ کو شہید کیا (مقاتل الطالبین:۸۸)۔

ابوالفرج سے منقول ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے دوسرے مادری اور پدری بھائی حضرت جعفر علیہ السلام کو بھی خود میدانِ جنگ کی طرف بھیجا تھا انھیں بھی ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا تھا (مقاتل الطالبین:۹۸)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت جعفرؑ بن علی علیہ السلام کا قاتل خولی اصبحی تھا (مقاتل الطالبین:۸۸)۔

حضرت محمد اصغرؑ بن امام علی علیہ السلام

ابوالفرج کی روایت ہے کہ حضرت محمد اصغر علیہ السلام کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا حضرت محمد اصغر علیہ السلام کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ان کا قاتل قبیلہ بنی تیم یا بنی ربان بن دارم کا ایک فرد تھا (مقاتل الطالبین)۔

حضرت ابراہیمؑ بن امام علی علیہ السلام

ابوالفرج نے محمد بن علی بن حمزہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ اُمّ ولد تھیں وہ روزِ عاشور میدانِ کارزار میں شہید ہوئے (مقاتل الطالبین)۔

حضرت عبیداللہؑ بن امام علی علیہ السلام

ابوالفرج کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں محمد بن علی بن حمزہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں سنا۔ میں نے کتب انساب میں ابراہیمؑ کا کوئی ذکر دیکھا ہے نہ ان کی کوئی علامت پائی ہے۔ محمد بن علی بن حمزہ نے یحییٰ بن حسن سے نقل کیا ہے اور اسی نے ابوبکر بن عبیداللہ طلحی سے نقل کیا۔ اس نے اپنے والد عبیداللہ سے سنا کہ اس نے کہا کہ عبیداللہؑ بن امام علی علیہ السلام میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

ابوالفرج نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ کلام محض خطا ہے' کیوں کہ حضرت عبیداللہؑ جنگ مذار میں شہید ہوئے تھے۔ مختارؓ کے لوگوں نے انھیں قتل کیا تھا۔ میں نے اس روایت کو کتب مذار میں دیکھا ہے (مقاتل الطالبین)۔

حضرت عبیداللہؑ بن علی علیہ السلام کے بارے میں چند تحقیقی باتیں

عرضِ مترجم: یہ روایت کہ اصحابِ مختار نے حضرت عبیداللہؑ بن علی علیہ السلام کو قتل کیا تھا' صحیح نہیں ہے' کیوں کہ مختار ثقفیؒ کے لوگوں نے ان لوگوں کو قتل کیا تھا جو قاتلانِ امام حسینؑ تھے۔ جہاں تک بات ہے جنگ مذار کی' معلوم نہیں ہے کہ حضرت مختارؓ کے غزوات میں سے جنگ

وارد ہے یا نہیں ہے۔ یا پھر یہ ممکن ہے کہ کسی اشتباہ میں انھیں قتل کیا گیا ہو یا پھر اس مختار سے مراد مختار بن ابی عبیدہ ثقفیؒ کے بجائے کوئی اور مختار ہو۔ اصل روایت کا کچھ پتا نہیں ہے[1]

۶۷ ہجری میں جب عبداللہ بن زبیر کو حکومت ملی تو اُس نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو عراق کی طرف بھیجا۔ حضرت عبداللہؓ بن امام علی علیہ السلام بصرہ چلے گئے اور مصعب بن زبیر سے جا ملے۔ مصعب نے ان کا استقبال کیا اور ایک لاکھ درہم بھی پیش کیے۔ اہل بصرہ مصعب کی اطاعت میں تھے اور مہلب بن ابی صفرہ ان کا امیر تھا۔ مصعب حضرت عبداللہؓ کے ہمراہ کوفہ کی طرف چلا آیا۔ مصعب نے دریائے فرات سے اہل بصرہ کے لیے نہر کھدوائی' اسی وجہ سے اس نہر کا نام نہر بصرہ مشہور ہوا۔ ابونعرہ منذر بن مالک بن قطعہ اس جنگ میں مصعب کے ساتھ تھا۔ ابونعرہ شیعان علیؑ میں سے تھے۔ اس دوران میں حضرت مختار ثقفیؒ نے عبداللہ بن زبیر سے اعلانِ جنگ کر دیا اور اس کے مقابلے کے لیے احمد بن شمیط کو لشکر کا مقدمہ بنا کر بھیج دیا۔ اِدھر مصعب بن زبیر حضرت مختارؒ کے مقابلے میں آیا۔ اُس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ مختارؒ بہت جھوٹا آدمی ہے اور وہ تمھیں دھوکے میں رکھے ہوئے ہے کہ اس نے اعلان کیا ہوا ہے کہ اُس نے آلِ محمدؐ کا انتقام لینے کے لیے خروج کیا ہے وہ اس امر میں جھوٹا ہے حالاں کہ یہ عبیداللہؓ بن علیؑ جو آلِ محمدؐ کے خون کا وارث ہے وہ بھی مختارؒ کے بارے میں یہی کچھ کہتے ہیں کہ مختار ثقفیؒ ایک جھوٹا آدمی ہے۔

مصعب نے عباد حطمی کو اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ حضرت عبیداللہؓ بن علیؑ بن ابی طالبؑ بھی اُس کے ہم راہ تھے۔ وہ رات کے وقت اپنی منزل پر پہنچے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اُسے مصعب نے محمد بن اشعث کو مقدمہ کے طور پر روانہ کیا تھا۔ عبیداللہؓ بن امام علیؑ بھی اس

---

(1) حضرت عبیداللہؓ بن امام علی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت لیلیٰ، مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سلمی بن جندل بن نہشل بن دارم کی دختر تھیں۔ جناب مسعود بن خالد ایک مشہور زمانہ شجاع انسان تھے اور ایک نیک اور زاہد انسان تھے۔ وہ حجاز سے کوفہ چلے آئے تھے اور یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ جب مختار ثقفیؒ نے کوفہ کی حکومت سنبھالی تو اس کا جناب مسعود سے کسی امر پر اختلاف ہو گیا تھا اس نے چند دنوں کے لیے آپ کو زندان بھیج دیا تھا' مگر پھر آپ کو رہا کر دیا۔

کے ساتھ تھے۔ جب مصعب کا لشکر مختار ثقفیؓ کے لشکر کے قریب پہنچا تو مختارؓ نے اس کے لشکر پر شب خون مارا۔ مختارؓ نے ان کے چھے ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا۔ عبیداللہؓ اور محمد بن اشعث مصعب کی پناہ میں تھے دونوں اس جنگ میں مارے گئے۔ مختار ثقفیؓ کو ان کی موت کا کوئی علم نہ تھا۔ یہ جنگ رات بھر جاری رہی اور آخر کار مصعب کی فوج پسپا ہو گئی۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ جب مصعب مختار ثقفیؓ سے جنگ کرنے کے لیے نکلا تو حضرت عبیداللہؓ بن امام علی علیہ السلام نے مصعب کے ساتھ جانے سے معذرت کی اور اپنے ماموں نعیم بن مسعود کے پاس چلے گئے۔ لیکن نعیم بن مسعود، مصعب کے ساتھ جنگ کے لیے حرکت میں تھا۔ جب مصعب بصرہ سے دور نکل آیا اِدھر بصرہ میں سعد بن زید منات بن تمیم کے بیٹے حضرت عبیداللہؓ کے پاس آئے اور اُن سے کہا: ہم آپؓ کے ماموں ہیں آپؓ ہمارے گھر تشریف لائیں ہم آپؓ کا بہت زیادہ اکرام کریں گے۔ حضرت عبیداللہؓ ان کے پاس چلے گئے۔ جب وہ ان کے پاس گئے تو انھوں نے ان کی بہت زیادہ عزت کی اور کہا کہ ہم آپؓ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں' آپؓ ہمارے خلیفہ ہیں لیکن عبیداللہؓ نے یہ سن کر انکار کر دیا کہ ابھی وقت نہیں ہے' تم اس امر میں جلدی نہ کرو۔

لیکن اس بات کی اطلاع مصعب تک پہنچ گئی کہ بصرہ کے کچھ لوگوں نے عبیداللہؓ بن علیؓ کی بیعت کر لی ہے تم اس خبر سے کیوں نابلد ہو فوراً اقدام کرو۔ یہ سن کر مصعب نے عبیداللہؓ کے ماموں کو بلایا اور اس سے کہا: میں تو تمھاری بہت عزت کرتا تھا اور اپنے اس کام میں تمھیں اہمیت دے رہا ہوں۔ اِدھر بھانجے کا یہ حال ہے کہ اس نے بصرہ میں شورش برپا کی ہوئی ہے۔ اس نے خیانت کی ہے۔ نعیم بن مسعود نے قسم اُٹھائی کہ اُسے اس امر کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔ مصعب نے اس کی بات قبول کر لی اور اُس سے کسی قسم کا مؤاخذہ نہ کیا لیکن مصعب نے نعیم سے کہا کہ میں نے عبیداللہ بن عمر کی طرف خط لکھا' اُس سے اس مورد میں جو غفلت ہوئی اس کی سرزنش کی ہے۔ نعیم نے کہا: اس بات کو آگے مت بڑھایئے میں خود اسے کنٹرول کر لوں گا اور عبیداللہؓ بن امام علیؓ کو تمھارے پاس لے آؤں گا۔

نعیم فوراً بصرہ پہنچا اور حنظلہ اور عمرو بن تمیم اور ان کے گھر والوں سے ملاقات کی اور انھیں بنوسعد کے افراد کے سامنے کیا اور کہا: خدا کی قسم! جو کام تم نے کیا ہے اس میں تمھاری خیر نہیں تم تو قبیلہ تمیم کو برباد کرنا چاہتے تھے۔ میرے بھانجے کو میرے حوالے کرو۔ ان لوگوں نے عبیداللہؓ کو نعیم کے حوالے کر دیا' نعیم عبیداللہؓ بن علیؑ کو اپنے ساتھ لے کر مصعب کے پاس جا پہنچا۔ جب وہ دونوں مصعب کے پاس پہنچے تو مصعب نے عبیداللہؓ سے کہا: اے برادر! تجھے کس بات نے اس امر پر اُکسایا تھا؟

عبیداللہؓ نے قسم کھاتے ہوئے کہا: نہ اس نے یہ کام کیا ہے اور نہ اُسے اس بات کا علم ہے۔ میں اس کام کو پسند ہی نہیں کرتا۔ اگر وہ مجھ سے کچھ چاہتے تھے تو میں انکار کر دیتا تھا۔ مصعب نے اس کی بات تسلیم کر لی۔ اس وقت مصعب نے عباد حبطی سے کہا کہ وہ لشکر لے کر مختار ثقفیؓ کے مقابلے کے لیے نکلے۔ عبیداللہؓ بن علیؑ بھی اس لشکر کے ساتھ تھے۔ آخرکار وہ مذار کے علاقے پہنچے۔ وہاں مختار ثقفیؓ پہلے سے بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ مختارؓ کے لشکر نے مصعب کے لشکر پر شب خون مارا اور اس کے بہت سے افراد کو قتل کر ڈالا۔ اس کے تھوڑے سے لوگ بچ گئے جنھوں نے مشکل سے اپنی جانیں بچائیں اور وہ بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبیداللہؓ بن علیؑ اُسی رات قتل ہوئے۔

جب صبح ہوئی اور دوبارہ جنگ ہوئی تو مختارؓ کی فوج نے شکست کھائی۔ مختارؓ کوفہ کی طرف چلا آیا اور قصر میں پناہ لیا' اس وقت اس کی فوج منتشر ہو چکی تھی۔ کچھ دنوں بعد اس کے لوگ اس کے پاس جمع ہوئے جن کی تعداد آٹھ ہزار تھی وہ سب دارالامارہ میں محصور ہو گئے تھے۔ مصعب نے چار ماہ ان کا محاصرہ جاری رکھا۔

کتاب الفتوح میں ہے کہ مذار کے دن مختارؓ کے ایک فوجی نے جو عبیداللہؓ بن علیؑ کو نہیں جانتا تھا اس کے پیچھے جا کر اس پر اپنی تلوار کا وار کیا اور اُسے شہید کر ڈالا۔

تمام ارباب تاریخ نے پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عبیداللہؓ بن امام علیؑ کو مختارؓ کے آدمی نے قتل کیا تھا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ آدمی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہیں۔

اس نے لاعلمی میں انھیں شہید کیا تھا۔ حضرت عبیداللہؓ بن علیؑ واسط اور بصرہ کے درمیان مذار نامی جگہ پر قتل ہوئے تھے۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ عبیداللہؓ بن علیؑ جنگ مذار میں حضرت مختار ثقفیؓ کے لشکر میں تھے۔ جو لوگ مختارؓ کے ہمراہ دارالامارہ میں تھے اُس (مصعب) نے کسی کو امان نہ دی تھی ان سے جنگ کی۔ جب دیکھا کہ معاملہ سخت ہو گیا ہے تو اُس نے عام امان کا اعلان کیا' پھر اُس نے سبھی لوگوں کو قتل کر دیا۔ مختار ثقفیؓ کے ساتھ قتل ہونے والوں میں سے ایک عبیداللہؓ بن امام علیؑ بھی تھے۔ جب جنگ مذار ختم ہوئی اور مختارؓ نے شکست کھائی اور ان کے ہاتھوں قتل بھی ہو گیا تو مہلب نے مصعب سے کہا: یہ ہمیں فتح نصیب ہوئی ہے۔ خوشی کی بات ہے لیکن اے کاش! محمد بن اشعث قتل نہ ہوتا۔

مصعب نے کہا: تُو نے سچ کہا ہے خدا محمد پر رحمت کرے۔

تھوڑی دیر بعد مصعب نے مہلب سے کہا: اے مہلب! ایک اور بات ہے۔

مہلب نے کہا: کون سی بات ہے؟

تمھیں معلوم ہے کہ عبیداللہؓ بن علیؑ بھی قتل ہو گئے ہیں؟

مہلب نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔

مصعب نے کہا: یہ وہ آدمی تھا جسے چاہیے تھا کہ وہ ہماری اس فتح کو دیکھتا۔ کیا تُو جانتا ہے کہ اُسے کس نے قتل کیا ہے؟

مہلب نے کہا: نہیں' میں نہیں جانتا کہ اُسے کس نے قتل کیا ہے؟

مصعب نے کہا: اُسے اُس نے قتل کیا ہے جو اس کے باپ کا شیعہ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ عبیداللہؓ امام علیؑ کا بیٹا ہے۔

صاحب "انساب الاشراف" نے نقل کیا ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ مختار ثقفیؓ کے لوگوں نے جان بوجھ کر حضرت عبیداللہؓ کو قتل کیا تھا یا اشتباہ میں قتل کیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بصرہ کے کسی نواصب نے عبیداللہؓ کو قتل کیا ہو یا شبث بن ربعی نے' اُس جیسے لوگ جو میدان کربلا میں

موجود تھے انھوں نے اپنے حیلہ اور مکر سے عبیداللہؒ کو قتل کیا ہو۔

اس قول کی تائید امیر المومنین علیہ السلام کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔

کتاب ''اِثبات الوصیت'' کے صفحہ ۱۲۵ پر ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کو جمع کیا جن کی تعداد بارہ تھی۔ آپؑ نے انھیں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کو پسند فرمایا تھا' جب انھوں نے اپنے بارہ فرزندوں کو جمع کیا تھا۔ انھوں نے ان سے فرمایا تھا کہ میں تم سبھی کو یوسفؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ اس کی اطاعت کرنا اور میں تم سبھی کو حسنؑ و حسینؑ کی وصیت کرتا ہوں ان کی بات کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا۔ اس وقت یہی عبیداللہؒ بول اُٹھے تھے کہ آپؑ نے حسنؑ و حسینؑ کو تو اپنا وصی بنایا ہے لیکن محمدؒ بن حنفیہ کو وصی کو کیوں نہیں بنایا؟

جب امیر علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی یہ بات سنی تو فرمایا: میں ابھی زندہ ہوں اور تمھاری یہ جرأت! اے عبیداللہؒ! میں تجھے تیرے اپنے خیمہ میں کشتہ دیکھ رہا ہوں اور تیرے قاتل کا بھی پتا نہیں کہ وہ کون ہے؟

جب مختار ثقفیؒ کا دور آیا تو عبیداللہؒ، مختار ثقفیؒ کے پاس آیا اور اُسے کہا کہ وہ اس کی بیعت کرے۔ مختارؒ نے کہا کہ تُو بیعت کا حق دار نہیں ہے۔ وہ ناراض ہو کر مصعب بن زبیر کی طرف چلا گیا' جو اِن دنوں بصرہ میں تھا۔ عبیداللہؒ نے مصعب کے پاس آتے ہی کہا کہ اُسے لشکر دیا جائے تاکہ وہ اہل کوفہ سے جنگ کرے۔ جب مصعب نے اُسے اپنے لشکر کے مقدمہ کے ساتھ بھیجا تو یہ لشکر مقام مذار پر پہنچا۔ جب صبح ہوئی تو عبیداللہؒ بن امام علیؑ کو اُس کے اپنے خیمے میں مقتول پایا گیا اور اس کے قاتل کا پتا نہ چلا کہ اُسے کس نے قتل کیا ہے؟[1]

---

(۱) الخرائج و الجرائح: ج۱، ص۱۸۳' بحارالانوار: ج۴۲، ص۸۷' الفتوح: ۶، ص۲۸۹' شذرات الذهب: ج۱، ص۲۹۳' طبقات الکبریٰ طبقہ خامسہ: ج۵، ص۸۹' تاریخ یعقوبی: ج۲، ص۲۶۳' الکامل فی التاریخ: ج۴، ص۲۷۴ و ۲۷۷' مروج الذهب: ۳۷، ص۹۹' الاعلام: ج۴، ص۱۹۵' البدء و التاریخ: ۱۱۵' ابن خلدون: ج۳، ص۳۰' تاریخ طبری: ج۶، ص۱۲۳' الاصابۃ فی تمیز الصحابہ: ص۲۵۹' المعارف: ج۱، ص۱-۳' انساب الاشراف: ج۲، ص۱۹۰' ج۶، ص۴۳۹)۔

بحارالانوار میں (بھی) ایک روایت موجود ہے جو غیر معتبر کتب سے لی گئی ہے کہ ایک دن امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے اپنے تمام فرزندوں کو جمع کیا' وہ بارہ تھے۔ آپؑ نے ان کی موجودگی میں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنا وصی مقرر کیا۔ اپنے بیٹوں سے فرمایا: تم ان کی اطاعت کرنا۔ آپؑ کے بیٹوں میں سے ایک عبیداللہؒ بھی تھا جس نے عرض کیا: آپؑ انھیں اپنا وصی مقرر کر رہے ہیں لیکن محمدؒ بن حنفیہ کو وصی مقرر کیوں نہیں کیا؟

آں جنابؑ نے یہ سن کر فرمایا: تم میری زندگی میں اتنی جرأت کرنے لگے ہو؟ میں تمھیں تمھارے خیمے میں مقتول دیکھ رہا ہوں اور تمھارا قاتل نامعلوم ہے۔

جب مختار ثقفیؒ نے خروج کیا تو عبیداللہؒ، مختارؒ کے پاس آیا لیکن کسی معاملے میں ان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ عبیداللہؒ، مصعب بن زبیر کی طرف چلا گیا اور اُسے کہا کہ اُسے اہل کوفہ سے جنگ کرنے کی امارت دی جائے۔ عبیداللہؒ کو مقدمہ لشکر کے ساتھ کوفہ کی طرف بھیجا گیا' جب دونوں لشکروں کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی تو رات کا وقت تھا۔ جب صبح ہوئی تو عبیداللہؒ اپنے خیمے میں مقتول پایا گیا۔ اس کے قاتل کا پتا نہ چل سکا کہ اسے کس نے قتل کیا۔

حضرت عباس علم دار علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ اپنے مقتل میں حضرت عباس علم دار علیہ السلام کی شہادت کے بارے باب میں کچھ اس طرح ان کی کیفیت قتال نقل کی ہے:

حضرت عباسؑ شیر بیشہ شجاعت تھے۔ خاندانِ بنوہاشمؑ کے چشم و چراغ تھے۔ فلکِ شجاعت کے ماہ تاب و خورشید عالم تاب تھے۔ آسمانِ وفا پر آپؑ نے محبت و وفا کے وہ آفتاب روشن کیے جن کی کرنوں نے دھرتی کو منور کر رکھا ہے۔ یہ دھرتی قیامت تک درخشاں رہے گی۔ آپؑ امام علی علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے۔ آپؑ نے بیابانِ کربلا میں اپنے برادرِ مظلوم فرزند رسولؐ کی خدمت میں رہ کر شہادت کا عظیم رُتبہ حاصل کیا۔

ابوالفرج اصفہانی نے حضرت عباس علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؑ کی کنیت ابوالفضل تھی۔ آپؑ کی والدۂ گرامی حضرت اُمّ البنینؑ تھیں۔ آپؑ اس خاتونِ مکرمہ اور

بانوے معظمہ کے بڑے فرزند تھے۔ آپؑ اپنے پدری اور مادری بھائیوں کے آخر میں میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے اور دشمن کے ہاتھوں شہادت پائی۔ آپؑ کے تمام مادری بھائی جنھوں نے میدانِ کربلا میں شہادت پائی تھی' صاحب اولاد نہ تھے اس لیے ان کی تمام میراث کے وارث آپؑ ٹھہرے۔ جب آپؑ شہید کر دیے گئے تو آپؑ کی تمام میراث آپؑ کے بیٹے عبداللہؓ بن عباسؓ کی طرف منتقل ہو گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے میراث کے سلسلے میں ان کے چچا حضرت عمرؓ بن علیؑ نے جھگڑا کیا تھا (مقاتل الطالبین۔ یہ روایت قابل قبول نہیں ہے کیوں کہ حضرت عمرؓ بن علیؑ، حضرت عباسؓ کے سگے بھائی نہ تھے اس لیے وہ عبداللہؓ بن عباسؓ سے جھگڑا نہیں کر سکتے تھے [عرض مترجم])۔

ابوالفرج نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ حُسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؑ کے رُخسار چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھے۔ آپؑ بلند قد و قامت کے مالک تھے۔ جب آپؑ ایک بلند قامت گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پاؤں رکابوں میں رکھتے تھے تو آپؑ کے گھٹنے گھوڑے کی گردن تک پہنچ جاتے تھے اور جب اپنے پاؤں رکابوں سے نکالتے تو زمین تک پہنچ جاتے تھے۔

جہاں حُسن و جمال میں آپ اپنی مثال تھے وہاں جرأت و بہادری اور طاقت و توانائی میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ آپؑ قمر بنی ہاشمؑ کے لقب سے معروف تھے۔ فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں اپنی فوج کا علم حضرت عباس علیہ السلام کے حوالے کیا تھا۔ اس لیے آپؑ کو علم دارِ حسینیؑ کہا جاتا ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام کی علم داری

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں لشکرِ عمر بن سعد کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا تو آپؑ نے اپنی فوج کا علم اپنے دستِ مبارک سے حضرت عباس علیہ السلام کو عطا کیا۔

قاتلانِ حضرت عباس علیہ السلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کو زید بن رماد نے حکم بن طفیل طائی کی اعانت سے شہید کیا تھا۔

حضرت اُم البنین اپنے بیٹوں کے سوگ میں

جب حضرت عباس علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تھی اور حضرت اُم البنین کو اپنے بیٹوں کی شہادت کا علم ہوا تو آپ تڑپ کر رہ گئیں۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے دنیا تاریک ہو کر رہ گئی۔ آپ روزانہ جنت البقیع میں جاتیں اور وہاں دردناک، جگر سوز ناک اور جاں گداز نالہ و فریاد بلند کرتیں۔ آپ اپنے بیٹوں کے غم میں اتنا روتیں اور اس قدر آنسو بہاتیں جس طرح ساون کا بادل برستا ہے۔ مدینہ کے لوگ جب آپ کی آہ و بکا کو سنتے تو آپ کے پاس اکٹھے ہو جاتے اور آپ کے ساتھ رونے لگتے نیز مغموم و محزون فریادیں بلند کرتے۔

ایک دن جب مروان بن حکم نے حضرت اُم البنین کے نالہ و شیون اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں کے دردناک نوحوں کی آوازیں سنیں تو جنت البقیع میں چلا آیا اور اپنی قساوت و شقاوت کے باوجود رونے لگا۔

ابوالفرج کا بیان ہے کہ اس روایت کو محمد بن علی بن حمزہ نے نوفلی سے سنا اس نے حماد بن عیسیٰ جہنی سے سنا اس نے معاویہ بن عمار سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔

عرض مترجم:

علامہ مجلسیؒ نے مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد حضرت عباس علیہ السلام کی کیفیت جنگ نقل کی ہے۔ انھوں نے معتبر کتب سے روایات جمع کی ہیں۔

حضرت عباس علیہ السلام ایک جلیل القدر، بلند مرتبہ شخصیت تھے۔ آپ قوت و شجاعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے مناقب و فضائل سے زمانہ واقف تھا۔ آپ شہنشاہِ ایثار و وفا

تھے۔ جب آپؑ میدانِ کارزار میں جاتے تو بڑے بڑوں کے پتے پانی ہو جاتے تھے۔ آپؑ کی ہیبت کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔ جس قدر آپؑ نے میدانِ کربلا میں جرأت و بہادری کی داستان رقم کی ہے اگر ساری دنیا کے لوگ آپؑ کی صرف اسی شجاعت کی فضیلت لکھنے بیٹھیں تو پھر بھی آپؑ کی فضیلت کا ہزارواں حصّہ تک نہیں لکھ پائیں گے۔

اس باب کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

پہلا مقام:

اس حصّے میں ان روایات کا تذکرہ ہے جو آپؑ کی جنگ اور آپؑ کی شہادت سے مربوط ہے۔

دوسرا مقام:

اس میں آپؑ کی جنگ اور شہادت کی کیفیات کا تذکرہ ہے۔

اس بارے میں مترجم حقیر عرض گزار ہے کہ میں نے اس ضمن میں جتنی معتبر کتب دیکھی ہیں ان میں سے تفصیلات جمع کی ہیں۔ میں نے وہ روایات جمع کی ہیں جو عقلاً اور نقلاً صحیح ہیں۔ میں نے جھوٹی اور غیر معتبر روایات سے احتراز کیا ہے۔ کچھ لوگوں کی عادت رہی ہے کہ وہ صحیح و غلط کا خیال نہیں رکھتے۔ بعض تو ایسے بھی ہیں جو روایت گھڑ کر ان مقدس ذوات کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بچنا چاہیے۔

مقامِ اوّل

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام سقائے آلِ محمدؐ اور قمر بنی ہاشمؑ کے القاب سے ملقب تھے۔ آپؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی فوج کے علم دار تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام آپؑ کے برادر بزرگ وار تھے۔ میدانِ کربلا میں ایک دفعہ امامؑ نے آپؑ کو دریائے فرات کی طرف بھیجا کہ وہ دریا پر جائیں اور اہل بیتؑ کے پیاسوں کے لیے کچھ پانی لے آئیں۔ جب آپؑ دریا کی طرف گئے تو اس لشکرِ اشرار نے آپؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ لیکن یہ یادگار

حیدرِ کرارؓ اور شیر بیشہ عرصہ کارزار اس بھاری لشکر سے ذرا بھی نہ گھبرائے۔ آپؑ نے اپنی شمشیر انتقام کے قبضہ پر ہاتھ رکھا اور جہاد میں مصروف ہو گئے اور ان اشرار کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

لا أرهَبُ المَوتَ إذِالمَوتُ رَقا
حتّی أوارِی فِی المَصالیت لَقا
نَفسی لِنَفسِ المُصطَفیٰ الطّهرِ وَقا
إنّی أنا العَبّاسُ أغدُو بِالسَّقا
وَلا أخافُ الشَّرَّ یَومَ المُلتَقی

"جب موت اپنی داڑھیں نکالے اور ہیبت ناک صورت میں میرے مقابل ہو تو مجھے اس سے کوئی خوف نہیں آتا' یہاں تک کہ میں آزمودہ کار بہادروں کو ذلت و خواری کے ساتھ خاک و خون میں نہ ملا دوں۔ اگر "اواری" صیغہ مجہول ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں شجاعانِ کارزار کے درمیان میں گھس جاؤں گا۔ میری جان محمدؐ رسول اللہؐ جو مصطفیٰؐ اور طاہر و طیب ہیں، کی جان پر قربان ہو۔ اے لوگو! جان لو میں ہی عباس دلاورؑ ہوں۔ میں دریا کی طرف جا رہا ہوں کہ اہل بیتؑ کے بچوں کے لیے پانی لاؤں۔ جب جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں مجھے اس سے کوئی خوف نہیں آتا۔"

جب حضرت عباس علمدارؑ کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا

اس شیر بیشہ شجاعت نے اپنی تلوار آب دار سے گروہِ اشرار کو بھگا دیا۔ آپؑ جس طرف رُخ کرتے دشمن کی فوج بھیڑ بکریوں کی طرح آپؑ کے آگے بھاگنے لگتی۔ جس وقت آپؑ جنگ کر رہے تھے تو زید بن ورقاء ایک درخت خرما کے پیچھے کمین گاہ میں چھپا ہوا تھا۔ حکیم بن طفیل سنبسی نے زید کی اعانت کرتے ہوئے آپؑ کے دائیں ہاتھ پر وار کیا جو تلوار سے جدا ہو

گیا۔ آپؑ نے فوراً تلوار بائیں ہاتھ میں پکڑی۔ پھر آپؑ نے ان روباہ صفت مکاروں اور عیاروں کو اپنی تلوار کی زد میں رکھا اور یہ اشعار پڑھے:

وَاللّٰہِ اِن قَطَعتُمُ یَمِینِی
اِنّی اُحامی اَبَداً عَن دِینی
وَعَن اِمامٍ صادِقِ الیَقِینِ
نَجلِ النَّبِیِّ الطَّاہِرِ الاَمِینِ

"بخدا تم لوگوں نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے' مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے اپنے دین کی ہمیشہ مدد کرتا رہوں گا۔ میں اپنے صادق اور صاحب یقین امامؑ کا برابر دفاع کرتا رہوں گا' کیوں کہ وہ پیغمبرؐ ارجمند' طاہر و امین کے فرزند ہیں۔"

آپؑ اپنے بائیں ہاتھ سے مسلسل جنگ کرتے رہے اور ان بزدلوں کو تہ تیغ کرتے رہے۔ دشمن کی فوجیں تازہ دم تھیں۔ حیدر کرارؑ کا شیر زخمی ہو چکا تھا۔ جسم سے کافی خون بہ گیا تھا' آپؑ پر کم زوری کا غلبہ ہونے لگا۔ اسی دوران میں حکیم بن طفیل طائی نے کمین گاہ سے نکل کر آپؑ کے بائیں بازو پر حملہ کیا۔ آپؑ کا بایاں بازو بھی کٹ گیا۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا:

یا نَفسُ لا تَخشَیٰ مِنَ الکُفَّارِ
وَاَبشِری بِرَحمَۃِ الجَبَّارِ
مَعَ النَّبِیِّ السَّیِّدِ المُختارِ
قَد قَطَعُوا بِبَغیِہِم یَسارِی
فَاَصلِہِم یا رَبِّ حَرَّ النارِ

"اے میرے نفس! ان کافروں کے ہجوم سے خوف زدہ مت ہو' تجھے ربّ جبار کی رحمت کی خوش خبری ہو کہ تجھے پیغمبر بزرگ وار سید ابرار احمد مختارؐ کا جوار نصیب ہونے والا ہے۔ اس گروہِ اشرار نے میرا بائیں بازو کاٹ ڈالا

ہے اے میرے پروردگار! ان لوگوں کو واصل جہنم فرما۔"

حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی شہادت

آپؑ ابھی اپنے گھوڑے پر سوار تھے کہ آپؑ کے مبارک سر پر آہنی عمود مارا گیا۔ جس سے آپؑ درجہ شہادت پر پہنچے۔

جب فرزند رسولؐ اللہ، حضرت امام حسین علیہ السلام آپؑ کے پاس آئے تو اس وقت آپؑ دریائے فرات کے کنارے پر اپنے خون میں غلطاں تھے آپؑ کی روح پُرفتوح پرواز کر چکی تھی۔ امامؑ نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ یہ اشعار پڑھے:

تَعَدَّیتُم یَا شَرَّ قَومٍ بِبَغیِکُم
وَخَالَفتُم دِینَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ
أَمَا کَانَ خَیرُ الرُّسُلِ أَوصَاکُم بِنَا
أَمَا نَحنُ مِن نَسلِ النَّبِیِّ المُسَدَّدِ
أَمَا کَانَتِ الزَّهرَاءُ أُمِّی دُونَکُم
أَمَا کَانَ مِن خَیرِ البَرِیَّةِ أَحمَدُ
لُعِنتُم وَ أُخزِیتُم بِمَا قَد جَنَیتُمُ
فَسَوفَ تُلَاقُوا حَرَّ النَّارِ تَوَقَّدُ

"اے زمانے میں بدترین اور شریرترین لوگو! تم نے اپنی بغاوت و شقاوت کی بنا پر پیغمبر بزرگوار محمد مختار کے دین کی مخالفت کی ہے کیا تمام انبیاؑ کے سردار نے تم سے ہماری وصیت نہیں کی تھی؟ انھوں نے تمھیں ہماری نصرت کی سفارش نہیں کی تھی؟ کیا تمھارے گمان میں ہم پیغمبرؐ ارجمند کی اولاد نہیں ہیں؟ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ میری والدۂ گرامی ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: یہ بتاؤ کیا حضرت فاطمہ زہراؑ میری والدہ ہیں یا تمھاری والدہ ہیں؟ کیا

حضرت احمد مختار کائنات کی سب سے بہترین مخلوق نہیں ہیں؟ اے گروہ اشرار تم پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ تم زمانے میں ذلیل و رسوا ہو چکے ہو عن قریب جہنم کی آگ سے جلنے والے ہو (مناقب آل ابی طالب : ج ۴، ص ۱۰۸)۔

ایک اور روایت

علامہ مجلسیؒ نے مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمارے ارباب مقاتل نے حضرت عباس علیہ السلام کے قتال کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے:

جس وقت علم دار حسینؑ حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے برادر بزرگ وار حضرت امام حسینؑ کو یکہ و تنہا پایا تو ان کی بارگاہ میں تشریف لائے اور عرض کیا: اے برادر بزرگ وارؑ! مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں اس لشکر کفار سے جنگ کروں؟

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کو عازمِ جہاد اور آمادۂ ایثار دیکھا تو آپؑ کی آنکھوں سے قطرات اشک جاری ہو گئے۔ آپؑ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور فرمایا: اے میرے بھائی! آپؑ میرے علم دار ہیں، اگر آپؑ میدانِ جنگ کی طرف چلے گئے اور وہاں شہید ہو گئے تو میرا لشکر منتشر ہو جائے گا۔

عرضِ مترجم:

سید الشہداؑ کی یہ گفتگو کہ آپؑ میرے لشکر کے علم دار ہیں اگر آپؑ شہید ہو گئے تو میرا لشکر منتشر ہو جائے گا۔ اس امر پر دال ہے کہ حضرت عباس علم دار علیہ السلام اپنی شجاعت و شہامت اور طاقت و جرأت میں اپنی مثال آپ تھے۔ سید الشہداؑ کے بعد وہ اپنے پورے لشکر کے برابر تھے کیوں کہ لشکر حسینیؑ کے تمام افراد شہید ہو چکے تھے اور کوئی بھی باقی نہ تھا۔ امامؑ کی اس سے مراد یہ تھی کہ جب تک حضرت عباس علیہ السلام زندہ ہیں تو سارا لشکر زندہ ہے اگر حضرت عباس علیہ السلام شہید ہو گئے تو ایسے ہے جیسے سارا لشکر ختم ہو گیا۔ عمر بن سعد کا لشکر اچھی طرح سے جانتا تھا کہ جب تک حضرت عباس علیہ السلام کے ہاتھ میں تلوار آب دار ہے اس وقت تک وہ فرزند رسول اللہؐ حضرت امام

حسین علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

جب حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے برادر بزرگ وار کی یہ گفتگو سنی تو عرض کیا: اے میرے بھائی جان! اس وقت میرا سینہ ہجوم مصائب سے تنگ ہو چکا ہے۔ میں اپنی زندگی سے ملول خاطر ہو چکا ہوں۔ اب میں اپنے بھائیوں' بھتیجوں اور ساتھیوں کے خون کا ان ظالموں سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔

اے برادرِ عزیز! بچوں کے لیے تھوڑا سا پانی لے آیئے

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کی گفتگو سنی تو فرمایا: جی ہاں! اگر آپؑ عازمِ میدان جنگ پر مُصر ہیں تو تشریف لے جائیں اور ان ظالموں سے بچوں کے لیے تھوڑا سا پانی طلب کریں۔

حضرت عباس علیہ السلام فوجِ اشقیا کے سامنے

حضرت عباس علیہ السلام میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور لشکر اعداد کو وعظ و نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے ڈرایا لیکن ان ملعونوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب آپؑ مایوس ہو گئے تو واپس حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آئے اور اُنھیں اطلاع دی کہ ان سنگ دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

حضرت عباس علم دار علیہ السلام دریائے فرات پر

ابھی دونوں بھائیوں کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ اِدھر خیام سے بچوں کی اَلعَطَش اَلعَطَش کی جگر سوز صدائیں حضرت عباس علیہ السلام کے کانوں میں پہنچی جس سے حضرت عباس علیہ السلام تڑپ کر رہ گئے۔ آپؑ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے نیزے اور مشک کو ہاتھ میں لیا اور دریائے فرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت چار ہزار کا لشکر دریائے فرات پر متعین تھا کہ کسی صورت میں خیامِ حسینیؑ میں ایک قطرہ پانی نہ جا سکے۔

جب اس بھاری لشکر نے حیدر کرارؑ کے فرزند جرارؑ کے عزم و ارادے کو بھانپا تو انھوں

نے اس حسینیؑ جاں باز کو ہر طرف سے گھیر لیا اور آپؑ پر تیروں کی بارش کر دی۔ ہزاروں کمانوں سے تیر فرائے بھرتے ہوئے حضرت عباس علیہ السلام کی طرف آ رہے تھے لیکن آپؑ بغیر کسی خوف و ہراس کے اپنے مشن کی تکمیل کی خاطر اپنے گھوڑے کو دوڑائے جا رہے تھے۔ جو بھی آپ کے سامنے آتا آپؑ اُسے اپنے نیزے اور تلوار کے بھرپور وار سے جہنم واصل کر دیتے۔ اسی دوران میں آپؑ نے اپنے دشمن کے اسی افراد کو آتش دوزخ کے حوالے کیا۔

جب ان بزدلوں نے دیکھا کہ حیدرِ کرارؑ کے شیر بیشہ شجاعت کے سامنے جو آیا ہے وہ موت کے منہ میں چلا گیا ہے تو انھوں نے اِدھر اُدھر بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ اس دوران میں آپؑ دریائے فرات پر پہنچ گئے اور پانی میں اُترے اور اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈالا کہ ایک گھونٹ پانی پی لیں لیکن اسی وقت اس شہنشاہِ وفا کو امامِ دوسراؑ اور ان کے بچوں کی پیاس یاد آ گئی آپؑ نے اپنے ہاتھوں سے پانی گرا دیا۔

آپؑ نے مشک کو پانی سے پُر کیا اور اپنے شانے پر رکھا۔ پیاسے دریا سے تشنہ لب ہی دریا سے باہر نکل آئے اور اپنے خیام کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپؑ کی واپسی پر منتشر فوج منظم ہو کر آپؑ کے راستے پر کھڑی ہو گئی اور آپؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ آپؑ نے اپنی شمشیر شرر بار کے دستے پر ہاتھ رکھا اور ان کافروں سے جنگ شروع کر دی۔ جو بھی آپؑ کے سامنے آتا وہ ڈھیر ہو کر رہ جاتا۔

اس میدانِ کارزار میں جنگ کے شعلے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھے۔ حضرت عباس علیہ السلام مردانہ وار اپنی تلوارِ آب دار کے وار سے اپنے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹا رہے تھے کہ اس دوران میں نوفل ارزق نے آپؑ کے دائیں بازو پر وار کیا' جس سے آپؑ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ آپؑ نے فوراً مشک کو اپنے بائیں شانے پر رکھا۔

عرضِ مترجم:

حضرت عباس علیہ السلام کا مشک کا دائیں کندھے پر اُٹھانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کا دایاں بازو مکمل طور پر کٹ گیا تھا۔

پھر اسی نوفل نے آپؑ کے بائیں بازو پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے بایاں بازو بھی کٹ گیا۔ آپؑ نے فوراً مشک کو اپنے دانتوں میں تھاما' اچانک ایک تیر آیا جو مشک میں جا لگا جس سے پانی بہ نکلا۔ ایک اور تیر آیا جو آپؑ کے سینہ بے کینہ پر لگا۔ اس وقت آپؑ اپنے گھوڑے پر ٹھہر نہ سکے اور منہ کے بل کربلا کی گرم زمین پر آ رہے اور اس وقت اپنے برادر بزرگ وارؑ کو آواز دی: اے برادر جان برابر! بھائی کی خبر لیجیے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عباس علیہ السلام کے سرہانے پر

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے پیکر ایثار و وفا بھائی کا استغاثہ سنا تو آپؑ پوری تیز رفتاری کے ساتھ ان کے پاس پہنچے۔ جب اپنے برادر عزیز کے قریب پہنچے تو عباس علم دارؑ کو خون میں غلطاں پایا۔ حضرتؑ ان کی حالت دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ آخرکار حضرتؑ نے حضرت عباس علیہ السلام کو وہاں سے اُٹھایا اور خیام کے قریب لے آئے۔

تمام ارباب مقاتل نے ابوالفرج سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علیہ السلام کو کشتہ راہ خدا پایا تو فرمایا: اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے' میرے تمام سہارے ختم ہو گئے ہیں اب میرا کوئی نہیں رہا (مقتل الحسین: ج۲، ص۳۰ تسلیۃ المجالس وزینۃ المجالس: ج۲، ص۳۱۰)۔

عرضِ مترجم:

علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ جناب شیخ مفیدؒ سید ابن طاؤسؒ اور شیخ ابن نماؒ نے حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں کچھ یوں لکھا ہے:

جب حضرت امام حسین علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا اور آپؑ اپنی عطش اور تشنگی کو برداشت نہ کر سکے تو آپؑ گھوڑے پر سوار ہوئے اور دریائے فرات کا قصد کیا۔ اسی دوران میں آپؑ کے برادر رشید حضرت عباس علیہ السلام آپؑ کے ہم راہ ہو گئے اور آپؑ کے آگے آگے چلنے لگے۔ جب مخالف لشکر نے انھیں دریا کی طرف آتے دیکھا تو انھوں نے ان بزرگ واروں کا راستا روک لیا۔

بنی دارم کے ایک ملعون نے اپنے تیر کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو نشانہ بنایا وہ تیر فرائے بھرتا ہوا آیا اور آپؑ کی ٹھوڑی مبارک کے نیچے پیوست ہو گیا۔ آپؑ نے وہ تیر نکالا تو گلو مبارک سے جو خون نکلا وہ آپؑ نے اپنے مبارک ہاتھوں پر لیا اور اُسے آسمان کی طرف پھینک دیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! یہ ستم پیشہ افراد جو تیرے نبیؐ کی بیٹی کے بیٹے پر حملہ کر رہے ہیں، اس کی میں تیرے حضور شکایت کرتا ہوں۔

اس لشکر اشقیا نے دونوں بھائیوں پر حملہ کر دیا اور ایک دوسرے سے جدا کر دیا اور حضرت عباس علیہ السلام کو گھیر لیا۔ اس دوران میں حضرت عباس علیہ السلام کو زخمی کر دیا اور کچھ دیر بعد آپؑ کی رُوح پُرفتوح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ جن لوگوں نے آپؑ کو شہید کیا وہ زید بن ورقا حنفی اور حکیم بن طفیل سنبسی تھے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادرِ عزیز کو شہید پایا تو آپؑ نے ان پر بہت زیادہ گریہ کیا (الارشاد: ج۲، ص۵۸؛ اعلام الوریٰ: ۲۳۸؛ روضۃ الواعظین: ص۱۸۲؛ مثیر الاحزان: ۳۰؛ اللہوف: ۱۱۸)۔

مقامِ دُوُم

اس حصے میں حضرت عباس علیہ السلام کے فضائل و مناقب اور کیفیتِ قتال کا بیان ہے۔ اس حصے میں جو روایات درج ہیں وہ علامہ مجلسیؒ کی روایات سے مختلف نہیں ہیں بل کہ یہاں انھیں مفصل درج کیا گیا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے یہ روایات، خصال اور امالی شیخ صدوقؒ سے لی ہیں۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نظر مبارک جب حضرت عباس علیہ السلام کے یتیم فرزند پر پڑی کہ جن کا نام نامی حضرت عبیداللہؒ تھا تو آپؑ کی مبارک آنکھوں سے آنسو اس طرح برسنے لگے جس طرح ساون کا بادل برستا ہے۔ روتے روتے آپؑ کی ہچکی بندھ گئی۔ آپؑ نے فرمایا: رسولؐ اللہ پر اُحد کا دن کوہِ گراں سے زیادہ بھاری تھا کہ جس دن آپؐ کے چچا اسد اللہ حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے۔

جنگِ اُحد کے بعد آپؐ پر جنگِ موتہ کا دن شدید ترین دن تھا کہ اُس دن آپؐ کے

چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؑ شہید ہوئے تھے۔ آپؑ نے اپنے فرمان کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: کربلا میں یومِ عاشور جس طرح میرے والد بزرگوار پر گراں گزرا اس کی مثال زمانہ پیش نہیں کرسکتا۔ میرے بابا اور ان کی اہلِ بیتؑ کے قتل کرنے کے لیے تیس ہزار کا لشکر جمع تھا۔

ان کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی اُمت ہیں۔ ان کا ہر فرد میرے بابا مظلوم کے خون بہانے میں خدا کا تقرب تلاش کر رہا تھا۔ آں حضرتؑ نے ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کی' اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن ان لوگوں پر وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخرکار ان بدبختوں نے ظلم و عدوان اور ستم و طغیان کے ساتھ آں حضرتؑ کو شہید کرڈالا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عباسؑ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے حضرت عباسؑ نے اپنے برادر بزرگوار پر اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ آپؑ نے دشمنوں سے جہاد و قتال کیا۔ آپؑ کے دونوں بازو قطع کر دیے گئے تھے۔ اللہ نے ان بازوؤں کے عوض جنت میں انھیں دو پَر عطا فرمائے ہیں۔ آپؑ ملائکہ آسمان کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں جس طرح حضرت جعفر طیارؑ کو پَر پرواز عطا فرمائے تھے۔

حضرت عباس علیہ السلام کے بارگاہِ خداوندی میں درجات

یہ حقیقت ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کو بارگاہِ خداوندی میں وہ قرب و مقام حاصل ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور تمام شہدا عرصہ محشر میں محشور ہوں گے اور حضرت عباس علیہ السلام کی بارگاہِ خداوندی میں منزلت دیکھیں گے تو وہ رشک و آرزو کریں گے کہ کاش! انھیں یہ مقام حاصل ہوتا (الخصال:۱:ص۶۸' الامالی صدوق:۳۶۲)۔

عرضِ مترجم:

شاید حضرت عباس علیہ السلام کے مقام و منزلت سے مراد وہ حق وشفاعت ہو جو آپؑ کو بارگاہِ خداوندی میں حاصل ہے کہ آپؑ بروزِ محشر اپنے زائرین اور محبین کی شفاعت فرمائیں گے۔ اسی بنا پر آپؑ کے درجات و مقامات تمام شہدا سے بالا و بلند تر ہوں گے۔

روز عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام پر سخت ترین ساعت

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس ساعت حضرت عباس علیہ السلام شہید ہوئے وہ ساعت سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام پر شدید ترین ساعت تھی۔ حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت سے حضرت امام حسین علیہ السلام پر مصائب و آلام کا ہجوم ہو گیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو تمام شہدا کے قتل ہونے پر جس قدر درد و کرب کا سامنا ہوا اس قدر اکیلے حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت سے آپؑ کو غم و حزن نے آ گھیرا۔

اگر حضرت عباس علیہ السلام کی جلالت شان اور بلندیٔ قدر پر اس روایت کے علاوہ کوئی اور روایت نہ ہو تو بھی آپؑ کی جلالت و بزرگ واری کے لیے کافی ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے آپؑ کو جو علو اور قدر و منزلت عطا کیا ہے اُسے ہر خاص و عام بہ خوبی جانتا ہے اور یہ جملہ مسلمات بدیہہ و یقینیات اوّلیہ میں سے ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے کلام میں حضرت عباس علیہ السلام کی جلالت

حضرت عباس علیہ السلام کی قبر شریف کے معجزات اور خوارق عادات اُمور زبان زدِ عوام ہیں۔ آپؑ کی شجاعت و بہادری پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ کلام دلیل ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السلام نے آپؑ کے حضور رُخصتِ جنگ چاہی تھی تو آپؑ نے فرمایا تھا: اے برادر! آپؑ میرے علم دار ہیں میرے لشکر کی علامت ہیں۔ اگر آپؑ مارے گئے تو میرا لشکر منتشر ہو جائے گا۔

جب حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

الآن انکسر ظهری و قلت حیلتی

"اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور میرا آسرا اور سہارا جاتا رہا۔"

جب اس کلام میں غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ الفاظ صرف حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت پر کہے تھے۔ ان کے علاوہ کسی اور شہید کی شہادت پر نہیں کہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام نہایت بلند و بالا مقام کے مالک تھے۔ نہ تو قلم کو یارائے تحریر ہے اور نہ زبان کو طاقتِ تقریر، کہ کوئی آپؑ کی شجاعت و بہادری کے بیان کا

حق ادا کر سکے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

"میری روح اور عالمین کی ارواح ایسے بزرگ واروں پر قربان"۔

حضرت عباس علیہ السلام کے بارے میں علمائے رجال کی رائے

علمائے علم رجال نے جب حضرت عباس علیہ السلام کا ذکر کیا تو یہی لکھا کہ حضرت عباس علیہ السلام غایت بلندی شان اور علوے مرتبت و منزلت میں اپنی مثال آپ تھے۔ انھوں نے اپنی کتب رجال میں آپؑ کے نام کا تذکرہ کیا اور آپؑ کے نسب اور شہادت کا ذکر کیا۔ علمائے علم رجال کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اس فرد کا نام و نسب احاطہ تحریر میں لاتے ہیں جس کی بزرگ واری مسلم ہو اور اس کا مقام و منزلت جملہ واضحات و مسلمات میں سے ہو۔

حضرت عباس علیہ السلام اور سیدۃ نسا العالمینؑ

مشہور و معروف حکایت ہے کہ ہمارے ہم عصر کربلا کے ایک مجاور سے روایت ہے کہ میں روزانہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضۂ مبارک کی تین دفعہ یا کچھ کم یا زیادہ زیارت کرتا تھا اور حضرت عباس علیہ السلام کے روضۂ مبارک کی زیارت دوسرے تیسرے روز یا اس سے بھی زیادہ دنوں میں ایک مرتبہ کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا تو انھوں نے مجھ سے اپنا رُخِ مبارک پھیر لیا۔ میں نے ان کے حضور عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا ہے کہ آپؑ نے مجھ سے اعراض فرمایا ہے؟

انھوں نے فرمایا: میں نے تجھ سے اپنا رُخ اس لیے پھیرا ہے کہ تُو نے میرے بیٹے کی قبر کی زیارت سے اعراض کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: اے شہزادیٔ من! میں تو آپؑ کے فرزند کی روزانہ زیارت کرتا ہوں۔

انھوں نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے تُو میرے فرزند حسینؑ کی زیارت کرتا ہے مگر میرے فرزند عباسؑ کی قبر کی زیارت نہیں کرتا۔

بارگاہِ حسینیؑ میں حضرت عباس علیہ السلام کا ادب

آپؑ کے فضائل میں سے آپؑ کی فضیلت ایک یہ بھی ہے کہ بعض کتب مقاتل میں مذکور ہے کہ کربلا میں روزِ عاشورا حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے تمام بھائیوں سے فرمایا: آج ہمیں بہشت ضرور حاصل کرنی چاہیے اپنی جانیں اپنے آقا و امامؑ پر قربان کر دینی چاہئیں۔ آپؑ نے اپنے بھائیوں سے یہ بھی فرمایا: اے میرے بھائیو! آج جاں نثاری سے ہاتھ نہ کھینچنا اور اس امر میں کوتاہی نہ کرنا' تمھارے ذہنوں میں یہ خیال تک بھی نہ آئے کہ حسینؑ ہمارے بھائی ہیں اور ہم بھی ایک باپ کی اولاد ہیں۔ نہیں بلکہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہمارے امام ہیں' ہمارے آقا و مولا ہیں اور سید و سردار ہیں اور وہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حجت ہیں۔ وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور رسولؐ اللہ کی آنکھوں کی روشنی ہیں۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کی جاں نثاری کا مشاہدہ کیا تو آپؑ رو دیے اور فرمایا: اے برادر! خداوند تعالیٰ آپؑ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام کا حضرت اُم البنینؑ سے عقد کرنا

زہیرؓ بن قین سے روایت ہے کہ جب امیر علیہ السلام نے چاہا تھا کہ وہ کسی خاتون سے ازدواج کریں تو آپؑ نے اپنے بھائی حضرت عقیل علیہ السلام سے فرمایا: میں کسی صاحبِ شرف و نجابت خاندان کی خاتون سے عقد کرنا چاہتا ہوں جس کے خاندان کی شجاعت اور بہادری بھی مسلم ہو' تاکہ اللہ تعالیٰ اس خاتون سے مجھے فرزند رشید عطا فرمائے جو بہادر و شجاع ہو اور وہ میرے فرزند حسینؑ کا ناصر ہو۔ حضرت عقیل علیہ السلام ماہر انساب تھے انھوں نے آپؑ کے لیے حضرت اُم البنینؑ کا انتخاب کیا (عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب: ۳۷۵)۔

عوالم کی روایت

عوالم میں منقول ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے برادرِ بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کو بے یار و مددگار اور تنہا پایا تو آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے

برادر بزرگ وار! مجھے کارزار کی اجازت دیجیے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علیہ السلام کو عازمِ میدانِ کارزار اور قتالِ گروہ اشرار پایا تو آپؑ کی آنکھوں سے قطراتِ عبرات مانند سیلاب جاری ہو گئے۔ آپؑ کی ریش مبارک آنسو سے بھیگ گئی۔ آپؑ نے حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا: اے برادر! آپؑ میرے لشکر کی علامت ہیں۔ آپؑ ہی میرے لشکر کا مرکز ہیں اور سالار ہیں۔ میری سپاہ آپؑ کی وجہ سے جمع ہے۔ اگر آپؑ میدانِ جنگ کی طرف جاتے ہیں اور دشمن سے جنگ کرتے ہیں تو ممکن ہے کہ آپؑ کو شہید کر دیا جائے آپؑ کی شہادت سے میرا لشکر منتشر ہو جائے گا۔

حضرت عباس علیہ السلام نے عرض کیا: میرا من اور تن آپؑ پر قربان ہو! اے میرے سید و سردار! میں اس زندگانی دنیا سے تنگ آ چکا ہوں۔ میں اپنے اصحاب اور برادران کا ان ظالموں سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔

سید الشہداؑ نے فرمایا: اگر آپؑ عازمِ جہاد ہیں تو پھر اس لشکر سے ان بچوں کے لیے پانی طلب کیجیے۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام اپنے بھائی کے فرمان کے مطابق میدانِ جنگ میں آئے اور ان سے فرمایا: اے لوگو! حضرت امام حسین علیہ السلام رسولؐ اللہ کی دختر کے فرزندِ عزیز ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں نے ان کے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور اصحاب کو قتل کر دیا ہے اب وہ خواتین اور بچوں کے ساتھ اکیلے رہ گئے ہیں۔ ان کے عیال اور بچے پیاس سے جان بہ لب ہیں، پیاس نے ان کے جگر کو کباب بنا دیا ہے۔ تھوڑا سا پانی دے دیجیے کہیں پیاس کی وجہ سے ان کی موت واقع نہ ہو جائے۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا: اب اپنے مظالم سے ہاتھ کھینچ لیجیے کہ وہ ملکِ روم یا ہندوستان کی طرف چلے جائیں اور ملکِ حجاز اور عراق کو تمھارے لیے چھوڑ جائیں۔

حضرت عباس علیہ السلام کی تقریر کا ان ملعونوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپؑ کی تقریر سن کر شمر اور شبث بن ربعی نے کہا: اے عباسؑ! اپنے بھائی سے کہو اگر یہ تمام زمین پانی پانی ہو جائے اور وہ

ہمارے قبضہ میں ہے، تم تک ایک قطرۂ آب نہیں پہنچنے دیں گے، جب تک کہ تم لوگ یزید کی بیعت نہیں کر لیتے۔

حضرت عباس علیہ السلام واپس سید الشہداؑ کے پاس پہنچے اور دشمن کی تمام گفتگو اُن تک پہنچا دی۔ یہ سن کر سید الشہداؑ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اِدھر خیام سے حضرت عباس علیہ السلام کے کانوں میں بچوں کی صدائے العطش پہنچی جس نے آپؑ کو تڑپا دیا۔ حضرت عباس علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اس مشک کو پانی سے بھروں اور خیام میں ان پیاسے بچوں کے حوالے کروں۔ اسی دوران میں آپؑ نے مشک اور نیزہ اُٹھایا اور دریائے فرات کی طرف رُخ کیا۔

صاحب عوالم جو علامہ مجلسیؒ کے شاگرد تھے انھوں نے روایت کی ہے جس وقت حضرت عباس علیہ السلام کو جنگ کی اجازت ملی اور آپؑ میدانِ کارزار میں آئے تو اس طرح معلوم ہوتا تھا، جیسے شیر نے بکریوں اور بھیڑوں کے ریوڑ کی طرف رُخ کر رکھا ہو۔ آپؑ عزم بالجزم کے ساتھ میدان میں وارد ہوئے کہ بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہو گئے ہر شہ سوار آپؑ کے سامنے بھاگا چلا جا رہا تھا۔ ہر شخص کو اپنی زندگی کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ آپؑ جس طرف کا رُخ کرتے صفوں کو اُلٹ کر رکھ دیتے تھے کیوں کہ آپؑ میدانِ کارزار کے مردِ کامل تھے فنونِ حرب و ضرب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ طعن نیزہ اور ضرب شمشیر میں آمد المل روزگار تھے۔

ابو مخنف نے حضرت عباس علیہ السلام کے یہ اَبیات روایت کیے ہیں:

أُقَاتِلُ الْقَوْمَ بِقَلْبٍ الْمُهْتَدِ
أَذُبُّ عَنْ سِبْطِ النَّبِيِّ أَحْمَدَ
أَضْرِبُكُم بِالصَّارِمِ الْمُهَنَّدِ
حَتّٰى تَحِيدُوا عَنْ قِتَالِ سَيِّدِي
إِنِّي أَنَا الْعَبَّاسُ ذُو التَّوَدُّدِ
نَجْلُ عَلِيِّ الْمُرْتَضٰى الْمُؤَيَّدِ

"میں اس نابکار قوم کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے جنگ کروں گا جس دل کے اندر اللہ کا نور ہے اور اُس کے رسولؐ کی محبت ہے اور وہ ہدایت و رُست نگاری کی آخری سرحدوں پر ہے۔ میں اسی مضبوط و توانا اور بے کراں دل کے ساتھ سبطِ نبیؐ کا دفاع کروں گا۔

"اے گروہِ منافقین! میں اپنی ہندی شمشیر کی مسلسل و پیہم ضربات سے تمھیں جہنم کی بدترین وادی میں پہنچا دوں گا اور تمھیں اپنے سید و سردار کے مسکن سے بہت دور بھگا دوں گا۔

اے لوگو! میری طرف دیکھو میں حیدرِ کرارؑ کا فرزند جرار غیر فرار عباسؑ وفادار ہوں۔ میرے دل میں میری روح میں اپنے بابا علی مرتضٰیؑ کے فرزند عزیز کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ان کی ملکوتی شخصیت تائیدات ربانی سے مؤید ہے۔"

پھر آپؑ نے اس گروہِ اشرار پر اپنی شمشیر آب دار و شرر بار سے حملہ کر دیا۔ جب آپؑ دائیں طرف رُخ کرتے تو دشمن کی فوج کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیتے جب آپؑ بائیں طرف رُخ موڑتے تو دشمن کی فوجیں آپؑ کے آگے آگے اس طرح بھاگتی ہوئی نظر آتیں جس طرح بکریوں کا ریوڑ شیر کے آگے بھاگتا ہے۔

آپؑ نے چند لمحات میں ان روباہ صفت انسانوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ آپؑ کی جرأت و بہادری سے میدانِ کارزار کو زلزلے آ رہے تھے۔ آپؑ دشمن کے ان آہنی محاصروں کو توڑتے ہوئے دریائے فرات پر جا رُکے۔ حیدرِ کرارؑ کے فرزند نے چار ہزار بہادروں کے لشکر کو تتر بتر کر کے دریائے فرات پر قبضہ کر لیا لیکن ابن سعد کا درندہ صفت زخم خوردہ لشکر انتقام کی آگ میں جل رہا تھا اسے جمع ہونے کا موقع مل گیا۔ منتشر لشکر پھر مجتمع ہو کر منظم صورت میں آپؑ کے سامنے آ گیا۔ البتہ اس شیر بیشہ شجاعت کو ہزاروں کے لشکر سے ذرہ برابر خوف بھی نہ آیا۔ نہ آپؑ ان سے خوف زدہ ہوئے نہ سہمے اور نہ پریشان خاطر ہوئے۔

آپؑ نے ایک دفعہ دوبارہ چشم فلک کو اپنے پدر گرامی حیدر کرارؑ کی شجاعانہ جنگ کی یاد دلا دی۔ جو بہادر و شہ سوار آپؑ کے سامنے آیا تو آپؑ کی تلوار شرر بار کی تیز و تند کاٹ سے فضا میں اُڑتا ہوا نظر آتا۔ آپؑ کے راہ وار کے دونوں اطراف میں مقتولین بڑی تیزی کے ساتھ گرتے چلے جا رہے تھے اور ان کی منظم صفیں بٹتی جا رہی تھیں۔ آپؑ نے شجاعت حیدریؑ سے دشمن کے لشکر کو کاری اور بھاری ضرب لگائی جس سے ان کے ہوش ٹھکانے نہ رہے یا تو وہ قتل ہو رہے تھے یا پھر میدان چھوڑ کر بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اس وقت آپؑ نے دشمن کو للکارتے ہوئے یہ رجز پڑھا:

لَا أَرهَبُ المَوتَ إذَالمَوتُ رَقی
حَتّی أُوارِی مَیتاً عِندَ اللّقا
نَفسِی لِنَفسِ الطّاهِرِالطُّهرِ وَقا
إنّی صَبُورٌ شاكِرٌ لِلمُلتَقِي
وَلا أَخافُ طارِقاً إن طَرَقا
بَل أَضرِبُ الهامَ وَ أَفرِی المِعرَقا
إنّی أَنا العَبّاسُ صَعبٌ بِاللّقا
نَفسی لِنَفسِ الطّاهِرِ السِّبطِ وَقا

"جب موت اتنا ہولناک اور ہیبت ناک منہ کھولے میری طرف آتی ہے تو میں اس سے خوف زدہ نہیں ہوتا کیوں کہ مجھے معلوم ہے جب میں مبارزوں کے ہاتھوں قتل ہوں گا تو خاک میں چھپ جاؤں گا۔ میری جان اپنے طیب و طاہر آقا پر قربان ہو جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب میرا جنگ سے جو لوگوں سے مقابلہ ہوتا ہے اس وقت میں، میں اپنے ہوش و حواس میں ہوتا ہوں۔ حواس باختہ نہیں ہوتا صابر و شاکر ہو کر ثبات قدمی کے ساتھ مد مقابل کا مقابلہ کرتا ہوں۔

جب شب کی تاریکی میں جنگ کا بازار گرم ہوتا ہے اور ہر طرف موت اپنی داڑھیں کھولے چیخ رہی ہوتی ہے تلوار سے تلوار اور نیزہ سے نیزہ ٹکرا رہا ہوتا ہے تو میں اپنے گھوڑے کو اس آگ و خون کی وادی میں ڈال دیتا ہوں۔ اپنی شمشیر آب دار سے بہادروں اور پہلوانوں کے سروں کو یوں کاٹتا چلا جاتا ہوں کہ ان کے سر پرندے بن کر فضا میں اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اے لوگو! میں حیدر کرارؑ کا کرار فرزند عباسؑ ہوں۔ میں ایک ہیبت ناک شیر ہوں۔ میدان جنگ میں بہت شدید اور سخت گیر ہوں۔ اے لوگو! میری جان رسولؐ اطہر کے طاہر و مطہر فرزند پر قربان ہے۔"

جب آپؑ کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا تو آپؑ دریائے فرات میں داخل ہوئے اور مشک کو پانی سے بھرا اور اُسے اپنے شانے پر ڈالا۔ اپنا دست مبارک پانی میں ڈالا اور ایک جرعۂ آب ہاتھوں پر اُٹھایا کہ پی لیں لیکن اسی وقت آپؑ کو فرزند رسولؐ کی تشنگی یاد آئی۔ اس وقت آپؑ نے اپنے آپ سے فرمایا: بخدا جب تک میرا آقا حسینؑ پیاسا ہے اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا۔ پس پانی دریا میں ڈال دیا اور دریا سے باہر چلے آئے اور خیام کی طرف رُخ کیا اور یہ رجز پڑھا:

يَا نَفسُ مِن بَعدِ الحُسَينِ هُونِی

فَبَعدَهُ لَا كُنتِ أَن تَكُونِي

[illegible]"

هٰذَا الحُسَينُ شَارِبُ المَنُونِ

[illegible]

وَ تَشرَبِينَ بَارِدَ المَعِينِ

[illegible]

هَيهَاتَ مَا هٰذَا فِعَالُ دِينِي

[illegible]

وَلَا فِعَالُ صَادِقِ اليَقِينِ

[illegible]

[illegible] اے نفس! اگر میرے آقا و مولا امام حسینؑ اس دنیا سے چلے گئے تو ان [illegible]

کے بعد ذلت و رسوائی کے بغیر اور کچھ نہیں ہے۔ ان کے بعد زندہ مت رہنا یہ سردار حسینؑ بے دردی کے ساتھ مارا جائے اور تو ٹھنڈا پانی پیتا رہے۔ تجھ پر افسوس ہے۔ ہائے افسوس اور مجھ پر صد افسوس میں پانی پی لوں اور فرزند زہراؑ پیاسا رہے۔ یہ دین کی خلاف ورزی ہے اور بے دینی ہے۔ جب دین مبین کی بات ہو اور دین مبین کا وارث سخت پیاسا ہو اور تو پانی پی لے تو تیرا یہ پانی پینا فعل قبیح ہوگا۔ یہ کام قابل تحسین و تعریف نہیں ہوگا بلکہ لائق تحقیر و نفرین ہوگا" (عوام العلوم: ج ۱۷، ص ۲۸۲؛ شرح الاخبار فی فضائل ائمہ اطہار: ج ۵، ص ۱۹۱؛ ینابیع المودت: ج ۳، ص ۶۷؛ مقتل الحسین: ۵۷)۔

جناب سید ابن طاؤس نے "لہوف" میں کسی شاعر کا کلام نقل کیا ہے جو حضرت عباسؑ کی شان میں ہے:

أَحَقُّ النّاسِ أَن يُبكى عَلَيهِ
فَتىً أَبكَى الحُسَينَ بِكَربَلاءِ
أَخُوهُ وَ ابنُ والِدِهِ عَلِيٍّ
أَبُوالفَضلِ المُضَرَّجِ بِالدِّماءِ
وَ مَن واساهُ لا يُثنيهِ شَيءٌ
وَ جادَ لَهُ عَلى عَطَشٍ بِماءِ

"تمام لوگوں میں وہ شہنشاہِ وفا و ایثار (زیادہ) لائق گریہ ہے۔ وہ ایسا پیکر ایثار جوان تھا جس کی مظلومیت نے فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کو میدان کربلا میں رُلا دیا تھا۔ وہ پیکر جلال و جمال انھیں کا برادر عزیز تھا اور ان کے والد بزرگوار حیدر کرارؑ کا بہادر بیٹا تھا، جو اپنے برادر بزرگوار کی محبت میں اپنے خون میں غلطاں ہو گیا۔ اس بزرگوار نے اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کر دی۔ اُن کے سامنے کوئی ایسا امر نہ آیا جو انھیں کفار

سے جنگ کرنے سے روک دیتا۔ انھوں نے دریا سے پانی کی مشک بھی بھری، خود پیاس سے بے حال تھے لیکن بھائی کی محبت میں پیاسے ہی جنگ کی اور اسی حالت و پیاس میں شہادت پائی" (اللھوف:۱۷۸)۔

ابوتحف سے منقول ہے کہ جوں ہی حضرت عباس علیہ السلام دریا کے گھاٹ سے باہر آئے، ہر طرف سے آپؑ پر تیروں کی بارش ہونے لگی لیکن اس شیر بیشہ شجاعت نے تیروں کی برسات کی کوئی پروا نہ کی اور ان سے جنگ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ مشکا، آپؑ کے کاندھے پر تھی، آپؑ کے جسم پر زرہ تھی اس میں تیر اس قدر پیوست ہو گئے تھے کہ جس طرح خارپشت (سیہی) کے جسم پر خار ہوتے ہیں۔

ابرص بن شیبانی نے بڑھ کر حضرتؑ کے دائیں بازو پر حملہ کیا جس سے آپؑ کا دایاں بازو جسم سے جدا ہو گیا۔ آپؑ نے فوراً اپنی شمشیر کو بائیں ہاتھ میں لیا اور ان کافروں پر حملہ کر دیا اور یہ رجز پڑھا:

وَاللهِ لَوْ قَطَعْتُمُ يَمِينِي

لَأُحَامِيَنَّ جَاهِداً عَنْ دِينِي

وَ عَنْ إِمَامٍ صَادِقِ الْيَقِينِ

سِبْطِ النَّبِيِّ الطَّاهِرِ الْأَمِينِ

نَبِيِّ صِدْقٍ جَائَنَا بِالدِّينِ

مُصَدِّقاً بِالْوَاحِدِ الْأَمِينِ

"بخدا! تم لوگوں نے میرا دایاں ہاتھ قطع کر دیا ہے مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے میں اپنے بائیں ہاتھ سے اپنے دین مبین کے لیے مسلسل جہاد کرتا رہوں گا اور میں صادق الیقین امامؑ کی حمایت جاری رکھوں گا، جو طیب و طاہر اور صادق و امین نبیؐ کے سبطؑ ہیں۔ صادق و مصدق نبیؐ دین حق کو اللہ کی طرف سے ہماری طرف لائے اور وہ ربّ واحد لاشریک اور

امین کی تصدیق کرنے والے ہیں۔"

بعد ازیں اس دلاور عرصہ کارزار اور یادگار حیدر کرارؑ نے اپنے اس کاری بھاری زخم کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی جنگ جاری رکھی۔ اس حالت میں بھی آپؑ نے دشمن کے بڑے بڑے بہادروں کے چھکے چھڑا دیے اور اُنھیں خاک و خون میں غلطاں کر دیا۔

عمر بن سعد امام علیؑ کے اس جری و جرار بیٹے کی جنگ کو دیکھ رہا تھا وہ خود میدان سے دور رہ کر موت و حیات کی کشمکش میں تھا' نہ جیتا تھا اور نہ مرتا تھا۔ آخر وہ اپنے فوجیوں پر دھاڑا: ارے بربادی تمھارا مقدر بنے! مشک کو اپنے تیروں کا نشانہ بناؤ' مشک کو چھید ڈالو۔ بخدا! اگر یہ پانی خیام حسینیؑ تک پہنچ گیا تو پھر کسی کی خیر نہیں' کوئی یہاں سے زندہ واپس نہیں جائے گا' نیستی نابودی تمھارا مقدر بن جائے گی۔

کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ یہ بہادر و شجاع کس کا فرزند ہے؟ یہ اس کا فرزند ہے جسے علیؑ بن ابی طالبؑ کہتے ہیں۔ جس کی جرأت و بہادری کے کارنامے آسمانِ شجاعت پر ثبت ہو چکے ہیں جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

عمر بن سعد کی آواز پر ٹڈی دل لشکر حضرت عباس علیہ السلام پر ٹوٹ پڑا اور آپؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اس وقت آپؑ صرف اپنے بائیں ہاتھ سے جنگ کر رہے تھے لیکن آپؑ کے بائیں ہاتھ کے قطع ہونے سے پہلے کی جنگ اور اس بائیں ہاتھ سے ہونے والی جنگ میں کوئی فرق نہ تھا۔ آپ دست بریدگی صورت میں دشمن کو سرگردان کیے ہوئے تھے۔ گروہ در گروہ دشمن آپؑ پر حملہ کرتا تھا لیکن موت کے خونی پنجہ میں آ کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ اس دوران میں آپؑ نے ایک سو اسی شریروں کو آتش جہنم کی طرف بھیج دیا۔ ایک بدبخت عبداللہ بن یزید شیبانی نے آپؑ کے بائیں ہاتھ پر وار کر کے آپؑ کا بایاں ہاتھ قطع کر دیا۔ اس وقت اس بزرگ وار نے تلوار کو اپنے دندان مبارک میں لیا اور اپنی جنگ جاری رکھی۔ اس وقت آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

يَا نَفْسُ لَا تَخشَ مِنَ الكُفَّارِ

وَ أَبشرِي بِرَحمَةِ الجَبَّارِ

مَعَ النَّبِيِ سَيِّدِ الأَبرارِ

مَعَ جُملَةِ السَّادَاتِ وَ الأَطهارِ

"اے میرے نفس! ان کافروں سے خوف زدہ مت ہو تجھے جبار بادشاہ کی رحمت کی بشارت ہو کیوں کہ تُو نے عن قریب پیغمبر بزرگوار سید ابرارؐ کے حضور سادات عظام کے گروہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔"

قَد قَطَعُوا بِبَغیِهِم یَسَارِی

فَأَصلِهِم یَا رَبِّ حَرَّ النَّارِ

"ان ستم پیشہ افراد نے طغیان و عدوان سے میرا بایاں ہاتھ بھی قطع کر دیا ہے۔ اے میرے پروردگار! ان لوگوں کو آتش دوزخ کے عذاب میں معذب فرما۔"

حضرت عباس علیہ السلام کے دونوں بازو قلم ہو چکے تھے۔ آپؑ شدید زخمی ہو چکے تھے۔ پھر ثابت قدمی اور دل جمعی کے ساتھ میدانِ کارزار میں ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ایک ملعون کو موقع ملا اُس نے آپؑ کے مبارک سر پر آہنی عمود سے ضرب لگائی جس سے آپؑ کا مبارک سر شگافتہ ہو گیا اور آپؑ منہ کے بل زمین کی طرف آ رہے اور سید الشہداؑ کو آواز دی: یا ابا عبداللہؑ! میرا آپؑ پر آخری سلام ہو۔

جس وقت سید الشہداؑ نے اپنے برادرِ وفادار کی صدائے اِستغاثہ سُنی تو بلند آواز کے ساتھ گریاں صورت میں فرمایا:

وَا أَخاهُ وَا مُهجَةَ قَلباه

آپؑ فوراً میدانِ جنگ کی طرف آئے اپنی شمشیر شرربار سے دشمن کو پراگندہ کیا اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر کے اپنے برادرِ وفادار کشتۂ گروہِ اشرار کے سرہانے پہنچے۔ آپؑ نے

اس مظلوم کی لاش کو اُٹھایا اور خیام کی طرف لے آئے۔ آپؑ جوان بھائی کے لاشے کو اُٹھائے ہوئے تھے اور زار و قطار رو بھی رہے تھے۔ آپؑ کے گریہ کو دیکھ کر جمع حاضرین رونے لگے (مقتل الحسین: ۵۷)۔

بعض افاضل نے اپنے مقاتل میں روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے برادر مظلوم کے لاشے پر پہنچے اور ان کی مظلومیت دیکھی تو رونے لگے اور بلند آواز کے ساتھ فرمایا:

وَا أَخَاهُ وا عَبّاساه أَلانَ إِنكَسَرَ ظَهرِني وَ قَلَّت حيلَتي

حضرت عباس علیہ السلام کی آخری خواہش

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ حضرت عباس علیہ السلام کو اُٹھا کر خیام کی طرف لے جائیں تو اس وقت حضرت عباس علیہ السلام نے اپنی حق بین آنکھیں کھولیں، دیکھا تو سیدالشہداؑ ان کے بالائے سر کھڑے تھے، پوچھا: اے برادر بزرگ وار! آپؑ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

فرزند رسولؐ اللہ نے فرمایا: میں آپؑ کو خیام کی طرف لے جانا چاہتا ہوں۔

حضرت عباس علیہ السلام نے عرض کیا: آپؑ کو اپنے نانا بزرگ وار کے حق کی قسم! مجھے یہیں رہنے دیجیے اور خیام کی طرف نہ لے جائیے۔

آں حضرتؑ نے پوچھا: میں آپؑ کو یہاں کیوں رہنے دوں؟

آپؑ نے عرض کیا: دو چیزیں میرے سامنے ہیں:

میں نے آپؑ کی دختر سکینہؑ سے وعدہ کیا تھا کہ میں پانی لے آؤں گا۔ لیکن میں ان کے لیے پانی نہیں لا سکا، مجھے ان سے شرم آتی ہے، میں ان کے سامنے کیسے جاؤں؟!

دوسری بات یہ ہے کہ میں آپؑ کا علم دار تھا جب یہ گروہ اشرار مجھے مقتول دیکھیں گے تو وہ آپؑ پر ظلم و زیادتی کرنے لگیں گے۔

یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تعالیٰ آپؑ کو جزائے خیر عطا کرے آپؑ نے جس طرح اپنی زندگی میں میری مدد کی تھی اس طرح شہادت کے وقت بھی میری مدد کرنا چاہتے ہیں (معالی السبطین: ج ۱، ص ۴۴۹)۔

بعض کتب مقاتل میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علیہ السلام پر مرثیہ پڑھا تھا:

أَخِي يَا نُورَ عَيْنِيْ يَا شَقِيقِي
فَلِي قَدْ كُنْتَ كَالرُّكْنِ الْوَثِيقِ
أَيَا ابْنَ أَبِي نَصَحْتَ أَخَاكَ حَتَّى
سَقَاكَ اللهُ كَأْسًا مِنْ رَحِيقِ
أَيَا قَمَرًا مُنِيرًا كُنْتَ عَوْنِي
عَلَى كُلِّ النَّوَائِبِ فِي الْمَضِيقِ
فَبَعْدَكَ لَا تُطِيبُ لَنَا حَيَاةٌ
سَنَجْمَعُ فِي الْغَدَاةِ عَلَى الْحَقِيقِ
أَلَا لِلّٰهِ شَكْوَايَ وَ صَبْرِي
وَمَا أَلْقَاهُ مِنْ ظُلْمَاءٍ وَضِيقِ

"اے برادر! اے پیکر صبر و رضا! اے مجسم صفا و وفا!

اے نور دیدہ و پارۂ تن من!

تم میرے لیے محکم و مضبوط قلعہ تھے۔

اے میرے والد بزرگوار کی نشانی! آپؑ نے اپنے بھائی کی بھرپور نصرت کی ہے۔ خداوند متعال آپؑ کو آب کوثر سے سیراب فرمائے۔

اے ماہ تاب درخشندہ و عالم تاب! آپؑ نے تمام مصائب میں میری مدد کی ہے۔

اب تمہارے بعد زندگی کی تمام لذتیں ختم ہو گئی ہیں۔ بہت جلد ہم بھی ایک مقام پر جمع ہونے والے ہیں جہاں کسی قسم کا شک باقی نہ رہے گا یعنی ہم سب بارگاہِ خداوندی میں جنت میں اکٹھے ہونے والے ہیں۔

بارگاہ خداوندی میں میری شکایت ہے ہم صبر کا دامن تھامنے والے ہیں۔ اے

پروردگارا! ہم مصائب میں گھر چکے ہیں اور پیاس نے ہمیں مار دیا ہے۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادر کے جسم مقدس کو وہیں رکھا اُس سے وداع کیا اور خیام کی طرف واپس تشریف لائے۔ آپؑ کی آنکھوں سے آنسو برس رہے تھے۔ جب حضرت سکینہؑ نے اپنے بابا کی یہ حالت دیکھی تو فوراً آپؑ کے گھوڑے کے قریب آئیں اور عرض کیا: اے پدر مہربان! میرے چچا عباسؑ کہاں ہیں؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ انھوں نے واپس آنے میں دیر لگا دی ہے۔

انھوں نے مجھ سے پانی لانے کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ تو وعدہ ایفا کرنے والے تھے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ دریا پر جا کر انھوں نے اپنی پیاس بجھالی ہو اور ہماری پیاس کو فراموش کر دیا ہو، یا پھر ابھی دشمنوں کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں؟

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت سکینہؑ خاتون کی دل سوز باتیں سنیں تو رونے لگے اور فرمایا: اے دختر گرامی! تمھارے چچا اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں ان کی روح پُر فتوح بہشت کے باغوں کی طرف پرواز کر گئی ہے۔

حضرت زینب عالیہؑ کے جاں سوز نالے

جب حضرت زینبؑ خاتون نے یہ وحشت انگیز خبر سنی تو صدائے نالہ وزاری بلند کی اور کہا:

وا أخاه وا عبّاسا وا قلّة ناصراه وا ضيعتاه من بعدك

"ہائے تنہائی وبے کسی! اب تمھارے جانے کے بعد ہمارا کون (سہارا) ہے جو ہمیں سنبھالے گا۔ اے برادر! تمھارے بعد دربدری بہنوں کا مقدر (بن چکی) ہے۔"

جب باقی مستورات نے حضرت زینب عالیہؑ کے نالہ وشیون کی آوازیں سنیں تو ان کے گریہ زاری اور سوگ واری کی آوازیں بھی بلند ہوئیں۔

تاریخ جعفائی میں مرقوم ہے کہ ابن زیاد کے لشکر سے ایک آدمی نکلا اُس نے حضرت عباس علیہ السلام کے مقدس سر کو ان کے نازنین بدن سے جدا کیا اور اپنے گھوڑے کی گردن سے

آویختہ کیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ چند دنوں بعد جب لوگوں نے اُسے دیکھا تو اس کا چہرہ نحس سیاہ ہو چکا تھا۔ جب کسی نے اُس سے پوچھا کہ تُو تو بڑا خوب صورت تھا تمھیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ اب بدصورتی میں تُو سبھی سے آگے نکل گیا ہے؟

اس ملعون نے کہا: جس دن میں عباسؑ کا سر لے کر کوفہ کی طرف آ رہا تھا ابھی پہلی رات تھی کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور وہ مجھے جہنم کی طرف کھینچ کر لے گئے۔ میں نے چاہا کہ میں ان کی گرفت سے آزاد ہو کر واپس چلا جاؤں لیکن آگ نے مجھے گھیر لیا اور اُس نے میرے چہرے کو جلا کر سیاہ کر دیا (مقتل الحسین: ۱۷۴۰ نور العین فی شہد الحسین: ۱۴۲، المنتخب فی المراثی والخطب: ۳۰۶)۔

علامہ مجلسیؒ نے اس روایت کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے عذاب کے باب میں نقل کیا ہے۔ لیکن یہ روایت حضرت عباس علیہ السلام کے نام کے ساتھ مذکور نہیں ہے بلکہ اس روسیاہ نے کہا کہ اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک ساتھی کو قتل کیا تھا جس کی جبین مبارک پر سجدوں کے اثرات تھے (ثواب الاعمال: ۲۱۸، مقاتل الطالبین: ۱۱۷)۔

حضرت قاسمؑ بن حسین علیہ السلام

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد مظلومِ کربلاؑ کے فرزند حضرت قاسم علیہ السلام نے میدانِ کارزار کا رُخ کیا اور میدانِ جہاد میں یہ رجز پڑھا:

إِن تُنكِرُونِي فَأَنَا ابنُ حَيدَرَه
ضِرغَامُ آجَامٍ وَ لَيثُ قَسوَرَه
عَلَى الأَعَادِي مِثلُ رِيحٍ صَرصَرَه
أَكِيلُكُم بِالسَّيفِ كَيلَ السَّندَرَه

"اگر تم لوگ مجھے نہیں جانتے تو مجھے پہچان لیجیے میں امیرالمومنین امام علی علیہ السلام کا فرزند ہوں۔ میں شیر بیشہ شجاعت ہوں۔ میں اپنے دشمنوں کے لیے بادِ صرصر ہوں۔ میں تمھیں اپنی شمشیر آب دار شرر بار کی ضربات سے جہنم پہنچاؤں گا" (مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص۱۰۸)۔

علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ ابن شہر آشوب نے حضرت قاسمؑ بن حسینؑ کی مبارزت کے بعد حضرت قاسمؑ بن حسن علیہ السلام کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے (مناقب آل ابی طالب: ج ۴، ص ۱۰۷)۔

اس بزرگوار کا یہ تذکرہ اور روایت بہت عجیب و غریب ہے (یہ روایت غیر معروف ہے سوائے ابن شہر آشوب کے اسے کسی اور نے نقل نہیں کیا [مترجم])۔

حضرت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام

تمام معتبر کتب میں موجود ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام پیغمبر اکرمؐ کی شبیہ تھے۔ آپؑ نیک خصال اور خوش جمال تھے۔

محمد بن ابی طالب اور ابوالفرج اصفہانی سے مروی ہے کہ حضرت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت لیلیٰؑ خاتون ابومرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی دختر تھیں۔ وقت شہادت آپؑ کی عمر ۱۸ سال تھی۔

ابن شہر آشوب کا کہنا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے نور دیدہ کو میدانِ کارزار کی طرف عازم دیکھا تو اس وقت آپؑ نے آسمان کی طرف رُخ کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے اللہ! تُو اس ستم پیشہ گروہ پر گواہ رہ کہ ان کی طرف وہ جوان جنگ کے لیے جا رہا ہے جو خلقت و صورت اور گفتار و رفتار میں تیرے رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ جس وقت ہم تیرے رسولؐ کے جمالِ باکمال کے مشتاق ہوتے تھے تو اس نوجوان کے خوب صورت ملکوتی چہرے کی زیارت کرتے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ امنَعھُم بَرَکَاتِ الْاَرضِ وَ فَرِّقھُم تَفرِیقاً وَ مَزِّقھُم تَمزِیقاً وَاجعَلھُم طَرَائِقَ قِدَداً وَلَا تُرضِ الوُلَاۃَ عَنھُم اَبَداً فَاِنَّھُم دَعَونَا لِیَنصُرُونَا ثُمَّ عَدَوا عَلَینَا یُقَاتِلُونَنَا

"خداوندا! ان سے اپنی زمین کی برکات اُٹھا لے۔ انھیں پراگندہ و متفرق کر دے۔ ان کی آبرو و ناموس کو پارہ پارہ فرما۔ اِن کے اجتماع کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ ان کے حکمرانوں کو ان پر راضی نہ ہونے دے۔ کیوں

کہ ان لوگوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا ہے۔ جب ہم ان کی طرف آئے تو
انھوں نے ہمیں اپنے مظالم کا نشانہ بنایا۔ ہمارے خلاف جمع ہو گئے اور ہم
سے جنگ چھیڑ دی۔"

سیدالشہداؑ کا عمر بن سعد سے احتجاج

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی دعا کے بعد عمر بن سعد (لعین) کو آواز دی: تجھے کیا ہو گیا ہے؟! خدا تیرے رحم کو قطع کرے، تیرے کام کو تیرے لیے مبارک نہ کرے، کسی کو تجھ پر مسلط کرے، جو تجھے تیرے بستر پر قتل کرے اور تیرے سر کو کاٹ کر لے جائے جس طرح تُو نے میرے رحم کو قطع کیا ہے اور میری رسولؐ اللہ سے قرابت کا لحاظ تک بھی نہیں کیا۔

بعدازاں آپؑ نے قرآنِ مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

"بے شک اللہ نے حضرت آدمؑ وحضرت نوحؑ و آلِ ابراہیمؑ و آلِ عمرانؑ کو تمام کائنات پر برگزیدہ کیا۔ ان میں بعض، بعض کی ذرّیت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے" (سورۂ مبارکہ آلِ عمران: ۳۳-۳۴)۔

پس حضرت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے میدانِ کارزار کو اپنے جمال ونور سے اس طرح منور کیا جس طرح آفتابِ عالم تاب کائنات کو روشن کرتا ہے۔

عرضِ مترجم:

بعض کتبِ مقاتل میں مسطور ہے کہ جس وقت شبیہِ پیغمبرؐ نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا لشکرِ اعدا میں سے جن لوگوں نے رسولؐ اللہ کو دیکھا تھا تو بے اختیار بول پڑے: بخدا! گویا یہ جوان (بعینہٖ) رسولِؐ خدا ہے جو میدان میں آ چکا ہے۔

بعض لوگوں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے۔ مظلومِ کربلاؑ کی سوگ واری

میں کچھ لوگوں کے دل پسیج گئے اور وہ کہنے لگے: اب معاملہ اتنا پیچیدہ اور سخت ہو گیا ہے کہ آخر اس خوش خصال اور پیکرِ حُسن و جمال کو میدانِ جنگ کی طرف آنا پڑا۔

اس مبارزِ میدانِ کارزار نورِ دیدۂ حیدرِ کرارؑ نے اپنی شمشیر شرربار و آب دار کے ساتھ اس گروہِ اشرار پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا:

أَنَا عَلِي بنُ الحُسَينِ ابنِ عَلِيّ
مِن عُصبَةٍ جَدُّ أَبِيهِمُ النَّبِيّ
وَاللّٰهِ لا يَحكُمُ فِينَا ابنُ الدَّعِيّ
أَطعَنُكُم بِالرُّمحِ حَتَّى يَنثَنِي
أَضرِبُكُم بِالسَّيفِ أَحمِي عَن أَبِي
ضَربَ غُلامٍ هَاشِمِيٍّ عَلَوِيّ

"میں حسینؑ ابن علیؑ کا علیؑ فرزند ہوں۔ میں اُس خاندان کا چشم و چراغ ہوں کہ جن کے بابا کے جد بزرگ وار پیغمبر اکرمؐ تھے۔ بخدا ابن زیاد زنازادہ ہم پر حکم رانی نہیں کر سکتا۔ میں تمھیں اپنے نیزہ کی کاٹ کا مزہ چکھاؤں گا۔ میں اپنی تلوار سے تم سے جنگ کروں گا اور اپنے والد بزرگ وار کا دفاع کروں گا۔ میری ضرب ایک ہاشمی و علوی جوان کی ضرب ہوگی۔"

مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب یہ نوجوان میدانِ جنگ میں اُترا اور اپنے دشمن کے لشکر کے بالمقابل ہوا اور ان پر تلوار چلانی شروع کی تو تلوار کی کاٹ کچھ اس طرح کی تیز و تند تھی کہ جو شہ سوار آپؑ کے سامنے آتا تھا اس کا سر فضا میں اُڑتا ہوا نظر آتا۔ آپؑ نے چند لمحوں میں دشمن کی فوج کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ آخر کوفی لشکر کی چیخیں نکل گئیں۔

مروی ہے کہ باوجود تشنگی کے آپؑ نے دشمن کے ایک سو بیس افراد کو تہ تیغ کیا۔ آپؑ نے ان ستم کاروں سے کچھ اس قدر شدید جنگ کی کہ دشمن کے بڑے بڑے نامی گرامی پہلوانوں کی چیخیں بلند ہوتی سنائی دیں اور انھوں نے میدان سے فرار ہو کر اپنی جانیں بچائیں۔

جب آپؑ نے میدان کو خالی دیکھا تو اپنے گھوڑے کو خیام کی طرف موڑا اور اپنے والد گرامی کے پاس واپس آ گئے۔ اس وقت آپؑ کے نازنین بدن پر کثرت کے ساتھ زخم آ چکے تھے۔

جب آپؑ اپنے والد گرامی کے پاس پہنچے تو عرض کیا: بابا جان! پیاس نے مجھے بے حال کر دیا ہے' اسلحہ جنگ نے مجھے تھکا دیا ہے' کہیں سے ایک گھونٹ پانی کا مل جائے تو اسے پی کر واپس میدان کارزار میں جاؤں اور اس گروہ اشرار اور قوم نابکار سے جنگ کروں۔

جب فرزند رسولؐ نے اپنے بیٹے کی یہ دل سوز اور جاں گداز گفتگو سنی تو آپؑ کا دل کباب ہو کر رہ گیا۔ آپؑ نے سرد آہ بھری اور آپؑ کے رُخساروں پر آنسو کی لڑی جاری ہو گئی۔ آپؑ نے فرمایا: اے میرے فرزند عزیز! آپؑ کی یہ بات حضرت محمد مصطفیٰؐ و حضرت علی مرتضیٰؑ اور مجھ پر کتنی بھاری ہے کہ تم مدد کے لیے بلاؤ اور ہم تمھاری مدد نہ کر سکیں۔

آپؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا: اے میرے بیٹے! اپنی زبان میرے دہن میں ڈال دو۔ پھر آپؑ نے علی اکبر علیہ السلام کو ایک انگشتری دی کہ اسے منہ میں رکھو اور میدان کی طرف جاؤ۔ مجھے امید ہے کہ ابھی یہ دن باقی ہو گا کہ تیرے جد بزرگوار تجھے جام کوثر سے سیراب کریں گے جس کے بعد تم کبھی پیاسے نہ ہو گے۔

عرض مترجم:

حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اپنے بابا سے پانی کیوں طلب کیا تھا حالاں کہ انھیں معلوم تھا کہ خیام میں پانی نہیں ہے اس سوال کا جواب جو میرے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے:

پہلی بات یہ کہ آپؑ اس قدر پیاسے تھے کہ آپؑ نے بے اختیار میں پانی طلب کیا۔

یہ اس طرح کی بات ہے جب کوئی آدمی مریض ہوتا ہے اور وہ شدید قسم کے درد میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین سے کہتا ہے کہ اس کی خبر لیں حالاں کہ وہ جان رہا ہوتا ہے کہ اس کے والدین کے پاس کچھ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ان کے والد گرامی معصومؑ ہیں' امام ہیں اور اُن کے ہاتھ سے معجزات صادر ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے آپؑ نے اپنے والد

معظمؑ سے پانی طلب کیا کہ شاید بہ اعجاز امامت ان کے لیے پانی کا بندوبست ہو جائے تاکہ پانی پی کر وہ ان ظالموں سے اپنے بابا کا دفاع کر سکیں (چونکہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کے سامنے مدینہ والا واقعہ تھا جب انھوں نے اپنے باباؑ سے انگوروں کا مطالبہ کیا تھا اور انگوروں کا موسم نہ تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا مطالبہ اعجاز امامت سے پورا کر دیا تھا [دلائل امامت: ص۷۵])۔

حضرت امام حسینؑ نے شہزادۂ علی اکبرؑ کی زبان اپنے دہن میں کیوں لی؟

روایت ہے کہ جب شہزادۂ علی اکبر علیہ السلام میدانِ جنگ سے واپس اپنے باباؑ کے پاس خیام کی طرف آئے اور پیاس کی شکایت کی تو فرزند رسولؐ اللہ نے انھیں فرمایا: وہ اپنی زبان ان کے دہن میں داخل کریں۔

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام سخت پیاسے تھے ایک لمبے وقت سے انھیں پینے کے لیے پانی نہیں ملا تھا۔ اُدھر جب شہزادےؑ نے دشمن سے بھرپور جنگ کی تو مزید ان کے جسم میں حدت پیدا ہوئی اور پیاس میں پہلے سے کئی گنا اضافہ ہوا جہاں پیاس میں اضافہ ہوا وہاں زبان کی خشکی میں اضافہ ہوا۔ دورانِ جنگ گرد و غبار کا ایک علیحدہ کام تھا۔ شہزادےؑ کے دہن اقدس میں اس دوران گرد و غبار نے بھی اپنا کام کیا۔ جس کی وجہ سے شہزادےؑ کی زبان دہن کے اندر بہ مشکل حرکت کر رہی تھی دہن کی رطوبت خشکی کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔

آں حضرتؑ نے چاہا کہ جب شہزادہؑ اپنی زبان میرے دہن میں داخل کرے گا تو میں اس کی زبان پر آیا ہوا گرد و غبار اپنی زبان کے ذریعے دور کر دوں گا۔ شاید آپؑ نے یہ اس مقصد کے لیے کیا ہو۔

وَاللّٰهِ اَعلَمُ بِحَقَائِقِ الاُمُور

شہزادۂ علی اکبر علیہ السلام نے دوبارہ میدانِ کارزار کا رُخ کیا اور یہ رجز پڑھا:

اَلحَربُ قَد بَانَت لَهَا الحَقَائِقُ

وَ ظَهَرَت مِن بَعدِهَا مَصَادِقُ

وَاللهِ رَبِّ الْعَرْشِ لَا نُفَارِقُ
جُمُوعَكُمْ أَوْ تُغْمَدَ الْبَوَارِقُ

"جب زوردار جنگ شعلہ ور ہوئی اور اُس کے بھڑکنے والے طاقت ور شعلوں نے اپنا کام شروع کیا تو بڑے بڑے بہادر اس کے شعلوں کی نذر ہوئے۔ ان میں ہمارے بہادر جنگ جو بھی کام آئے۔ اللہ کی قسم! اگرچہ ہم نہتے ہیں' تعداد میں کچھ بھی نہیں ہیں مگر تمہارا یہ لشکر جو سیل رواں کے مانند موجود ہے ہم اس سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہم تمہارا مقابلہ کریں گے میدان چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ جب تک ہمارے نیاموں میں شرربار تلواریں موجود ہیں ہم میدان میں جم کر لڑیں گے مر جائیں گے لیکن تمہاری اطاعت نہیں کریں گے۔"

شہزادے نے دوبارہ خوب جنگ کی اور دشمن کے چھکے چھڑا دیے۔ آپ کی تلوار اور راہ وار کے سامنے بڑے بڑے بہادر بھاگ کر جانیں بچانے کی کوشش میں تھے۔

عمر بن سعد کی پریشانی

عرضِ مترجم:

بہت سی کتب مقاتل میں منقول ہے کہ جب عمر بن سعد نے شہزادے کی جنگ دیکھی اور آپ کی جرأت و مردانگی کا مشاہدہ کیا تو کانپ کر رہ گیا۔ اس نے فوراً اپنی فوج کے ایک نامی گرامی توانا و قوی عظیم الجثہ بہادر طارق بن کثیر کو بلایا۔ طارق بن کثیر شجاعت و دلیری میں مشہور و معروف تھا۔ جب وہ آیا تو اُس سے عمر بن سعد نے کہا: امیر تجھے ہر سال بھاری رقم و مال دیتا ہے اور ایک عرصے سے تجھ پر یہ عنایات ہو رہی ہیں ان عنایات کا تقاضا ہے کہ تُو امیر کی نصرت میں اس ہاشمی نوجوان سے جنگ کر اور اس کا سر میرے پاس لے آ۔

طارق نے کہا: جی ہاں! میں اس نوجوان سے لڑنے کے لیے ضرور جاؤں گا لیکن میری

ایک شرط ہے کہ اس کے عوض مجھے موصل کی حکومت چاہیے۔ اس امر میں تمہاری سفارش کی ضرورت ہے۔

عمر بن سعد نے اُسے حکومتِ موصل کی ضمانت دی۔

روایت میں ہے کہ طارق نے جنگی لباس پہنا اور اپنے آپ کو مسلح کیا۔ جب وہ ہر طرح سے اسلحہ سے لیس ہو گیا تو بڑے غرور و تکبر کے ساتھ میدانِ جنگ کی طرف آیا۔ میدانِ جنگ میں تمام اطراف کی نظر ان دونوں بہادروں پر تھی۔ اس ملعون نے آتے ہی شہزادہ علی اکبر علیہ السلام پر کروغرور سے بھرپور حملہ کیا۔ چوں کہ فنونِ حرب وضرب کا مانا ہوا اُستاد تھا اُس نے اپنے فنونِ حرب وضرب کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔

یہ ملعون تازہ دم تھا' ٹھنڈا پانی پی کر آیا تھا جب کہ حیدرِ کرارؑ کا پوتا ایک لمبے عرصہ سے شدت کی پیاس میں جلتا تھا۔ جسم بھی زخمی زخمی تھا۔ طارق کمال ہنرمندی سے بڑھ چڑھ کر حملے پر حملہ کیے جا رہا تھا۔ نورِ دیدۂ حیدرِ کرارؑ' سرورِ صدر احمد مختارؐ' فرزند سید ابرار اپنا دفاع کر رہے تھے۔ اطراف کے لشکروں نے اپنی نظریں ان لڑنے والوں پر مرکوز کر رکھی تھیں۔ گرد و غبار اُٹھتا تو دونوں جنگ جو گرد و غبار میں گم ہو جاتے۔ جب گرد و غبار چھٹتا تو دونوں آشکار ہو جاتے۔

آخر اس طویل لرزہ خیز جنگ میں رسولِ اعظمؐ کے جگر گوشہ کی تلوار شرربار فضا میں چمکی اور بجلی کی طرح کوندی اور اس یزیدی لشکری کے جسم میں اتر گئی۔ علی اکبر علیہ السلام کی تلوار نے اُس کے خرمنِ حیات کو جلا کر رکھ دیا۔ خازنینِ جہنم جو انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے' نے اُسے فوراً اُٹھایا اور جہنم کی آگ کے بھڑکتے شعلوں کے حوالے کر دیا۔

اسی بد نہاد طارق کا بھائی ابن سعد کے لشکر میں موجود تھا جب اُس نے اپنے بھائی کا انجام دیکھا کہ حیدرِ کرارؑ کے شیر کے ہاتھوں خاک و خون میں غرق ہو کر رہ گیا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے تیرگی پھیل گئی۔ غصے کی آگ میں جل کر رہ گیا۔ وہ سانپ کی طرح پھن پھیلائے ہوئے پیچ و تاب کھاتا ہوا میدانِ جنگ کی طرف تند و تیز طوفانی آندھی بن کر آیا اور اسد اللہ کے بہادر اور زخمی سپوت پر حملہ کر دیا۔ آپؑ نے اس سے دو اڑھائی ہاتھ کیے دنیا نے

دیکھا کہ اِدھر بازوئے حیدری سے تلوار اُٹھی اور اس نجس کے سر کو اس طرح دو ٹکڑے کر دیا جس طرح چھری کھیرے کو دو ٹکڑے کر دیتی ہے اس طرح یہ بھی اپنے بھائی کے پاس جہنم میں پہنچ گیا۔

طارق کا بیٹا بھی میدان میں موجود تھا جب اُس نے اپنے باپ کے بعد اپنے چچا کا حشر دیکھا تو اس کی کائنات تاریک ہو کر رہ گئی۔ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گھوڑے پر چھلانگ لگا کر بیٹھا اور گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے اس شہزادےؑ پر حملہ کر دیا لیکن اس فخرِ دودمانِ احمد مختارؐ نے اُسے بھی سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور اُسے بھی واصل جہنم کر دیا۔

جب عمر بن سعد نے حیدر کرارؑ کے نورِ دیدہ کی شجاعت و بہادری اور قوت کو دیکھا تو وہ بکر بن غانم سے مخاطب ہو کر چیخا اور اُسے حکم دیا کہ اس جوان کی طرف جاؤ اور اسے قتل کر کے اس کا سر میرے پاس لاؤ۔

بکر بن غانم نخوت و غرور سے بھرپور ہو کر گھوڑے پر بیٹھا۔ یہ ملعون ایک مشہور و معروف پہلوان تھا۔ نیز عسکری اُمور میں اپنی مثال آپ تھا اور شجاعت و دلیری میں مشہور زمان تھا۔ اس نے آتے ہی فرزند رسولؐ کے شہزادےؑ پر حملہ کر دیا۔

شہزادہ علی اکبرؑ نے اپنا دفاع کیا اور جوابی حملہ شروع کر دیا۔ ابھی چند دفعہ تلوار کے واروں کا رد و بدل ہوا ہو گا کہ بکر بن غانم کی زرہ اس کی بغل کے نیچے سے پھٹ گئی۔ جوں ہی اس کی زرہ پھٹی اس فخرِ بنی ہاشمؑ یادگارِ آلِ حیدرؑ نے ہاشمی قوت و زورِ بازو کے ساتھ اس شقی کے زیرِ بغل کچھ اس طرح تلوار ماری کہ وہ دو نیم ہو کر گرا اور اپنے خون میں لت پت ہو کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔

شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کی شہادت

علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ ابن زیاد کے لشکر سے ایک ایک کر کے بہادر آتے رہے اور اِدھر اہل بیتؑ رسول اللہؐ کی تلوار سے جہنم واصل ہوتے رہے۔ مؤرخین نے ان کی تعداد بیس نقل کی ہے۔ اس دوران منقذ بن مرہ ملعون نے آتے ہی شہزادہؑ کے سر مبارک پر تلوار ماری۔

جوں ہی آپؑ کا مبارک سر زخمی ہوا تو اس روباہ صفت لشکر کے کچھ لوگوں نے ہر طرف سے آپؑ پر ہجوم کر دیا اور آپؑ پر تلواریں برسانی شروع کر دیں۔ جب آپؑ نے دیکھا کہ وہ اپنی سواری پر سنبھل کر نہیں بیٹھ سکتے تو فوراً آپؑ نے اپنے بازو گھوڑے کی گردن میں حمائل کر دیے۔ اس دوران گھوڑے کا رُخ دشمن کے لشکر کی طرف ہو گیا۔

جوں ہی آپؑ کا گھوڑا لشکر میں پہنچا تو ان ملعونوں نے آپؑ کے جسم نازنین کو تلواروں سے پارہ پارہ کر دیا۔ آپؑ کی روح پُرفتوح نے جنت کی طرف پرواز نہیں کیا تھا کہ آپؑ نے آواز دی: اے پدر بزرگوار! مجھے میرے جد نامدار رسولؐ اللہ نے حوضِ کوثر سے جام بھر کر پلا دیا ہے اب میں کبھی پیاسا نہیں رہوں گا۔ انھوں نے آپؑ کے لیے فرمایا ہے: آپؑ بھی جلدی آ جائیں اور میرے ہاتھوں جامِ کوثر پی لیں۔

جب مظلومِ کربلاؑ نے اپنے نورِ دیدہ کی آواز سنی تو آپؑ نے فرمایا: خداوند ان لوگوں کو قتل کرے جنھوں نے آپؑ کو شہید کر دیا' ان لوگوں نے کس قدر رحمٰن بادشاہ کے خلاف معصیت کی جرأت و جسارت کی ہے۔ اے میری آنکھوں کی روشنی! تیرے بعد اس دنیا اور حیاتِ دنیا پر خاک (امالی صدوق: ۱۵۶' مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۵۹' روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۲۸' اعلام الوریٰ: ۲۴۰' الارشاد: ج ۲، ص ۱۰۶' اللھوف: ۱۱۳' مقاتل الطالبین: ۱۱۳)۔

ابوالفرج کی روایت

ابوالفرج نے سعید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام عازمِ قتال ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے قطرات اشک جاری ہو گئے' جن سے آپؑ کی ریش مقدس تر ہو گئی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! اس قومِ نابکار پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف وہ نوجوان عازمِ مبارزت وقتال ہے جو تیرے رسولؐ کی شبیہ ہے۔

جب اس شیر بیشۂ شجاعت نے یزیدی لشکر سے جنگ کی تو تھوڑی دیر میں کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ جب آپؑ نے میدان کو خالی دیکھا تو اپنے والد گرامی کی طرف واپس چلے آئے اور ان کی بارگاہ میں عرض کیا: اے بابا جان! پیاس نے حال سے بے حال کر دیا ہے۔

سید الشہداؑ نے فرمایا: اے میرے حبیب! تھوڑی دیر کے لیے پیاس کو برداشت کر لو تمھارے ناناؐ جلد تمھیں حوضِ کوثر سے سیراب کر دیں گے۔

شہزادہ علی اکبر علیہ السلام تشنہ لبی حالت میں واپس میدانِ جنگ کی طرف گئے اور ان پر پے در پے حملے کیے۔ آپؑ جواں مردی سے جنگ میں مصروف تھے کہ ایک ملعون نے آپؑ کو اپنے تیز و تند تیر کا نشانہ بنایا۔ تیر فراٹے بھرتا ہوا آیا اور آپؑ کے گلوئے مبارک میں پیوست ہو گیا۔ جس نے آپؑ کے حلق کو زخمی کر دیا اور وہاں سے خون جاری ہو گیا۔ آپؑ نے بلند آواز کے ساتھ ندا دی:

بابا جان! میرا سلام میرے نانا بزرگ وار نے مجھے سنبھال لیا ہے اور آپؑ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: ہم انتظار میں ہیں آنے میں جلدی کیجیے۔ پھر آپؑ کی روح پُر فتوح جنت کی طرف پرواز کر گئی (مقاتل الطالبین:۱۱۶)۔

حمید بن مسلم سے مروی ہے: گویا اب بھی یہ دردناک منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جس وقت حضرت علی اکبر علیہ السلام شہید کر دیے گئے اس وقت میں نے دیکھا کہ خیمہ گاہ سے ایک خاتون جو آفتاب عالم تاب کے مانند تھیں باہر آئیں۔ وہ نالہ و فریاد بلند کرتی ہوئی چلی آ رہی تھیں۔ وہ جب شہزادہؑ کے قریب پہنچیں تو غم و حزن میں ڈوبی ہوئی آواز سے فرمایا: اے حبیبِ من! اے میوۂ دلِ پُر دردِ من! اے نورِ دیدۂ من!

حمید کا بیان ہے کہ میں نے کسی سے پوچھا: یہ خاتون کون ہیں؟

اس نے کہا: حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی بیٹی حضرت زینب سلام اللہ علیہا ہیں۔

پس یہ مکرمہؑ اپنی ناتوانی کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے بھتیجے کے پاس پہنچیں اور آتے ہی حضرت علی اکبر علیہ السلام پر بے اختیار صورت میں گر پڑیں۔ جاں سوز و جگر سوز بین کرنے شروع کر دیے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے واپس خیام کی طرف بھیج دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاشمی جوانوں کو آواز دی کہ آئیے اور اپنے بھائی کو یہاں سے اُٹھا لیجیے۔ ہاشمی نوجوان آئے اور ان کے مقدس بدن کو خیام کے قریب

لائے (مثیر الاحزان: ۱۶۸؛ مقاتل الطالبین: ۱۲۶)۔

عرضِ مترجم:

بعض صاحبانِ مقاتل نے شیخ مفیدؒ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السلام درجہ شہادت پر پہنچے تو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے فرزند کی نعش کو خیام کی طرف لے آئے۔ اس وقت آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب حضرت سکینہؑ نے اپنے باباؑ کی یہ حالت دیکھی کہ ان کی آنکھوں سے قطراتِ عبرات مانند سیلاب جاری تھے، عرض کیا: اے بابا جان! آپؑ کی حالت ایسی کیوں ہو گئی ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپؑ کی روح پرواز کرنے لگی ہو۔ آپؑ یہ بتائیں کہ میرے بھائی علی اکبرؑ کہاں ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: اس قومِ ستم پیشہ نے انھیں شہید کر دیا ہے' آپؑ کے بھائی مارے گئے ہیں۔ جب حضرت سکینہؑ نے یہ وحشت ناک خبر سنی تو فریاد بلند کی:

وا اخاه' وا مهجة قلباه

انھوں نے خیمے سے باہر آنا چاہا حضرت امام حسین علیہ السلام نے انھیں باہر نہ جانے دیا اور فرمایا: اے سکینہؑ! صبر سے کام لیجیے۔

اس زخمی دل بی بیؑ نے عرض کیا: اے بابا جان! میں کیسے صبر وتحمل سے کام لوں' میرے بھائی قتل ہو گئے ہیں' میرا بابا اکیلا رہ گیا ہے؟

آں حضرتؑ نے فرمایا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

ایک اور روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت علی اکبر علیہ السلام کے بالائے سر پہنچے تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا: اے میرے شہید فرزند! تم مصائبِ دنیا سے آزاد ہو گئے ہو۔ دنیاوی مشقتوں سے پرسکون ہو گئے ہو۔ تمھاری روح پُرفتوح جنت کے باغات کی طرف پرواز کر گئی ہے۔ اب تمھارا بابا نرغہ اعدا میں اکیلا رہ گیا ہے۔ بہت جلد وہ بھی تمھارے پاس آنے والا ہے۔

خاندانِ بنو ہاشمؑ کا اوّلین شہید

ابوالفرج نے اپنی سند سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی اولاد میں جس نے سب سے پہلے شہادت پائی تھی وہ حضرت علی اکبر علیہ السلام تھے۔

عرضِ مترجم:

معتبر اربابِ مقاتل کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ بنو ہاشمؑ کا پہلا شہید کون ہے؟ ان میں سے اکثر نے یہی لکھا ہے کہ سب سے پہلے شہید شہزادہ علی اکبر علیہ السلام ہیں۔ ان سب نے اس عبارت سے استدلال کیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلَ قَتِیْلٍ من نَسلِ خَیرِ سَلِیْلٍ مِن سُلَالَةِ اِبرَاهِیمَ الخَلِیلَ

ان کا یہ استدلال ان کے دعوئی کو ثابت نہیں کرتا کیوں کہ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ "نسل خیر سلیل" سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام ہوں اور "من سلالة ابراهیم" یا تو "سلیل" کی صفت ہے یا صفت بعد از صفت برائے "قتیل" ہے۔ کیوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے چند افراد نے میدانِ کربلا میں شہادت پائی تھی۔ دو نفر تو یقینی ہیں اور تین نفر کا گمان ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے شہید حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد حضرت عبداللہؑ بن امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہے۔

اس کے علاوہ جس آدمی نے دقت کے ساتھ میدانِ کربلا میں اصحابِ حسینیؑ کی جاں فشانی و جاں نثاری کو دیکھا ہو تو اس کے سامنے یہ امر ظاہر و باہر ہو جاتا ہے تو وہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت کو سب کے آخر میں سمجھتا ہے، کیوں کہ اصحابِ حسینیؑ کو حضرت امام حسینؑ سے اس قدر محبت تھی کہ وہ ہر مصیبت کو اپنی جان پر لینے کے لیے تو تیار تھے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کی جان پر معمولی سی مصیبت برداشت کرنے پر تیار نہ تھے۔ یہ ان کے لیے کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنی موجودگی میں اپنے امیر کے فرزند کو میدانِ قتال کی طرف جانے دیتے۔ اصحابِ حسینیؑ کے لیے یہ امر محال تھا۔

علامہ مجلسیؒ نے یہی لکھا ہے کہ تمام شہدائے بنی ہاشمؑ کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام شہید ہوئے تھے (واللہ العالم بحقائق الامور)۔

احوالِ نسب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ نے ابوالفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے۔ ان کی اولاد نہ تھی۔ ان کی کنیت شریف ''ابوالحسن تھی۔ ان کی والدۂ ماجدہ حضرت لیلیٰؑ ابومرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی دختر تھیں۔

مقامِ علی اکبر علیہ السلام

ایک دن معاویہ بن ابوسفیان نے لوگوں سے پوچھا کہ خلافت کا اہل کون ہے؟

حاضرین نے کہا: خلافت کے اہل تمہیں ہو۔

معاویہ نے انھیں جواب دیا: نہیں اس وقت تمام لوگوں میں سے امر خلافت کے اہل علیؑ بن الحسینؑ ہیں کیوں کہ ان کے جد رسولؐ اللہ ہیں۔ ان میں بنو ہاشمؑ کی شجاعت، بنواُمیہ کی سخاوت اور ثقفی قبیلہ کا حُسن و جمال جمع ہیں (انساب الاشراف: ج۵، ص۱۳۶، مقاتل الطالبین:۸۶، اعلام: ج۴، ص۲۷۷)۔

طالبیوں کا عقیدہ

یحیٰ بن حسن علوی طالبی کا کہنا ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ جو کربلا میں شہید ہوئے تھے ان کی والدہ اُمّ ولد تھیں، حضرت لیلیٰؑ ان کی والدہ نہ تھیں۔ ان کے دادا بزرگوار حضرت امام علیؑ ہیں۔ حضرت زین العابدینؑ کی والدہ حضرت لیلیٰ تھیں۔ وہ حضرت عثمان کی خلافت کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔

عرضِ مترجم:

امیر شام کا حضرت علی اکبر علیہ السلام کی تعریف کرنا مقاصد سے خالی نہ تھا۔ جب حضرت امام حسینؑ فرزند رسولؐ اللہ موجود تھے تو ان کی موجودگی میں حضرت علی اکبر علیہ السلام کو خلافت کا اہل

سمجھتا اور اس بات کا اعلان کرتا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ اگر وہ کہتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام خلافت کے اہل ہیں تو لوگوں کا میلان حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف ہو جاتا کہ جب خلافت کا اہل موجود ہے تو خلافت اس کے حوالے کیوں نہیں کی جاتی۔

امیر شام نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا کہ انھیں بنو ہاشمؑ سے شجاعت ملی ہے اور اُمویوں سے سخاوت ملی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ عوام کو امیر کی شجاعت سے کوئی غرض نہیں ہوتی خصوصاً ایسے عوام جو کالانعام ہوتے ہیں۔ البتہ سخاوت سے ان کا واسطہ ہوتا ہے لیکن اُمویوں کی سخاوت کی داستانیں تاریخ میں موجود ہیں۔

فتح مکہ کے چند دنوں بعد ابوسفیان کی بیوی ہند رسولؐ اللہ کے پاس آئی اور اُس نے ابوسفیان کے بخل کی شکایت کی کہ وہ بخیل آدمی ہے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: تم اس کے مال میں سے اتنا مال لے سکتی ہو جو تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو (صحیح مسلم: ج۵، ص۱۳۰ مسند احمد: ج۶، ص۲۲۵ سنن ابی داؤد: ج۲، ص۱۵۰ سنن الکبریٰ: ج۷، ص۲۶۶ سنن النسائی: ج۳، ص۱۸۱ صحیح ابن حبان: ج۱۰، ص۲۷ المعجم الکبیر: ج۲ والبدایہ والنہایہ: ج۴، ص۳۶۵ مجمع البیان: ج۹، ص۴۲۹)۔

یہ ان کی سخاوت کا صرف ایک نمونہ ہے۔

اہلِ حرم سے وداع

فارسی کتب جن میں کربلا کا تذکرہ ہے، میں یہ موجود ہے کہ ہر شہید نے شہادت سے قبل اہلِ حرم سے وداع کیا تھا۔ اسی وداع میں لمبی چوڑی گفتگو بھی موجود ہے۔ حال آں کہ یہ وداعی روایات کسی معتبر مقتل میں نہیں ہیں۔ بس یہ صرف حکایات ہیں۔ کچھ بے خبر لوگوں نے یہ باتیں وضع کر کے خاندانِ اہلِ بیتؑ کی طرف منسوب کر دی ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں خاندانِ رسالتؐ کی خواتین کی جلالت و شان کے خلاف ہیں۔

میں نے کسی مقتل میں نہیں دیکھا کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اپنی والدہ سے وداع کیا ہو اور نہ وداع کرنے کی وجہ دُرست نظر آتی ہے بخدا ان لوگوں نے جھوٹ کی حد کر دی ہے اور

آلِ محمدؐ کی طرف جھوٹ کو منسوب کیا ہے۔ مقامِ حیرت ہے اور انصاف سے بھی بعید بلکہ بعید تر ہے۔ لکھنے والے نے لکھ دیا ہے کہ مادرِ وھب حضرت وھبؓ کو جہاد کی ترغیب و تحریص کرتی رہیں۔ اپنی ماں کی تشویق کے بعد ان میں جاں فشانی و جاں نثاری کے جذبات پیدا ہوئے۔

لیکن ان صاحبان نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ جس نے اس عظیم الشان اور جلیل القدر فرزند کو جنم دیا تھا' جس کی جرأت و بہادری کے سامنے بڑے بڑے نامی گرامی ماہرین فنونِ حرب ضرب لمحہ بھر کے لیے نہ ٹھہر سکتے تھے، کے بارے میں لکھ دیا کہ وہ محترمہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کو میدانِ جہاد کی طرف نہیں جانے دیتی تھیں۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام نے ہزار منت سماجت کے بعد انھیں راضی کیا تھا پھر کہیں انھوں نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کو جنگ کی اجازت دی۔

معلوم ہوتا ہے ایسے اربابِ مقاتل امامؑ کی شان و منزلت سے واقف ہی نہیں تھے کہ امامؑ اور ان کا خاندان کتنا بلند تھا اور وہ اللہ کی رضا کے حصول میں کس قدر پیش پیش تھے۔ اگر کوئی شخص علمائے اعلام اور اُمنای شیعانِ ائمہ اَنام کی معتبر کتب کا مطالعہ کرے تو اُسے منزل یقین حاصل ہو جائے گی کہ شہدائے کربلا میں سے کسی شہید نے اذنِ جہاد ملنے کے بعد اپنے حرم سے وداع نہیں کیا تھا۔ اہل بیت عظامؑ کی مخدرات کی نگاہیں اپنے امامؑ پر تھیں نہ کہ اپنی اولاد پر۔ وہ امامؑ کے فرامین کی پابند رہتی تھیں۔ ان کے فرمان پر اور ان کی عزیز جان پر اپنے فرزندوں کو قربان کرنے کے لیے ایک دوسرے پر پہل کر رہی تھیں۔

جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے مادرِ وھبؓ واقعہ کربلا سے کچھ دن قبل اپنے کنبہ سمیت فرزند رسولؐ اللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتی ہیں' وہی مادرِ وھبؓ جس کی اسلامی عمر چند دنوں پر مشتمل ہے اس کا جذبہ اتنا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو جہاد پر اُکساتی ہے اور اِدھر حضرت لیلیٰؑ جن کی عظمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا وہ اپنے فرزند کو جہاد سے روکتی ہیں۔ یہ عجیب باتیں ہیں' جو سب جعلی اور مصنوعی ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ایسی باتیں آلِ محمدؐ کی تعریف و توصیف کی طرف

نہیں جاتیں بل کہ تنقیص کی طرف جاتی ہیں۔ علامہ مجلسی نے بھی اپنے فارسی مقتل میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عباس علیہ السلام یا حضرت علی اکبر علیہ السلام یا کسی اور شہید نے اذنِ جہاد کے بعد زنانِ حرم کی طرف رجوع کیا ہو'ان سے وداع کیا ہو اور پھر وہ میدانِ جہاد کی طرف گئے ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ کربلا میں عاشور کے دن دشمن نے آلِ محمدؐ کے اس کاروان کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا' ہزاروں مسلح لوگوں کا ان پر ہجوم تھا۔ ان لوگوں نے فرزندِ رسولؐ اور ان کے جوانوں اور ساتھیوں کو ذرا برابر مہلت نہیں دے رکھی تھی کہ وہ سوائے مقابلے اور قتال کے کوئی اور کام کرتے۔ یہ تمام بزرگوار باوجود خستگی' تشنگی اور قلتِ تعداد کے اس بھاری لشکر کا مقابلہ کرتے رہے۔ وہ ان لوگوں سے جو سب کے سب شرر تھے' سب کے سب شیطان تھے' سب کے سب درندے تھے۔ ان سے لحہ بھر کے لیے غافل نہیں ہوئے بل کہ انھوں نے اپنی نظریں ان پر مرکوز رکھی تھیں۔

جب میدانِ کربلا میں جنگ ہو رہی تھی تو اہلِ حرم کے خیام میدان سے تھوڑے فاصلے پر تھے۔ انھوں نے اپنے خیام اور ان میں خواتین اور بچوں کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو ہمہ تن مستعد کر رکھا تھا اور ہر وقت چوکنے رہتے تھے۔ دشمن بے غیرت تھا اس سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔ وہ ان خیام پر حملہ بھی کر سکتا تھا اور خیام کو لوٹ بھی سکتا تھا۔ اُموی لشکر سے کسی اچھائی یا عربی روایات کی کوئی توقع نہ تھی۔ پیغمبرِ عربی سے عداوت ان کی رگ رگ میں رچی بسی ہوئی تھی۔

وہ انتقام لینے کی غرض سے جمع ہو چکے تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں میں تلواریں بے نیام کر کے غصے کی آگ میں جل بھن رہے تھے۔ جوں ہی ایک مجاہدِ اسلام کی شہادت ہوئی وہ فوراً فرزندِ رسولؐ کی طرف چیخنے لگتے کہ اگر کوئی بہادر ہے تو میدان کی طرف بھیجو۔ ان حالات میں مجاہدینِ اسلام و کربلا کے پاس وداع کا وقت کہاں تھا' جو وہ خیام میں جاتے اور وداع کرتے۔

جی ہاں! یہ حق اور سچ ہے کہ علامہ مجلسیؒ اور باقی تمام اربابِ مقاتل نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند وداع نقل کیے ہیں۔ ان وداع کی وجہ یہ تھی کہ جب مجاہدینِ اسلام باری باری میدانِ کربلا میں اپنی قربانیاں دے رہے تھے تو وہ میدانِ کارزار میں جاتے اور جنگ میں

مصروف ہو جاتے۔ وہ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی جانِ عزیز کے لیے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ ان کی کوشش یہی تھی کہ امامؑ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ خود امامؑ نے اس دوران میں جنگ نہیں کی تھی۔ اس لیے ضرورت کے تحت وہ خیام کے بالکل قریب موجود رہے اور اپنے لشکر کی حفاظت میں رہے۔

جی ہاں! جب تمام اصحابؓ اور اہل بیتؑ کے جوان شہید ہو گئے تو آپؑ کی جنگ کی باری آئی۔ آپؑ نے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھا اور اُموی لشکر جو خیام کے قریب تھا اُسے مار بھگایا۔ اس دوران میں بھی آپؑ کو فرصت ملی اور آپؑ خیام میں تشریف لائے تھے اور اہل بیتؑ کو تسلی دی تھی نیز انھیں صبر کی تلقین فرمائی تھی۔

———*———

فصل ہفتم

حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتال اور شہادت کی کیفیت

نامعلوم شہزادے کی شہادت

علامہ مجلسیؒ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو اچانک خیمہ گاہ سے ایک بچہ نکلا جس کے دونوں کانوں میں گوشوارے تھے۔ وہ مظلوم انتہائی وحشت زدہ تھا۔ کبھی دائیں جاتا اور کبھی بائیں۔ اس کے کانوں میں وہ گوشوارے لرز رہے تھے۔

ہانی بن بشیت اپنے لشکر سے نکلا اور اس بچے کو قتل کر ڈالا (مقتل الحسین: ج ۲، ص ۴۲؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۶؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس وقت دائیں طرف دیکھا پھر بائیں طرف دیکھا لیکن آپؑ کو کوئی یار و یاور و ناصر نظر نہ آیا۔ سامنے دیکھا تو وہ بھی اپنے خون میں آغشتہ و غلطیدہ محو استراحت تھے۔ اس وقت جب فخر الساجدین زین العابدینؑ نے اپنے والد بزرگوار کو بے کس و تنہا پایا تو اپنے خیمے سے باہر آئے۔ چوں کہ آپؑ بیماری کی وجہ سے نہایت کم زور ہو چکے تھے اور آپؑ میں تلوار اُٹھانے کی قوت نہ تھی۔ حضرت اُمّ کلثومؑ نے آپؑ کو پیچھے سے آواز دی: اے بیٹے! کدھر جا رہے ہو؟ واپس تشریف لایئے۔

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی اماں! مجھے جانے دیجیے تاکہ میں رسولؐ اللہ کے فرزند عزیز کے دفاع میں جنگ کر سکوں۔

اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی آپؑ پر نگاہ گئی تو حضرت اُمّ کلثومؑ کو آواز دی: انھیں روکیے! انھیں میدان کی طرف نہ جانے دیجیے ورنہ روئے زمین نسل آلؑ محمدؐ سے خالی ہو جائے گی۔

حضرت اُمّ کلثومؑ آپؑ کے دست مبارک کو پکڑ کر واپس لے آئیں (سلیۃ المجالس و زینۃ المجالس: ج ۲، ص ۳۱۸)۔

فریاد و استغاثہ سید الشہداؑ

جب فرزند رسولؐ اللہ نے اپنے آپؑ کو ہزاروں کے لشکر کے سامنے یکا و تنہا پایا، اس

وقت شہدا کے لاشے آپؑ کے سامنے تھے۔ اِدھر خیام میں آپؑ کی نگاہ کبھی ان بیٹیوں پر پڑتی جن کے باپ شہید ہو چکے تھے، کبھی ان ماؤں پر پڑتی جن کے کڑیل جوان مارے جا چکے تھے۔ کبھی ان بہنوں کو دیکھتے جن کے جوان بھائی ابدی نیند سو گئے تھے۔ اس صورتِ حال میں آپؑ نے اتمامِ حجت و اکمالِ برہان نیز قطع معذرت کے لیے ندائے استغاثہ بلند کی:

هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللهِ؟

هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللهَ فِينَا؟

هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يَرْجُو اللهَ فِي إِغَاثَتِنَا؟

مظلومؑ کی ندائے استغاثہ بلند ہوئی:

"کیا کوئی ہے جو رسولؐ اللہ کے حرم و اہل بیتؑ سے یہ مصائب دُور کر دے؟

کیا کوئی موحد اور خدا شناس ہے جو ہمارے حقوق کے لیے اللہ کا خوف رکھنے والا ہو؟

کیا کوئی فریاد رس ہے؟ جو ہماری فریاد رسی کر کے اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہو؟"

اہل حرم کا نالہ و فریاد بلند کرنا

جب رسولؐ اکرم کے اہل بیتؑ کی خواتین نے آں حضرتؑ کی صدائے اِستغاثہ سنی اور آپؑ کی دل سوز و جاں گداز باتیں سنیں تو انھوں نے گریہ و زاری اور نالہ و سوگ واری کی دردناک آوازیں بلند کیں۔ جب غریب کربلا نے اہل بیتؑ کے شیون اور بین سنے تو فوراً خیام میں آئے اور انھیں تسلی دی۔

اس وقت آپؑ نے ان سے فرمایا: میرے چھوٹے شہ زادے علی اصغرؑ کو میرے پاس لے آیئے تاکہ میں اس سے وداع کرلوں۔ جب یہ تشنہ لب شہ زادہؑ امامؑ کے مبارک ہاتھوں پر آیا تو جناب شیخ مفیدؒ کی روایت ہے کہ آپؑ نے اپنے شہ زادے کے رُخسار پر ہاتھ رکھا اور اس کے نازنین رُخساروں اور پیاسے اور خشک لبوں کے بوسے لیے اور کئی بار بوسے لیے۔ آخر میں فرمایا: ہائے اس قوم کی بربادی و تباہی کہ جب میدانِ محشر میں رسولؐ اللہ ان کے دشمن ہوں

گے۔ ابھی یہ طفل شیر خوار مظلومِ کربلاؑ کی گود میں تھا کہ حرملہ بن کاہل اسدی کی نگاہ پڑی۔ اس شقی نے اپنی کمان کے چلّے سے تیر رہا کیا جو فرّائے بھرتا ہوا آیا اور اس طفل صغیر کے نازک و نازنین گلے میں پیوست ہو گیا۔ اس تیر نے اس طفل صغیر کو امامؑ کی گود میں ذبح کر دیا۔

جس وقت فرزند رسولؐ اللہ نے اپنے فرزند عزیز مظلوم کو کشتہ دیکھا تو فوراً شہزادے کا خون اپنے ہاتھوں پر لیا۔ جب آپؑ کے ہاتھ خون سے پُر ہو گئے تو اس خون کو آسمان کی طرف اُچھال دیا۔

حضرت سید ابن طاؤس کی روایت ہے کہ اس وقت امامؑ نے فرمایا: مصائب کے طوفانوں نے مجھے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ یہ سب کچھ مجھ پر آسان ہے کیوں کہ یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے ہو رہا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جب امامؑ نے شہزادے کا خون آسمان کی طرف اُچھالا تو اس کا ایک قطرہ بھی واپس زمین کی طرف نہ آیا۔

آپؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: میرے پروردگار! یہ میرا بچہ تیری نظر قدرت میں حضرت صالحؑ کی ناقہ کے بچے سے کم نہیں ہے۔

خداوندا! اگر کسی مصلحت کے پیشِ نظر تُو نے ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری نصرت روک دی ہے پس ان مصائب کو ہمارے لیے اس دن سے ذخیرہ فرما جو اس جہان فانی کے مقابلے میں بہتر ہو (الارشاد: ج ۲، ص ۱۰۶؛ مثیر الاحزان: ۷۰؛ اللہوف: ۱۱۵؛ اعلام الوریٰ: ۲۳۶؛ کشف الغمہ: ج ۲، ص ۳۹۰)۔

صاحب احتجاج سے مروی ہے کہ جب عرصہ گاہِ نینوان میں امامِ عالی مقام اکیلے رہ گئے تھے اور آپؑ کے تمام برادران و یاوران شہید ہو گئے تھے صرف حضرت امام زین العابدین علیہ السلام (اُن کے فرزند محمد باقر علیہ السلام) اور ایک طفل شیر خوار بچ گئے تھے۔ اس طفل صغیر کا نام عبداللہؑ تھا۔ آپؑ نے اس طفل صغیر کو اپنے ہاتھوں پر لیا ہی تھا کہ اس جفاکار لشکر کی طرف سے ایک فرّائے بھرتا ہوا تیر آیا جو اس نازنین کے گلوئے نازک پر لگا اور مظلوم کو ذبح کیا۔

پس آں حضرتؑ اپنے گھوڑے سے اُترے اور اپنی شمشیر کے نیام سے زمین کھودی اور

اپنے مظلوم شہزادے کے خون آغشتہ بدن کو دفن کر دیا۔

شہادتِ شہزادۂ علی اصغر علیہ السلام کی ایک اور روایت

عرضِ مترجم:

کچھ اربابِ مقاتل نے شہزادۂ علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کچھ اس طرح ذکر کی ہے۔ ان لوگوں میں سے اکثر لوگوں نے سید ابن طاؤس کی طرف اس روایت کی نسبت دی ہے۔

جب سید الشہداؑ اس لشکرِ اشرار سے جنگ کرنے کے بعد اپنے خیام کی طرف تشریف لائے آپؑ کی بہن حضرت زینبؑ خاتون...... لیکن ابی مخنف نے حضرت اُمّ کلثومؑ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ معظمہ طفل شیر خوار کو آپؑ کے پاس لائیں اور عرض کیا: اس فرزند صغیر نے تین دنوں سے پانی نہیں پیا۔ اس قوم سے اس بچے کے لیے ایک گھونٹ پانی کا مطالبہ کیجیے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اس شہزادے کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور ان ظالموں کے بالمقابل لے آئے اور فرمایا: اے قوم! تم لوگوں نے میرے اصحاب اور میرے جوانوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ معصوم طفل صغیر سخت پیاسا ہے، جاں بلب ہے، اس تشنہ لب کے لیے ایک گھونٹ پانی دے دیجیے۔

ابھی آپؑ کا خطاب جاری تھا کہ کسی ملعون نے کمان ہاتھ میں لی اور چلہ کمان سے اپنے تیر کا اس شیر خوار کو نشانہ بنایا۔ تیر نے بچے کو مظلومِ کربلاؑ کے ہاتھوں پر ذبح کر دیا۔ ان کی روح بہشت بریں کی طرف پرواز کر گئی۔ آں حضرتؑ نے اپنے شہزادے کے خون سے اپنے ہاتھوں کو پُر کیا اور آسمان کی طرف ڈال دیا اور فرمایا: خداوندا! اس گروہ ستم کار اس کے افعال پر گواہ رہنا۔ ان لوگوں نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ روئے زمین پر تیرے نبی محمد مصطفیٰؐ کی ذرّیت میں سے کوئی باقی نہ رہ جائے۔ آں حضرتؑ اپنے مذبوح شہزادے کو خیام کی طرف لائے اور انھیں حضرت اُمّ کلثومؑ کے حوالے کر دیا۔

ایک اور روایت ہے کہ جب آپؑ خیام کے قریب آئے تو آپؑ نے زور زور سے رونا شروع کیا۔ جب خواتین نے آپؑ کے گریہ کی آواز سنی تو خیمہ سے دوڑ کر باہر آئیں تو دیکھا

آں حضرتؑ اپنے شہزادے کو اپنے سینے سے چپکائے ہوئے ہیں اور ان کا خون جاری ہے۔ جب مستورات نے اس مظلوم کو کشتہ دیکھا تو ان کے نالہ و بین کی آوازیں بلند ہوئیں۔

حمید بن مسلم کی روایت

حمید بن مسلم نے روایت کی ہے کہ عاشور کے روز میں عمر بن سعد کے لشکر میں موجود تھا جس وقت ایک تیر سے طفل صغیر کو ذبح کر دیا گیا اس وقت میری نگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اس مقتول بچے پر مرکوز تھی کہ اچانک خیام کی طرف سے ایک خاتون مانند آفتاب نمودار ہوئیں۔ وہ اس تیزی کے ساتھ چلی آ رہی تھیں کہ ان کی چادر ان کے قدموں میں اُلجھ کر رہ جاتی تھی۔ وہ کبھی بیٹھتیں، کبھی اُٹھتیں اور وہ دردناک بین کر رہی تھیں، حتیٰ کہ جب اس خاتون کا گریہ و فغانی اُموی لشکر نے سنا تو باوجود قساوتِ قلبی کے رونے لگا۔ آخر وہ اس مذبوح بچے کے پاس پہنچیں اور خود کو اس بچے کی لاش پر گرا دیا اور اس نے بہت زیادہ گریہ کیا۔ اس بی بیؑ کے پیچھے اور کچھ بچیاں بھی چلی آ رہی تھیں وہ بھی درخشندہ لولو (موتیوں) کے مانند تھیں۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام اس لشکر سے خطاب کر رہے تھے اور اُنھیں وعظ و نصیحت کر رہے تھے جب آپؑ کی نگاہ ان پر پڑی تو اُنھیں واپس خیام کی طرف لے گئے۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ خاتونِ معظمہؑ کون ہیں؟

انھوں نے کہا: یہ امام علیؑ کی بیٹی حضرت اُمّ کلثومؑ ہیں اور وہ دختران جو ان کے پیچھے ہیں وہ فاطمہ صغریٰؑ، سکینہؑ، رقیہؑ اور زینب عالیہؑ ہیں۔

حمید کا بیان ہے کہ میں بھی اپنے گریہ پر قابو نہ پا سکا۔

شعبی سے مروی ہے کہ جب فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بیٹے کی خون آلود لاش خیام کی طرف لائے جب آپؑ خیام کے قریب آئے تو اپنے گریہ کو ضبط نہ کر سکے۔ آپؑ کے گریہ کی آوازیں جب اہلِ خیام نے سنیں تو وہ خیام سے باہر آ گئیں اور ان کی نگاہیں طفل معصومؑ پر پڑیں جو مذبوح تھا تو انھوں نے دردناک بین کرنے شروع کر دیے۔

شہزادہ علی اصغرؑ حضرت اُمّ کلثومؑ کی آغوش میں

حضرت اُمّ کلثومؑ نے شہزادے کو اپنے سینے سے چپاں کر لیا اور شہزادے کے زخمی گلے کو اپنے گلے کے ساتھ ملایا اور دردناک وسوزناک بین کرنے شروع کر دیے۔ آپؑ نے "وَا مُحَمَّدَاہُ وَا عَلِیَّاہُ" کی جان سوز صدائیں بلند کیں۔ فرمایا: تمھارے جانے کے بعد ان لوگوں نے ہم پر اتنے ستم ڈھانے شروع کر دیے ہیں، ہائے افسوس کہ اس طفل شیرخوار کو بھی نشانہ ستم بنایا گیا۔ اسے اپنے خون میں نہلا دیا گیا۔ ہائے مصائب کے پہاڑ جو ہم پر ٹوٹ پڑے۔ آپؑ نے شہزادے پر مرثیہ پڑھا:

لَھفَ نَفسِی عَلیٰ صَغِیرٍ أُوامٍ
فَطَمَتہُ السِّھامُ قَبلَ الفِطَّامِ
لَھفَ قَلبِی عَلَیہِ وَ ھُوَ صَرِیعٌ
جَرَّعُوہُ بَخَیعَۃٌ وَ ھُوَ ظَامٍ
خَضَّبُوہُ بِدَمِہٖ وَ ھُوَ طِفلٌ
لَھفَ قَلبِی عَلیٰ قَتِیلِ الطَّعامِ
أَحرَقُوا قَلبَ وَالِدَیہِ عَلَیہِ
وَ رَمَوہُ بِذِلَّۃٍ وَ انتِقامٍ
وَیلَکُم بَینَنا وَ بَینَکُمُ اللہُ
لَدَی الحَشرِ عِندَ فَصلِ الخِصامِ

"ہائے افسوس! ہزار افسوس کتنی بڑی مصیبت کہ دودھ پیتا بچہ جو تشنہ لب ہو اور اُسے تیر کا نشانہ بنا دیا جائے۔ ابھی تو اس کے دودھ پینے کا زمانہ تھا، ابھی اس کے دودھ چھڑانے کا وقت نہیں آیا تھا کہ ظالم کے تیر سے اس سے دودھ چھڑا دیا گیا۔ میں کس کس غم میں مغموم ومحزون رہوں کوئی ایک مصیبت نہیں ہزار مصائب ہیں۔ جب اصغرؑ کو تیر لگا تو اس کے نازنین

گلے سے خون جاری ہوا حال آں کہ اُسے پانی پلانے کے لیے بھیجا تھا کہ اُسے پانی سے سیراب کیا جاتا لیکن اُسے اپنے خون سے سیراب کر دیا گیا اور اُسے اپنے خون میں نہلا دیا گیا جس سے اس کا بدن رنگین ہو گیا۔ حال آں کہ وہ طفل صغیر تھا۔ میری حسرتوں کا سلسلہ کتنا طولانی ہے اس جاہل و فرومایہ قوم نے اس طفل شیر خوار کو قتل کر دیا اور اس کی والدہ اور والد کے قلب جگر کو زخمی زخمی کر دیا ہے۔ اے ظالمو! تمھارے مقدر میں واہی و تباہی ہے۔ آخر قیامت کا دن آئے گا اور تم سے بدترین انتقام لیا جائے گا۔"

حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا کی روایت

آپؑ سے روایت ہے کہ جب میں مقتل میں گئی اور اپنے بابا! کی حالت دیکھی تو ان کے مقدس جسم کے ساتھ مدہوش ہو گئی تھی تو اسی حالت میں نے اپنے بابا! کے گلوئے بریدہ سے سنا تھا کہ وہ فرما رہے تھے:

شیعَتی ما اِن شَربتُم ماءَ عَذبٍ فَاذکُرُونی
أو مَرَرتُم بِغَریبٍ أو شَهیدٍ فَاندُبُونی
لَیتَکُم فِی یَومِ عَاشُوراءَ جَمیعاً تَنظُرُونی
کَیفَ أستسقی لِطفلی فَأبَوا أن یَرحَمُونی

"اے میرے شیعو! جب بھی شیرین و خوش گوار ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد رکھنا۔

ہاں کبھی تمھارا گزر کسی غریب و شہید سے ہو تو میری غربت و بے کسی کو یاد کر کے مجھ پر رونا۔

اے کاش! تم بھی عاشور کے دن میدانِ کربلا میں ہوتے اور مجھے دیکھتے کہ کس طرح میں اپنے طفل شیر خوار کے لیے پانی مانگ رہا تھا لیکن انھوں نے اس طفل نوخیز پر کوئی رحم نہ کیا تھا۔ انھوں نے بچے کو پانی نہ دیا بل کہ

انھوں نے بچے کو تیر کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا تھا۔"

وَ أَنَا السِّبطُ الَّذِی مِن غَیرِ جُرمٍ قَتَلُونِی
وَ بِجُردِ الخَیلِ بَعدَالقَتلِ عَمداً سَحَقُونِی

"میں رسول اللہؐ کا سبط ہوں مجھے بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا گیا۔ قتل کرنے کے بعد انھوں نے میرے لاشے کو گھوڑوں کے سُموں سے پامال کر دیا۔"

امام عالی مقام علیہ السلام کا اہل حرم سے وداع

علامہ مجلسیؒ نے بعض کتب مقاتل سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بہتر شہدا پر نظر کی جو سبھی کے سبھی قتل کر دیے گئے تھے اور اپنے خون میں رنگین ہو گئے تھے آپؑ اپنے خیمہ کی طرف آئے اور فرمایا:

یَا سُکَینَۃ یَا فَاطِمَۃُ یَا زَینَبُ یَا أُمَّ کُلثُومٍ عَلَیکُنَّ مِنِّی السَّلامُ

جب خواتین نے آپؑ کی آواز سنی تو فوراً آپؑ کے اردگرد اکٹھی ہو گئیں۔

حضرت سکینہؑ نے عرض کیا: بابا جان! آپؑ نے مرنے کی تیاری کر لی ہے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: میں کس صورت میں موت کی طرف نہ جاؤں جب کہ نہ تو میرا کوئی ناصر رہا ہے اور نہ یاور و معین۔

حضرت سکینہؑ نے عرض کیا: اے پدر مہربان! ہمیں اپنے نانا بزرگوار کے حرم کی طرف لے جائیے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: ھیھات! یہ کس صورت میں ممکن ہے کہ میں آپؑ کو آپؑ کے جد بزرگوارؐ کے حرم کی طرف لے جاؤں۔ یہ ناممکن ہے اگر صیاد قطا نامی پرندے کو چھوڑ دیتا تو وہ ضرور اپنے آشیانے کی طرف جاتا اور آرام کرتا۔

جب خواتین نے آپؑ کی یہ جگر سوز اور جاں گداز باتیں سنیں تو بلند آواز سے بین کرنے شروع کر دیے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو اس طرح بہہ رہے تھے جس طرح ساون کا بادل برستا ہے۔

آں حضرتؑ نے ان مصائب زدہ بیبیوں کو تسلی دی اور وعظ و نصیحت کی۔ آخر انھوں

نے رونا بند کر دیا۔

حضرت رباب ؑ اور حضرت سکینہ ؑ

ابوالفرج اصفہانی سے روایت ہے کہ حضرت رباب ؑ امراءالقیس کی بیٹی تھیں اور حضرت علی اصغر علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ وہ ایک نیک اور صالحہ خاتون تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کے بارے میں دو بیت کہے تھے:

لَعَمْرُکَ اِنَّنِی لَاُحِبُّ دارًا
تَکُونُ بِها سُکَیْنَةُ وَ الرُّبابُ
اُحِبُّهُما وَ اَبْذُلُ جُلَّ مالی
وَ لَیْسَ لِعاتِبٍ عِندِی عِتابٌ

"تیری جان کی قسم! مجھے اس گھر سے محبت ہے جس میں رباب ؑ و سکینہ ؑ کے نام کے افراد موجود ہوں یا جس گھر میں رباب ؑ و سکینہ ؑ ہوں۔ مجھے سکینہ ؑ اور رباب ؑ سے بہت زیادہ محبت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے مال کا بڑا حصہ ان پر خرچ کروں۔ مجھے عتاب کنندہ کے عتاب کی کوئی پروا نہیں ہے" (مقاتل الطالبین: ۹۴، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: ج ۱، ص ۱۷۷)۔

ابوالفرج اصفہانی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت سکینہ ؑ بھی حضرت رباب ؑ کی دختر تھیں۔ حضرت سکینہ ؑ کا اصل نام "امینہ" تھا لیکن سکینہ ؑ کے اسم سے مشہور ہوئیں۔ حضرت علی اصغر ؑ بھی حضرت رباب ؑ کے بطن سے تھے جو اپنے والد گرامی کی گود میں تیر سے شہید ہوئے تھے (من درجہ بالا مصدر)۔

ابوالفرج نے اپنی سند کے ساتھ حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین ؑ نے اپنے چھوٹے شہزادے حضرت علی اصغر علیہ السلام کو طلب کیا۔ جب وہ ان کی گود میں آئے تو عقبہ بن بشر ملعون نے اس شہزادے کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا تھا جس سے یہ طفل صغیر اپنے والد کی گود میں شہید ہو گیا تھا (من درجہ بالا مصدر)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کارزار میں اس بچے کو اُٹھا رکھا تھا کہ کسی نے اس بچے کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا جس سے بچہ اپنے والد کے ہاتھوں پر شہید ہو گیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بچے کا خون اپنے ہاتھوں پر لیا اور آسمان کی طرف پھینکا۔ خون کا ایک قطرہ واپس زمین کی طرف نہ آیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے اللہ! میرا یہ بیٹا میرے نزدیک ناقہ صالحؑ کے بچے سے کم تر نہیں ہے (من درجہ بالا مصدر)۔

عرضِ مترجم:

ابو مخنف نے اپنے مقتل میں الوداعی کلمات نقل کیے ہیں: جب حضرت علی اصغر علیہ السلام تیر سے شہید ہوئے تو آں حضرتؑ خیام کے نزدیک آئے اور خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور آواز دی: یا اُمّ کلثوم! یا زینبؑ! یا سکینہؑ! یا رقیہؑ! یا عاتکہؑ! یا صفیہؑ! میرا تم پر سلام ہو۔ یہ آخری وداع ہے، مصائب تمھارے قریب آ چکے ہیں۔

جب حضرت اُمّ کلثومؑ نے اپنے برادرِ مظلومؑ کی جاں گداز گفتگو سنی تو نہایت درد بھرے لہجے میں عرض کیا: اے ہمارے بزرگ وار! کیا آپؑ موت کے لیے آمادہ ہو چکے ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: اے خواہر مہربان! میں موت کے لیے آمادہ کیسے نہ ہوں اس وقت تن تنہا ہو چکا ہوں نہ کوئی میرا ناصر ہے اور نہ کوئی معین ہے۔

انھوں نے عرض کیا: اے برادرِ مہربان ہمیں اس بیابان میں اکیلا نہ چھوڑیے ہمیں اپنے جد بزرگ وارؐ کے حرم کی طرف لے جائیے۔

جب آپؑ نے اپنی بہن کی سخن دل سوز سنی تو آپؑ کی آنکھوں سے اشکِ حسرت آپؑ کے مبارک رُخساروں پر جاری ہو گئے۔ آپؑ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ القَطا بِأَرضٍ نَجِدٍ
قَرِيرَ العَينِ لَم يَجِدِ الغَراما
فَوَلَّتْهُ البُزاةُ فَهَيَّمَتْهُ
وَلَو تُرِكَ القَطا لَغَفا وَ ناما

"جی ہاں! یہ حقیقت ہے کہ قطا پرندہ زمین نجد میں خوش حال وشاد کام تھا'
وہ حیرانیوں اور سرگردانیوں سے دور بہت دور تھا۔ شکاریوں نے اس کا پیچھا
کیا تو وہ سرگردان ہو کر رہ گیا۔ اگر قطا کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ
پرسکون ہو کر اپنے آشیانہ میں آرام کرلے۔"

یہاں سے کوچ کرنا ممکن ہی نہیں ہے ہر طرف دشمنوں نے گھیر رکھا ہے۔ مصائب نے ہمیں اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔

جب حضرت سکینہؑ نے لرزا دینے والی باتیں سنیں تو بلند آواز سے زار و قطار رونے لگیں۔ مظلوم کربلاؑ کو اپنی اس شہزادی سے بے پناہ محبت تھی۔ آپؑ نے انھیں اپنے سینے سے لگایا اور ان کے سر کے بوسے لیے اور اپنی آستین سے ان کے آنسو پونچھے اور فرمایا:

سَیَطُولُ بَعدِی یا سُکَینَۃُ فَاعلَمِی
مِنکِ البُکَاءُ اِذَالحِمَامُ دَھَانِی
لا تُحرِقِی قَلبِی بِدَمعِکِ حَسرَۃً
مادامَ مِنِّی الرُّوحُ فِی الجُثمانِ
وَ اِذا قُتِلتُ فَاَنتِ اَولٰی بِالَّذِی
تَاتِینَہُ یا خَیرَۃَ النِّسوانِ

"اے میری پیاری بیٹی! وہ وقت قریب ہے کہ تجھ پر مصائب کی تیز و تند آندھیاں چلنے والی ہیں۔ ایک لمبا عرصہ تم مصائب و آلام کی لپیٹ میں رہو گی۔ جس وقت میری شہادت کا اعلان ہو اُس وقت خوب رو لینا جتنا ممکن ہو مجھ پر آنسو بہانا' تم نے لمبی مدت تک روتے رہنا ہے۔ ابھی تو میں زندہ ہوں کیوں رونے لگی ہو۔ اپنے حسرت کے ان آنسو سے مجھے نہ رلاؤ اور مجھے نہ تڑپاؤ۔ ہاں! جب میں قتل کر دیا جاؤں تو اس وقت مجھ پر رونا' کیوں کہ وہ رونے کا وقت ہوگا۔ اے کائنات کی بہترین خاتون! پھر

جس طرح ممکن ہو رو لینا۔"

فرزندِ رسولؐ اللہ نے خوب تسلیاں دیں اور صبر کی تلقین کی اور عازمِ میدانِ جنگ ہوئے۔

فرزندِ رسولؐ کی غربت

حضرت امام حسین علیہ السلام جب عازمِ قتال ہوئے تو آپؑ نے اپنے دائیں دیکھا پھر بائیں دیکھا' آپؑ کو اپنے اصحاب و اولاد و برادران میں کوئی زندہ نظر نہ آیا۔ ان کے لاشے خاک و خون میں غلطیدہ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ موت نے انھیں خاموش کر دیا تھا۔ آپؑ نے از روئے حسرت ہر ایک کا نام لے لے کر آواز دی۔ فرمایا:

"اے شجاعانِ میدان کارزار!

اے مبارزانِ عرصہ گاہِ کربلا!

میں تمھیں آواز دے رہا ہوں تم مجھے جواب نہیں دے رہے؟

میں تم سے نصرت مانگ رہا ہوں تم خاموش ہو میرے سوال کا جواب نہیں دیتے۔

کیا تم محوِ خواب ہو؟ میں تم سے تمھاری بیداری کی اُمید رکھوں؟

کیا اپنے امامؑ سے تمھاری محبت میں کمی ہو گئی ہے؟ کیا تم اپنے امامؑ کی د نہیں کرو گے؟!

اِدھر دیکھو یہ خیام میں رسولؐ اللہ کی بیٹیاں موجود ہیں۔ تمھاری شہادتوں نے انھیں حیران و سرگرداں کر دیا ہے۔ کم زوری و لاغری نے انھیں گھیر لیا ہے۔

اے میرے بہادرو! اے میرے جاں نثارو! اپنی میٹھی نیند سے بیدار ہو جاؤ اپنے آقاؑ کی حفاظت کرو۔

اے عزت و عظمت والو! اِدھر نگاہ تو کرو کوفہ و شام کے طاغیوں نے رسولؐ اللہ کے اہل بیتؑ کو گھیر لیا ہے اُٹھو انھیں ان سے دُور بھگا دو۔

بخدا! تم پیکرِ وفا ہو تم نے ہرگز بے وفائی نہیں کی لیکن موت نے تم سے خیانت کی ہے۔ اس غدار زمانے نے تمھیں مکر و حیلہ سے قتل کر دیا ہے ورنہ

تم ضرور میرے استغاثہ کا جواب دیتے' میری آواز پر لبیک کہتے۔ ضرور میری نصرت کرتے۔ میرا دل تمھارے مصائب پر خون رو رہا ہے۔ میرے قلب وجگر میں ایک درد ہے' دکھ ہے جو ہر درد سے بڑھ کر ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ"

آپؑ نے شہدائے کربلا کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قَومٌ اِذَا نُودُوا لِدَفعِ مُلِمَّةٍ
وَالقَومُ بَینَ مُدَعَّسٍ وَ مُکَردِسٍ
لَبِسُوا القُلُوبَ عَلَی الدُّرُوعِ وَاَقبَلُوا
یَتَهَافَتُونَ عَلٰی ذِهَابِ الاَنفُسِ
نَصَرُوا الحُسَینَ فَیَا لَهَا مِن فِتیَةٍ
عَافُوا الحَیٰوةَ وَاَلبِسُوا مِن سُندُسٍ

"یہ اصحاب وہ عظیم وکریم لوگ تھے جس وقت اُنھیں مصائب وآلام کو دفع کرنے کے لیے بلایا جاتا درحال آں کہ ان کے مقابلے میں بھاری لشکر ہوتا تو وہ اپنے قلوب کو زرہوں کے اُوپر پہن کر آگے بڑھتے تھے اور جاں فشانی و جاں نثاری کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔ ان مجاہدین و مبارزین نے حسینؑ کی مثالی نصرت کی ہے' ایسی نصرت آدمؑ سے لے کر آج تک نہ کسی نے کی ہے اور نہ کر سکے گا۔

یہ جوان کس قدر بزرگوار و نیکوکار و غم گسار و جاں نثار و ہم کار تھے کہ جنھوں نے دنیاوی زندگی کو اخروی زندگی پر قربان کر دیا اور جنت کے مختلف قسم کے خوب صورت اور ملکوتی لباس میں ملبوس ہو گئے۔"

علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ آپؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور میدانِ کارزار کی طرف چل پڑے۔

عرضِ مترجم:

بعض اربابِ مقاتل نے اس مقام پر ایک اور روایت بھی نقل کی ہے وہ درج ذیل ہے:

جب رسولؐ اللہ کے اہل حرم کی خواتین نے مظلومِ کربلاؑ کو عازمِ میدانِ قتال دیکھا تو آپؑ کی اس حالتِ بے بسی و بے کسی کو برداشت نہ کر سکیں۔ انھوں نے بلند آواز سے گریہ زاری اور نالہ و سوگ واری شروع کر دی۔ ان بے کس و بے آسرا خواتین نے امامِ مظلومؑ کے چہرے کی زیارت کی۔ بعض مستورات تو امامؑ کے قریب آئیں اور آپؑ کے پاؤں مبارک کے بوسے لیے۔ بعض نے آپؑ کے ہاتھوں کو چوما اور ساتھ ساتھ روتی بھی جاتی تھیں۔

یہ لمحات کتنے دردناک تھے جب "الفراق الفراق، الوداع الوداع" کی جاں سوز و دل گداز آوازوں سے کربلا کی سرزمین ہل رہی تھی۔ اُدھر یہی آوازیں ملکوتِ اعلیٰ سے ٹکرا رہی تھیں جس سے بارگاہِ قدس کے صدر نشینان دیدہ گریاں اور اشک ریزاں تھے۔

جب فرزند رسولؐ اللہ نے اہل بیتؑ رسالتؐ کا اضطراب دیکھا اور ان کی بے قراری ملاحظہ کی تو آپؑ کا قلب مبارک کباب ہو کر رہ گیا۔ آپؑ نے انھیں تسلیاں دیں، صبر کی تلقین کی اور ان سے فرمایا: میری تمھیں وصیت ہے جب میں قتل کر دیا جاؤں تو تمھاری زبانوں پر ایسا ناپسندیدہ کلام نہ آنے پائے جس سے تمھارے ثواب میں کمی ہو۔ اپنے رُخساروں پر تمانچے نہ مارنا اور اپنے سینے کو چھلنی چھلنی نہ کرنا۔

حضرت زینب عالیہؑ کی گفتگو

اس وقت حضرت زینبؑ خاتون نے بہ دلِ بریاں اور بہ دیدۂ گریاں عرض کیا: اے برادرِ مہربان! کیا آپؑ کو اپنی موت کا یقین ہو چکا ہے، بس آپؑ قتل ہونے والے ہیں؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: مجھے اپنی موت کا کیسے یقین نہ ہو جب میرا کوئی یار اور یاور و ناصر نہیں رہا۔

حضرت زینب عالیہؑ نے فرمایا: پھر ہمیں اپنے نانا بزرگوار کے حرم کی طرف لے جائیے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اے میری بہن! یہ اشرار مجھ سے اپنا ہاتھ اُٹھانے والے نہیں ہیں۔ یہ سب کچھ میرے سامنے ہے کہ میرے قتل کے بعد یہ لوگ تمھیں اسیر بنالیں گے، غلاموں اور کنیزوں کی طرح تمھیں رسن بستہ کریں گے اور تمھیں اپنے گھوڑوں کے آگے رکھیں گے اور تمھیں مختلف اقسام کی تکالیف دیں گے۔

جب اس مکرمہ خاتونؑ نے یہ دل سوز جملات اور گریہ انگیز کلمات سنے تو ان کی زخمی آنکھوں سے قطرات عبرت ساون کی جھڑی کی طرح برسنے لگے۔ آپؑ نے اپنی آہ وفغاں بلند کی اور عرض کیا: ہائے ہماری بے کسی و تنہائی! نہ کوئی ہمارا ناصر ہے اور نہ مددگار۔ آپؑ نے بے اختیار حالت میں اپنے گریبان کو چاک کر دیا اور اپنے چہرۂ اقدس پر تمانچہ رسید کیا۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اے امام علی مرتضیٰؑ کی شہزادی! صبر سے کام لیجیے میرے بعد آپؑ نے بہت رونا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

لَا تَلطِمِي يَا ابنَةَ الزَّهراءِ خَدَّكِ مِن
قَتلِي وَ قَد غَمَرَت أَعضاكِ أَشجان
وَلَا تُشَقِّي عَلَى الجَيبَ صارِخَةً
فَالشَّقُّ كَشف وَ نَشرُ الشَّعرِ خِذلَان

"اے ماں زہراؑ کی دختر عزیز! جب میں بے دردی کے ساتھ قتل ہو جاؤں تو اُس وقت اپنے رُخساروں پر تمانچے نہ مارنا حالاں کہ اس وقت آپؑ پر مصائب کی تیز و تند آندھیاں چل رہی ہوں گی۔ اس وقت حزن و درد سے بے حال ہو رہی ہوں گی۔ ان مصائب میں گریبان چاک نہ کرنا۔ جس وقت آپؑ پُر درد بین کر رہی ہوں گی اس وقت گریبان چاک کرنے سے تمھارے حجاب کی عصمت میں کہیں فرق نہ آ جائے۔ اپنے بال مت کھولنا کیوں کہ یہ آپؑ کی شان کے خلاف ہو گا۔"

لکِن إذَا انفعتُ فِی الرَّمضاءِ مُنجَدِلاً
وَانحَطَّ مِن شامِخِ المَعرُوفِ بُنیَانِی

"لیکن جس وقت میں زمین کربلا کی گرم خاک پر گر جاؤں اور اس خاک میں پنہاں ہو جاؤں۔"

حتّٰی حَنینَ حِمامِ الأیکِ نادِبةٌ
وَ استمطِری الدَّمعَ حَیثُ السُّحبِ أعیان

اس شعر کے مفہوم کے دو احتمال ممکن ہیں:

ایک یہ ہے کہ جب میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر پڑا ہوا ہو تو باغ کے درختوں کے کبوتروں کے مانند مجھ پر نالہ و فریاد کرنا کیوں کہ آپ ندبہ کرنے والی ہوں گی۔ اپنے رُخساروں پر مانند باران اپنے آنسوؤں کو جاری کرنا' ایسے رونا جیسے ساون کا بادل برستا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اپنے آنسو کو اپنے رُخساروں پر جاری کرنا۔ اس طرح گریہ کرنا جس طرح موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔

وَ اِن تَفَرَّقَتِ الأَیتامُ فَانتَدِبِی
بِجمعِها فَالجَزاءُ فِی البَعثِ غُفرانٌ
وَ اِن یَشُقَّ عَلَیها سَیرُ قائِدِها
فَاستَر فِقِیهِ وَ اِن عاراکِ اِحسانٌ
وَ استَسقِی مِن خَصمِكِ الماءَ اِن شَکَت عَطَشا
فَرُبَّما سَاءَ اِنَّ الشَّطَّ مَلان

"اگر میرے یتیم بیابان میں منتشر ہو جائیں تو ان کی جمع آوری کے لیے ندبہ کرنا اور آواز بلند کرنا۔ جب ایسا کرو گی تو اس کا اجر قیامت کے روز کا ثواب ہے۔ اگر دورانِ سفر تمہارے اُونٹوں کو دوڑایا جائے اور تم پر سختیاں کی جائیں تو ساربانوں سے نرمی کے ساتھ پیش آنا۔

اگر میرے یتیم آپؑ سے تشنگی کی شکایت کریں تو اپنے دشمن سے ان کے لیے پانی طلب کرنا' شاید دشمن کو تم پر رحم آ جائے' کیوں کہ دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے ان بچوں کا سیراب کرنا ان کے لیے مشکل نہ ہوگا۔"

امامِ دوسراؑ میدانِ کارزار میں

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے "اسپ" پر سوار ہوئے اور میدانِ کارزار کی طرف بڑھے۔

اس وقت آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

كَفَرَ الْقَوْمُ وَ قِدْماً رَغِبُوا
عَنْ ثَوَابِ اللّٰهِ رَبِّ الثَّقَلَيْنِ
قَتَلُوا الْقَوْمُ عَلِيّاً وَ ابْنَهُ
حَسَنَ الْخَيْرِ كَرِيمَ الْأَبَوَيْنِ

"یہ اس قوم نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور خداوند جبار کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی جزا و ثواب سے اعراض کیا۔ اس قوم نے امام علیؑ اور ان کے فرزند حضرت امام حسنؑ کو قتل کیا جن کے والدین نجیب و کریم ہیں۔"

حَنَقاً مِنْهُمْ وَ قَالُوا أَجْمِعُوا
احْشُرُوا النَّاسَ إِلَى حَرْبِ الْحُسَيْنِ

"انھوں نے حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ کو کینے کی بنیاد پر قتل کیا تھا۔ کیوں کہ وہ ان سے دیرینہ عداوت رکھتے تھے۔ جب یہ قوم ان بزرگوں کے قتل سے فارغ ہوئی تو ان لوگوں نے حضرت امام حسینؑ کے قتل کی منصوبہ بندی کی۔ ان لوگوں نے اس بزرگوار کے قتل پر دوسرے لوگوں کو برانگیختہ کیا۔"

يَا لَقَوْمِ مِنْ أُنَاسٍ رُذَّلٍ
جَمَعَ الْجَمْعَ لِأَهْلِ الْحَرَمَيْنِ

ثُمَّ سَارُوا وَ تَوَاصَوا كُلُّهُمْ
بِاجتِيَاحِي لِرِضَاءِ المُلحِدِينَ
لَمْ يَخَافُوا اللّٰهَ فِي سَفكِ دَمِي
لِعُبَيدِ اللّٰهِ نَسلِ الكَافِرِينَ

''اے گروہِ رذیلاں! کہ تم لوگوں نے مکہ و مدینہ کے اہل حرم کو قتل کرنے کے لیے اجتماع کر لیا ہے۔ اپنے لشکر جمع کرنے کے بعد اہل حرمین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو پڑے۔ تم لوگوں نے ایک دوسرے کو میرے قتل کی وصیت کی۔ ہاں! اس قوم نے کافروں کی خوشنودی کے لیے اللہ کی ناراضگی کو اپنایا اور میرے خون گرانے میں اللہ کا خوف نہ کیا۔''

وَ ابنِ سَعدٍ قَد رَمَانِي عَنوَةً
بِجُنُودٍ كَوُكُوفِ الهَاطِلِينَ

''عمر بن سعد نے عداوت کی بنیاد پر ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا' جس کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یا پھر اس سے مراد ہے کہ ابن سعد کے لشکر نے میری طرف تیر بارانی کر دی۔ ان تیروں کی بارش کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔''

لا لِشَيءٍ كَانَ مِنِّي قَبلَ ذَا
غَيرَ فَخرِي بِضِيَاءِ النَّيِّرَينِ
بِعَلِيِّ الخَيرِ مِن بَعدِ النَّبِيِّ
وَ النَّبِيِّ القُرَشِيِّ الوَالِدَينِ

''میرے دشمنوں نے مجھ سے لڑنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا حال آں کہ نہ مجھ سے ان کے بارے میں کوئی جرم اور نہ خطا اور نہ میں نے ان کا قتل کیا تھا جس کا انھوں نے مجھ سے قصاص لینا تھا۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا یہ فخر نہیں کر سکتا کہ میں خورشید انور جہان اور ماہ منیر عالم سے

مربوط ہوں۔ حضرت علیؑ میرے والد بزرگ وار ہیں جو بعد از پیغمبرؐ اکرم فخر اولین و آخرین ہیں اور میرے نانا بزرگ وار حضرت محمد مصطفیٰؐ جن کے والدین قریش سے ہیں جو فخر عالمین ہیں۔"

خِيرَةُ اللهِ مِنَ الخَلقِ أَبِي
ثُمَّ أُمِّي فَأَنَا ابنُ الخَيِّرَينِ

"اللہ کی اس پوری کائنات میں رسولؐ اللہ کے بعد سب سے بہتر و برتر اور اعظم و اعلیٰ میرے والد بزرگ وار ہیں۔ ان کے بعد تمام اہل زمان میں میری والدہ گرامی برگزیدہ ترین ہستی ہیں۔ میں ان دونوں ملکوتی ہستیوں کا ملکوتی فرزند ہوں۔"

فِضَّةٌ قَد خَلَصَت مِن ذَهَبٍ
فَأَنَا الفِضَّةُ وَ ابنُ الذَهَبَينِ

"میں نور کامل ہوں اور ان انوار قدس سے ہوں جو کامل مکمل و اکمل ہیں اور خالص صاف وشفاف ہیں۔"

مَن لَهُ جَدٌّ كَجَدِّي فِي الوَرَىٰ
أَو كَشَيخِي فَأَنَا ابنُ العَلَمَينِ

"اس کائنات میں کون ہے جس کے جد بزرگ وار میرے جد بزرگ وار جیسے ہوں یا میرے باپ جیسا کسی کا باپ ہو تو بتائے! پس میں ان کا فرزند ہوں جو دین و دنیا کے سردار ہیں۔"

ابیاتِ مناقب

فَاطِمَةُ الزَّهرَاءُ أُمِّي وَ أَبِي
وَارِثُ الرُّسلِ مَولَى الثَّقَلَينِ

طَحَنَ الأَبطَالَ لَمَّا بَرَزُوا
يَومَ بَدرٍ وَ بِأُحدٍ و حُنَينِ
وَ أَخُو خَيبَرَ إِذ بَارَزَهُم
بِحُسَامٍ صَارِمٍ ذِی شَفرَتَینِ
وَالَّذِی أَردَی جُیُوشاً أَقبَلُوا
یَطلُبُونَ الوِترَ فِی یَومِ حُنَینِ

''حضرت فاطمہ زہراؑ میری والدۂ گرامی اور میرے والد محترم تمام رسولوں کے وارث اور مولائے انس و جن ہیں۔ جب میرے والد گرامی نے بدر و اُحد اور حنین کے میدانوں میں جنگ کی تو انھوں نے بڑے بڑے بہادروں کی ہڈیوں کو بھی پیس ڈالا۔ میرے والد فاتح خیبر ہیں۔ میدانِ خیبر میں جب دونوں لشکر تلواریں لیے ایک دوسرے کے مقابل آئے تو میرے بابا نے کفر کے لشکر کو منتشر کر دیا اور میرے بابا وہ ہیں کہ جب جنگ حنین میں دشمن کی فوج انتقام کے لیے آئی تو انھوں نے انھیں ہلاکت سے ہمکنار کر دیا۔''

مَن لَهُ عَمٌّ کَعَمِّی جَعفَرٍ
وَهَبَ اللّٰه لَهُ أَجنِحَتَینِ

''کون ہے وہ جس کا جعفرؑ جیسا چچا ہو۔ اللہ نے جنت میں انھیں دو پَر عطا کر رکھے ہیں۔''

جَدِّیَ المُرسَلُ مِصبَاحُ الهُدَیٰ
وَ أَبِی المُوفِی لَهُ بِالبَیعَتَینِ
بَطَلٌ قَرمٌ هِزَبرٌ ضَیغَمٌ
مَاجِدٌ سَمحٌ قَوِیُّ السَّاعِدَینِ

"میرے جد بزرگ وار اللہ کے رسولؐ ہیں جو چراغ راہِ ہدایت ہیں۔ میرے والد گرامی وہ ہیں جنھوں نے میرے جد بزرگ وار سے بھرپور طریقے سے وفا کی تھی۔ انھوں نے دونوں بیعتیں کی تھیں۔ وہ شجاعؑ دلاور اور شیر بیشہ شجاعت تھے۔ وہ بزرگ وار سخی تھے۔ ان کے بازو میں الٰہی طاقت تھی۔"

عُروَۃُ الدِّینِ عَلِیٌّ ذَا کُمُ
صَاحِبُ الحَوضِ مُصَلّی القِبلَتَینِ
مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ سَبعاً کَامِلاً
مَا عَلَی الأَرضِ مُصَلٍّ غَیرَ ذَینِ
تَرَکَ الأَوثَانَ لَم یَسجُد لَھَا
مَعَ قُرَیشٍ مُذ نَشَا طَرفَۃَ عَینِ

"امام علی مرتضیٰؑ دین کی محکم رسی ہیں۔ قیامت کے دن حوضِ کوثر پر اپنے شیعوں کو آبِ کوثر پلانے والے ہوں گے۔ انھوں نے رسولؐ اللہ کے ہم راہ اسی وقت سات سال اللہ کے حضور نمازیں پڑھیں جب روئے زمین پر ان دو کے علاوہ کوئی اور اللہ کا عبادت گزار نہ تھا۔ انھوں نے دو قبلوں کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھی تھیں (حضرتؑ کی مراد صرف مرد تھے ورنہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ نے بھی رسولؐ اللہ اور حضرت علیؑ کے ساتھ نمازیں پڑھی تھیں)۔

میرے والد بت شکن تھے انھوں نے اپنی زندگی میں لمحہ بھر بھی بتوں کو سجدہ نہ کیا تھا۔ حال آں کہ قریش کے لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔"

وَ أَبِی کَانَ ھِزَبراً ضَیغَماً
یَاخُذُ الرُّمحَ فَیَطعَنُ طَعنَتَینِ

"میرے والد بزرگ وار اللہ کی رضا کے لیے کافروں کے سینوں کو اپنے نیزوں سے چھلنی کر دیتے تھے۔"

كَتَمَشّيَ الأُسدِ بَغياً فَسُقُوا
كَأسَ حَتفٍ مِن نَجِيعِ الحَنظَلَينِ

”میرے بزرگ وار جاں گداز نیزے کو ہاتھ میں لیتے اور اس تیزی کے ساتھ دشمن کے سینے میں جھونک دیتے۔ جس طرح شیر اپنے شکار کی طرف آتا ہے آپ اسلام کے دشمنوں کو موت کے تلخ جام سے سیراب کر دیتے تھے۔“

وَ فَاطِمَةُ أُمّی مِن سُلالَةِ أحمَدَ
وَ عَمّی یُدعَی ذُوالجَنَاحَینِ جَعفَرُ

”حضرت فاطمہ زہراؑ جو رسولؐ اللہ کی بیٹی ہیں، وہ میری والدہ ماجدہ ہیں۔ میرے چچا بزرگ وار حضرت جعفر طیارؑ ہیں کہ جنھیں ”طیار“ کہا جاتا ہے کیوں کہ انھیں جنت میں دو پر عطا کیے گئے ہیں۔“

وَ فِینَا کِتَابُ اللّٰہِ أُنزِلَ صَادِقاً
وَ فِینَا الهُدَی وَ الوَحیُ بِالخَیرِ یُذکَرُ

”اے لوگو! پہچانو کہ ہم وہ ہیں کہ ہمارے بزرگ وار اور ہم پر اللہ کی کتاب نازل ہوئی ہے۔ عالمین کی ہدایت اور وحی خدا ہمارے حق میں خیر و نیکی کے ساتھ مذکور ہے۔“

وَ نَحنُ أمَانُ اللّٰہِ لِلنَّاسِ کُلِّهِم
نُسِرُّ بِهَذَا فِی الأنَامِ وَ نَجهَرُ

”ہم ہی تمام کائنات کے لیے اللہ کی امان ہیں۔ بعض اوقات ہمارے وجود کی برکت سے خفیہ صورت میں نازل ہونے والے مصائب سے عالم کو محفوظ رکھتا ہے اور کبھی ظاہراً نازل ہونے والی آفات سے ان کی مفادات کا اہتمام کرتا ہے۔“

وَ نَحنُ وَلَاۃُ الحوض نَسقِی وَلاتَنَا
بِکَاسِ رَسُولِ اللّٰہ مَا لَیسَ یُنکَرُ
وَ شِیعَتُنَا فِی النَّاسِ أَکرَمُ شِیعَۃٍ
وَ مُبغِضُنَا یَومَ القِیَامَۃِ یَخسَرُ

''ہم ہی حوضِ کوثر کے والی ہیں۔ ہم اپنے شیعوں کو حوضِ کوثر سے رسول اللہؐ کے کاسہ سے آبِ کوثر کے جام بھر بھر کر پلائیں گے اور یہ کائنات کی بڑی حقیقت ہے۔

ہمارے شیعہ کائنات کے سب سے بڑے شرفا ہیں۔ ہم سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن خسارے میں ہوگا۔''

محمد بن ابی طالب نے انھیں ابیات کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح ابوعلی سلامی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ابیات حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں بیان فرمائے تھے اور یہ ان کے اپنے ہی اشعار ہیں (مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۴،ص۷۹)۔

علم وادب اور فصاحت کے اعتبار سے آپؑ کا یہ کلام اپنی مثال آپ ہے اور اشعار یہ ہیں:

فَإِن تَکُنِ الدُّنیَا تُعَدُّ نَفِیسَۃً
فَإِن ثَوَابَ اللّٰہِ أَعلَی وَ أَنبَلُ
وَ إِن تَکُنِ الأَبدَانُ لِلمَوتِ اُنشِئَت
فَقَتلُ امرِئٍ بِالسَّیفِ فِی اللّٰہِ أَفضَلُ
وَ إِن تَکُنِ الأَرزَاقُ قِسماً مُقَدَّراً
فَقِلَّۃُ سَعيِ المَرءِ فِی الکَسبِ أَجمَلُ
وَ إِن تَکُنِ الأَموَالُ لِلتَّرکِ جَمعُھَا
فَمَا بَالُ مَترُوکٍ بِہِ المَرءُ یَبخَلُ

''اگرچہ یہ دنیا اور اس کی تمام دُنیوی نعمتیں عمدہ اور نفیس شمار ہوتی ہیں اور

انسان انھیں پا کر ایک قسم کا سکون شمار کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رضا اور اس کی عطا بلند تر و نیکوتر ہے۔

اگر لوگوں کے ابدان موت کے لیے ہی پیدا کیے گئے ہیں تو انسان کا اللہ کے لیے شمشیر سے قتل ہونا افضل ہے۔

اگر انسانوں کے ارزاق مقسوم و مقدر ہیں تو طالب رزق کا کسب مال کے لیے محدود تگ و دو کرنا قابل تحسین ہے۔

اگر مال کا جمع کرنا اس دنیا میں چھوڑ جانے کا کام ہے تو پھر یہ مال کس کام کا؟ ایک جوان مرد پھر بخل سے کام لیتا ہے (تسلیۃ المجالس وزینۃ المجالس: ج۲، ص۲۷۱'ابوعلی سلامی بیہقی نیشاپوری جو اپنے زمانے کے بہت بڑے ادیب تھے، نے ان اشعار کو ادب کا شہ پارہ قرار دیا[زین الاخبار:۹])۔

فرزندِ رسولؐ کی میدانِ کربلا میں مبارزہ طلبی

حضرت امام حسین علیہ السلام اُموی لشکر کے سامنے آئے اور ان سے مبارزہ طلبی کی۔ دشمن کے لشکر سے جب کوئی بہادر و جرأت مند آدمی آپؑ کے مقابلے میں آیا تو آپؑ نے اپنی تیغ آتش بار سے اس کے خرمن حیات کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ بہادر آتے رہے اور یادگار حیدر کرارؑ کی شمشیر شرربار سے کٹ کٹ کر ذلت و ہلاکت سے دوچار ہوتے رہے۔ جب اُموی لشکر نے آپؑ کی جرأت و بہادری اور طاقت و توانائی کا مشاہدہ کیا تو کسی کو آپؑ کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپؑ نے اس لشکر اشرار کے میمنہ پر حملہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْمَوْتُ خَيْرٌ مِنْ رُكُوبِ الْعَارِ

"موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔"

آپؑ نے لمحہ بھر میں لشکر کے میمنہ کو پراگندہ کر دیا۔ ان مکاروں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ جب میمنہ لشکر اُلٹ کر رہ گیا تو آپؑ نے میسرۂ لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس دوران میں آپؑ نے فرمایا:

أَنَا الحُسَینُ بنُ عَلی

الَیتُ أن لَا أنثَنِی

أحمِی عِیَالَاتِ أبِی

أمضِی عَلَی دِینِ النَّبِی

"میں ہی حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں کافروں سے جہاد کرنے سے اعراض نہیں کروں گا۔ میں اپنے بابا کے اہل بیتؑ کی حفاظت کروں گا۔ میں اپنے نانا بزرگوار رسولؐ اللہ کے دین مبین پر چلوں گا اور ان کے دین پر قتل ہو جاؤں گا۔"

تمیم بن قحطبہ کی یاوہ گوئی

عرضِ مترجم:

بعض کتب مقاتل میں مذکور ہے کہ تمیم بن قحطبہ آپؑ کے مقابلے میں آیا اور اُس نے آپؑ سے کہا: اے فرزند علیؑ بن ابی طالبؑ! تم کس وقت تک ہمارے ساتھ جنگ کرتے رہو گے حال آں کہ تمھارے تمام ساتھی قتل ہو گئے ہیں۔ تمھارے اپنے بیٹے تک مارے جا چکے ہیں۔ ادھر ہمارا لشکر بیس ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ تم بے کس و تنہا ہو چکے ہو۔ تم اکیلے اتنے بڑے لشکر کا کیسے مقابلہ کرو گے؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: کیا میں تمھارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آیا تھا؟ یا تم ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آئے ہو؟ کیا تمھارا راستہ میں نے مارا ہے یا تم نے میرا راستہ بند کیا ہے؟ تم لوگوں نے میرے اعزا و انصار کو قتل کر دیا ہے۔ اب تمھارے اور میرے درمیان تلوار کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں آ سکتی۔ اب تم میرے سامنے آؤ تا کہ تمھیں اپنی خبر ہو جائے۔ آپ نے اُسے للکارا اور غضب ناک شیر کی طرح اُس پر حملہ کر دیا۔ آپؑ نے اُسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا پہلی فرصت میں اپنی شمشیر آتش بار سے اس کی گردن کو اُڑا دیا۔ اس کی

گردن پچاس ہاتھ دور جا گری اور وہ دوزخی دوزخ میں پہنچ گیا۔

جب اُموی لشکر نے اس فارسِ میدانِ کارزار کی شجاعت کو دیکھا تو ان کے جسموں میں لرزہ پیدا ہو گیا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپؑ کے مقابلے میں آئے۔

یزید ابطحی کا قتل

یزید ابطحی ایک بہت بڑا نامی گرامی پہلوان تھا' اس کی جرأت و دلیری مشہور زمانہ تھی۔ وہ اہل وفاق و نفاق میں اپنے فنون حرب و ضرب کا اُستاد مانا جاتا تھا۔ اُسے اپنی جوانی و ناوانی پر بڑا ناز تھا۔ جب اُس نے اپنے لشکر میں بزدلی و ناتوانی کے آثار دیکھے کہ ان کا ہر آدمی امامؑ کی ہیبت سے خوف زدہ ہے' ان کے اجسام میں کپکپی طاری ہے اور پورے لشکر میں سراسیمگی پھیل چکی ہے تو اُس نے اپنے لشکر پر برسنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا: اتنے عظیم اور بھاری لشکر کی موجودگی میں کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ فردِ واحد کا مقابلہ کرے۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟! یہ کہتے ہوئے وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور غرور و تکبر کا پیکر بن کر حجتِ خدا کو مقابلہ کے لیے آواز دی۔

اِدھر اُموی لشکر نے جب اپنے ایک نامی گرامی شہ سوار کو امامؑ کے مقابلے میں دیکھا تو ان کی جان میں جان آ گئی۔ ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ایک دوسرے کو اپنے بہادر کی فتح کی بشارت دینے لگے۔

جب فرزند رسولؐ اللہ نے اس ابطحی کی ہجوم آوری دیکھی تو اُس سے فرمایا: کیا تو مجھے نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ میرے سامنے یہ جرأت و جسارت؟ شاید تیرے دل میں میرا خوف نہیں ہے؟!

یہ ابطحی خائب و خاسر از راہِ کبر و غرور اپنے آپ میں پھولا نہیں سما رہا تھا اس نے امامؑ کو کوئی جواب نہ دیا۔

جب مظلومِ کربلاؑ نے اس کے شیطانی نخوت و غرور کو دیکھا تو فوراً اپنی شمشیر آب دار' آتش بار اور شرر بار سے اُس کافر پر مرگ خیز حملہ کیا۔ آپؑ کی ضربتِ حیدری اس کی کمر پر پڑی اور اُسے کھیرے کی طرح دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا اور اس طرح جہنم پہنچا دیا (معالی السبطین: ج۲، ص۲۰)۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ سید ابن طاؤس کی روایت ہے کہ مظلومِ کربلاؑ اس گروہ اشقیا کے سامنے میدان میں موجود رہے اور انھیں مبارزت کے لیے بلاتے رہے۔

آپؑ کے مقابلے جو آدمی بھی آیا وہ نابکار آپؑ کی تلوار شرربار کے ذریعے واصل جہنم ہوا۔ دشمن کی فوج کی ایک بھاری تعداد آپؑ کے ہاتھوں ماری گئی (اللهوف: ۱۱۸، مثیر الاحزان: ۷۲)۔

عرضِ مترجم:

منتخب کی روایت ہے کہ آں حضرتؑ نے عمر بن سعد کے سامنے تین باتیں رکھیں:

۱۔ یزید مظالم سے دست بردار ہو جائے تاکہ میں اپنے اہل بیتؑ کو واپس مدینہ لے جاؤں۔

عمر بن سعد نے جواب دیا: ایسا نہیں ہو سکتا۔

۲۔ مجھے تھوڑا سا پانی دے دو کہ میرے جگر میں پیاس کی وجہ سے آگ لگی ہوئی ہے۔

اس نے آپؑ کی اس بات کو بھی قبول نہ کیا۔

۳۔ اگر تم لوگ مجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہو تو ایک ایک آدمی میرے مقابلے میں آئے۔

دشمن نے آپؑ کی اس آخری بات کو تسلیم کیا۔

جب بھی کوئی آدمی آپؑ کے مقابلے کے لیے آیا وہ آپؑ کے ہاتھوں قتل ہوا اور آپؑ اس پر غالب رہے (المنتخب فی المراثی والخطب)۔

علامہ مجلسیؒ نے سید ابن طاؤس سے نقل کیا ہے کہ آں حضرتؑ نے مبارزت میں ایک بڑی کثرت کو جہنم واصل کیا۔ اس دوران میں آپؑ نے فرمایا:

اَلْقَتْلُ أَولَى مِن رُكُوبِ العَارِ
وَ العَارُ أَولَى مِن دُخُولِ النَّارِ

"قتل ہونا ننگ و عار سے بہتر و برتر ہے اور ننگ و عار جہنم میں دخول سے ارفع و اعلیٰ ہے۔"

سید الشہداؑ کی جنگ کی ایک مختصر سی جھلک

بہت سے اربابِ مقاتل نے نقل کیا ہے کہ خدا کی قسم! چشم فلک نے تاریخ آدمؑ میں کسی فردِ واحد کی اس طرح کی مبارزہ آرائی اور جنگ نہ دیکھی ہوگی۔ جس طرح کی جنگ یادگار حیدرِ کرارؑ نے میدانِ کربلا میں یومِ عاشور لڑی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب فرزندِ سیدہ زہراؑ فرد فرید تنہا و تنہا تھے۔ نہ کوئی معین تھا اور نہ مددگار۔ نہ کوئی ناصر تھا نہ یار و یاور۔ آپؑ کے فرزندوں اور دل بندوں کے لاشے آپؑ کے سامنے کربلا کی خاک پر پڑے ہوئے تھے۔ آپؑ کو مسلسل تین دن کی پیاس نے حال سے بے حال کر رکھا تھا۔ کون سا درد تھا جو آپؑ کو ستا نہیں رہا تھا۔ ہزاروں کے لشکر نے آپؑ پر ہجوم کر رکھا تھا جو بھی تازہ دم تھے۔ میدانِ کربلا میں آپؑ کی جس طرف نگاہ جاتی تھی' آپؑ کو قاتل ہی قاتل نظر آتے تھے۔ جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے' ننگی تلواریں تھیں۔ آپؑ پر ہر طرف سے تیر بارانی بھی ہو رہی تھی۔ آپؑ کی نگاہ دشمن کے لشکر پر تھی لیکن آپؑ کا قلب مبارک اپنے پیچھے خیام میں بیٹھی ہوئی بہنوں' بیٹیوں' رسول اللہؐ اور بتول عذراؑ کی شہزادیوں کی حفاظت پر مامور تھا۔ مصائب کے ان تیز و تند طوفانوں میں آپؑ بالکل مطمئن تھے۔ آپؑ اپنے عزم میں بے کراں سمندر کی طرح موج زن تھے۔ آپؑ اس طوفان کے سامنے مضبوط چٹان کی طرح سینہ پھیلا کر کھڑے ہوئے تھے۔ ثابت قدمی میں کوہ گراں کی گرانی لیے ہوئے تھے۔ بدر و اُحد و خیبر و خندق میں بڑے بڑوں کی کھوپڑیاں اُڑانے والی برق فشاں تلوار آب دار آپؑ کے ہاتھ میں تھی۔ جب وہ کبھی بہادر پر پڑتی اور وہ زمین پر گرتا تو اُموی لشکر کے ہر سپاہی کا دل دہل جاتا تھا۔ وہ موت و حیات کی کش مکش میں گرفتار ہو جاتا کہ جیسے تلوار کا وار اُسی پر ہوا ہو۔ فرزندِ علیؑ کی تلوار موت کا پیغام لیے ہوئے برق رفتاری کے ساتھ کوند رہی تھی اور اُموی لشکر کے خرمن حیات کو بھسم کرتی چلی جا رہی تھی۔ جب بھی آپؑ حملہ آور ہوتے' آپؑ کے سامنے ہزاروں کا لشکر بھاگتا نظر آتا تھا۔ جس طرح غضب ناک شیر کے آگے بھیڑ بکریوں کا ریوڑ دوڑتا ہے۔

بخدا! اُموی لشکر تیس ہزار نفوس پر مشتمل تھا' جب آپؑ نے ان پر حملہ کیا تو وہ پتنگوں اور

ٹڈیوں کی طرح بکھر کر رہ گیا۔ جب آپؑ نے دیکھا کہ میدان خالی ہو گیا ہے تو آپؑ اپنی جگہ پر واپس آئے اور فرمایا:

لَا حَولَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِی العَظِیم (الارشاد: ج ۲، ص ۱۱۱؛ الملہوف: ۱۱۹؛ اعلام الوریٰ: ۲۴۹؛ روضۃ الواعظین: ۱۸۸؛ مثیر الاحزان: ۷۳)۔

فرزند رسولؐ اللہ کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کی تعداد

ابن شہر آشوب اور محمد بن ابی طالب نے لکھا ہے کہ سید الشہداؑ نے جب اُموی لشکر سے جنگ کی تو آپؑ جدھر جاتے لشکر کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیتے اور ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ اس دوران میں آپؑ نے دشمن کے ایک ہزار نو سو پچاس آدمیوں کو قتل کیا اور جو آپؑ کے ہاتھوں زخمی ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

عرضِ مترجم:

علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں لکھا ہے:

سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام تشنہ لب تھے، زخمی تھے، سفروں کے تھکے ماندے تھے، درد و آلام نے آپؑ کو گھیر رکھا تھا، ان حالات کے باوجود بھی آپؑ نے دشمن کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ جب آپؑ نے ان پر حملہ کیا تھا تو ان کے سر فضا میں اس طرح اُڑ رہے تھے جس طرح موسم خزاں میں آندھی سے درختوں کے پتے اُڑتے ہیں۔ آپؑ نے دشمن پر کاری ضرب لگائی۔ ان کے ایک ہزار نو سو پچاس نفوس کو قتل کیا (مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۱۱۰)۔

مسعودی نے اٹھارہ سو افراد کا ذکر کیا ہے۔

جناب ابن بابویہ نے دس ہزار کی روایت کی ہے۔

صاحب روضۃ الشہداؑ نے بارہ ہزار کی تعداد نقل کی ہے (جلاء العیون: ۶۸۷)۔

فرزند رسولؐ اور فرات کا گھاٹ

ابن شہر آشوب نے ابی مخنف سے اور اُس نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جب

حضرت امام حسین علیہ السلام اُموی لشکر سے جنگ کر رہے تھے تو انھوں نے اسی دوران میں اس لشکر پر حملہ کیا جو دریائے فرات کی حفاظت پر مامور تھا۔ اس وقت اعور سلمی و عمرو بن حجاج زبیدی چار ہزار کا لشکر لے کر دریا کی حفاظت پر مامور تھے۔ جب معدنِ رشادت و منبع شجاعت کا اس گروہ پر حملہ ہوا تو لشکریوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں اور دریا پر فرزندِ رسولؐ کا قبضہ ہو گیا۔ آپؑ نے اپنے گھوڑے کو دریا میں داخل کر دیا۔

جب آپؑ کے گھوڑے نے اپنے جگر کی حرارتِ آتش کو بجھانے کے لیے سر کو پانی کی طرف جھکایا تو آپؑ نے فرمایا: اے حیوان! جب تک تُو پانی نہیں پیئے گا اس وقت تک میں بھی پانی نہیں پیوں گا۔ جب اس حیوان نے امامؑ انس وجاں کا کلام سنا تو پانی کی طرف جاتے ہوئے سر کو اُٹھا لیا اور پانی نہ پیا گویا اُس نے آں حضرتؑ کے کلام کو سمجھ لیا تھا۔

پھر معدنِ عصمت و کرامت نے اپنے گھوڑے سے فرمایا: تو بھی پانی پی میں بھی پانی پیتا ہوں۔ آپؑ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو پانی میں ڈالا اور ابھی آپؑ نے اپنا چلو پانی سے بھرا ہی تھا کہ ایک شریر نے آواز بلند کی: اے ابا عبداللہؑ! آپؑ پانی کی لذت سے محظوظ ہو رہے ہیں اُدھر لشکر نے حرم میں لوٹ مار مچا رکھی ہے۔ جب غیور امامؑ نے یہ آواز سنی تو پانی آپؑ نے دریا میں پھینکا اور فوراً گھاٹ سے باہر آئے خیام کی طرف رُخ فرمایا اور اپنے مدمقابل لشکر پر حملہ کر دیا اور انھیں دُور بھگا دیا لیکن جب خیام کے نزدیک پہنچے تو اپنے خیام کو سلامت پایا (مناقب آل ابی طالبؑ: ج۴، ص۵۸)۔

عرضِ مترجم:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اس شریر کی آواز سن کر پانی پیئے بغیر دریا سے واپس کیوں چلے آئے تھے اس امر کی کیا وجہ تھی؟! اس سوال کے جواب کی تین صورتیں ممکن ہیں:

۱۔ اُموی لشکر امامِ انامؑ کی امامت کا قائل نہ تھا اور نہ اللہ کی وحدانیت کا قائل تھا۔ آپؑ نے اپنی ہتھیلی پر اُٹھائے ہوئے پانی کو پھینک دیا کہ یہ پست فطرت لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم

نے انھیں کہا ہے کہ ان کے خیام کو لوٹا جا رہا ہے اور یہ پانی پینے میں لگے ہوئے ہیں؛ انھیں اپنی عزت کی بھی پروا نہیں ہے۔ آپؑ نے اس لیے پانی پھینک دیا اور فوراً دریا سے باہر آ گئے حال آں کہ آپؑ علم امامت سے جانتے تھے کہ ان کے خیام سلامت ہیں۔

۲- شاید آپؑ کی تکلیف امامت بھی تھی کہ آپؑ ان اشرار کی بات سن کر دریا سے باہر آ جائیں اور پانی نہ پئیں کہ جو کچھ آپؑ نے سن لیا ہے یا دیکھ لیا ہے اُسی پر عمل کریں اور اپنے علم امامت پر عمل نہ کریں کیوں کہ وقت عدالت جہاں ائمہؑ کو فریقین کے درمیان فیصلہ کرنا ہوتا تھا اُس وقت بھی یہ علم امامت سے فیصلے نہ کرتے تھے بل کہ شہادت و شہود اور حلف واحلاف سے فیصلہ فرماتے تھے۔

۳- شاید اُموی لشکر کے اس آدمی کی بات صحیح ہو کیوں کہ اس وقت مخالفین کا لشکر خیام کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ اگر آں حضرتؑ دریا پر دیر لگا دیتے تو یہ بے غیرت لشکر خیام کو لوٹ لیتا اور جب کہ خیام میں آپؑ کے اہل بیتؑ خواتین اور بچے موجود تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر آخرالزمانؐ کے اوصیا کا جو سلسلہ امامت ہے اس عقیدۂ امامت کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ مومن وہ ہے جب ان کا کوئی قول و فعل دیکھے یا سنے تو ان کے سامنے سر اطاعت خم کر دے۔ ان کے اقوال و افعال کے علل کی جستجو و تفتیش نہ کرتا پھرے کیوں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عقل ان کے اقوال و افعال کی کنہ و حقیقت سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے:

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ایک روایت بھی موجود ہے کہ جب آپؑ نے اپنے چلو میں پانی لیا تھا اس وقت ایک تیر آیا جو آپؑ کے دہن اقدس پر لگا جس سے خون بہہ نکلا تھا۔ اس لیے آپؑ پانی نہ پی سکے (البدایہ والنہایہ: ج۸، ص۲۰۳؛ تاریخ طبری: ج۴، ص۳۴۴؛ شرح الاخبار فی فضائل ائمہ اطہار: ج۳، ص۱۹۲)۔

امام عالی مقام علیہ السلام کا اہل خیام سے دوسرا وداع

علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ جب سردار کربلاؑ فرات کے گھاٹ سے واپس آئے تو اپنے خیام میں تشریف لائے۔ آپؑ نے اپنے خیام کو سلامت پایا۔ آپؑ نے

اہل بیتؑ رسالتؐ کے پردگیانِ عصمت وطہارت سے وداع کیا اور انھیں صبر وشکیبائی کی تلقین فرمائی اور انھیں لامتناہی جزائے الٰہی کے وعدہ جات سے تسکین دی۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا: اپنی چادروں کو سنبھال لیجیے، اپنے سروں کو حجاب کے لیے ڈھانپ لیجیے اور مصائب و آلام کی تیز و تند اندھیریوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیجیے۔ یہ یقین کر لیجیے کہ حق تعالیٰ تمھارا حامی ومحافظ ہے۔ وہ ضرور تمھیں اعدا سے نجات دے گا اور تمھیں عافیت کی سرحدوں سے ہم کنار کر دے گا۔ تمھارا دشمن ذلیل وخوار ہوگا۔ خداوند تعالیٰ تمھیں ان مصائب کے عوض اس دنیا میں اور آخرت میں اجر جزیل عطا کرے گا۔ اپنی نعمات وکرامات سے نوازے گا۔ اب اس وقت صبر کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں اور اپنی مبارک زبانوں پر ایسی گفتگو لانے سے بچیں جو تمھارے اجر کی بلندیوں میں کمی پیدا کرنے کا سبب بنے (جلاء العیون:۵۷۶)۔

عمر بن سعد کا سنگ دلانہ حکم

جب عمر بن سعد نے فرزند حیدرِ کرارؑ کی جرأت وشجاعت دیکھی تو وہ اپنے بدبخت لشکر سے مخاطب ہو کر چیخا: ارے تمھاری واہی تباہی ہو تم نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ تمھارا مقابلہ کس سے ہے؟! جس سے تمھاری جنگ ہو رہی ہے وہ انزعِ بطین کا فرزند و دل بند ہے۔ یہ اس کا فرزند ہے جو ملکِ عرب کا سب سے بڑا شجاع تھا۔ اُسے ہر طرف سے گھیر لو اور سبھی مل کر حملہ کر دو۔

جب اس بدبخت لشکر نے اس بدبخت (حاکم) کا حکم سنا تو سیلاب رواں کی طرح فرزند رسولؐ اللہ کی طرف بڑھا۔ ان ہزاروں کے لشکر نے فرزند بتولؑ کو اور اس غریب کربلاؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ آپؑ پر ہر طرف سے ہجوم ہو گیا (مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص۱۱۰، الفتوح: ج۵، ص۱۱۸، الکامل فی التاریخ: ج۴، ص۷۸)۔

عرضِ مترجم:

ابو مخنف کی روایت ہے کہ جب شمر نے اس شیر بیشۂ شجاعت کی جرأت وطاقت کو دیکھا تو جانچ لیا کہ اس معدنِ مبارزت وشجاعت کا میدانِ مبارزت میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تو وہ عمر

بن سعد کے پاس آیا اور کہنے لگا: یہ مرد کسی کو چھوڑنے والا نہیں ہے اگر یہی حال رہا تو ہم سب کو قتل کر کے دم لے گا۔

عمر بن سعد نے پوچھا: تم ہی بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

شمر نے کہا: مصلحت اس امر میں ہے کہ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے: ایک حصّہ اس پر تیر بارانی کرے دوسرا حصّہ نیزوں اور تلواروں سے حملہ کرے اور تیسرا حصّہ آتش و پتھر برسائے۔

عمر بن سعد نے شمر کی اس تجویز کو پسند کیا۔ اس نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور اس کی تجویز پر عمل کیا (مقتل الحسینؑ: ۸۹)۔

جب چار ہزار کمانیں کڑکیں

علامہ مجلسیؒ نے ابن شہرآشوب اور محمد بن ابی طالب کے حوالے سے لکھا ہے کہ عمر بن سعد کے حکم سے چار ہزار تیر اندازوں نے اپنی کمانوں میں تیر فٹ کیے اور اچانک سید الشہداؑ پر تیروں کی گھٹا چھا گئی۔ کربلا کی فضا تیروں سے بھر گئی۔ ہر تیر کا ہدف امامِ دوسراؑ تھے۔ ہر طرف سے تیر فرزند پیغمبرؐ کے جسم نازنین میں پیوست ہونے لگے۔ یہ وہ وقت تھا جب دشمن کی فوج خیامِ حسینیؑ اور امامؑ کے درمیان حائل ہو چکی تھی (مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۳، ص ۱۱۱)۔

اُموی لشکر کا خیامِ حسینیؑ پر حملہ

محمد بن ابی طالب و صاحب مناقب اور سید ابن طاؤس کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اُموی لشکر نے خیامِ حسینیؑ کا رُخ کیا تو فرزند زہراؑ نے انھیں آواز دی: اے شیعیانِ آلِ ابوسفیان! اگر تمہارا اللہ کے دین پر ایمان و یقین نہیں ہے اور تمھیں قیامت کے عذاب کا کوئی خوف نہیں ہے تو کم از کم عربوں کی روایات ہی کی حیا کرو۔ تم عرب ہو۔ عربی حمیت و غیرت کا لحاظ کرو۔

شمر نے کہا: اے فرزند فاطمہؑ! آپؑ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

"آں حضرتؑ نے فرمایا: میں تم سے جنگ کر رہا ہوں اور تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو اس میں خواتین اہل بیتؑ کا کیا جرم ہے؟ اپنے اس طاغی و باغی لشکر کو روکو کہ وہ میرے خیام کا رُخ نہ کریں۔ جب تک میں زندہ ہوں تمھارے لشکر کا کوئی فرد میرے حرم سے متعرض نہ ہو۔

شمر نے کہا: آپؑ کا یہ مطالبہ قبول ہے۔ اُس نے اپنے لشکر کے سرداروں کو آواز دی کہ خیام کا محاصرہ چھوڑ دو مجھے اپنی جان کی قسم یہ وہ کفو کریم ہے اور ایسا جنگ جو ہے جو کریمانہ صفات کا مالک ہے پہلے اس کا کام تمام کرو پھر دیکھا جائے گا۔

اس کے بعد ان اشرار نے کریم کائنات پر ہر طرف سے حملہ کر دیا۔ امام علیہ السلام نے اُن سے ایک گھونٹ پانی کا مطالبہ کیا تھا لیکن انھوں نے آپؑ کے اس مطالبے کو تسلیم نہ کیا۔ آپؑ سخت پیاسے تھے۔ جس وقت آپؑ دریائے فرات کی طرف رُخ کرتے فوجی دستے آپؑ کا راستا روک کر کھڑے ہو جاتے اور آپؑ کو تشنہ لبی کی صورت میں قتل کرنا چاہتے تھے۔

ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ مظلومِ کربلاؑ مسلسل ان سنگ دلوں سے پانی طلب کرتے رہے۔ شمر ملعون نے آپؑ سے کہا: ہم کسی صورت میں آپؑ کو دریا تک نہیں جانے دیں گے کہ آپؑ پانی پئیں بل کہ (نعوذ باللہ) آپؑ واردِ جہنم ہوں گے۔

ایک روایت یہ بھی ہے جب آپؑ نے اتمامِ حجت کے لیے پانی کا مطالبہ کیا تھا تو ایک آدمی نے آپؑ کو آواز دی: اے حسینؑ! کیا تم آبِ فرات کو نہیں دیکھ رہے ہو؟ کس قدر اس کا پانی صاف و شفاف، ٹھنڈا اور شیریں ہے، بخدا! تمھیں ایک گھونٹ پانی تک بھی ہرگز نہیں دیں گے حتیٰ کہ تم پیاسے جان دے دو۔"

آں حضرتؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خداوندا! اس شریر پر پیاس مسلط فرما اور اسے پیاس سے ہلاک فرما۔

روایت میں ہے کہ بخدا! میں نے اس آدمی کو دیکھا کہ امامؑ کی بددعا سے اس پر پیاس مسلط ہو گئی۔ وہ چیخ و چلا رہا تھا کہ مجھے پانی دیجیے میں پیاس سے مر رہا ہوں۔ اس کے ساتھی جوں ہی اسے پانی پلاتے اُسے قے آ جاتی اور وہ پھر چیخنے لگتا۔ پانی دیجیے۔ جب وہ پلاتے تو

اس کا پانی اس کے منھ سے باہر آ جاتا۔ اسی چیخ و پکار میں موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہو گیا اور آخر پیاس نے اس کی جان لے لی اور یوں وہ جہنم پہنچ گیا (الملہوف: ۱۲۰ مثیر الاحزان: ۳۷ الفتوح: ج ۵، ص ۱۷۱ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۲۰۳ تاریخ طبری: ج ۴، ص ۳۴۳ فضائل ائمہ والاطہار: ج ۳، ص ۱۹۳)۔

ابوالحتوف جُعفی کا تیر اور امام عالی مقامؑ کی جبین مبارک

علامہ مجلسیؒ نے معتبر ارباب مقاتل سے روایت کی ہے کہ جب سید الشہداؑ میدانِ کارزار میں جنگ کر رہے تھے، اس وقت ابوالحتوف جُعفی نے آپؑ کی پیشانی مبارک کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا۔ یہ تیر جفا آپؑ کی پیشانی انور میں لگا۔ آپؑ کی پیشانی مبارک سے خون سیلاب کے مانند جاری ہوا جس سے آپؑ کے ابرو اور ریش مبارک رنگین ہو گئے۔

اس وقت فرزندِ رسولؐ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! تُو حکیم و علیم ہے، تُو دیکھ رہا ہے کہ یہ لوگ مجھ پر کتنے مظالم ڈھا رہے ہیں۔ میں نے ان کا کیا جرم کیا ہے؟ خداوندا! اس گروہ کو اپنے عذاب میں گرفتار فرما۔ ان کے ہر فرد کو ہلاک فرما، ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ اور انھیں کبھی معاف نہ فرما (الفتوح: ج ۵: ص ۱۱۷)۔

حسینیؑ حملہ اور دشمن کا فرار

اس شیر عرصہ کارزار اور فرزند حیدر کرارؑ نے اپنے ان زخموں کی پروا نہ کرتے ہوئے بپھرے ہوئے شیر کی طرح ان روباہ صفت لوگوں پر حملہ کر دیا۔ جدھر آپؑ رُخ کرتے دشمن کی صفوں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیتے۔ میمنہ کو میسرہ پر اور میسرہ کو میمنہ پر دے مارتے۔ جب آپؑ نے قلبِ لشکر پر حملہ کیا تو اُسے پراگندہ کر دیا۔ جب اس لشکر نے یادگار حیدر کرارؑ کی تلوار کی کاٹ کو دیکھا تو ان مکاروں اور عیاروں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگنا شروع کر دیا۔ میدان خالی تھا، جگر گوشۂ علیؑ و بتولؑ نے اپنے اسپ راہوار کو ان کے پیچھے ڈال دیا۔ آپؑ کی تلوار شرربار نے میدانِ کربلا کو ان اشرار کے لیے قیامت بنا رکھا تھا۔ ان پر موت کے بادل گرج رہے تھے۔ ان بادلوں سے بجلیاں برس رہی تھیں اور ان کی دنیا راکھ کا ڈھیر بن رہی تھی۔

آپؑ کی تیغ بے دریغ دھرتی کے سینے پر جرأت و بہادری کے بے مثال کارنامے رقم کر رہی تھی۔ بڑے منظم انداز میں ترتیب کے ساتھ (خبیث) دشمن کے (غلیظ) لاشے گر رہے تھے اور یہ نجس لاشے صفوں کی صورت میں ڈھل رہے تھے۔

میدانِ کربلا میں تیروں کے بادلوں کا برسنا

جب یہ بزدل آپؑ کے سامنے نہ ٹھہر سکے تو دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ پھر انھوں نے آپؑ پر تیر بارانی کا حربہ استعمال کیا۔ آپؑ پر چاروں طرف سے تیر بارانی شروع کر دی۔ تیروں کی بارش رب للعالمین کی حجت کے نازنین بدن پر برس رہی تھی۔ حجتِ خدا' جس کا سینہ علومِ ربانی کا سمندر تھا' اُسے تیروں نے چھلنی کر ڈالا۔ اس وقت فرزندِ رسولؐ نے فرمایا: اے بدکردار اُمت! تم نے اللہ کے رسولؐ کے حق کی خوب رعایت کی ہے۔ خصوصاً ان کے اہل بیتؑ کے حق میں آگاہ رہنا! میرے قتل کے بعد تم خدا کے صالح بندوں کے قتل کو کوئی اہمیت نہ دو گے۔ تم اہل ایمان کا خون بہانے میں جری ہو جاؤ گے۔ میرے قتل کے بعد ہر شریف کا قتل تمہارے لیے آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حق کی قسم! میری شہادت جو اللہ کی رضا میں ہے میرے مصائب بھی اللہ کی رضا کے لیے ہیں۔ اس کی بارگاہ میں میرا ایک (بلند) مقام ہے' وہ میرا انتقام تم سے ضرور لے گا' ایسا انتقام ہو گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حصین بن مالک سکونی نے اس مظلوم (امامؑ) و کشتۂ جور و جفا کو آواز دی: اے فرزندِ فاطمہؑ! اللہ ہم سے تیرا انتقام کس صورت میں لے گا؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: تمھیں مایوسی میں ڈال دے گا۔ تمھارے درمیان عداوت پیدا کر دے گا' تمھاری تلواریں ہوں گی اور تمھاری گردنیں ہوں گی' تم اپنا خون خود گراؤ گے۔ بعدازیں قیامت کے اُخروی عذاب سے دوچار ہو گے۔

آپؑ کا حملہ ان اشرار پر جاری و ساری تھا' اس وقت آپؑ کا جسم تیروں' تلواروں' نیزوں سے تار تار ہو چکا تھا۔ آپؑ کے نازنین بدن پر بے شمار کاری زخم آئے تھے (الفتوح: ج۵، ص۱۱۷)۔

مظلومِ کربلاؑ کے مبارک جسم پر زخموں کی تعداد

ابن نما اور سید ابن طاؤس کی روایات کے مطابق آپؑ کے جسم پر بہتر زخم تھے (الملہوف: ۱۴۰ مثیر الاحزان: ۷۳)۔

ابن شہر آشوب نے ابی مخنف سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ کے جسم پر صرف تلوار کے چونتیس زخم تھے (مناقب آل ابی طالبؑ: ج۴، ص۱۶۵ البدایہ والنہایہ: ج۸، ص۱۸۹ طبقات: ج۱، ص۴۷۳)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ مظلومِ کربلاؑ کے بدنِ اقدس پر تین سو بیس اور کچھ زخم تھے (امالی شیخ صدوق: ج۱، ص۱۶۴ مناقب آل ابی طالبؑ: ج۴، ص۱۱۰ روضۃ الواعظین: ج۱، ص۱۸۹ انساب الاشراف: ج۳، ص۲۰۳ تاریخ طبری: ج۵، ص۴۵۳ الکامل فی التاریخ: ج۴، ص۷۹)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؑ کے جسم اقدس پر تیروں کے زخموں کے علاوہ تلواروں کے تینتیس زخم تھے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؑ کے جسم پر ایک ہزار نو صد زخم تھے۔ آپؑ کی زرہ میں تیر اس طرح پیوست تھے جس طرح خار پشت کے بدن پر کانٹے ہوتے ہیں۔

مروی ہے کہ آپؑ کے یہ تمام زخم آپؑ کے جسم کے اگلے حصّہ پر تھے۔ آپؑ کی پشت مبارک پر کوئی زخم نہ تھا کیوں کہ آپؑ نے حالتِ جنگ میں دشمن کی طرف کبھی پشت نہ کی تھی۔

امامِ مظلومؑ کی جبین مبارک پر پتھر سے حملہ

اربابِ مقاتل نے نقل کیا ہے کہ جب مظلومِ کربلاؑ کا جسم اقدس زخموں سے چُور چُور ہو گیا تو آپؑ کے جسم سے کثرت کے ساتھ خون بہہ نکلا۔ آپؑ پر خستگی کا غلبہ ہوا۔ آپؑ لمحہ بھر کے لیے رُکے کہ سانس لے لیں، تھوڑا سا آرام کر لیں کیوں کہ آپؑ کو کم زوری اور ضعف نے گھیر لیا تھا۔ جوں ہی آپؑ رُکے ایک ملعون نے آپؑ کی جبین انور پر پتھر دے مارا جس کی وجہ سے پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ آپؑ نے اپنے جامہ کے دامن کو ہاتھ سے پکڑا تا کہ پیشانی سے خون صاف کریں اچانک ایک زہر آلود سہ شعبہ تیر آپؑ کی طرف آیا جو آپؑ کے

سینۂ انور میں پیوست ہو گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ تیر آپؑ کے قلب مبارک پر آ کر لگا تھا۔ اس وقت مظلومِ کربلاؑ نے فرمایا تھا:

بِسمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ

آپؑ نے اپنے مبارک سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے خداوندا! تو ان ستم پیشہ افراد کو خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ کس فرد کو قتل کر رہے ہیں۔ آج اس بھری کائنات میں میرے سوا کوئی اور تیرے نبیؐ کا فرزند نہیں ہے۔

مظلومِ کربلاؑ کا اپنا خون آسمان کی طرف اُچھالنا

پس امام علیہ السلام نے اس سہ شعبہ تیر کو اپنی پشت کی طرف سے باہر کھینچا۔ آپؑ کے تیر کھینچنے کی دیر تھی کہ وہاں سے پرنالے کے مانند خون جاری ہوا۔ آپؑ نے اپنے اس زخم پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا۔ جب وہ خون سے پُر ہو گیا تو اُسے آسمان کی طرف بلند کیا کہ اس کا ایک قطرہ واپس زمین کی طرف نہ آیا۔ مقتل خوارزمی کے یہ الفاظ ہیں کہ اس دن سے آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔ پھر آپؑ نے دوبارہ اپنی ہتھیلی کو خون سے پُر کیا اور اس خون سے اپنے سر، چہرے اور ریش مبارک کو رنگین کر کے فرمایا: میں ایسی صورت میں اپنے ناناؐ سے ملاقات کروں گا اور ان کے حضور یہ عرض کروں گا: اے نانا جان! مجھے فلاں فلاں نے قتل کیا ہے اور مجھے میرے خون میں غلطاں کیا ہے (اللهوف:۱۳۰)۔

اس وقت مظلومِ کربلاؑ بہت تھک چکے تھے۔ آپؑ پر ضعف طاری ہو چکا تھا آپؑ نے تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنا اور سانس لینا چاہا۔ ابھی آپؑ ٹھہرے ہی تھے جو بھی آپؑ کے قریب آیا اُس نے آپؑ پر حملہ کیا۔ کچھ ایسے بھی تھے جو آپؑ کی طرف حملہ کرنے کے لیے آئے لیکن آپؑ کی ہیبت سے خوف زدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ کچھ شرم و حیا کی وجہ سے قریب نہ آئے۔ آپؑ کے قریب قبیلہ کندہ کا ایک فرد آیا۔ اُس نے اس عظیم الشان بزرگوار کی شان میں گستاخی کی اور اپنی تلوار سے مظلومؑ کے مبارک سر پر حملہ کیا جس سے آپؑ کے سر پر ٹوپی تھی

وہ خون سے پُر ہو گئی۔

آں حضرتؑ نے اُس سے فرمایا: تُو اس ہاتھ سے نہ کھا سکے گا اور نہ پی سکے گا۔ خداوند تعالیٰ تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے۔ آں حضرتؑ نے اس ٹوپی کو اتارا اور دور پھینک دیا۔ آپؑ کے پاس ایک اور ٹوپی تھی جو آپؑ نے اپنے سر مبارک پر پہن لی۔ اس کے اُوپر عمامہ باندھ لیا۔ لیکن اس وقت آپؑ کی خستگی اپنے انتہا پر پہنچ چکی تھی (الارشاد: ج۲، ص۱۰۸؛ اعلام الوریٰ: ص۲۴۸)۔

مظلومِ کربلاؑ کی کلاہ اور مالک بن یسر کندی کا گھر

اس ملعون نے سید الشہداؑ کی اُسی کلاہ کو اُٹھالیا جو آپؑ کے خون سے رنگین ہو چکی تھی۔ جب جنگ ختم ہوئی تو وہ اُسے اپنے گھر لے گیا کیوں کہ وہ کلاہ قیمتی تھی، ''خز'' کی بنی ہوئی تھی۔ اس نے اُسے دھویا۔ جب اس کی زوجہ کو پتہ چلا تو اُس نے اس سے کہا کہ فرزندِ رسولؐ اللہ کا کلاہ لوٹ کر میرے گھر میں لے آیا ہے؟ مجھ سے دور رہ! خداوند تعالیٰ تیری قبر کو آتش جہنم سے پُر کرے۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ کچھ عرصہ بعد مالک کو غربت و افلاس نے گھیر لیا تھا۔ اس کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے تھے۔ اس ملعون کے دونوں ہاتھ لکڑی کی طرح خشک ہو گئے تھے۔ سردیوں میں ان سے خون جاری ہو جاتا اور گرمیوں میں وہ خشک ہو جاتے تھے۔ گویا کہ وہ دو لکڑیاں تھیں جن میں حرکت ختم ہو گئی تھی۔

شیخ بزرگ وار شیخ مفید و سید جلیل سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ یہ تمام اشرار تھوڑی دیر کے لیے اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ پھر انھوں نے مظلومؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔

حضرت عبداللہؓ بن حسن علیہ السلام کی شہادت

جب حضرت عبداللہؓ بن حسنؑ نے اپنے چچا بزرگ وار کی یہ مظلومانہ صورت دیکھی؛ ابھی وہ بچے تھے بالغ نہیں ہوئے تھے؛ فوراً خیام سے نکلے اور تیزی کے ساتھ اپنے مظلوم چچا کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت زینب عالیہؑ اس بچے کے پیچھے دوڑیں کہ انھیں واپس خیام میں لائیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت زینب عالیہؑ کو آواز دی کہ اے بہن! اس بچے کو اپنے پاس لے جایئے۔

شہزادے کا اپنے چچا کا دفاع کرنا

حضرت زینب عالیہؑ نے بھرپور کوشش کی کہ اس شہزادے کو واپس لے جائیں لیکن بچے نے انکار کر دیا اور کہا: بخدا! وہ اپنے چچا سے ہرگز جدا نہیں ہوگا۔ اس معظمہؑ نے بھرپور کوشش کی لیکن شہزادہ نے اپنے چچا کو نہ چھوڑا۔

ایک روایت ہے کہ ابحر بن کعب نے یا حرملہ بن کاہل نے مظلومؑ کی طرف تلوار سونتی تو اس معصومؑ نے فرمایا: اے زنِ خبیثہ کے خبیث فرزند! تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے؟ اس معصومؑ نے اپنے ہاتھوں کو اس کی تلوار کے سامنے بلند کیا کہ وہ اپنے معصوم ہاتھوں سے اپنے چچا کا دفاع کرے۔ تلوار کی ضرب بچے کے ہاتھوں پر پڑی جس سے بچے کے ہاتھ کٹ گئے اور جلد کے ساتھ آویختہ ہو گئے۔ بچے نے فریاد بلند کی: اے میرے چچا! مجھے اس ظالم سے بچایئے۔

ایک اور روایت ہے کہ بچے نے اپنی ماں کو آواز دی تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے مظلوم بھتیجے کو اپنے بازوؤں میں لیا اور اپنے سینے سے چمٹا کر فرمایا: اے میرے بھتیجے! اب صبر سے کام لو۔ خداوند تعالیٰ تمھیں جلد اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملحق کر دے گا۔

سید ابن طاؤسؒ سے مروی ہے کہ حرملہ بن کاہل نے اس معصومِ مظلومؑ کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور بچہ اپنے مظلوم چچا کی گود میں شہید ہو گیا (الارشاد: ج۲، ص۱۰۸؛ اللھوف: ۱۲۱؛ اعلام الوریٰ: ۲۴۸؛ مثیر الاحزان: ۳۷؛ تاریخ طبری: ج۵، ص۴۵۱؛ الکامل فی التاریخ: ج۳، ص۷۷)۔

امامِ مظلومؑ کی زندگی میں شمر کا خیام پر حملہ

روایت ہے کہ ابھی مظلومِ کربلاؑ کی منزلِ شہادت نہیں آئی تھی کہ شمر ملعون نے آپؑ کے خیام پر اپنے فاسق و فاجر ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اس ملعون نے حرم کے خیام کو اپنے نیزوں سے پارہ پارہ کر دیا۔ اس نے اپنے لشکر کو آواز دی: آگ لے جاؤ اور ان خیموں کو جلا دو۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کی کفر آمیز گفتگو سنی تو فرمایا: اے ابن ذی الجوشن! تُو آگ منگوا رہا ہے کہ میرے اہل بیتؑ کو جلا دے۔ خداوند تجھے دوزخ کی آگ میں جلائے۔

اس وقت شبث بن ربعی نے شمر کی مذمت کی اور اُسے لعن طعن کی تو وہ پھر وہاں سے دور چلا گیا۔

امامؑ کا پرانا لباس طلب کرنا

ایک روایت ہے کہ امامِ مظلومؑ نے اپنے اہل بیتؑ سے پرانا لباس طلب کیا تھا کہ وہ اُسے اپنے لباس کے نیچے پہنیں گے تا کہ اس لباس کی طرف کوئی رغبت نہ کرے اور میرا جسم بے لباس نہ ہو۔ جب آپؑ کے پاس پرانا لباس آیا تو آپؑ نے اُسے پارہ پارہ کیا اور اُسے اپنے لباس کے نیچے پہنا۔ لیکن جب امامؑ کو شہید کیا گیا تو ان ظالموں نے آپؑ کا یہ پرانا لباس بھی لوٹ لیا تھا۔

عرضِ مترجم:

آئندہ ابواب میں آئے گا کہ جمال ملعون نے چاہا تھا کہ آپؑ کی شلوار کا بند کھولے لیکن وہ نہ کھول سکا۔ یہ حکایت معلوم و مشخص ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گروہِ اشرار سے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ آپؑ کا مکمل لباس لوٹ لیں۔ آپؑ کا یہ پرانا لباس آپؑ کے جسم پر باقی رہ گیا تھا۔ مصنف کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ امامِ مظلومؑ نے جس وقت یہ پرانا لباس منگوایا تھا آپؑ اس وقت میدان میں تھے خیام میں تشریف نہیں لے گئے تھے کیوں کہ حدیث کی عبارت کا مفہوم یہی ہے:

قَالَ الْحُسَيْنُ ابْعَثُوا إِلَيَّ ثَوباً لَا يُرْغَبُ فِيهِ أُجْعَلُهُ تَحْتَ ثِيَابِي
لِئَلَّا أُجَرَّدَ فَأُتِيَ بِتُبَّانٍ فَقَالَ لَا ذَاكَ لِبَاسُ مَنْ ضُرِبَتْ عَلَيْهِ بِالذِّلَّةِ

اس عبارت کا ترجمہ روایت کے ضمن میں موجود ہے اعادہ لازم نہیں ہے (یہ روایت عقلاً و نقلاً صحیح نہیں ہے۔ سید الشہداؑ نے اپنے خیام میں جا کر پرانا لباس طلب کیا تھا اور وہیں پہنا تھا پھر اس کے اُوپر دوسرا لباس پہنا [مترجم])۔

امامِ مظلومؑ کا زین سے زمین کی طرف آنا

علامہ مجلسیؒ نے سید ابن طاؤس کی روایت لی ہے کہ جب امام عالی مقامؑ زخموں سے چُور ہو گئے آپؑ کے بہت سے زخم کاری اور بھاری تھے۔ آپؑ کے جسم اقدس میں بہت سے تیر پیوست تھے۔ اچانک صالح بن وھب مزنی نے آپؑ کے پہلوئے مبارک پر نیزہ مارا۔ پس آپؑ دائیں رخسار کے بل زمین پر آئے۔ جوں ہی آپؑ گھوڑے کی زین سے زمین کی طرف آئے تو آپؑ نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ اس وقت حضرت زینبؑ کی آپؑ پر نگاہ تھی۔ وہ اپنے خیمہ سے بے تابانہ دوڑتی ہوئیں آپؑ کے پاس آئیں اور کہنا شروع کیا:

وَا أَخَاهُ وا سَيِّدَاهُ! وَا أَهلَ بَيتَاهُ!

آپؑ نے فرمایا: اس وقت آسمان زمین پر گر جائے، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اس وقت شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی: اس شخص کے قتل میں کس بات کا انتظار ہے؟ اپنے کام کو مکمل کیجیے۔

پس اس وقت مظلومِ کربلاؑ پر ہر طرف سے ہجوم ہو گیا اور آپؑ پر حملے شروع ہو گئے۔ زرعہ بن شریک اعور نے آپؑ کے کندھے پر تلوار کا وار کیا حالاں کہ آپؑ زخمی تھے اور زخموں نے آپؑ کو نڈھال کر رکھا تھا لیکن آپؑ نے فوراً اس نابکار پر اپنی تلوار کا وار کیا جس سے وہ واصل جہنم ہوا۔ ایک اور ظالم نے آپؑ کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنی تلوار سے حملہ کیا کہ آپ منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔

سنان بن انس کے حملے

سنان بن انس ملعون نے فرزند رسولؐ کی گردن اور شانے کے درمیان نیزہ مارا۔ آپؑ دوبارہ منہ کے بل زمین پر آ رہے۔ دوبارہ اس ملعون نے آپؑ کے زخمی سینے پر نیزہ مارا۔ اس ظالم نے اپنے اس ظلم پر اکتفا نہ کیا بل کہ مظلومؑ کے گلوئے مبارک کو تیر سے زخمی کیا۔

آپؑ پر ہر طرف سے مظالم ہو رہے تھے۔ ایک دفعہ آپؑ اپنی جگہ سے اُٹھے اور دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آپؑ نے اپنے گلوئے مبارک سے تیر کھینچا اور اس خون سے اپنی ریش مبارک کو

رنگین کیا اور فرمایا: میں اسی صورت میں اللہ کی بارگاہ میں پہنچوں گا کہ میرے جسم سے خون بہہ رہا ہوگا اور میں اپنے خون میں غلطاں ہوں گا۔

مظلومِ امامؑ کی دردناک شہادت

عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تمہاری واہی و تباہی ہو جلد حسینؑ کے سر کو اس کے جسم سے قطع کر دو۔

امامِ دوسراؑ کو شہید کرنے کے لیے خولی بن یزید اصبحی بڑھا۔ جوں ہی آپؑ کے نزدیک آیا اس کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ پیچھے کی طرف ہٹ گیا اور آپؑ کو شہید نہ کر سکا۔ خولی کی حالت کو دیکھ کر سنان بن انس فوراً اپنے گھوڑے سے اُترا۔ اپنے ہاتھ میں شمشیر لی اور فرزندِ علیؑ و بتولؑ کو ظلم و بربریت کے ساتھ شہید کر دیا اور آپؑ کے مبارک سر کو جسم سے جدا کیا اور کہا: بخدا میں نے تیرے سر کو جدا کر دیا ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو رسولؐ اللہ کا فرزند ہے۔ اپنے والدین کے اعتبار سے سب سے ارفع و اعلیٰ ہے (الارشاد: ج ۲، ص ۱۱۱، اللھوف: ۱۲۱، روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۱۸۸، اعلام الوریٰ: ۲۴۹، مناقب آلِ ابی طالب: ج ۲، ص ۱۱۱)۔

انس بن مالک کا انجام

مروی ہے جب مختار ثقفیؒ نے انس کو گرفتار کیا تو حکم دیا کہ اس کے بند بند کو جدا کیا جائے۔ اس کی تمام اُنگلیوں کو جدا کیا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں اور ٹانگوں کو اس کے جسم سے جدا کر دیا گیا۔ پھر ایک بہت بڑی دیگ میں تیل کو جوش دیا گیا اور اِسے اس کھولتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا (لعنۃ اللہ علیہ) (اللھوف، مثیر الاحزان)۔

صاحبِ مناقب اور محمد بن ابی طالب کی روایات

ان دونوں حضرات کی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مظلومِ کربلاؑ پر ضعف طاری ہوا تو اُس وقت شمر نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی: ارے تمہاری مائیں تم پر ماتم کریں، اب کس چیز کا انتظار ہے؟ جلدی کرو اور اس شخص کو قتل کر دو۔ اب یہ زخمی ہو چکا ہے اور اس پر ہر طرف سے

حملہ کر دو۔

شمر کے حکم پر مظلومِ کربلاؑ پر ہر طرف سے حملے ہونے لگے۔ حصین بن نُمیر نے آپؑ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابوایوب غنوی نے آپؑ کے گلوے مبارک کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ سنان نخعی نے آپؑ کے سینۂ بے کینہ پر نیزہ مارا۔ صالح بن وھب مزنی نے آپؑ کی بغل مبارک کے قریب نیزہ مارا تو آپؑ اپنے دائیں رُخسار کے بل زمین پر آ رہے۔ ابوایوب نے آپؑ کے گلوئے مبارک کو تیر سے بھی زخمی کیا تھا۔ یہ ستم پیشہ افراد اپنے ظلم و ستم میں مصروفِ عمل تھے کہ ان کے پاس عمر بن سعد بھی آن پہنچا اور فرزندِ بتولؑ پر ہونے والے مظالم کو دیکھنے لگا (مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۴، ص۱۱۱ تسلیۃ المجالس و زینۃ المجالس: ج۲، ص۳۲۲)۔

دُخترِ رسولؐ کی دردناک فریادیں

حمید بن مسلم سے مروی ہے کہ جب اُموی درندے فرزندِ رسولؐ پر مظالم کے کوہِ گراں ڈھا رہے تھے تو اُس وقت خیمے سے امامِ علی مرتضیٰؑ کی بڑی بیٹی حضرت زینب عالیہؑ نمودار ہوئیں۔ وہ حال سے بے حال تھیں۔ وہ بے تابانہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے بھائی کی طرف دوڑتی چلی آ رہی تھیں۔ دہشت و وحشت سے ان کے گوشوارے لرز رہے تھے اور وہ دردناک فریادیں بلند کر رہی تھیں: اے کاش! آسمان زمین پر کیوں نہیں گر پڑا! میرے برادر کو بے دردی سے قتل کیا جا رہا ہے۔ جب آپؑ کی نگاہ عمر بن سعد پر پڑی تو فرمایا: اے عمر! میرے بھائی کو قتل کیا جا رہا ہے اور تُو تماشا دیکھ رہا ہے؟ مظلومہؑ کے پُر درد لہجے میں کائنات کو لرزا دینے والا اثر تھا۔ عمر بن سعد نے منھ دوسری طرف کر لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑے۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا جو اس کی گالوں اور ڈاڑھی پر جاری تھا۔ اس وقت فرزندِ رسولؐ اپنے زانو پر بیٹھے تھے انھوں نے خز کا جبہ پہن رکھا۔ لوگوں نے انھیں گھیر رکھا تھا۔ شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی: تمھاری مائیں تمھارے ماتم میں بیٹھیں کس چیز کا انتظار ہے؟ جلدی کیجیے اس کا کام تمام کر دیجیے۔

سنان اور خولی

زرعہ بن شریک نے آپؑ کے دائیں ہاتھ پر تلوار ماری جس سے آپؑ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ اس نے دوسری ضرب آپؑ کے دونوں شانوں کے درمیان ماری۔ آں حضرتؑ کبھی اُٹھتے اور کبھی زمین پر آ رہے۔ اس حال میں سنان نے آپؑ پر نیزے سے حملہ کیا جس سے آپؑ زمین پر گر پڑے۔ اس نے اس وقت خولی سے کہا کہ جلد اس کا سر بدن مبارک سے جدا کرے۔ خولی اس مظلومِ بے کسؑ کے پاس آیا تو اس کے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ سنان نے اُسے کہا: خدا تیرے بازو کو ٹکڑے ٹکڑے کرے اور انھیں تیرے بدن سے جدا کرے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تُو اس کے قریب کیوں نہیں جاتا اور اس کا کام تمام کیوں نہیں کر دیتا؟

پیکرِ ظلم و ستم شمر ملعون کا فرزندِ رسولؐ پر مظالم ڈھانا

شمر فوراً اپنے گھوڑے سے اُترا۔ وہ ملعون مبروص تھا۔ اس ملعون نے آپؑ کی شان میں گستاخی کی۔ آپؑ کے مقدس سینے پر چڑھ کر آپؑ کی مقدس ریش کو اپنے نجس ہاتھ میں لیا۔

سید الشہداؑ نے شمر سے فرمایا: کیا تُو وہی سفید رنگ کا کتا ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اور جو مجھ پر حملہ آور ہوا تھا۔

یہ سن کر شمر غصے سے پیچ و تاب کھانے لگا اور اسی حالت میں آپؑ کے مبارک سر کو آپؑ کے بدنِ مبارک سے جدا کر دیا۔

شمر، سید الشہداؑ کے قتل کے وقت یہ اشعار بھی کہہ رہا تھا:

أَقْتُلُكَ الْيَوْمَ وَ نَفْسِي تَعلَمُ
عِلما يَقِينا لَيسَ فِيهِ مُزعِمٍ
وَلا مَجالَ لا وَ وَلا تُكَتَّمُ
إِنَّ أَبَاكَ خَيرَ مَن تَكَلَّمَ

"میں آج تمھیں قتل کر رہا ہوں، میرا نفس خوب جانتا ہے اس میں کوئی وہم

وگمان کا دخل ہی نہیں ہے اور نہ شکوک وشبہات کے گرد وغبار کے نیچے دبی ہوئی بات ہے۔ ہر قسم کے انکار و کتمان سے بہت دور رہ کر اعلان کر رہا ہوں کہ آپؑ کے والد شہنشاہِ فصاحت و بلاغت تھے۔ اس میں کسی نے "لا" کی گنجائش ہی نہیں ہے" (الارشاد: ج ۲، ص ۱۱۱؛ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۸۸؛ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۲؛ تجارب الامم: ج ۲، ص ۱۸۰؛ الکامل فی التاریخ: ج ۵، ص ۸۷؛ الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۹)۔

عرضِ مترجم:

ابو مخنف نے جو روایت کی ہے اس میں درج ذیل یہ اشعار بھی ہیں:

إِنَّ أَبَاكَ خَيْرُ مَنْ تَكَلَّمَ
بَعْدَ النَّبِي الْمُصطَفٰى الْمُعَظَّم
أَقْتُلُكَ الْيَوْمَ وَ سَوفَ أَنْدَمُ
وَ أَنَّ مَثْوَاي غَداً جَهَنَّمُ
أُفِيضُ دَمَكَ بِالتُّرَابِ غُصَّةٌ
وَلا لِأَولادِ النَّبِي أَرحَمُ

"آپؑ کے والد گرامی بعد از رسول معظمؐ سب سے ارفع و اعلیٰ اور محترم و مکرم ہیں۔ میں آج تمھیں قتل کر رہا ہوں (حالاں کہ) مجھے یہ بات بھی معلوم ہے کہ بہت جلد مجھے عمر بھر پشیمانی و ندامت کے دردناک ضربات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ میرا انجام اور ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ لیکن میرے سینے میں کینے کی آگ شعلہ ور ہے اس لیے تجھے قتل کر رہا ہوں اور تیرے خون سے اس زمین کو سیراب کروں گا۔ مجھے اولادِ نبیؐ کی کوئی پروا نہیں ہے اور نہ میرے دل میں ان کے لیے کوئی رحم والی بات ہے۔" (شر لعین کی اس گفتگو میں تامل کی ضرورت ہے کہ وہ نبی معظمؐ کے بعد حضرت علیؑ کو سب سے اعلیٰ و ارفع اور محترم و مکرم بھی جانتا تھا مگر کینہ و حسد کی وجہ سے امامؑ کا قاتل ٹھہرا [مصحح])۔

سگ سفید

صاحبِ مناقب نے عبداللہ بن میمون سے اُس نے محمد بن حسن سے روایت کی ہے کہ میں کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہم راہ تھا جب شمر، حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور آپؑ کی اس پر نگاہ پڑی تو بے ساختہ فرمایا: اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے بھی سچ فرمایا اور میرے نانا بزرگ وارؐ نے بھی سچ فرمایا تھا۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک سفید رنگ کا کتا ہے جو میرے اہل بیتؑ کے خون سے اپنے منھ کو آلودہ کرتا ہے (تاریخ مدینہ و دمشق: ج۲۳، ص۱۹۰، ۱۶۰،۵۵، البدایہ والنہایہ: ج۸، ص۱۸۸)۔

عمر بن سعد کا غصّے میں آگ بگولہ ہونا

جب عمر بن سعد نے مظلومِ کربلاؑ کی صداقت سے لبریز گفتگو سنی تو تلملا کر رہ گیا اور غصّے میں پیچ وتاب کھانے لگا۔ اس کے دائیں طرف جو لوگ کھڑے تھے اُن پر برس پڑا کہ گھوڑوں سے نیچے اُترو اور حسینؑ کو قتل کر ڈالو۔

خولی بن یزید اصبحی فوراً گھوڑے سے اُترا اور امامِ دوسراؑ کا سر ان کے مبارک بدن سے جدا کر دیا (کشف الغمہ: ج۲، ص۵۱)۔

شمر اور سنان کی قتل امامؑ میں ہم کاری

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شمر اور سنان دونوں نے مل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا تھا۔ اس وقت آپؑ میں آخری رمق جان باقی تھی؛ نہایت تشنگی کی وجہ سے آپؑ اپنی زبان کو حرکت دے رہے تھے اور آپؑ نے ان ظالموں سے پانی بھی مانگا تھا لیکن یہ ستم پیشہ لوگ آپؑ پر مظالم برابر ڈھاتے رہے۔

شمر کی ہرزہ سرائی

شمر ملعون آپؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا: اے فرزند ابوترابؑ! تمھارا یہ خیال ہے کہ آپؑ کے والد حوضِ کوثر پر پیغمبرؐ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ وہ اپنے چاہنے

والوں کو حوضِ کوثر سے سیراب کریں گے؟ پس صبر کرو تھوڑی دیر بعد اپنے والد کے ہاتھوں پانی پی لینا۔ پھر شمر نے سنان سے کہا کہ انھیں شہید کر دے۔

سنان نے کہا: بخدا! یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ کل کہیں پیغمبرؐ خدا میرے خصم اور دشمن ہو جائیں' پھر میں کیا کروں گا۔

جب شمر نے سنان کی بات سنی تو غضب ناک ہو کر آپؑ کے سینۂ بے کینہ پر چڑھ بیٹھا۔ آپؑ کی مقدس ریش کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ جب اس نے چاہا کہ آپؑ کو قتل کرے تو آپؑ ہنسنے لگے اور فرمایا: تُو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں؟

شمر نے کہا: میں آپؑ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپؑ کی والدہ سیدہ فاطمہ زہراؑ ہیں۔ آپؑ کے والد امام علی مرتضیٰؑ ہیں۔ آپؑ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ جو آپؑ کے ساتھ دشمنی کرے گا اُس سے آپؑ کا خون ضرور طلب کیا جائے گا' خداوند تعالیٰ ضرور انتقام لے گا۔ وہ علی و اعلیٰ ہے۔ لیکن باوجود ان باتوں کے میں آپؑ کو ضرور قتل کروں گا' مجھے کسی چیز کی پروا نہیں ہے۔ پھر اس ملعون نے بارہ ضربوں سے آپؑ کو قتل کیا (تسلیۃ المجالس و زینۃ المجالس: ج۲، ص ۳۲۲)۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ لَعَنَ اللهُ قَاتِلَهُ وَ مُقَاتِلِيهِ وَ السَّائِرِينَ إِلَيْهِ بِجُمُوعِهِمْ

(آپ نے ابھی تک شیعی اربابِ مقاتل کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل کے بارے میں اختلافِ روایات ملاحظہ کیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ اس بارے میں اہلِ سنت کے دانش مندوں کی کیا آرا ہیں تاکہ طرفین کی روایات سامنے آ جائیں اور قوی ظن پیدا ہو جائے کہ آں حضرتؑ کا قاتل کون تھا؟

(الف) ابن سعد بصری (متوفی قرن) نے اپنی تالیف میں لکھا ہے:

نزل سنان بن انس الیه لیحتز راسه و نزل معه خولی بن یزید الاصبحی فاحتز راسه

"سنان بن انس گھوڑے سے اُترا تاکہ وہ امام عالی مقامؑ کو شہید کرے

اس کے ساتھ خولی بن یزید اصبحی بھی اُترا اور اُس نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا' ان کا سر تن سے جدا کر دیا" (محمد بن سعد ہاشمی، الطبقات الکبریٰ الطبقۃ الخامسہ، ج۱، ص۴۷۳)۔

(ب) بلاذری (متوفی قرن سوم): اس نے اپنی کتاب میں ایک مقام پر لکھا ہے:

قال سنان لخولی بن یزید اصبحی احتز راسه. أراد خولی ان یفعل فضعف و ارعد فقال له سنان: فت الله فی عضدك و ابان یدك و نزل الیه فذ ثم دفع راسه الی خولی

"سنان نے خولی سے کہا کہ وہ امامؑ کا سر ان کے تن سے جدا کرے۔ خولی نے ارادہ کیا کہ وہ امامؑ کے سر کو تن سے جدا کرے لیکن وہ کانپنے لگا۔ سنان نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو کہا: تیرے بازو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور تیرے ہاتھ جدا ہو جائیں' تجھے کیا ہو گیا ہے۔ پھر سنان خود گھوڑے سے اُترا اور امامؑ کو ذبح کیا اور ان کا سر خولی کو دیا" (احمد بن جابر بلاذری' انساب الاشراف، ج۳، ص۲۰۳)۔

بلاذری اُسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے:

قتله سنان بن انس و احتز راسه خولی بن یزید

"سنان بن انس نے امامؑ کو قتل کیا اور خولی بن یزید نے آپؑ کا سر تن سے جدا کیا" (بلاذری: ۲۱۸)۔

(ج) ابن اِعثم کوفی (متوفی قرن چہارم): اس نے اپنی کتاب میں لکھا:

فنزل الیه خولی بن یزید فاحتز راسه

"خولی بن یزید اُترا اور اُس نے امامؑ کا سر تن سے جدا کیا" (احمد بن اعثم کوفی، الفتوح: ج۵، ص۱۱۹)۔

(د) طبری (متوفی قرن چہارم): اس نے لکھا:

ثم قال انس لخولی بن یزید احتز راسه، فاراد ان یفعل، فضعف فارعد، فقال له سنان بن انس: فت اللّٰه عضدیك، و ابان یدیك! فنزل الیه فذبحه و احتز راسه، ثم دفع الی خولی بن یزید (ترجمہ اُوپر والی سطور میں موجود ہے) (محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری: ج۵، ص۴۵۳)۔

طبری دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ سنان بن انس نے حجاج کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ میں نے حسینؑ کو ذبح کیا تھا:

قام سنان بن انس فقال للحجاج انا قاتل الحسین (طبری: ج۱۱، ص۵۲۱)۔

(ر) حسن بن محمد قمی (متوفی قرن چہارم): تاریخ قم میں رقم طراز ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو سنان بن انس نخعی نے قتل کیا تھا (حسن بن محمد قمی، تاریخ قم: ۱۹۵)۔

(ز) ابوالفرج اصفہانی زیدی مذہب (متوفی قرن چہارم): اس نے اپنی مشہور کتاب میں لکھا ہے:

نزل سنان بن انس النخعی فاحتز راسه (ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین: ۱۱۸)۔

(س) ابوعلی مسکویہ رازی (متوفی قرن پنجم):

فنزل سنان بن انس فذبحه و اخذ راسه (ابوعلی مسکویہ، تجارب الامم: ج۲، ص۸۱)۔

(ش) ابن عبدالبر (متوفی قرن پنجم):

قتله سنان بن انس نخعی (یوسف بن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ج۱، ص۳۹۳)۔

(ص) ابن جوزی (متوفی قرن ششم):

و حمل علیه سنان بن انس فطعنه بالرمح فوقع فنزل الیه فذبحه و احتز راسه فسلّمه إلی خولی بن یزید اصبحی

"سنان بن انس نے امامؑ پر حملہ کیا اور آپؑ کو نیزہ مارا۔ پھر وہ گھوڑے سے اُترا اور آپؑ کا سر قلم کیا اور خولی کے حوالے کیا" (عبدالرحمن بن جوزی، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: ج ۵، ص ۳۴۱)۔

(ض) ابن اثیر (متوفی قرن ہفتم): اسد الغابہ میں لکھا:

قتله سنان بن انس نخعی' و قیل: قتله شمر بن ذی الجوشن' واجحز علیه الخولی' و قیل: قتله عمر بن سعد و لیس بشیٔ' والصحیح انه قتله سنان بن انس

"امامؑ کو سنان بن انس نے قتل کیا تھا" (عزالدین بن اثیر، اسد الغابہ: ج ۱، ص ۴۹۸)۔

ایک قول ہے کہ انھیں شمر نے قتل کیا تھا۔ ایک اور قول بھی ہے کہ خولی کو قتل کے لیے تیار کیا گیا۔ بعض لوگوں نے عمر سعد کے بارے میں لکھا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے بل کہ سنان بن انس نے امامؑ کا سر قلم کیا تھا۔

ابن اثیر ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

سنان بن انس قال لخولی احتز راسه فاراد ان یفعل فضعف و ارعد' فقال له سنان: فت الله عضدك! و نزل الیه فذبحه و احتز راسه فدفعه الی خولی (عزالدین بن اثیر، الکامل فی التاریخ: ج ۳، ص ۷۸)۔

جب ان اقوال کو دیکھا جاتا ہے تو اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاتل سنان بن انس نخعی تھا۔

مزید وضاحت کے لیے آیۃ اللہ شعرانی کی تحقیق کی طرف رجوع ضروری ہے۔ اُنھوں نے آیۃ اللہ شیخ عباس قمی رضوان اللہ علیہ کی کتاب نفس المھموم کا ترجمہ کیا' جس کا نام ہے: دمع

السجوم فی ترجمة نفس المهموم: ۱۹۷۔

ذوالجناح کی جاں نثاری

ابن شہر آشوب نے ابومخنف سے اور اُس نے جلودی کے طریق سے روایت کی ہے۔

جب فرزند رسولؐ کو شہید کر دیا گیا اور آپؑ نے گرم زمین پر ڈیرے ڈال دیے تھے تو آپؑ کا گھوڑا آپؑ کی حمایت کے لیے کھڑا ہوا۔ وہ سواروں کی طرف جاتا اور انھیں اپنے دانتوں سے کھینچ کر زمین پر گرا دیتا اور پھر اُسے اپنے دست و پاؤں کے نیچے پامال کر دیتا۔ اس طریقے سے ذوالجناح نے چالیس افراد کو آتش دوزخ کی طرف روانہ کیا۔ پھر اس نے اپنی پیشانی کو آں حضرتؑ کے خون سے رنگین کیا اور خیام کی طرف روانہ ہو گیا اور خیام کے نزدیک جا کر آوازیں بھی دیتا تھا اور اپنے اگلے پاؤں کو زمین پر اُٹھاتا اور پھر زمین پر دے مارتا (مناقب آل ابی طالب: ج ۴، ص ۵۸، الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۹)۔

وقت شہادت دگرگونی زمین و آسمان

سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ جب فرزند رسولؐ کو ذبح کر دیا گیا تو اس وقت تاریک آندھی چلی جس کا غبار زمین و آسمان کے درمیان پھیل گیا۔ اسی کے اندر سرخ رنگ کی ہوا چلنے لگی۔ تاریکی اس قدر پھیلی کہ کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔ اُموی لشکر نے گمان کیا کہ اللہ کا عذاب ان پر نازل ہونے والا ہے۔ سبھی سرگرداں ہو کر رہ گئے۔ پھر کچھ دیر بعد ہوا صاف ہوئی اور گرد و غبار اُوپر کی طرف اُٹھ گیا اور ماحول صاف ہو گیا (ابن طاؤس الملہوف: ۱۲۷، الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۹)۔

عرضِ مترجم:

اس مقام سے جو مربوط روایات ہیں وہ ان شاء اللہ سولھویں باب میں آئیں گی۔

ہلال بن نافع کی روایت

ہلال بن نافع سے مروی ہے کہ میں عمر بن سعد کے لشکر میں کھڑا تھا کہ: اچانک کسی نے اپنی چیخ بلند کی اور کہا: اے امیر مبارک ہو! شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا ہے۔

ہلال کا کہنا ہے کہ میں لشکر کے درمیان آیا تا کہ حقیقت حال معلوم کروں۔ آخر میں حضرت امام حسینؑ کے قریب پہنچا۔ میں نے دیکھا اُس وقت وہ بزرگوار نزع کے عالم میں تھے اور ان کی روح پُر فتوح پرواز کرنے کے قریب تھی۔ خدا کی قسم! میں نے اپنی زندگی میں اس قدر زخموں سے چُور چُور کسی کو نہیں دیکھا تھا کہ جس طرح آپؑ زخمی تھے۔ آپؑ اپنے خون میں غلطاں تھے لیکن آپؑ کے چہرۂ انور سے نور ساطع تھا۔ آپؑ کے چہرۂ انور کی درخشندگی نے سبھی کو حیران کر دیا تھا۔ آپؑ کے چہرے کے جلال سے آدمی میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور آپؑ کے چہرے کے جمال میں اس قدر مقناطیسیت تھی کہ ہر آدمی کی نظر آپؑ کے چہرے کی طرف مرکوز تھی۔

جب میری نگاہیں ان کے چہرۂ منور پر پڑیں تو اُن کے حُسن و جمال نے میری نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ میں ان کے جمال کی حسین کائنات میں اس قدر گم ہوا کہ مجھے ان کا قتل ہونا بھول گیا۔ یہ ان کے آخری لمحات تھے انھوں نے اسی مظلومیت میں ان لوگوں سے پانی مانگا۔ کسی نے آپؑ سے کہا: اے حسینؑ! ہرگز ہرگز تمھیں پانی نہیں دیا جائے گا' یہاں تک کہ تم (نعوذباللہ) دوزخ کی طرف جاؤ اور دوزخ کا آبِ حمیم پیو (نعوذ باللّٰہ من ذلك)۔

ہلال کہتا ہے کہ میں اُس وقت امامؑ کی بات سن رہا تھا۔ جب آپؑ نے اس آدمی سے فرمایا: کیا میں جہنم میں وارد ہوں گا اور وہاں کا آبِ حمیم پیوں گا؟ نہیں ایسی بات نہیں ہے میں بارگاہِ رسالتؐ میں پہنچنے والا ہوں اور ان کے دائیں طرف میری نشست ہے۔ میں وہاں جنت کے آبِ شیریں سے سیراب ہونے والا ہوں کہ جس کی لذت میں تغیّر آنے والا نہیں ہے۔ میں اپنے نانا بزرگوارؐ کے حضور تمھارے مظالم کی شکایت کروں گا۔

ہلال کا کہنا ہے کہ جب ان ظالموں نے آں حضرتؑ کی گفتگو سنی تو سبھی غصے سے آگ بگولا ہو کر رہ گئے اور آں حضرتؑ پر ستم ڈھانے لگے۔ جس کے ہاتھ میں جو چیز تھی اُس سے آپؑ پر ستم ڈھانے لگا۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ انسان نہیں بل کہ درندے ہیں کہ جن کے قلوب میں اللہ نے رحمت و رقت پیدا ہی نہیں کی۔ ان لوگوں نے آپؑ کے مبارک سر کو آپؑ کے جسم

اقدس سے قلم کیا۔

جب تک امامؑ کے جسم میں روح باقی رہی آپؑ ان سے احتجاج کرتے رہے لیکن ان لوگوں کو امامؑ کی مظلومیت پر ذرہ برابر رحم نہ آیا۔ مجھے ان کی درندگی پر تعجب ہوا میں نے ان لوگوں سے کہا: خدا کی قسم! آج کے بعد میں تم لوگوں سے کسی امر پر اتفاق نہیں کروں گا (الارشاد: ج۲، ص ۱۱۱؛ اللہوف: ۱۵۷؛ اعلام الوریٰ: ۲۴۹؛ مثیر الاحزان: ۷۶؛ مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص ۱۱)۔

ملکوتی جسم کی تاراجی

سید ابن طاؤس کی روایت ہے کہ جب اُموی لشکر نے آپؑ کو شہید کر دیا تو آپؑ کے ملکوتی بدن کو لوٹنا شروع کر دیا۔

اسحاق بن حویہ حضرمی نے آپؑ کا پیراہن لوٹا۔ جب اس نے آپؑ کا پیراہن پہنا تو مبروص ہو گیا اور اس کے جسم کے تمام بال جھڑ گئے۔

مروی ہے کہ مظلومِ کربلاؑ کے اس پیراہن میں ایک سو سے زیادہ نیزوں اور تلواروں کے شگاف تھے (مذکورہ مصادر)۔

آپؑ کی شلوار بحر بن کعب تمیمی نے لوٹی۔ اس کے بارے میں خبر ہے کہ وہ ملعون ایسا مریض ہوا کہ پھر اُٹھ نہ سکا (الارشاد: ج۲، ص ۱۱۱؛ اللہوف: ۱۳۰؛ اعلام الوریٰ: ۲۴۹؛ مناقب آل ابی طالب: ج۴، ص ۱۱۱)۔

اخنس بن مرثد بن علقمہ حضرمی نے آپؑ کا عمامہ لوٹا (اولین مصادر)۔

ایک روایت جابر بن یزید کے بارے میں ہے کہ اُس نے امامِ مظلومؑ کا عمامہ لیا تھا۔ جب اُس نے اُس عمامے کو اپنے سر پر رکھا تو پاگل ہو گیا۔ لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ اُسے مرض جذام ہو گیا تھا (اللہوف: ۱۳۰)۔

آپ کی زرہ، مالک بن بشیر کندی نے اُتار لی تھی۔ اللہ نے اسے مجنوں کر دیا (مثیر الاحزان: ۷۶)۔

سید ابن طاؤس کی روایت ہے کہ آپؑ کی نعلین مبارک اسود بن خالد نے لوٹی تھی اور

آپؑ کی انگوٹھی بجدل بن سلیم کلبی نے اُتاری تھی۔ اس ملعون نے انگوٹھی لینے کے لیے آپؑ کی انگشت مبارک کاٹ لی تھی۔

روایت ہے کہ جناب مختار ثقفیؓ نے بجدل کے دونوں بازوؤں اور ٹانگوں کو جسم سے قطع کروایا تھا۔ پھر اسے اس حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ وہ اس طرح اپنی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جہنم پہنچ گیا تھا۔

گدا:

آپؑ کا گدا یا کمیس جو بیٹھنے کے لیے تھا وہ خز کا بنا ہوا تھا وہ اشعث بن قیس نے لوٹا تھا۔

زرہ:

آپؑ کی زرہ بترا جو نہایت قیمتی تھی' خوش رنگ اور چمک دار تھی وہ عمر بن سعد نے لوٹی تھی۔ جب جناب مختار ثقفیؓ کے حکم سے عمر بن سعد کو قتل کیا گیا تو امامؑ کی زرہ مختار ثقفیؓ کے ہاتھ لگی۔ مختارؓ نے وہ زرہ عمر بن سعد کے قاتل ابو عمرہ کو بخش دی۔

شمشیر:

جمیع بن خلق ازدی نے آپؑ کی شمشیر اُٹھالی تھی۔ لیکن روایت ہے کہ بنی تمیم کے کسی آدمی نے آپؑ کی شمشیر اُٹھائی تھی جس کا نام اسود بن حنظلہ تھا۔

لیکن ابن سعد کی روایت ہے کہ آپؑ کی شمشیر قلافس نہشلی نے اُٹھائی تھی۔ محمد بن زکریا کا کہنا ہے کہ امامؑ کی یہ تلوار حبیب بن بدیل کی دختر کے پاس پہنچی۔ یہ تلوار ذوالفقار نہیں تھی' کیوں کہ ذوالفقار دوسرے ودائع نبوت و امامت کے ساتھ تھی وہ اہل بیتؑ رسالتؐ کے پاس محفوظ ہے۔

مدینہ کی فضاؤں میں صدائے ہاتف

عرضِ مترجم:

علامہ مجلسیؒ اور دوسرے اربابِ مقاتل نے اس ضمن میں روایات نقل کی ہیں وہ یہ ہیں:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کو شہید کر دیا گیا تو اہل مدینہ نے غیبی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آج سے اس اُمت پر مصائب نازل کر دیے گئے ہیں۔ یہ اُمت اُس وقت تک کوئی خوشی نہ دیکھے گی جب تک قائم آلِ محمدؐ کا ظہور نہ ہو جائے گا۔ وہ جب ظہور کریں گے تو اس وقت تمھاری مصیبتیں ختم ہوں گی اور خوش حالی کا دور شروع ہوگا۔ وہ آپؑ کے دشمنوں کو قتل کریں گے، وہ ایک کے بدلے بہت سوں کو تہ تیغ کریں گے۔

اہل مدینہ اس ندا سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ آج زمین پر کوئی بڑا احادثہ ہو گیا ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ جب چند روز بعد مدینہ میں سید الشہداؑ کی شہادت کی خبر پہنچی اور اہل مدینہ نے حساب کیا تو وہ صدا مدینہ میں سنائی گئی تھی وہ آں حضرتؑ کی شہادت کی شب تھی۔

زمانہ ظہورِ امام مہدیؑ اور انتقام قتل امام حسینؑ

حلبی کا بیان ہے کہ میں نے بارگاہِ امامتؑ میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں ہم کب تک موت وحیات کی کش مکش میں رہیں گے؟ یہ خوف و دہشت کے بادل کب چھٹیں گے؟ کب ہمارے لیے فضائیں صاف و شفاف ہوں گی؟ ظہورِ امامؑ کب ہوگا؟ جب ہم سکھ کا سانس لیں گے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ زمانہ ہوگا جب آج سے ستر نسلیں اس دنیا سے رُخصت ہو جائیں گی۔ پھر ان کے بعد ستر نسلیں یکے بعد دیگرے آئیں گی اور اس دنیا سے چلی جائیں گی۔ ان کے بعد ہمارے قائمؑ کا ظہور ہوگا۔

پس جو آدمی اس زمانے کو پالے تو وہ خوش قسمت ہوگا۔ اس کی آنکھیں روشن ہوں گی اور اس کا دل شاد و خرم ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ حقیقت ہے کہ جب اُموی لشکر نے فرزندِ رسولؐ کو شہید کیا تو ان کے لشکر میں ایک آدمی نے ایک زوردار چیخ بلند کی۔ لوگوں نے اس کی مذمت و ملامت کی۔ اس نے ان لوگوں سے کہا: مجھے ملامت نہ کیجیے میں کیوں نہ چیخوں اور فریاد کروں

میں نے یہیں پر رسولؐ اللہ کو موجود پایا ہے۔ کبھی آں حضرتؐ زمین کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی تمھاری طرف دیکھتے تھے۔ مجھے خوف لاحق ہوا کہ وہ کہیں اہل زمین کے لیے بددعا نہ کر دیں اور اہل زمین کے ساتھ میں بھی ہلاک ہو جاؤں۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ آدمی مجنوں ہے لیکن لشکر کے وہ افراد جنھوں نے سیدالشہداؑ پر مظالم ڈھائے تھے وہ نادم و پشیمان ہو چکے تھے وہ اس آدمی کی گفتار سے متنبہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے کہا: نہیں بات یہ ہے کہ جو تباہی و بربادی کے سامان ہم نے اپنے لیے آج کر لیے ہیں ایسی تباہی کسی اور نے ہمارے لیے نہیں کی ہے۔ ہم نے اپنی دنیا اور آخرت کو تیرہ و تاریک کر ڈالا ہے۔ ہم نے ابن سمیہ کے لیے جنت کے جوانوں کے سردار کو قتل کر ڈالا ہے۔

پس ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ ابن زیاد پر خروج کریں۔

حلبی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اُموی لشکر میں فریاد کنندہ کون تھا؟

آں حضرتؑ نے فرمایا: وہ جبرئیل امینؑ تھے۔

آں حضرتؑ نے فرمایا: اگر انھیں اجازت ہوتی تو وہ اپنی چیخ بلند کرتے تو یہ اُموی لشکر وہیں ختم ہو جاتا اور جہنم پہنچ جاتا۔ لیکن اللہ نے انھیں مہلت دے دی تاکہ ان کے گناہ مزید بڑھ جائیں اور وہ دردناک عذاب کے حق دار بن جائیں۔

حلبی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ اس امر میں کیا فرمائیں گے کہ ایک آدمی حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کر سکتا ہے لیکن وہ غفلت سے کام لیتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا آدمی رسولؐ اللہ اور ہماری طرف سے عاق شمار کیا جاتا ہے کیوں کہ ایسے آدمی نے ہمارے امر کی توہین کی ہے اور اپنے فوائد کو ضائع کیا ہے۔ جو شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی حوائج بر لاتا ہے اور اس کے دنیاوی اور اُخروی مقاصد پورے کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ زائر کی روزی میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے

اخراجات برائے زیارت کو محفوظ کر لیتا ہے اور اس کے پچاس سالوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اُسے اپنے اہل و عیال کی طرف خیریت کے ساتھ واپس لاتا ہے۔

اگر اس دوران اس کے نامہ اعمال میں کوئی خطا ہوتی ہے تو وہ محو کرا دیتا ہے۔ اگر ایسا آدمی دورانِ سفر زیارت فوت ہو جائے تو اس پر آسمان سے ملائکہ نازل ہوتے ہیں اُسے غسل دیتے ہیں اور اس کی قبر پر بہشت کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ بہشت کی بادِ نسیم اس پر چلتی رہتی ہے، پھر اُسے اس کی قبر میں داخل کرتے ہیں۔

اگر ایسا آدمی زیارت کے بعد زندہ رہے تو اللہ اس کی روزی میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اس نے جتنے درہم خرچ کیے ہوتے ہیں ہر درہم کے عوض اُسے اس دنیا میں دس ہزار درہم عطا کرتا ہے اور اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے (کامل الزیارات: ۳۲۶)۔

مرحوم علامہ مجلسیؒ نے بحار: ج ۱۰۱، ص ۳۱۷ پر شیخ مفیدؒ سے نقل کیا ہے۔ مزار کبیر: ص ۳۲۸ میں ایک اور زیارت جو زیارتِ ناحیہ مقدسہ کے نام کے ساتھ مشہور ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ روزِ عاشور اس زیارت کو پڑھا جائے لیکن اس زیارت کا روزِ عاشور کے ساتھ کوئی اختصاص نہیں ہے۔ یہ زیارت سید مرتضیٰ علم الہدیٰ برادرِ معظم سید رضی مؤلف نہج البلاغہ سے جاری ہوئی ہے۔ زیارت کا متن یہ ہے: اگر کوئی شخص پڑھنا چاہے تو روزِ عاشور پڑھ سکتا ہے۔

زیارتِ ناحیہ مقدسہ

اَلسَّلَامُ عَلٰی اٰدَمَ صَفْوَةِ اللّٰهِ مِنْ خَلِیْقَتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی شِیْثٍ وَلِیِّ اللّٰهِ وَ خِیَرَتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی اِدْرِیْسَ الْقَائِمِ بِحُجَّتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی نُوْحٍ الْمُجَابِ فِیْ دَعْوَتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی هُوْدٍ الْمَمْدُوْدِ مِنَ اللّٰهِ بِمَعُوْنَتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی صَالِحٍ الَّذِیْ تَوَّجَهُ اللّٰهُ بِكَرَامَتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰى إِبرَاهِيمَ الَّذِى اجتَبَاهُ اللّٰهُ بِخُلَّتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى إِسمَعِيلَ الَّذِى فَدَاهُ اللّٰهُ بِذِبِيحٍ عَظِيمٍ مِن جَنَّتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى إِسحَاقَ الَّذِى جَعَلَ اللّٰهُ النُّبُوَّةَ فِى ذُرِّيَّتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى يَعقُوبَ الَّذِى رَدَّ اللّٰهُ عَلَيهِ بَصَرَهُ بِرَحمَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى يُوسُفَ الَّذِى نَجَّاهُ اللّٰهُ مِنَ الجُبِّ بِعَظَمَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى مُوسَى الَّذِى فَلَقَ اللّٰهُ البَحرَ لَهُ بِقُدرَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى هَارُونَ الَّذِى خَصَّهُ اللّٰهُ بِنُبُوَّتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى شُعَيبِ الَّذِى نَصَرَهُ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى دَاوُدَ الَّذِى تَابَ اللّٰهُ مِن خَطِيئَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى سُلَيمَانَ الَّذِى ذَلَّتْ لَهُ الجِنُّ بِعِزَّتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى اَيُّوبَ الَّذِى شَفَاهُ اللّٰهُ مِن عِلَّتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى يُونُسَ الَّذِى اَنجَزَاللّٰهُ مَضمُونَ عِدَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى زَكَرِيَّا الصَّابِرِ فِى مِحنَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى يَحيَى الَّذِى اَزلَفَهُ اللّٰهُ بِشَهَادَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى عُزَيزِ الَّذِى اَحيَاهُ اللّٰهُ بَعدَ مَيتَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى عِيسٰى رُوحِ اللّٰهِ وَ كَلِمَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَبِيبِ اللّٰهِ وَ صَفوَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى اَمِيرِالمُؤمِنِينَ عَلِيِّ بنِ اَبِى طَالِبٍ خُصَّ بِاُخُوَّتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى فَاطِمَةَ الزَّهرَآءِ ابنَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ الحَسنِ وَصِيِّ اَبِيهِ وَ خَلِيفَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى الحُسَينِ الَّذِى سَمِحَت نَفسُهُ بِمُهجَتِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلٰى مَن اَطَاعَ اللّٰهَ فِى سِرِّهٖ وَ عَلَانِيَتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ جَعَلَ اللّٰهُ الشِّفَاءَ فِی تُربَتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مِنَ الاَجَابَۃِ تحتَ قُبَّتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مِنَ الاَئِمَّۃِ مِن ذُرِّیَّتِهٖ

اَلسَّلَامُ عَلٰی ابنِ خَاتِمَ الاَنبِیَآءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی ابنِ سَیِّدِ الاَوصِیَا

اَلسَّلَامُ عَلٰی ابنِ فَاطِمَۃَ الزَّهرَآءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی ابنِ خَدِیجَۃَ الکُبرٰی

اَلسَّلَامُ عَلٰی بنِ سِدرَۃِ المُنتَهٰی عَلَی المرَمَّنِ بِالدِّمَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَهتُوکِ الخِبَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی خَامِسِ اَصحَابِ الکِسَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی غَرِیبِ الغُرَبَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی شَهِیدِالشُّهَدَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی قَتِیلِ الاَدعِیَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی سَاکِنِ کَربَلَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مِن بَکَتہ ملٰئِکَۃُ السَّمَآءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَن ذُرِّیَّتُهُ الاَزکِیَآءَ

اَلسَّلَامُ عَلٰی یَعسُوبُ الدِّینِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنَازِلِ البُرَاهِینِ

اَلسَّلَامُ عَلَی الاَئِمَّۃِ السَّادَاتِ

اَلسَّلَامُ عَلَی الجُیُوبِ المُضَرَّجَاتِ

اَلسَّلَامُ عَلَی الشِّفَاۃِ الذَّابِلَاتِ

اَلسَّلَامُ عَلَی النُّفُوسِ المُصطَلَمَاتِ

اَلسَّلامُ عَلٰی الاَرْوَاحِ المُخْتَلَسَاتِ

اَلسَّلامُ عَلٰی الدِّمَاءِ السَّائِلَاتِ

اَلسَّلامُ عَلٰی الاَعضَاءِ المُقَطَّعَاتِ

اَلسَّلامُ عَلٰی الرُّؤُسِ المُشَالَاتِ

اَلسَّلامُ عَلٰی النِّسوَةِ البَارِزَاتِ

اَلسَّلامُ عَلٰی حُجَّةِ رَبِّ العَالَمِینَ

اَلسَّلامُ عَلَیکَ وَعَلٰی اٰبَائِکَ الطَّاهِرِینَ

اَلسَّلامُ عَلَیکَ وَعَلٰی اَبنَائِکَ المُستَشهِدِینَ

اَلسَّلامُ عَلَیکَ وَعَلَی ذُرِّیَّتِکَ النَّاصِرِینَ

اَلسَّلامُ عَلَیکَ وَعَلَی المَلٰٓئِکَةِ المُضَاجِعِینَ

اَلسَّلامُ عَلٰی القَتِیلِ المَظلُومِ

اَلسَّلامُ عَلٰی اَخِیهِ المَسمُومِ

اَلسَّلامُ عَلٰی عَلِیٍّ الکَبِیرِ

اَلسَّلامُ عَلٰی الرَّضِیعِ الصَّغِیرِ

اَلسَّلامُ عَلٰی الاَبدَانِ السَّلِیبَةِ

اَلسَّلامُ عَلٰی العِترَةِ القَرِیبَةِ

اَلسَّلامُ عَلٰی المُجَدَّلِینَ فِی الفَلَوَاتِ

اَلسَّلامُ عَلٰی النَّازِحِینَ عَنِ الاَوطَانِ

اَلسَّلامُ عَلٰی المَدفُونِینَ بِلَا اَکفَانٍ

اَلسَّلامُ عَلٰی الرُّءُوسِ المُفَرَّقَةِ عَنِ الاَبدَانِ

اَلسَّلامُ عَلٰی المُحتَسِبِ الصَّابِرِ

اَلسَّلامُ عَلٰی المَظلُومِ بِلَا نَاصِرٍ

اَلسَّلَامُ عَلٰى سَاكِنِ التُّرْبَةِ الزَّاكِيَةِ

اَلسَّلَامُ عَلٰى صَاحِبِ الْقُبَّةِ السَّامِيَةِ

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ طَهَّرَهُ الْجَلِيلُ

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ افْتَخَرَ بِهٖ جِبْرَئِيلُ

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ نَاغَاهُ فِي الْمَهْدِ مِيكَائِيلُ

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ نُكِثَتْ ذِمَّتُهُ

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُتِكَتْ حُرْمَتُهُ

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ اُرِيقَ بِالظُّلْمِ دَمُهُ

اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُغَسَّلِ بِدَمِ الْجِرَاحِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُجَرَّعِ بِكَاسَاتِ الرِّمَاحِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُضَامِ الْمُسْتَبَاحِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَنْحُورِ فِي الْوَرٰى

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ دَفَنَهُ اَهْلُ الْقُرٰى

اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَقْطُوعِ الْوَتِينِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُحَامِي بِلَامُعِينٍ

اَلسَّلَامُ عَلَى الشَّيْبِ الْخَضِيبِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الْخَدِّ التَّرِيبِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الْبَدَنِ التَّرِيبِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الثَّغْرِ الْمَقْرُوعِ بِالْقَضِيبِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الرَّاْسِ الْمَرْفُوعِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَجْسَامِ الْعَارِيَةِ فِي الْفَلَوَاتِ تَنْهَشُهَا الذِّئَابُ الْعَادِيَاتُ وَ تَخْتَلِفُ اِلَيْهَا السِّبَاعُ الضَّارِيَاتُ

اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا مَولَایَ وَعَلَی المَلٰئِکَةِ المَرفُوفِينَ حَولَ قُبَّتِكَ
الحَافِينَ بِتُربَتِكَ الطَّائِفِينَ بِعَرصَتِكَ الوَارِدِينَ لِزِيَارَتِكَ
اَلسَّلَامُ عَلَيكَ فَاِنِّی قَصَدتُ اِلَيكَ وَرَجَوتُ الفَوزَ لَدَيكَ
اَلسَّلَامُ عَلَيكَ العَارِفِ بِحُرمَتِكَ المُخلِصِ فِی وَلَايَتِكَ
المُتَقَرِّبِ اِلَی اللّٰهِ بِمَحَبَّتِكَ البَرِیءِ مِن اَعدَآئِكَ سَلَامَ مَن
عَلَيهِ بِمُصَابِكَ رُوحٍ وَدَمعُهُ عِندَ ذِكرِكَ مَسفُوحٌ سَلَامُ
المَفجُوعِ الحَزِينِ الوَالِهِ المُستَكِينِ سَلَامُ مَن لَو كَانَ مَعَكَ
بِالطُّفُوفِ رَمٰی بِنَفسِهٖ حَدَّ السُّيُوفِ وَ بَذَلَ حُشَاشَتَهُ دُونَكَ
لِلحُتُوفِ وَ جَاهَدَ بَينَ يَدَيكَ وَنَصَرَكَ عَلٰی مَن بَغٰی عَلَيكَ
وَفَدَاكَ بِرُوحِهٖ وَ جَسَدِهٖ وَمَا لِهٖ وَوَلَدِهٖ وَ رُوحُهُ لِرُوحِكَ فِدَاءٌ
وَاَهلُهُ لِاَهلِكَ وَقَاءٌ فَلَئِن اَخَّرَتنِیَ الدُّهُورُ وَ عَاقَتنِی عَن نَصرِكَ
المَقدُورُ وَلَم اَكُن لِمَن حَارَبَكَ مُحَارِبًا وَلِمَن نَصَبَ لَكَ
العَدَاوَةَ مُنَاصِبًا فَلَاَندُبَنَّكَ صَبَاحًا وَمَسَاءً وَلَاَبكِيَنَّ لَكَ بَدَلَ
الدُّمُوعِ دِمَاءً حَسرَةً عَلَيكَ وَ تَاَسُّفًا عَلٰی مَا دَهَاكَ وَ تَلَهُّفًا حَتّٰی
اَمُوتَ بِلَوعَةِ المُصَابِ وَ غُصَّةِ الاِكتِيَابِ اَشهَدُ اَنَّكَ قَد اَقَمتَ
الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيتَ الزَّكٰوةَ وَ اَمَرتَ بِالمَعرُوفِ وَنَهَيتَ عَنِ المُنكَرِ
وَ العُدوَانِ وَ اَطَعتَ اللّٰهَ وَمَا عَصَيتَهُ وَتَمَسَّكتَ بِهٖ فَاَرضَيتَهُ وَ
خَشِيتَهُ وَرَاقَبتَهُ وَ استَجَبتَهُ وَسَنَنتَ السُّنَنَ وَاَطفَاتَ الفِتَنَ
وَدَعَوتَ اِلَی الرَّشَادِ وَاَوضَحتَ سُبُلَ السَّدَادِ وَجَاهَدتَّ فِی اللّٰهِ
حَقَّ الجِهَادِ وَكُنتَ لِلّٰهِ طَائِعًا وَلِجَدِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيهِ
وَاٰلِهٖ تَابِعًا وَلِقَولِ اَبِيكَ سَامِعًا وَاِلٰی وَصِيَّةِ اَخِيكَ مُسَارِعًا
وَلِعِمَادِ الدِّينِ رَافِعًا وَالطُّغيَانِ قَامِعًا وَلِلطُّغَاةِ مُقَارِعًا وَلِلاُمَّةِ

نَاصِحًا وَّفِی غَمَرَاتِ الْمَوتِ سَابِحًا وَّلِلفُسَّاقِ مُكَافِحًا وَّبِحُجَجِ اللّٰهِ قَائِمًا وَّلِلاِسلَامِ وَالْمُسلِمِينَ رَاحِمًا وَّلِلحَقِّ نَاصِرًا وَّعِندَ الْبَلَاءِ صَابِرًا وَلِلدِّينِ كَالِئًا وَّعَن حَوزَتِهٖ مُرَامِيًا تَحُوطُ الْهُدٰى وَتَنصُرُهٗ و تَبْسُطُ الْعَدْلَ وَ تَنصُرُ الدِّينَ وَ تُظهِرُهٗ وَتَكُفُّ الْعَابِثَ وَ تَزجُرُهٗ وَ تَاخذ لِلدَّنِي مِنَ الشَّرِيفِ وَتُسَاوِی فِی الْحُكمِ بَينَ الْقَوِیِّ والضَّعِيفِ كُنتَ رَبِيعَ الاَيتَامِ وَعِصمَةَ الاَنَامِ وَعِزَّ الْاِسلَامُ وَ مَعدِنَ الاَحكَامِ وَ حَلِيفَ الْاِنعَامِ سَالِكًا طَرَائِقَ جَدِّكَ وَابِيكَ مُشبِهًا فِی الْوَصِيَّةِ لِاَخِيكَ وَفِیَّ الْوَصِيَّةِ لِاَخِيكَ وَفِیَّ الذِّمَمِ رَضِیَّ الشِّيَمِ ظَاهِرَ الْكَرَمِ مُتَهَجِّدًا فِی الظُّلَمِ قَوِيمَ الطَّرَائِقِ كَرِيمَ الْخَلَائِقِ عَظِيمَ السَّوَابِقِ شَرِيفَ النَّسَبِ مُنِيفَ الْحَسَبِ رَفِيعَ الرُّتَبِ كَثِيرَالْمَنَاقِبِ مَحمُودَ الضَّرَائِبِ جَزِيلَ الْمَوَاهِبِ حَلِيمٌ رَشِيدٌ مُنِيبٌ جَوَادٌ شَدِيدٌ عَلِيمٌ اِمَامٌ شَهِيدٌ اَوَّاهٌ مُنِيبٌ حَبِيبٌ مَهِيبٌ كُنتَ لِلرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَالِهٖ وَّلِلقُراٰنِ سَنَدًا وَلِلاُمَّةِ عَضُدًا وَّفِی الطَّاعَةِ مُجتَهِدًا حَافِظًا لِلعَهدِ وَالمِيثَاقِ نَاكِبًا عَن سُبُلِ الْفُسَّاقِ بَاذِلًا لِلمَجهُودِ طَوِيلَ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ زَاهِدًا فِی الدُّنيَا زُهدَ الرَّاحِلِ عَنهَا نَاظِرًا اِلَيهَا بِعَينِ الْمُستَوحِشِينَ عَنهَا اٰمَالُكَ عَنهَا مَكفُوفَةٌ وَهِمَّتُكَ عَن زِينَتِهَا مَصرُوفَةٌ وَالحَاظُكَ عَن بَهجَتِهَا مَطرُوفَةٌ وَرَغبَتُكَ فِی الاٰخِرَةِ مَعرُوفَةٌ حَتّٰى اِذَا الْجَورُ مَدَّبَاعَهٗ وَاَسفَرَ الظُّلمُ قِنَاعَهٗ وَدَعَى الْغَیُّ اَتبَاعَهٗ وَ اَنتَ فِی حَرَمِ جَدِّكَ قَاطِنٌ وَلِلظَّالِمِينَ مُبَايِنٌ جَلِيسُ الْبَيتِ وَالمِحرَابِ مُعتَزِلٌ عَنِ اللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ تُنكِرُ الْمُنكَرِ بِقَلبِكَ وَ لِسَانِكَ عَلٰى حَسبِ

طَاقَتِكَ وَاِمْكَانِكَ ثُمَّ اقْتَضَاكَ العِلْمُ لِلْإِنْكَارِ وَلَزِمَكَ اَنْ
تُجَاهِدَ الفُجَّارَ فَسِرتَ فِي اَولَادِكَ وَاَهَالِيكَ وَشِيعَتِكَ
وَمَوَالِيكَ وَصَدَعتَ بِالحَقِّ وَالبَيِّنَةِ وَدَعَوتَ اِلَى اللّٰهِ بِالحِكمَةِ
وَالمَوعِظَةِ الحَسَنَةِ وَ اَمَرتَ بِاِقَامَةِ الحُدُودِ وَالطَّاعَةِ لِلمَعبُودِ
وَنَهَيتَ الخَبَائِثَ وَالطُّغيَانَ وَوَاجَهُوكَ بِالظُّلمِ وَالعُدوَانِ
فَجَاهَدتَهُم بَعدَ الْاِيعَاذِ اِلَيهِم وَ تَاكِيدِ الحُجَّةِ عَلَيهِم فَنَكَثُوا
ذِمَامَكَ وَبَيعَتَكَ وَاَسخَطُوا رَبَّكَ وَجَدَّكَ وَبَدَءُوكَ بِالحَربِ
فَثَبَتَّ لِلطَّعنِ وَالضَّربِ وَطَحَنتَ جُنُودَ الفُجَّارِ وَاقتَحَمتَ
قَسطَلَ الغُبَارِ مُجَادِلًا بِذِي الفِقَارِ كَاَنَّكَ عَلِيٌّ المُختَارِ فَلَمَّا
رَاَوكَ ثَابِتَ الجَاشِ غَيرَ خَائِفٍ وَلَا خَاشٍ نَصَبُوا لَكَ غَوَائِلَ
مَكرِهِم وَقَاتَلُوكَ بِكَيدِهِم وَشَرِّهِم وَ اَمَرَ اللَّعِينُ جُنُودَهُ
فَمَنَعُوكَ المَاءَ وَوُرُودَهُ نَاجَزُوكَ القِتَالَ وَعَاجَلُوكَ النِّزَالَ
وَرَشَقُوكَ بِالسِّهَامِ وَالنِّبَالِ وَبَسَطُوا اِلَيكَ اَكُفَّ الْاِصطِلَامِ وَلَم
وَلَم يَرعَوا لَكَ ذِمَامًا وَّلَا رَاقَبُولا فِيكَ آثَامَهُم فِي قَتلِهِم
اَولِيَاۗئَكَ وَنَهبِهِم رِحَالَكَ وَ اَنتَ مُقَدَّمٌ فِي الهَبَوَاتِ وَ مُحتَمِلٌ
لِلْاَذِيَّاتِ قَد عَجِبَت مِن صَبرِكَ مَلٰۗئِكَةُ السَّمٰوٰتِ فَاَحدَقُوابِكَ
مِن كُلِّ الجِهَاتِ وَاَثخَنُوكَ بِالجِرَاحِ وَحَالُوا بَينَكَ وَبَينَ
الرَّوَاحِ وَلَم يَبقَ لَكَ نَاصِرٌ وَاَنتَ صَابِرٌ مُحتَسِبٌ تَذُبُّ عَن
نِسوَتِكَ وَاَولَادِكَ حَتّٰى نَكَسُوكَ عَن جَوَادِكَ فَهَوَيتَ اِلَى
الْاَرضِ جَرِيحًا تَطَاَكَ الخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا وَتَعلُوكَ الطُّغَاةُ
بِبَوَاتِرِهَا قَد رَشَحَ لِلمَوتِ جَبِينُكَ وَاختَلَفَت بِالْاِنقِبَاضِ
وَالْاِنبِسَاطِ شِمَالُكَ وَيَمِينُكَ تُدِيرُ طَرفًا خَفِيًّا اِلَى رَحلِكَ وَبَيتِكَ

وَقَدْ شُغِلْتَ بِنَفْسِكَ عَنْ وُلْدِكَ وَأَهَالِيكَ وَأَسْرَعَ فَرَسُكَ شَارِدًا إِلَى خِيَامِكَ مُحَمْحِمًا بَاكِيًا فَلَمَّا رَأَيْنَ النِّسَاءُ جَوَادَكَ مَخْزِيًّا وَسَرْجَكَ عَلَيْهِ مَلْوِيًّا بَرَزْنَ مِنَ الْخُدُورِ نَاشِرَاتِ الشُّعُورِ عَلَى الْخُدُودِ لَاطِمَاتِ الْوُجُوهِ سَافِرَاتٍ وَبِالْعَوِيلِ دَاعِيَاتٍ وَبَعْدَ الْعِزِّ مُذَلَّلَاتٍ وَإِلَى مَصْرَعِكَ مُبَادِرَاتٍ وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلَى صَدْرِكَ وَمُولِغٌ سَيْفَهُ عَلَى نَحْرِكَ قَابِضٌ عَلَى شَيْبَتِكَ بِيَدِهِ ذَابِحٌ لَكَ بِمُهَنَّدِهِ قَدْ سَكَنَتْ حَوَاسُّكَ وَخَفِيَتْ أَنْفَاسُكَ وَرُفِعَ عَلَى الْقَنَاةِ رَأْسُكَ وَسُبِيَ أَهْلُكَ كَالْعَبِيدِ وَصُفِّدُوا فِي الْحَدِيدِ فَوْقَ أَقْتَابِ الْمَطِيَّاتِ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمْ حَرُّ الْهَاجِرَاتِ يُسَاقُونَ فِي الْبَرَارِي وَالْفَلَوَاتِ أَيْدِيهِمْ مَغْلُولَةٌ إِلَى الْأَعْنَاقِ يُطَافُ بِهِمْ فِي الْأَسْوَاقِ فَالْوَيْلُ لِلْعُصَاةِ الْفُسَّاقِ لَقَدْ قَتَلُوا بِقَتْلِكَ الْإِسْلَامَ وَعَطَّلُوا الصَّلَوٰةَ وَالصِّيَامَ وَنَقَضُوا السُّنَنَ وَالْأَحْكَامَ وَهَدَمُوا قَوَاعِدَ الْإِيمَانِ وَحَرَّفُوا آيَاتِ الْقُرْآنِ وَهَمَجُوا فِي الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ لَقَدْ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ أَجْلِكَ مَوْتُورًا وَعَادَ كِتَابُ اللّٰهِ مَهْجُورًا وَغُودِرَ الْحَقُّ إِذْ قُهِرْتَ مَقْهُورًا وَفُقِدَ لِفَقْدِكَ التَّكْبِيرُ وَالتَّهْلِيلُ وَالتَّحْرِيمُ وَالتَّحْلِيلُ وَالتَّنْزِيلُ وَالتَّأْوِيلُ وَظَهَرَ بَعْدَكَ التَّغْيِيرُ وَالتَّبْدِيلُ وَالْإِلْحَادُ وَالتَّعْطِيلُ وَالْأَهْوَاءُ وَالْأَضَالِيلُ وَالْأَبَاطِيلُ فَقَامَ نَاعِيكَ عِنْدَ قَبْرِ جَدِّكَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَنَعَاكَ إِلَيْهِ بِالدَّمْعِ الْهَطُولِ قَائِلًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُتِلَ سِبْطُكَ وَفَتَاكَ وَاسْتُبِيحَ أَهْلُكَ وَحِمَاكَ وَسُبِيَتْ بَعْدَكَ ذَرَارِيكَ وَوَقَعَ الْمَحْذُورُ بِعِتْرَتِكَ وَذَوِيكَ فَانْزَعَجَ الرَّسُولُ وَبَكَى قَلْبُهُ

الْمَهُولُ وَ عَزَّاهُ بِكَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالْاَنبِيَآءُ وَفُجِعَت بِكَ اُمُّكَ
الزَّهرآءُ وَاخْتَلَفَت جُنُودُ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ تُعَزِّي اَبَاكَ
اَمِيرَالْمُؤْمِنِينَ وَ اُقِيمَت لَكَ الْمَاتِمُ فِي اَعلٰى عِلِّيِّينَ وَلَطَمَتْ
الْحُورُالْعِينُ وَبَكَتِ السَّمَآءُ وَسُكَّانُهَا وَالْجِنَانُ وَخُزَّانُهَا
وَالْاَحضَابُ وَ اَقطَارُهَا وَالْبِحَارُ وَحِيتَانُهَا وَ مَكَّةُ وَ بُنيَانُهَا
وَالْجِنَانُ وَوِلدَانُهَا وَالْبَيتُ وَالْمَقَامُ وَالْمَشعَرُ الْحَرَامُ وَالْحِلُّ
وَالْاِحرَامُ اَللّٰهُمَّ فَبِحُرمَةِ هٰذَا الْمَكَانِ الْمُنِيفِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّالِ
مُحَمَّدٍ وَّاحشُرنِي فِي زُمرَتِهِم وَاَدخِلنِي الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِم اَللّٰهُمَّ
اِنِّي اَتَوَسَّلُ اِلَيكَ يَا اَسرَعَ الْحَاسِبِينَ وَيَا اَكرَمَ الاكرَمِينَ وَيَا
احكَمَ الْحَاكِمِينَ بِمُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ رَسُولِكَ اِلَى الْعٰلَمِينَ
اَجمَعِينَ وَبِاَخِيهِ الْاَنزَعِ الْبَطِينِ الْعَالِمِ الْمَكِينِ عَلِيٍّ
اَمِيرِالْمُؤمِنِينَ وَ بِفَاطِمَةَ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعٰلَمِينَ وَبِالْحَسَنِ الزَّكِيِّ
عِصمَةِ الْمُتَّقِينَ وَبِاَبِي عَبدِاللّٰهِ اَكرَمِ الْمُستَشهِدِينَ وَبِاَولَادِهِ
الْمَقتُولِينَ وَ بِعِترَتِهِ الْمَظلُومِينَ وَبِعَلِيِّ بنِ الْحُسَينِ زَينِ
الْعَابِدِينَ وَ بِمُحَمَّدِ بنِ عَلِيٍّ قِبلَةِ الْاَوَّابِينَ وَ جَعفَرِ بنِ مُحَمَّدٍ
اَصدَقِ الصَّادِقِينَ وَ بِمُوسَى بنِ جَعفَر مُظهِرِ الْبَرَاهِينِ وَعَلِيِّ
بنِ مُوسٰى نَاصِرِالدِّينِ وَ مُحَمَّدِ بنِ عَلِيٍّ قُدوَةِ الْمُهتَدِينَ وَ
بِعَلِيِّ بنِ مُحَمَّدٍ اَزهَدِ الزَّاهِدِينَ وَالْحَسَنِ بنِ عَلِيٍّ وَارِثِ
الْمُستَخلَفِينَ وَ بِالْحُجَّةِ عَلَى الْخَلقِ اَجمَعِينَ اَن تُصَلِّيَ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّالِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِينَ الْاَبَرِّينَ اٰلِ طٰهٰ وَ يٰسٓ وَاَن
تَجعَلَنِي فِي الْقِيٰمَةِ مِنَ الْاٰمِنِينَ الْمُطمَئِنِّينَ الْفَائِزِينَ الْفَرِحِينَ
الْمُستَبشِرِينَ اَللّٰهُمَّ اكتُبنِي فِي الْمُسلِمِينَ وَالْحِقنِي

بِالصَّالِحِينَ وَاجعَل لِّی لِسَانَ صِدقٍ فِی الآخِرِینَ وَ انصُرنِی عَلٰی البَاغِینَ وَاکفِنِي کَیدَ الحَاسِدِینَ وَاصرِف عَنِّی مَکرَالمَاکِرِینَ وَاقبِض عَنِّی اَیدِیَ الظَّالِمِینَ وَاجمَع بَینِی وَ بَینَ السَّادَةِ المَیَامِینِ فِی اَعلٰی عِلِّیِّینَ مَعَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیهِم مِنَ النَّبِیِّینَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِینَ بِرَحمَتِكَ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُقسِمُ عَلَیكَ بِنَبِیِّكَ المَعصُومِ وَبِحُکمِكَ المَحتُومِ وَنَهیِكَ المَکتُومِ وَبِهٰذَا القَبرِ المَلمُومِ المُوَسَّدِ فِی کَنَفِهِ الاِمَامُ المَعصُومُ المَقتُولُ المَظلُومُ اَن تَکشِفَ مَابِی مِنَ الغُمُومِ وَ تَصرِفَ عَنِّی شَرَّ القَدَرِ المَحتُومِ وَ تُجِیرَنِی مِنَ النَّارِ ذَاتِ السَّمُومِ اَللّٰهُمَّ جَلِّلنِی بِنِعمَتِكَ وَ رَضِّنِی بِقِسمِكَ وَ تَغَمَّدنِی بِجُودِكَ وَ کَرَمِكَ وَبَاعِدنِی مِن مَکرِكَ وَ نِقمَتِكَ اَللّٰهُمَّ اعصِمنِی مِنَ الزَّلَلِ وَسَدِّدنِی فِی القَولِ وَالعَمَلِ وَافسَح لی فِی مُدَّةِ الاَجَلِ وَاَعفِنِی مِنَ الاَوجَاعِ وَالعِلَلِ وَبَلِّغنِی بِمَوَالِیَّ وَ بِفَضلِكَ اَفضَلَ الاَمَلِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّاقبَل تَوبَتِی وَ ارحَم عَبرَتِی وَ اَقِل عَثرَتِی وَ نَفِّس کُربَتِی وَ اغفِرلِی خَطِیئَتِی وَ اَصلِح لِی فِی ذُرِّیَّتِی اَللّٰهُمَّ لَا تَدَع لِی فِی هٰذَا المَشهَدِ المُعَظَّمِ وَالمَحَلِ المُکَرَّمِ ذَنبًا اِلَّاغَفَرتَهٗ وَلَا عَیبًا اِلَّا سَتَرتَهٗ وَلَا غَمًّا اِلَّا کَشَفتَهٗ وَلَا رِزقًا اِلَّا بَسَطتَهٗ وَلَا جَاهًا اِلَّا عَمَّرتَهٗ وَلَا فَسَادًا اِلَّا اَصلَحتَهٗ وَلَا اَمَلًا اِلَّا بَلَّغتَهٗ وَلَا دُعَآءً اِلَّا اجَبتَهٗ وَلَا مُضَیَّقًا اِلَّا فَرَّجتَهٗ وَلَا شَملًا اِلَّا جَمَعتَهٗ وَلَا اَمرًا اِلَّا اَتمَمتَهٗ وَلَا مَالًا اِلَّا کَثَّرتَهٗ وَلَا خُلُقًا اِلَّا احسَنتَهٗ وَلَا اِنفَاقًا اِلَّا اَخلَفتَهٗ وَلَا حَالًا اِلَّا اَخَّرتَهٗ سُوءً اِلَّا

اَصلحتَهٗ وَلَا حسودًا اِلَّا قمعتَهٗ وَلَا عدُوًّا اِلَّا اَرديتَهٗ وَلَاشرًّا اِلَّا كَفَيتَهٗ وَلَا مَرَضًا اِلَّا شفَيعتَهٗ وَلَا بَعِيدًا اِلَّا اَدنَيتَهٗ وَلَا شعثًا اِلَّا لَممتَهٗ وَلَا سُؤَالًا اِلَّا اَعطيتَهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسئَلُكَ خيرَ العَاجلَةِ وَ ثَوَابَ الاٰجلَةِ اَللّٰهُمَّ اَغنِنِی بِحَلَالِكَ عَنِ الحَرَامِ وَ بِفَضلِكَ عَنِ جَمِيعِ الْاَنَامِ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ عِلمًا نَافِعًا وَّ قَلبًا خَاشِعًا وَّ يَقِينًا شَافِيًا وَّ عَمَلًا زَاكِيًا وَّ صَبرًا جَمِيلًا وَّ اَجرًا جَزِيلًا اَللّٰهُمَّ ارزُقنِی شُكرَ نِعمَتِكَ عَلَیَّ وَ زِدنِی اِحسَانِكَ وَ كَرَمِكَ اِلَیَّ وَاجعَل قَولِی فِی النَّاسِ مَسمُوعًا وَّ عَمَلِی عِندَكَ مَرفُوعًا وَّاَثرِی فِی الخَيرَاتِ مَتبُوعًا وَّ عَدُوِی مَقمُوعًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ الاَخيَارِ فِی آنَاءِ اللَّيلِ وَ اَطرَافِ النَّهَارِ وَاكفِنِی شَرَّ الْاَشرَارِ وَ طَهِّرنِی مِنَ الذُّنُوبِ وَالاَوزَارِ وَاَجِرنِی مِنَ النَّارِ وَاَحِلَّنِی دَارَ القَرَارِ وَ اغفِرلِی وَلِجَمِيعِ اِخوَانِی فِيكَ وَ اَخَوَاتِیَ المُؤمِنِينَ وَ المُؤمِنَاتِ بِرَحمَتِكَ وَ كَرَمِكَ يَا اَرحَمَ الرَّاحِمِينَ

"سلام آدمؑ پر جو مخلوقِ خدا میں سے برگزیدۂ خدا اور خلیفۂ خدا ہیں۔

سلام شیثؑ پر جو ولی خدا اور پسندیدہ خدا ہیں۔ سلام ادریسؑ پر جو اپنی دلیل کے ساتھ (جنت میں) مقیم ہیں۔ سلام نوحؑ پر جن کی دعا قبول کی گئی۔ سلام ہودؑ پر جن کی اللہ کی طرف سے مخصوص مدد کی گئی۔ سلام صالحؑ پر جن کو اللہ نے اپنے کرم سے ذی شان قرار دیا۔ سلام ابراہیمؑ پر جن کو اللہ نے اپنی خلت سے سرفراز کیا۔ سلام اسماعیلؑ پر جن کے لیے اللہ نے ذبح عظیم کی قرارداد کے ساتھ اپنی جنت سے فدیہ بھیجا۔ سلام اسحاقؑ پر جن کی ذریت میں اللہ نے نبوت کا سلسلہ رکھا۔

سلام یعقوبؑ پر جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دوبارہ بینائی دی۔

سلام یوسفؑ پر جن کو خدا نے اپنا کرم عظیم فرما کر کنویں سے نجات دی۔ سلام موسیٰؑ پر جن کے لیے خدا نے اپنی قدرت سے دریا کو شگافتہ کر دیا۔ سلام ہارونؑ پر جن کو خدا نے اپنی نبوت سے مخصوص قرار دیا۔ سلام شعیبؑ پر جن کو خدا نے ان کی اُمت پر غالب کیا۔ سلام داؤدؑ پر جن کے ترکِ اولیٰ کو اللہ نے معاف کیا۔ سلام سلیمانؑ پر جن کے سامنے خدا کی دی ہوئی عزت (و طاقت) کی بدولت قومِ جن تابع ہو گئی۔ سلام ایوبؑ پر جن کو خدا نے ان کی بیماری سے شفا عطا کی۔

سلام یونسؑ پر خدا نے ان کے اس وعدہ کو پورا کیا جس کی انھوں نے ضمانت کی تھی۔ سلام زکریاؑ پر جو اپنی شدید آزمایش میں بھی صابر رہے۔ سلام یحییٰؑ پر جن کا مرتبہ اللہ نے ان کی شہادت سے بڑھا دیا۔ سلام عزیزؑ پر جن کو خدا نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ سلام عیسیٰؑ پر جو بہ زبانِ وحی اللہ کی روح اور اللہ کا کلمہ ہیں۔ سلام محمد مصطفیٰؐ پر جو محبوبِ خدا اور پسندیدہ خدا ہیں۔ سلام امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ پر جن کو پیغمبرؐ کے بھائی ہونے کا مخصوص شرف دیا گیا۔ سلام فاطمہ زہراؑ دخترِ رسولؐ پر۔ سلام ابو محمد حسن مجتبیٰؑ پر جو اپنے باپ کے وصی و جانشین ہیں۔

سلام حسینؑ پر جنھوں نے راہِ خدا میں انتہائی زخمی ہونے کے بعد جو جان جسم میں باقی رہ گئی تھی وہ بھی دے دی۔ اس پر سلام جس نے مخفی اور آشکارا خدا کی اطاعت کی؛ اس پر سلام جس کی خاک میں اللہ نے اثر شفا قرار دیا۔ سلام اس پر جس کے قبہ کے نیچے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس پر سلام جس کی ذُریت سے قیامت تک امام رہیں گے۔ آخری پیغمبرؐ کے فرزند پر سلام؛ سردار اوصیا (علیؑ) کے فرزند پر سلام؛ فاطمہ زہراؑ کے فرزند پر سلام؛ خدیجہؑ بزرگ مرتبہ کے فرزند پر سلام؛ سدرۃ المنتہیٰ کے وارث پر سلام؛

جنت جیسی پناہ گاہ کے وارث پر سلام' زم زم وصفا کے وارث پر سلام' آلودہ خاک وخون پر سلام۔

سلام اس پر جس کا خیمہ پھاڑ ڈالا گیا۔ چادر تطہیر والوں کی پانچویں فرد پر سلام۔ مسافروں میں سب سے زیادہ بے کس مسافر پر سلام۔ شہیدوں میں سب سے زیادہ پُر درد شہید پر سلام۔ اس پر سلام جس کو مجہول النسب لوگوں نے قتل کیا۔ ساکن ارضِ کربلا پر سلام جس کو آسمان کے فرشتے روئے۔ اس پر سلام جس کی نسل سے ائمہ اطہارؑ ہیں۔ سلام دین کے سردار پر' سلام ان (ائمہؑ) پر جو حق کی منزلیں ہیں۔ سلام ان ائمہؑ پر جو پیشوائے ملت ہیں۔ ان گریبانوں پر سلام جو خون میں بھرے ہوئے تھے۔ ان ہونٹوں پر سلام جو پیاس سے سوکھے ہوئے تھے۔

سلام ان (جسموں) پر جو ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے۔ سلام ان پر جن کو قتل کے بعد فوراً لوٹ لیا گیا۔ ارضِ کربلا پر بہنے والے خون پر سلام۔ جسموں سے جدا کر دیے جانے والے اعضا پر سلام۔ نیزوں پر اُٹھائے جانے والے سروں پر سلام۔ بے ردا ہو جانے والی مستورات پر سلام۔ حجتِ پروردگارِ عالم پر سلام۔ آپؑ پر سلام اور آپؑ کے پاکیزہ آباواجداد پر سلام۔ آپؑ پر سلام اور آپؑ کے شہید ہونے والے فرزندوں پر سلام۔ آپؑ پر سلام اور حمایتِ حق کرنے والی آپؑ کی ذُریت پر سلام۔

آپؑ پر سلام اور آپؑ کے پہلو میں رہنے والے فرشتوں پر سلام۔ سلام ظلم وستم سے قتل کیے جانے والے پر اور ان کے بھائی (حسنؑ) پر جن کو زہر دیا گیا۔ سلام حضرت علی اکبرؑ پر۔ سلام کم سن شیر خوار پر۔ سلام نبیؐ کی قریب ترین ذُریت پر۔ ان جسموں پر جن کو (بعد شہادت لوٹا گیا)۔ سلام ان لاشوں پر جن کو بیابان میں پڑا چھوڑ دیا گیا۔ سلام ان مسافروں

پر جو اپنے وطن سے دُور تھے۔ سلام بے کفن دفن کیے جانے والوں پر۔
سلام ان سروں پر جن کو جسموں سے جدا کر دیا گیا۔ راہِ خدا میں اذیت
اُٹھنے والے صابر پر سلام۔ عالمِ بے کسی میں ظلم کیے جانے والے پر سلام۔

خاکِ پاک پر رہنے والے پر سلام۔ قبہ بلند رکھنے والے پر سلام۔
اس پر سلام جس کو خدائے بزرگ نے پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ اس پر سلام
جس پر جبرئیلؑ نے فخر کیا۔ اس پر سلام جس کو گہوارے میں میکائیلؑ نے
لوریاں دیں۔ اس پر سلام جس کے بارے میں عہد و پیمان کو توڑ دیا گیا۔
اس پر سلام جس کی حرمت کو ضائع کیا گیا۔ اس پر سلام جس کا خون ظلم سے
بہایا گیا۔ اس پر سلام جس کو زخموں سے بہنے والے خون میں نہلا دیا گیا۔
اس پر سلام جس کو (پیاس میں) نیزوں کے گھونٹ پلائے گئے۔

اس پر سلام جس پر ہر ظلم و ستم روا رکھا گیا۔ اس پر سلام جس کو ہر
طرف سے نیزے لگائے جاتے تھے۔ اس پر سلام جس کو (گرد و نواح
کے) گاؤں والوں نے دفن کیا۔ اس پر سلام جس کی شہ رگ کو (بے دردی
سے) کاٹا گیا۔ اس پر سلام جو یکہ و تنہا دشمنوں کی یلغار کو ہٹا رہا تھا۔ اس
ریش اقدس پر سلام جو خون سے سرخ تھی۔ اس رُخسار پر سلام جو خاک
آلود تھا۔ اس بدن پر سلام جو غبار آلود تھا۔ ان دانتوں پر سلام جن پر ظلم کی
چھڑی چل رہی تھی۔ اس سر پر سلام جو نیزہ پر اُٹھایا گیا۔

ان جسموں پر سلام جو بیابان میں برہنہ پڑے تھے جن کو ستم گارانِ
اُمت بھیڑیوں کی طرح دوڑ دوڑ کر جھنجھوڑ رہے تھے اور کرگسے روندے بن
کر (پامال اور لوٹ کھسوٹ کے لیے) منڈلا رہے تھے۔ میرے مولا
آپؑ پر سلام اور آپؑ کے قبہ کے گرد جمع رہنے والے فرشتوں پر سلام جو
آپؑ کی تربیت کو گھیرے رہتے ہیں اور آپؑ کے صحن اقدس کا طواف

کرتے ہیں اور آپؑ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ آپؑ پر سلام میں نے آپؑ کی جانب رُخ کیا ہے اور آپؑ کی بارگاہ سے کامیابی کا امیدوار ہوں۔

آپؑ پر سلام آپؑ کی حرمت کو پہچاننے والے کا سلام۔ آپؑ سے خالص محبت رکھنے والے کا سلام۔ آپؑ کی محبت کے ذریعے سے قربِ خدا حاصل کرنے والے کا سلام۔ جو آپؑ کے دشمنوں سے بیزار ہے اس کا سلام جس کا دل آپؑ کے غم سے زخمی ہے اور آپؑ کے ذکر کے وقت اس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ جو آپؑ کے مصائب سے نہایت دردمند غم گین ملول اور بے حال ہے اس کا سلام جو طف کربلا میں اگر آپؑ کے ساتھ ہوتا تو تلواروں کی باڑھ پر اپنی جان کو ڈال دیتا اور آمادۂ موت ہوکر اپنے خون کا آخری قطرہ آپؑ پر نثار کر دیتا اور باغیوں کے مقابلہ میں آپؑ کے سامنے جہاد کر کے آپؑ کی نصرت کرتا اور اپنی روح، اپنا جسم، اپنا مال اور اپنی اولاد سب کچھ آپؑ پر فدا کر دیتا۔

اس کی روح آپؑ کی روح پر نثار ہوتی اور اس کے اہل آپؑ کے اہل پر فدا ہوتے۔ اب جب کہ زمانہ نے مجھے مؤخر کر دیا اور اس وقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے میرے مقدر نے مجھے آپؑ کی نصرت سے روک دیا اور آپؑ سے لڑنے والوں سے میں نہ لڑ سکا اور آپؑ کے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے میدان میں آکر کھڑا نہ ہو سکا تو صبح و شام بے قراری سے آپؑ کے غم میں رویا کروں گا اور خون کے بدلے آنسو بہاؤں گا۔ یہ آپؑ کا غم، یہ آپؑ کے مصائب پر رنج و ملال اور آہِ پُر درد کبھی جانے والی نہیں اسی سوزشِ غم اسی رنج و ملال کو ساتھ لے کر دنیا سے اُٹھ جاؤں گا۔

مولاؑ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے نماز کو قائم کیا' بڑی زبردست زکوٰۃ دی' نیکیوں کا حکم دیا' برائیوں اور سرکشی سے روکا' آپؑ نے خدا کی اطاعت کی' کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی' آپؑ نے اپنا رابطہ خدا سے قائم رکھا اور اس کو انتہائی خوش رکھا' آپؑ ہمیشہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے' آپؑ کی نظر اُسی کی طرف رہی' آپؑ نے ہمیشہ اس کی رضا کو پسند کیا۔ آپؑ نے سنتِ خدا و رسولؐ کو قائم کیا اور فتنوں کی آگ کو بجھایا' دوسروں کو راہِ حق کی طرف بلایا اور حق کے راستوں کو اُجاگر کر کے دکھایا اور خدا کی راہ میں جو جہاد کا حق تھا اسے پورا کر دیا۔

آپؑ خدا کے مطیع رہے اور اپنے جد محمد مصطفیٰؐ کے پیرو رہے اور اپنے باپ کے تابع فرمان رہے اور اپنے بھائی حسنؑ کی وصیت کو جلد پورا کیا۔ آپؑ ہیں ستونِ دین کو بلند کرنے والے' سرکشی کی بنیادوں کو کھود دینے والے اور سرکشوں کے سروں کو ضرب نیزہ و شمشیر سے کچل دینے والے' اُمتِ پیغمبرؐ کو نصیحت کرنے والے اور موت کے بھنور میں پیرنے والے اور اہل فسق و فجور کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والے' خدا کی حجتوں کے ساتھ قائم رہنے والے۔

اسلام اور مسلمین کے لیے دل میں رحم رکھنے والے' حق کی نصرت کرنے والے' دین کی حفاظت کرنے والے اور سخت آزمائش کے وقت صبر کرنے والے' دین کی حفاظت کرنے والے اور دین پر حملہ کرنے والوں کا منہ پھیر دینے والے۔ آپؑ ہدایت کی حفاظت اور نصرت کرتے رہے اور عدل و انصاف کی نشر و اشاعت کرتے رہے' دین کی نصرت و حمایت کرتے رہے اور دین کی حقارت کرنے والوں کی روک ٹوک اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہے۔

آپؑ طاقت ور سے کم زور کا حق دلاتے تھے اور حکم میں طاقت ور کم زور کو برابر رکھتے تھے۔ آپؑ یتیموں کی بہار تھے' مخلوق کے لیے پناہ گاہ تھے' اسلام کی عزت تھے۔ آپؑ کے پاس احکامِ الٰہی کا سرمایہ تھا۔ آپؑ حاجت مندوں کو گراں قدر عطیہ دینے کا عزم کیے ہوئے تھے۔ اپنے جد امجدؐ اور پدر نام دارؑ کے طریقوں پر چلنے والے اور اپنے بھائی کی طرح امر خیر کی ہدایت فرمانے والے' اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے والے' پسندیدہ خو بو رکھنے والے۔ آپؑ کی سخاوت اظہر من الشمس' آپؑ پردۂ شب میں تہجد گزار۔

آپؑ کا ہر طریقہ مضبوط و درست' آپؑ کی ہر عادت بزرگانہ شان کی حامل' آپؑ کی ہر سبقت عظیم الشان۔ آپؑ کا نسب انتہائی بلند' آپؑ کے کمالات انتہائی اونچائی پر' آپؑ کا ہر مرتبہ بلند تر' آپؑ کے فضائل بہت ہی زیادہ' آپؑ کے خصائل سب پسندیدہ' آپؑ کی بخششیں نہایت قیمتی۔ آپؑ صاحبِ علم راہِ حق پر گام زن خدا کی طرف مائل' سخی عزم کے طاقت ور' صاحبِ علم امام' اُمت گواہ حقانیت' ملت کے لیے دردمند' خدا سے لو لگائے ہوئے۔ ہر صاحبِ دل کے محبوب' خدا کے غضب سے ڈرانے والے' آپؑ رسولؐ کے فرزند ہیں' قرآن کے لیے سند ہیں۔

اُمت کے لیے دست و بازو ہیں' اطاعتِ خدا میں تعب اُٹھانے والے' عہد و پیمان کی حفاظت کرنے والے۔ بدکاروں کے راستوں سے الگ تھلگ' مصیبت زدہ کو عطا کرنے والے' طولانی رکوع و سجود کرنے والے' دنیا کو اس طرح چھوڑ دینے والے جیسے دنیا سے رُخصت ہونے والا دنیا سے سیر ہوتا ہے' دنیا کو آپؑ نے ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا۔ آپؑ کی آرزوئیں دنیا سے ہٹی ہوئی تھیں' دنیا کی آرائش سے آپؑ کوسوں دُور

تھے رونقِ دنیا سے آپؑ کی نگاہیں پھری ہوئی تھیں اور دنیا جانتی ہے کہ آپؑ کا میلانِ خاطر بس آخرت کی طرف تھا۔

یہاں تک کہ ظلم و جور جب اپنے ہاتھ بہت بڑھانے لگا اور ظلم کے چہرہ پر جو ہلکا سا پردہ تھا' وہ بھی نہ رہا' گمراہی نے اپنے چیلوں کو ہر طرف سے بلا لیا' اس وقت آپؑ اپنے جدؐ کے حرم میں مقیم تھے۔ ظالموں سے دور تھے' گوشہ نشین تھے اور محرابِ عبادت میں محوِ عبادت تھے' دنیا کی لذتوں اور خواہشوں سے کنارہ کش تھے اور اپنی طاقت کے مطابق اور امکان کی حد تک اپنے دل و زبان سے حرام سے بچنے کی ہدایت بھی کرتے رہتے تھے۔ آپؑ سے بیعتِ یزید کا مطالبہ ہوا۔

آپؑ کے حقیقت شناس علم نے طے کر لیا کہ بیعت سے انکار ہو اور بیعت نہ کرنے کی وجہ سے جو لوگ قتال کریں اُن فاجروں سے جہاد کریں فوراً آپؑ اپنی اولاد' خاندان' اپنی فرماں بردار جماعت کو لے کر چلے۔ آپؑ نے حق اور روشن دلائل کو واضح کر دیا اور خلقِ خدا کو حکمت اور پسندیدہ موعظہ کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دی اور حدود و شریعت کے قائم کرنے کا نیز معبود کی فرماں برداری کا' محرمات سے بچنے اور سرکشی سے باز رہنے کا حکم دیا لیکن ستم گاروں نے ظلم و عداوت سے آپؑ کا مقابلہ کیا۔

آپؑ نے پہلے تو ان کو غضبِ خدا سے ڈرایا اور حجتِ ہدایت کی مضبوطی کی۔ آخرکار جب انھوں نے آپؑ کے بارے میں ہر عہد کو توڑ دیا' ہر حکمِ خدا کو پس پشت ڈال دیا اور آپؑ کی بیعت سے بھی پھر گئے اور اپنی شقاوت سے انھوں نے آپؑ کے خدا اور آپؑ کے جدِ امجدؐ کو غضب ناک کیا اور آپؑ سے لڑنے کی پہل اپنی طرف سے کی تو پھر آپؑ بھی ضربِ نیزہ و شمشیر کے لیے میدان میں آگئے اور بدکاروں کے لشکروں کو

پیس ڈالا۔ آپؑ جنگ کے گہرے غبار میں دھنسے ہوئے ذوالفقار۔ سے حیدرِ کرارؑ کی طرح قتال کر رہے تھے۔ا

عدا نے جب آپؑ کو دل کا مضبوط اور بالکل بے خوف و ہراس دیکھا تو آپؑ کے لیے اپنے مکر کے جال بچھانے لگے اور اپنی مخصوص سفیانی چالاکیوں اور شرارت کے ساتھ آپؑ سے قتال کرنے لگے۔ ملعون عمر بن سعد نے اپنے لشکریوں کو حکم دے دیا کہ حسینؑ پانی تک نہ پہنچ سکیں۔ سب لوگ تیزی کے ساتھ آپؑ سے قتال کرنے لگے اور پے در پے ملے جلے حملے ہونے لگے۔ آپؑ کو تیروں سے چھلنی کر دیا۔

سب نے ظلم و ستم کے ہاتھ آپؑ کی طرف بڑھا دیئے نہ انھوں نے آپؑ کے بارے میں اپنی کسی ذمہ داری کو دیکھا' نہ یہ کہ آپؑ اور آپؑ کے ساتھیوں کو قتل کرنے میں اور آپؑ کے سامان لوٹنے میں' وہ کتنے زبردست گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ آپؑ غبارِ جنگ میں دھنسے ہوئے تھے اور ہر ایک اذیت اُٹھا رہے تھے۔ آپؑ کا صبر دیکھ کر تو ملائکہ افلاک بھی تعجب کر رہے تھے۔

ظالموں نے ہر طرف سے آپؑ کو گھیر لیا اور زخم پر زخم پہنچا کر آپؑ کو مضمحل کر دیا' دم لینے کی مہلت نہ دی' مددگار کوئی آپؑ کا نہ رہا۔ بے کسی کے عالم میں انتہائی صبر و ضبط کے ساتھ آپؑ اپنی مستورات اور بچوں کی طرف سے ہجومِ اشقیا کو ہٹا رہے تھے یہاں تک کہ انھوں نے آپؑ کو گھوڑے سے گرا دیا۔ آپؑ زخموں سے چُور چُور ہو کر زمین پر گرے۔

لشکر کے گھوڑے اپنے سُموں سے آپؑ کو کچل رہے تھے اور سرکش ستم گر اپنی تلواریں لیے آپؑ پر چڑھے چلے آتے تھے۔ موت کا پسینہ آپؑ کی پیشانی پر آیا ہوا تھا اور آپؑ کے دست و پا اِدھر اُدھر سمٹتے اور

پھیلتے تھے۔ آپؑ چشم نیم وا سے اپنے کنبہ اور اپنے بچوں کو دیکھ رہے تھے حالاں کہ اس وقت آپؑ کی خود کی حالت تو ایسی تھی کہ آپؑ کو اپنے کنبہ کا اور بچوں کا دھیان نہ آ سکتا تھا۔ اس وقت آپؑ کا گھوڑا تیزی سے ہنہناتا اور روتا ہوا آپؑ کے خیام کی طرف سے چلا۔

جب اہل حرم نے آپؑ کے رہوار کو بے سوار دیکھا اور زین اسپ کو نیچے ڈھلکا ہوا دیکھا تو بے قرار ہو کر خیموں سے نکل پڑیں اور بال بکھرائے ہوئے منہ پر تمانچے مارتے ہوئے جب کہ پردہ کا دھیان نہ تھا' نوحہ و بکا کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کو وارثوں کو پکارتے ہوئے' جب کہ اپنی اس مخصوص عزت و شوکت کے بعد حقارت کی نظر سے دیکھے جا رہے تھے' سب کے سب آپؑ کی قتل گاہ کی طرف تیزی سے جا رہے تھے۔

آہ! شمر اس وقت آپؑ کے سینے پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنا خنجر آپؑ کی گردن پر پھیر رہا تھا۔ ریش مبارک ظالم اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے اپنی ہندی تلوار سے آپؑ کو ذبح کر رہا تھا۔ آپؑ کے دست و پا بے حرکت ہو گئے اور سانس رُک گئی۔

نیزہ پر سر اقدس کو اُٹھایا گیا اور اہل حرم کو غلاموں کی طرح قید کر لیا گیا اور آہنی زنجیروں میں جکڑ کر اُونٹوں پر بٹھا دیا گیا۔ دن کے دوپہر کی گرمی ان کے چہروں کو جھلسا رہی تھی اور وہ غریب بیابانوں اور جنگلوں میں پھرائے جا رہے تھے۔ ہاتھ ان کے گردنوں سے بندھے ہوئے تھے اور بازاروں میں ان کو پھرایا جا رہا تھا۔

وائے ہو اُن نافرمانوں' فاسقوں پر جنھوں نے آپؑ کو قتل کر کے اسلام کو تباہ کر دیا۔ نمازوں' کو روزوں کو معطل کر دیا' شریعت کے چین کو اور احکام کو توڑ دیا' ایمان کی عمارت کو ڈھا دیا اور قرآن کی آیتوں کو جلا دیا

اور بغاوت و سرکشی میں دھنسے چلے گئے۔ آپؑ کے قتل سے رسولؐ اللہ مظلوم قرار پا گئے۔ مظلوم بھی ایسے کہ اپنے بچے کے خون کا بدلہ نہ لے سکے۔

آپؑ کے قتل سے کتابِ خدا کی لاوارثی چھا گئی۔ آپؑ کے ستائے جانے سے اصل میں حق ستایا گیا۔ آپؑ کے نہ ہونے سے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ ان آوازوں میں کوئی روح نہ رہی۔ حرام و حلال کا امتیاز' قرآن اور قرآن کے معانی کا تعین سب ضائع ہو گیا۔ آپؑ کے بعد شریعت میں کھلی ہوئی تبدیلیاں' فاسد عقیدے' حدود شریعت کا تعطل' نفسانی خواہشوں کا زور' گمراہیاں' فتنے اور غلط چیزوں کا ظہور ہوا۔

غرض یہ کہ آپؑ کی سنائی سنانے والا' آپؑ کے جد امجدؐ کی قبر کے پاس کھڑا ہوا اور آپؑ کی سنائی برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ رسولؐ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنائی کہ یا رسولؐ اللہ! آپ کا فرزند' آپؐ کا بچہ قتل کر دیا گیا۔ آپؑ کے گھر والوں اور جاں نثاروں کو مار دیا گیا' اور آپؑ کی ذریت کو قید کیا گیا اور آپؑ کی ذریت واہل بیتؑ کو وہ دکھ دیے گئے جن دکھوں سے ان کو بچانا اُمت پر فرض تھا۔

روح رسولؐ کو انتہائی قلق ہوا اور آں حضرتؐ کا قلب نازک گریاں ہوا۔ ملائکہ اور انبیاؑ نے ان کو آپؑ کا پُرسہ دیا۔ آپؑ کے قتل ہونے سے آپؑ کی ماں فاطمہ زہراؑ بے تاب ہو گئیں' ملائکہ مقربین کے لشکر ایک کے بعد ایک اُترنے لگے جو آپؑ کے باپ امیرالمومنینؑ کو پُرسہ دے رہے تھے۔ اعلیٰ علیین میں آپؑ پر نوحہ و ماتم کیا جا رہا تھا کہ آپؑ کے غم میں حوران جنت اپنا منہ پیٹ رہی تھیں۔

آسمان اور آسمان کے باشندے آپؑ پر رو رہے تھے۔ جنت اور

جنت کے خزینہ دار روئے' پہاڑ قطار در قطار روئے۔ دریا اور دریا کی مچھلیاں' مکہ اور مکہ کی عمارتیں' جنت اور غلمانِ کعبہ اور مقامِ ابراہیمؑ مشعر حرام اور حل وحرم سب ہی آپؑ کے غم میں گریاں ہوئے۔

خداوندا اس بلند مرتبہ مقام کی حرمت کا واسطہ محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود و سلام بھیج اور مجھ کو ان کے گروہ میں محشور فرما اور ان کی سفارش سے مجھے داخل جنت فرما۔ اے کم سے کم وقت میں ہر ایک کا حساب کرنے والے! اے ہر بزرگ سے کہیں زیادہ بزرگ تر! اے تمام حاکموں سے زیادہ زور حکومت رکھنے والے! واسطہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کا جو تیرے آخری پیغمبر اور تمام عالم کی طرف تیرے رسول ہیں اور ان کے بھائی کا واسطہ جو کشادہ پیشانی اور معدن علم وحکمت اور ہر علم میں راسخ ہیں یعنی امیرالمومنین علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کا واسطہ جو زنانِ عالم کی سردار ہیں۔

حسن مجتبیٰؑ کا واسطہ جو پاک وپاکیزہ اور پرہیزگاروں کی پناہ گاہ ہیں اور حضرت ابوعبداللہ الحسینؑ کا واسطہ جو تمام شہدا میں زیادہ بزرگ مرتبہ ہیں اور ان کی قتل ہونے والی اولاد کا واسطہ اور ان کی مظلوم ذُریت کا واسطہ اور علیؑ بن حسینؑ زین العابدینؑ کا واسطہ اور محمدؑ بن علیؑ کا واسطہ جو عبادت گزاروں کے قبلہ ہیں اور جعفرؑ بن محمدؑ کا واسطہ جو مجسم صداقت ہیں اور موسیٰؑ بن جعفرؑ کا واسطہ جو دلائل حق کو ظاہر کرنے والے ہیں اور علیؑ بن موسیٰؑ کا واسطہ جو دین کے مددگار ہیں اور محمدؑ بن علیؑ کا واسطہ جو اہل حق کے پیشوا ہیں۔

علیؑ بن محمدؑ کا واسطہ جو زاہدوں سے کہیں زیادہ زاہد ہیں اور حسنؑ بن علیؑ کا واسطہ جو ائمہ اطہارؑ کے وارث ہیں اور اس فرد کا واسطہ جو تمام خلق پر حجت ہیں' محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیج جو صادقین ہیں۔ بہترین نیکیوں

کے حامل، جن کا لقب آلِ طٰہٰ و آلِ یٰسین ہے، مجھے قیامت میں امن پانے والوں میں سے، صاحبانِ اطمینان میں سے، کام یاب ہونے والوں میں سے، خوش و خرم اور بشارتِ جنت پانے والوں میں سے قرار دے۔

خداوندا! مجھے اپنے فرماں برداروں میں قرار دے اور صالحین سے وابستہ رکھ، میرے بعد نیکی اور بھلائی سے میرا ذکر ہو جو بغاوت و سرکشی کرنے والے ہیں، ان کے مقابلہ میں مجھے فتح دے۔ مجھے حاسدوں کے شر سے بچا اور بُری تدبیر کرنے والوں کی تدبیر کا رُخ میری طرف سے پھیر دے۔ ظالموں کے ہاتھوں کو مجھ پر ظلم کرنے سے روک دے اور مجھے اور میرے بابرکت پیشواؤں (محمدؐ و آلِ محمدؐ) کو اعلیٰ علیین میں ایک جگہ مجتمع کر دے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! مجھے تیری رحمت سے آخرت میں انبیاؑ، صدیقین، شہدا اور صالحین کی رفاقت نصیب ہو، کیوں کہ ان حضرات کو تُو نے اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔

قسم دیتا ہوں، خداوندا! میں تجھ کو تیرے نبیؐ معصوم کی اور تیرے حتمی احکام کی اور گناہوں سے بچنے کے لیے تیرے مقررہ ارشادات کی اور اس قبرِ مطہر کی جس کی زیارت کے لیے ہر طرف سے جن و انس و ملک پہنچتے ہیں، جس کے پہلو میں امامؑ معصوم شہید ظلم و ستم آرام فرما رہے ہیں کہ میرے رنج و غم کو دور کر دے اور میرے مقدر کی برائی کو ہٹا دے اور مجھے جہنم کی آتش سوزاں سے پناہ دے دے۔ میرے چاروں طرف اپنی نعمتوں کا انبار لگا دے اور مجھے اتنا دے کہ میں خوش و خرم رہوں۔ مجھے اپنے جود و کرم میں چھپا لے اور اپنی سزا اور عتاب سے دور رکھ۔

خداوندا! مجھے ہر لغزش سے بچا، میرے قول و عمل کو درست کر، مجھے عمر دراز دے اور امراض و اسقام سے بچا اور مجھے میرے پیشواؤں کے وسیلہ

سے اور اپنے فضل سے میری بہترین تمناؤں تک پہنچا۔

خداوندا! رحمت خاص نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر اور میری توبہ کو قبول فرما اور مجھے روتا دیکھ کر رحم فرما۔ میرے گناہ بخش دے' میرے رنج و ملال کو دور کر' میری خطا کو بخش دے' میری اولاد کو نیک اور صالح قرار دے۔

خداوندا! اس عظیم المرتبہ شہادت گاہ اور اس بزرگ مرتبہ مقام پر میری حاضری کا نتیجہ ہو کہ میرے ہر گناہ کو تُو بخش چکا ہو۔ میرے ہر عیب کو تُو چھپا چکا ہو' میرے ہر غم کو تُو دور کر چکا ہو' میرے رزق میں تُو کشائش کر چکا ہو' میرے گھر کے آباد رہنے کا تُو حکم نافذ کر چکا ہو۔ میرے کاموں کے ہر بگاڑ کو تُو درست کر چکا ہو' میری ہر آرزوئے دل کو تُو پورا کر چکا ہو۔ میری ہر دعا کو قبول کر چکا ہو' میری ہر تنگی کو تو زائل کر چکا ہو۔ میرے ہر انتشار کو تُو اطمینان سے بدل چکا ہو' میرے ہر کام کو تُو تکمیل تک پہنچا چکا ہو' میرے ہر مال کو تُو زیادہ سے زیادہ کر چکا ہو اور مجھے ہر خلق حسن تُو عطا کر چکا ہو۔

میرے ہر طرف کے بعد اس کا بدل دے کر اس کمی کو پورا کر چکا ہو اور میرے ہر حال کو تُو بہتر قرار دے چکا ہو۔ میری ہر برائی کو تُو درست کر چکا ہو اور میرے ہر حاسد کو تباہ کر چکا ہو اور میرے ہر دشمن کو تُو ہلاک کر چکا ہو اور مجھے ہر شر سے تُو بچا چکا ہو اور مجھے ہر بیماری سے تُو شفا عطا کر چکا ہو۔ میرے ہر ایک اپنے کو جو دور ہو تو اس کو قریب کر چکا ہو اور میری ہر پریشانی کو تُو اطمینان سے بدل چکا ہو اور میرا ہر سوال تُو مجھ کو عطا کر چکا ہو۔

خداوندا! میں تجھ سے اس دنیا کی بہتری اور اس جہان باقی کے ثواب کا سوال کرتا ہوں۔

خداوندا! مجھے وجہ حلال سے اتنا دے کہ میں حرام سے بے نیاز ہو

جاؤں اور اپنا فضل اس درجہ میرے شامل حال رکھ کہ مجھے پھر کسی کی ضرورت ہی نہ ہو۔

بارِ الٰہا! میں تجھ سے اس علم کا سوال کرتا ہوں جو نفع بخش ہو اور اس دل کا' جس میں تیرا خوف ہو اور اس یقین کا' جو ہر شک کو دور کر دے اور اس اجر کا' جو فراواں ہو۔

خداوندا! مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں اور اپنا احسان و کرم مجھ پر زیادہ سے زیادہ فرما اور ایسا کر کہ سب لوگ میری بات کو مانیں اور میرا ہر عمل تیری بارگاہ میں قبولیت کی بلندی حاصل کرلے اور نیکیوں میں لوگ میرے نقش قدم پر چلیں (یعنی نیکیوں کے لیے میں ایک نمونہ بن جاؤں)۔ خداوندا! میرے دشمن کو برباد کر دے۔

بارِ الٰہا! رحمت خاص نازل فرما محمدؐ و آلِ محمدؐ پر جو تیری تمام مخلوق میں بہتر سے بہتر ہیں۔ سلسلۂ رحمت تیرا' ان حضرات پر شب و روز جاری رہے اور شریر لوگوں کے شر کے مقابلہ میں تُو میری حمایت کر اور مجھے گناہوں سے اور گناہوں کے بار سے پاک کر دے اور مجھ کو جہنم سے پناہ دے دے اور راحت و آرام کے مقام (جنت) میں جگہ عطا فرما۔ مجھے اور میرے تمام برادرانِ ایمانی و خواہرات کو اپنی رحمت و کرم سے معاف کر دے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔"

عرضِ مترجم:

یہ زیارت شریفہ اہل بیتؑ کے مصائب پر مشتمل ہے جس کا لفظ لفظ درد میں ڈوبا ہوا ہے۔ جس کا ہر جملہ انسان کے قلب و جگر کو کباب بنا دیتا ہے فوراً آنکھوں میں کربلا کے دردناک مناظر گھومنے لگتے ہیں اور آنکھوں میں آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

جناب سید بزرگوار و آیۃ اللہ بحر العلوم طباطبائی قدس سرہ نے اسی زیارت شریفہ کے

مضمون سے دو شعر اخذ کیے۔ جن میں مظلومِ کربلاؑ کی مظلومیت کی عکاسی کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

یَلقَی الأعادی بِقلب مِنهُ مُنقَسِم
بَینَ الخِیامِ وَ أعداً تُکافِحُهُ
وَاللّحظُ کالقَلبِ عَین نَحوَ نِسوَتِهِ
وَ عَینُ القَومِ لا تُبارِحُهُ

"سید الشہداؑ جب میدانِ جنگ میں تشریف لائے تھے کہ اسلام کے دشمنوں سے جہاد کریں۔ اس وقت آپؑ کا قلب مبارک دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک حصہ اپنے خیام کی طرف متوجہ تھا جس میں رسولؐ و بتولؑ کی بیٹیاں موجود تھیں اور دوسرا حصہ اسلام و قرآن کے دشمنوں کی طرف متوجہ تھا۔ ایک طرف جانی دشمن تھا جو تیس ہزار کے لشکر پر مشتمل تھا' آپؑ فرد فرید تھے آپؑ کا نہ کوئی ناصر تھا نہ معین آپؑ یکا و تنہا تھے۔ اُدھر خیام میں عصمت و طہارت کی پردگیان بیبیاں موجود تھیں جو بھی مصیبت زدہ تھیں' جو بھی نوحہ کناں تھیں' جن کا نہ کوئی آسرا تھا نہ سہارا۔ ان میں کچھ وہ تھیں جن کے سرتاج مارے گئے تھے' کچھ وہ تھیں جن کے کڑیل بھائی خاک و خون میں ملا دیے گئے' کچھ وہ درد کی ماریاں مائیں تھیں جن کی گودیوں میں پلنے والے کربلا کی گرم زمین پر ابدی نیند سو گئے تھے۔ بتولؑ کا مظلوم بیٹا مصائب کی تیز و تند آندھیوں کی لپیٹ میں تھا۔ آپؑ کی یہ وہ مصیبت تھی جس کی مثال کائنات نہیں پیش کر سکتی۔ آدمؑ سے خاتمؐ تک نہ ایسی مصیبت کسی نبی پر آئی تھی اور نہ کسی ولی و وصی پر۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی امامؑ کی شہادت کی کہانی

علامہ مجلسیؒ نے کتاب "نوادر علی بن اسباط" سے اپنی سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؑ سے شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام نقل کی ہے:

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے: میدانِ کربلا تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ میرے والد گرامی کی طبع نازنین نہایت ناساز تھی۔ وہ اپنے خیمہ میں خوابیدہ تھے۔ میں کربلا کی جنگ کو دیکھ رہا تھا کہ ہمارے دوست میرے دادا بزرگوار کی خدمت میں رہ کر حق خدمت و اطاعت ادا کر رہے تھے وہ اپنی قیمتی اور خوب صورت جانیں امامؑ پر نچھاور کر رہے تھے۔ جاں نثاری و جاں فشانی کا وہ سنہرا باب کھلا ہوا تھا جو اپنی مثال آپ تھا۔

آخر وہ وقت آیا جب میں نے اپنے جد بزرگوار کی جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ جب میرے مظلوم دادا شیر بیشہ شجاعت کی طرح دشمن پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے، کبھی آپؑ لشکر کے میمنہ پر حملہ آور ہوتے۔ جب وہ بھاگ جاتا تو آپؑ میسرہ کو اپنے سامنے رکھتے۔ جب وہ میدان چھوڑ دیتا تو اپنے گھوڑے کو قلب لشکر پر ڈال دیتے۔ آپؑ کے سامنے ہزاروں کا لشکر مور و ملخ کی طرح بکھر کر رہ جاتا۔ آخر اس نابکار قوم نے انھیں ذبح کر ڈالا حالاں کہ رسول اللہؐ نے اس اُمت کو روکا تھا کہ کبھی کسی حیوان کو بھی اس طرح ذبح نہ کرنا لیکن ان لوگوں نے میرے دادا کو اس طرح ذبح کیا جس طرح کسی حیوان کو بھی ذبح نہیں کیا جاتا۔

اس لشکر اشرار نے میرے دادا مظلوم کو بے دردی و سفاکیت کے ساتھ قتل کر دیا۔ جس کے ہاتھ میں تلوار تھی اُس نے تلوار سے حملہ کیا، جس کے پاس پتھر تھے اُس نے پتھروں سے حملہ کیا، جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اُس نے نیزے سے وار کیا۔ کچھ تو ایسے تھے جنھوں نے چوب و عصا کی ضربات سے میرے مظلوم دادے کو شہید کر ڈالا۔ ابھی میرے مظلوم دادا شہادت کی منزل پر ہی پہنچے تھے کہ میں نے ایک اور لرزا دینے والا خونی منظر دیکھا کہ گھوڑے تھے جنھوں نے فرزند علیؑ و بتولؑ کے لاشے کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ آخر میرے جد بزرگوار کا لاشہ پامال ہو گیا (الاصول الستۃ عشر: ۱۳۲)۔

خیام میں شہادتِ مظلومؑ کی خبر کا پہنچنا

علامہ مجلسیؒ نے سید ابن طاؤس سے روایت کی ہے: جب ان ظالموں نے فرزند رسولؐ کو شہید کر دیا گیا تو اس وقت ایک کنیز خیمہ گاہ سے باہر آئی، کسی نے اُس سے کہا: اے کنیز!

تمھارے آقا کو قتل کر دیا گیا ہے۔

اس کنیز کا کہنا ہے کہ جب میں نے یہ وحشت ناک خبر سنی تو بڑی تیزی کے ساتھ دوڑی، اس وقت میری چیخیں بلند تھیں۔ میں اس خیمے میں آئی جس خیمے میں رسولؐ اللہ کی دختران موجود تھیں۔ جب ان بیبیوں نے میری فریادیں اور نالے سنے تو وہ بھی بلند آواز کے ساتھ رونے لگیں (اللھوف: ۱۳۰)۔

تاراجی خیام

سید ابن طاؤس سے مروی ہے کہ جب یہ گروہ اشقیا آں حضرتؑ کے مقدس بدن کی تاراجی و غارت سے فارغ ہوا تو اُنھوں نے خیامِ اہل بیتؑ رسولؐ کا رُخ کیا۔ جب انھوں نے خیام پر ہلہ بولا تو ان کا ہر آدمی لوٹ مار میں دوسرے پر سبقت لے رہا تھا۔ انھوں نے خیام کی ہر چیز لوٹ لی حتیٰ کہ خواتین کے سروں سے چادریں بھی چھین لیں۔ رسولؐ اللہ کی بیٹیاں خیام سے باہر آ گئیں اور گریہ وزاری و سوگ واری میں مصروف ہو گئیں۔ انھوں نے اپنے اعزا و احبا کے ہجر و فراق میں جاں گداز نالے بلند کرنے شروع کر دیے (اللھوف: ۱۳۰)۔

قبیلہ بکر بن وائل کی ایک خاتون کا عمل

حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جب یہ شریر لشکر خیام کو لوٹ رہا تھا اس عرصہ کارزار میں عمر بن سعد کے لشکر میں ایک خاتون جو اپنے شوہر کے ساتھ موجود تھیں جب اُس نے لشکر اشرار کی بے حیائی دیکھی کہ وہ کبھی خیامِ حسینیؑ کو لوٹنے جا رہے ہیں تو اس کے اندر غیرت و حمیت نے کروٹ لی، تلوار اُٹھائی اور خیام کے قریب چلی آئی اور ان لٹیروں کو منع کیا کہ وہ رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کے خیمے نہ لوٹیں۔ جب لوگوں نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ دی تو وہ چیخی اور چلائی اور کہا: کہاں ہیں بکر بن وائل کے جوان؟ اِدھر اُدھر ظلم پر ظلم ہو رہا ہے، رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کو لوٹا جا رہا ہے۔

کہاں ہیں طالبان خون رسولؐ اللہ؟ اس عورت کا شوہر اس کے قریب آیا اور اُسے واپس

لے گیا(مثیر الاحزان:۷۷)۔

جب خیامِ حسینیؑ کو نذرِ آتش کیا گیا

سید ابن طاؤس کی روایت ہے: جب اس اُموی لشکر نے خیامِ حسینیؑ کو لوٹ لیا تو پھر انھیں آگ لگا دی۔ جب خیام کو آگ لگی اور آگ کے شعلے بلند ہوئے تو رسولؐ اللہ کی بہو بیٹیاں برہنہ سر و برہنہ پا فریادیں بلند کرتی ہوئیں خیام سے باہر آئیں' لیکن رسولؐ زادیاں کس مپرسی کی حالت میں تھیں ان کی کسی نے فریادرسی نہ کی کیوں کہ وہ اُموی لشکر کی اسیری میں آچکی تھیں(اللہوف:۱۳۰)۔

نجابتِ ذوالجناح

مروی ہے کہ جب کریم کربلاؑ کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا تو آپؑ کا اسپ آپؑ کے پاس پہنچا اور آپؑ کے خون اقدس سے اپنی پیشانی کو رنگین کیا اور خیام کی طرف دوڑتا ہوا آیا۔ اس وقت وہ دردناک آوازیں نکال رہا تھا۔ جب وہ خیام کے قریب آیا تو اپنے سر کو زمین پر مارنے لگا' اپنے سر کو اس قدر پٹخا کہ وہ زمین پر گرا اور اس کی روح اُس سے جدا ہو گئی(تسلیۃ المجالس وزینۃ المجالس: ج۲، ص۳۲۷)۔

حضرت اُمّ کلثومؑ اور خواتین اہل بیتؑ کے جاں سوز نالے

جب مظلومِ کربلاؑ کی مظلوم بہنوں اور بیٹیوں نے اسپِ مظلوم کو خالی دیکھا گھوڑے کی زین خالی ہے اور سوار موجود نہیں ہے تو ان کی گریہ زاری کی جاں سوز و دل گداز آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت اُمّ کلثومؑ نے اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھے اور فریاد بلند کی:

وَا مُحَمَّدَاہ' وا جَدَّاہ' وا نَبِیَّاہ' وا اَبَاالقَاسِمَاہ' واعَلِیَّاہ' واجَعفَراہ' واحَمزَتَاہ' واحَسَنَاہ

اِدھر دیکھو' یہ تمہارا حسینؑ ہے جو خاک و خون میں غلطاں ہے۔ صحرائے کربلا میں خاک پر پڑا ہوا ہے جس کے سر کو پس گردن کاٹا گیا' جس کا عمامہ اور عبا لوٹ لیے گئے۔

ان مظلوم بہنوں نے اس قدر آہ وفغاں بلند کی کہ مدہوش ہو کر رہ گئیں (روضۃ الواعظین:۱۸۸؛ الفتوح:۵،ص۱۹۹)۔

شہادتِ عظمٰی پر وارد اعتراضات کا محکم جواب

علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ سید مرتضٰی علم الہدیٰ نے اپنی کتاب ''تنزیہ الانبیا'' میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو لے کر مکہ سے کوفہ کی طرف کیوں روانہ ہوئے تھے؟ حتیٰ کہ آپؑ کے علم میں تھا کہ اہل کوفہ غدار و مکار ہیں۔ ان لوگوں نے آپؑ کے والد گرامی اور بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ آپؑ کے سامنے تھا۔ بہت سے افراد نے آپؑ کو مشورہ دیا تھا کہ آپؑ کوفہ کی طرف نہ جائیں لیکن آپؑ نے کسی کی بات نہ مانی تھی۔ جناب عبداللہؓ بن عباسؓ، جناب عبداللہ بن عمر ان سب لوگوں نے آپؑ کو روکا اور وداع کے وقت اتنا تک بھی کہا: اے قتیل! خدا حافظ۔

جب آپؑ کو حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی شہادت کی خبر بھی مل گئی تو آپؑ کو حالات کی نزاکت کے پیش نظر کوفہ نہیں جانا چاہیے تھا۔ علاوہ ازیں جب آپؑ کربلا میں پہنچے تھے تو آپؑ کے مقابلے میں ہزاروں کا لشکر آ گیا تھا ادھر آپؑ کے معاونین چند گنتی کے لوگ تھے۔ آخری وقت ابن زیاد نے آپؑ کو امان کا موقع بھی دیا تھا آپؑ نے اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا؟ اپنے آپ کو اور اپنے جوانوں اور انصار کو موت سے کیوں نہ بچا لیا تھا؟ جب کہ آپؑ کے بھائی نے صلح سے کام لے کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا۔ ان دونوں برادران کے فعل میں تضاد ہے اسے کیسے جمع کیا جائے گا؟

سید مرتضٰی نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: کتاب امامت و کتاب فتن میں بکثرت احادیث موجود ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر امام اپنی تکلیف پر مامور ہے وہ تکالیف آسمانی صحائف میں مذکور ہیں۔ وہ صحائف رسولؐ اللہ پر نازل ہوئے تھے۔ ائمہؑ نے اپنی اپنی تکالیف پر عمل کیا۔ پس جو احکام ان سے مربوط تھے انھیں کا اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ ہم جب انبیاؑ کے حالات پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکیلے مبعوث ہوئے ان

کے سامنے ہزاروں افراد ہوتے وہ ان کے پاس جاتے انھیں تبلیغ کرتے' ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتے۔ ان لوگوں نے جو اپنے معبود بنا رکھے تھے برملا ان کی نفی کرتے' لوگ انھیں مارتے' تکالیف دیتے' قید و بند میں ڈال دیتے' آگ میں ڈال دیتے۔ علاوہ ازیں ہر امام کے لیے صاحب عصمت ہونا ضروری ہے۔ جب وہ معصوم ہیں تو ان پر اعتراض کیسے کیا جا سکتا ہے؟ جو کچھ انھوں نے انجام دیا اُسے تسلیم کر لینا چاہیے۔ جہاں تک سید الشہدا کی شہادت کی بات ہے آپؑ نے اپنی شہادت سے اپنے نانا کی شریعت بچائی۔ جب اُمویوں نے آپؑ کو شہید کر دیا تو ان کی حکومت کی بنیادیں ہلنے لگیں اور لوگوں کو ان کی حقیقت کا علم ہو گیا کہ ان لوگوں کا اللہ کے دین سے کوئی تعلق نہیں۔ لوگوں کو یہ انکشاف آپؑ کی شہادت کے بعد ہوا۔ اگر آپؑ ان سے صلح کر لیتے تو ان کی حکومت مزید مستحکم ہوتی اور لوگوں پر امورِ دینیہ مشتبہ ہو جاتے اور مذہب اسلام کمزور ہو کر رہ جاتا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف اس لیے آئے تھے اگر آپ مدینہ میں رہ جاتے تو آپؑ کو مدینہ میں قتل کر دیا جاتا۔ جب آپؑ مکہ آئے تھے وہاں بھی آپؑ کو معلوم ہو گیا تھا اگر وہ مزید مکہ رہ گئے تو قتل کر دیے جائیں گے۔ آپؑ نے حج کا انتظار نہ کیا اور آٹھ ذی الحجہ کو مکہ سے باہر چلے آئے جب کہ حاجیوں کے کاروان مکہ کی طرف آ رہے تھے۔

میں نے معتبر کتب میں دیکھا ہے کہ یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ امیر حج بنا کر مکہ کی طرف روانہ کیا تھا اور اُسے تاکید کر دی گئی تھی کہ وہاں جا کر ہر صورت امام حسینؑ کو گرفتار کرے' اگر گرفتاری ممکن نہ ہو تو قتل کر ڈالے۔

ایک اور روایت ہے کہ یزید نے تیس اُموی مکہ کی طرف روانہ کیے کہ وہ وہاں جا کر امامؑ کو قتل کر ڈالیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان حالات کا علم ہوا تو آپؑ نے حج کو عمرہ سے بدل لیا۔

یہ روایت بھی ہے کہ جب آپؑ کو محمد بن حنفیہ نے کوفہ جانے سے منع کیا تو آپؑ نے ان سے فرمایا: اے میرے بھائی! اگر میں چیونٹی کے سوراخ میں بھی گھس جاؤں تو یہ لوگ مجھے

وہاں سے باہر نکال کر قتل کر دیں گے۔ ہاں! اگر آپ ان لوگوں سے صلح کر لیتے تب بھی وہ آپؑ کو قتل کر دیتے۔ ان لوگوں نے بیعت کو ایک بہانہ بنایا تھا انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ فرزند رسولؐ سر دے سکتے ہیں ان کی بیعت نہیں کر سکتے۔ مدینہ میں گورنر مدینہ کے دربار میں مروان کا کردار تاریخ میں محفوظ ہے جب اُس نے گورنر کو مشورہ دیا تھا کہ امام حسینؑ کو قتل کر دیا جائے۔ جب عمر بن سعد نے عبیداللہ سے صلح کی بات کی تھی تو ابن زیاد نے کہا: حسینؑ سے کہو وہ ہماری بات مان لے پھر بعد میں ہم اپنی رائے کے مطابق عمل کریں گے۔ کوفہ میں حضرت مسلمؑ کے لیے امان کا اعلان ہوتا ہے، حضرت مسلمؑ جنگ روک دیتے ہیں، پھر انھیں گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔

اہل بیتؑ رسولؐ کا مخالف ایک بہت بڑا شاطر تھا۔ جو ظاہراً مخالفت نہیں کرتا تھا بلکہ مدارات کے ساتھ پیش ہوتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اہل بیتؑ کا علانیہ قتل اس کی سلطنت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے مترادف ہوگا۔ اس نے فرزند رسولؐ امام حسنؑ کے لیے کچھ اس طرح کے حالات پیدا کر دیے تھے کہ آپؑ کو صلح کرنا پڑی۔ اس نے اپنے بیٹے کو بھی یہی وصیت کی تھی کہ وہ حضرت امام حسینؑ سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے۔

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی صلح اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی جنگ کی کیفیات میں بڑا فرق ہے۔ امیر شام نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ نہیں کیا تھا اُس نے صرف حکومت کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کیا تھا۔ وہ علانیہ دین خداوندی کا تمسخر اُڑاتا تھا۔ اگر امیر شام حضرت امام حسن علیہ السلام سے بیعت کرنے کا مطالبہ کرتا تو آپؑ وہی کچھ کرتے جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے میدان میں کیا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی تکلیف شرعی جدا جدا تھی اور دونوں کے حالات بھی جداگانہ تھے۔ ان کے عمل کا موازنہ اس وقت درست ہے جب دونوں بزرگ واروں سے ایک سوال ہوتا۔ جب ان دونوں سے سوال مختلف تھے تو ان کے جواب بھی مختلف تھے۔

شہدائے بنی ہاشمؑ کربلا میں

۱۔ سیدالشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام

۲۔ حضرت عباسؑ بن امام علی علیہ السلام

۳۔ جعفر بن امیرالمومنین علیہ السلام

۴۔ عثمان بن امیرالمومنین علیہ السلام

۵۔ محمد بن امیرالمومنین علیہ السلام

۶۔ علی اکبر بن امام حسین علیہ السلام

۷۔ عبداللہ رضیع بن امام حسین علیہ السلام

۸۔ ابوبکر بن امام حسن علیہ السلام

۹۔ قاسم بن امام حسن علیہ السلام

۱۰۔ عبداللہ بن امام حسن علیہ السلام

۱۱۔ عون بن عبداللہ بن جعفرؑ

۱۲۔ محمد بن عبداللہ بن جعفرؑ

۱۳۔ جعفر بن عقیلؑ

۱۴۔ عبدالرحمن بن عقیلؑ

۱۵۔ عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیلؑ

۱۶۔ ابوعبداللہ بن مسلمؑ بن عقیلؑ

۱۷۔ محمد بن سعید بن عقیلؑ

انصار حسینؑ بحساب حروف ابجد

۱۔ انس بن کاہل اسدیؒ

۲۔ اسلمؒ بن کثیر ازدی الاعرجؒ

۳۔ ابوثمامہ عمر بن عبداللہ صائدیؒ

۴- بشر بن عمیر حضرمیؓ

۵- جوير بن مالک ضبعیؓ

۶- جندب بن حجر خولانیؓ

۷- جبلہ بن علی شیبانیؓ

۸- حبیب بن مظاہر اسدیؓ

۹- حُر بن یزید ریاحیؓ

۱۰- حجاج بن یزید سعدیؓ

۱۱- حجاج بن مسروق جعفیؓ

۱۲- حیان بن حارث ازدیؓ

۱۳- حنظلہ بن اسعد شیبانیؓ

۱۴- زہیر بن قین بجلیؓ

۱۵- زہیر بن بشر خثعمیؓ

۱۶- زاہر غلام عمرو بن حمق خزاعیؓ

۱۷- سلیمانؓ غلام امام حسینؑ

۱۸- سالم غلام عامر بن مسلمؓ

۱۹- سیف بن مالکؓ

۲۰- سعید غلام عمر بن خالد صیداویؓ

۲۱- سالم کلبی غلام نبی مدینہ الکلبیؓ

۲۲- سوار بن ابو حمیر فہمی (مجروح)ؓ

۲۳- شبیب بن عبداللہ نہشلیؓ

۲۴- شبیب بن حارث بن سریعؓ

۲۵- شوذب غلام شاکریؓ

۲۶- ضرغامہ بن مالکؓ

۲۷- عبداللہ حنفیؓ

۲۸- عمرو بن کعب انصاریؓ

۲۹- عمر بن قرظہ انصاریؓ

۳۰- عبدالرحمن بن عمیر کلبیؓ

۳۱- عبداللہ بن عروہ غفاریؓ

۳۲- عبدالرحمن بن عروہ غفاریؓ

۳۳- عبدالرحمن بن عبداللہ ارحبیؓ

۳۴- عمار بن ابو سلامہؓ

۳۵- عابس بن ابو شبیب شاکریؓ

۳۶- عامر بن مسلمؓ

۳۷- عون بن جون غلام ابوذر غفاریؓ

۳۸- عمرو بن عبداللہ جندعیؓ

۳۹- عمیر بن ضبیعہؓ

۴۰- عبداللہ بن تمیت قیسیؓ

۴۱- عبیداللہ بن تمیت قیسیؓ

۴۲- عمار بن حسان طائیؓ

۴۳- عمر بن خالد صیداویؓ

۴۴- عمرو بن جندبؓ

۴۵- عمرو بن عبداللہ جندعیؓ

۴۶- قاربؓ غلام امام حسینؑ

۴۷- قیس بن مسہر صیداویؓ

۴۸- قاسط بن ظہیر تغلبیؓ

۴۹- قعصت بن عمرو نمریؓ

۵۰- قاسم بن حبیب ازدیؓ

۵۱- کرش بن ظہیرؓ

۵۲- کنانہ بن عتیقؓ

۵۳- منجؓ غلام امام حسینؑ

۵۴- مسعود بن حجاجؓ اور ان کا فرزند

۵۵- مجمع بن عبداللہؓ

۵۶- مالک بن عبداللہ بن سریعؓ

۵۷- نعیم بن عجلان انصاریؓ

۵۸- نافع بن ہلال بجلیؓ

۵۹- یزید بن حصین ہمدانیؓ

۶۰- یزید بن ثبیت قیسیؓ

نوٹ: یہ فہرست زیارت ناحیہ سے اخذ کی گئی ہے' اس لیے صرف ان ناموں کو لکھا ہے جو ان میں مذکور ہیں' ورنہ ممکن ہے کچھ شہدا باقی رہ گئے ہیں۔

کتاب "مروج الذہب" میں ہے کہ کل ستاسی (۸۷) شخص اہل بیتؑ و اصحابؓ سے حضرتؑ کے ساتھ شہید ہوئے اور لشکر عمر سعد سے آٹھ ہزار اسی (۸۰۸۰) نامرد جہنم واصل ہوئے۔

......❁......

مصادر

۱- الاحتجاج، ابو منصور احمد بن علی طبرسی، یک جلد، انتشارات مرتضی مشہد، ۱۴۰۳ھ-ق۔

۲- الاختصاص، شیخ مفید، یک جلد، انتشارات کنگرہ جہانی شیخ مفید قم، ۱۴۱۳ھ-ق۔

۳- الاخبار الطوال، ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری، قم، منشورات رضی ۱۳۴۸ش۔

۴- الارشاد، شیخ مفید، ۲ جلد در یک مجلد، انتشارات کنگرہ جہانی شیخ مفید قم، ۱۴۱۳ھ-ق۔

۵- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر، ۴ جلد، انتشارات دار الجیل
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، احمد بن علی بن حجر عسقلانی، یک جلد، انتشارات دار الکتب العلمیۃ
بیروت، ۱۴۱۵ھ-ق۔

۶- الاصول الستۃ عشر نخبۃ من الرواۃ، یک جلد، انتشارات دار الشبستری قم، ۱۴۰۵ھ-ق، بیروت،
۱۴۱۲ھ-ق۔

۷- الاعلام، شیخ مفید، یک جلدی، انتشارات کنگرہ جہانی شیخ مفید قم، ۱۴۱۳ھ-ق۔

۸- الامان، سید علی بن موسیٰ بن طاؤس، یک جلد، انتشارات مؤسسہ آل البیت قم، ۱۴۰۹ھ-ق۔

۹- الامالی، شیخ مفید، یک جلد، انتشارات کنگرہ جہانی شیخ مفید قم، ۱۴۱۳ھ-ق۔

۱۰- الامالی، شیخ طوسی، یک جلد، انتشارات دار الثقافۃ قم، ۱۴۱۴ھ-ق۔

۱۱- الامالی، شیخ صدوق، یک جلد، انتشارات کتاب خانہ اسلامیہ، ۱۳۶۲ھ-ش۔

۱۲- الایضاح، فضل بن شاذان، یک جلد، تحقیق سید جلال الدین حسینی ارموی۔

۱۳- الانوار النعمانیۃ، سید نعمت اللہ جزائری، ۴ جلد، انتشارات مؤسسہ اعلمی بیروت، ۱۴۰۴ھ-ق۔

۱۴- ارشاد القلوب، حسن بن ابی الحسن دیلمی، ۲ جلد، انتشارات شریف رضی، ۱۴۱۲ھ-ق۔

۱۵- اعلام الوری، امین الاسلام فضل بن حسن طبرسی، یک جلد، انتشارات دار الکتب الاسلامیۃ تہران۔

۱۶- اقبال الاعمال، سید علی بن موسیٰ بن طاؤس، یک جلد، انتشارات دار الکتب الاسلامیۃ تہران،
۱۳۶۷ھ-ش۔

۱۷- امتاع الاسماع' احمد بن علی مقریزی' ۱۵ جلد' انتشارات دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ-ق۔

۱۸- انساب الاشراف' احمد بن جابر بلاذری' ۱۳ جلد' انتشارات دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ-ق۔

۱۹- البلد و التاریخ' مطہر بن طاہر مقدسی' ۶ جلد' انتشارات مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ۔

۲۰- البدایۃ والنہایۃ' اسماعیل بن کثیر دمشقی' ۱۵ جلد' انتشارات دار الفکر بیروت' ۱۴۰۷ھ-ق۔

۲۱- بحار الانوار' علامہ مجلسی' ۱۱۰ جلد' انتشارات مؤسسہ الوفا بیروت' ۱۴۰۴ھ-ق۔

۲۲- بشارۃ المصطفیٰ' محمد بن ابی القاسم طبری' یک جلد' انتشارات جامعہ مدرسین قم' ۱۴۲۰ھ-ق۔

۲۳- بصائر الدرجات' محمد بن حسن بن فروخ صفار' یک جلد' انتشارات کتاب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم، ۱۴۰۴ھ-ق۔

۲۴- التوحید' شیخ صدوق' یک جلد' انتشارات جامعہ مدرسین قم' ۱۳۹۸ھ-ق۔

۲۵- التہذیب' شیخ طوسی' ۱۰ جلد' انتشارات دار الکتب الاسلامیہ تہران' ۱۳۶۵ھ-ش۔

۲۶- التاریخ الصغیر' محمد بن اسماعیل بخاری' دو جلد' انتشارات دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۶ھ-ق۔

۲۷- تاریخ مدینہ دمشق' ابن عساکر' ۷۰ جلد' انتشارات دار الفکر' ۱۴۱۵ھ-ق۔

۲۸- تاریخ الاسلام' محمد بن احمد ذھبی' ۵۲ جلد' انتشارات دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۳ھ-ق۔

۲۹- تاریخ طبری' محمد بن جریر طبری' ۱۱ جلد' انتشارات دار التراث بیروت' ۱۳۸۷ھ-ق۔

۳۰- تاریخ ابن خلدون' عبد الرحمن بن خلدون' ۸ جلد' انتشارات دار الفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ-ق۔

۳۱- تاریخ الیعقوبی' احمد بن ابی یعقوب عباسی' ۲ جلد' انتشارات دار صادر بیروت۔

۳۲- تاریخ خلیفہ بن خیاط' خلیفہ بن خیاط لیثی' یک جلد' انتشارات دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ-ق۔

۳۳- تاریخ قم' حسن بن محمد بن حسن قمی' ترجمہ حسن بن علی بن حسن عبد الملک قمی' یک جلد' انتشارات توس تہران' ۱۳۶۱ھ-ش۔

۳۴- تاریخ مدینہ دمشق' ابو القاسم علی بن عساکر شافعی دمشقی' ۷۰ جلد' انتشارات دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ-ق۔

۳۵- تاج العروس' محمد مرتضیٰ زبیدی' ۱۰ جلد' انتشارات مکتبۃ الحیاۃ بیروت۔

۳۶- تاویل الآیات الظاہرۃ' سید شرف الدین حسینی استر آبادی' یک جلد' انتشارات جامعہ مدرسین قم' ۱۴۰۹ھ-ق۔
۳۷- تسلیۃ المجالس و زینۃ المجالس' محمد بن ابی طالب حسینی موسوی کرکی' دو جلد' انتشارات بنیاد معارف اسلامی قم' ۱۴۱۸ھ-ق۔
۳۸- تحف العقول' حسن بن شعبہ حرانی' یک جلد' انتشارات جامعہ مدرسین قم' ۱۴۰۴ھ-ق۔
۳۹- تجارب الامم' ابوعلی مسکویہ رازی' ۷ جلد' انتشارات سروش تہران' ۱۳۷۹ھ-ش۔
۴۰- تذکرۃ الخواص' سبط ابن جوزی' یک جلد' انتشارات مکتبۃ نینوی الحدیثۃ تہران۔
۴۱- ترجمۃ الامام الحسن (ع)' ابن عساکر' یک جلد انتشارات موسسہ محمودی بیروت' ۱۴۰۰ھ-ق۔
۴۲- ترجمۃ الفتوح' ترجمہ محمد بن احمد مستوفی ھروی' یک جلد' انتشارات وآموزش انقلاب اسلامی تہران' ۱۳۷۲ھ-ش۔
۴۳- تفسیر امام عسکری (ع)' امام حسن عسکری (ع) یک جلد' انتشارات مدرسہ امام مہدی (عج) قم' ۱۴۰۹ھ-ق۔
۴۴- تفسیر فرات' فرات بن ابراہیم کوفی' یک جلد' انتشارات موسسہ چاپ ونشر' ۱۴۱۰ھ-ق۔
۴۵- تفسیر العیاشی' محمد بن مسعود عیاشی' ۲ جلد' چاپخانہ علمیہ تہران' ۱۳۸۰ھ-ق۔
۴۶- تفسیر قمی' علی بن ابراہیم قمی' ۲ جلد' انتشارات موسسہ دار الکتاب قم' ۱۴۰۴ھ-ق۔
۴۷- ثواب الاعمال' شیخ صدوق' یک جلد' انتشارات شریف رضی قم' ۱۳۶۴ھ-ش۔
۴۸- حلیۃ الابرار فی الاحوال محمد و آلہ الاطہار' سید ہاشم بحرانی' ۲ جلد' بنیاد معارف اسلامی' قم ۱۴۱۱ھ-ق۔
۴۹- الجعفریات (الاشعثیات)' محمد بن محمد بن اشعث کوفی' یک جلد' انتشارات مکتبۃ نینوی الحدیثۃ تہران۔
۵۰- الجمل' شیخ مفید' یک جلد' انتشارات کنگرہ جہانی شیخ مفید قم' ۱۴۱۳ھ-ق۔
۵۱- جلاء العیون' علامہ مجلسی' یک جلد' چاپ اسلامیہ' ۱۳۴۸ھ-ش۔
۵۲- جامع الاخبار' تاج الدین شعیری' یک جلد' انتشارات رضی قم' ۱۳۶۳ھ-ش۔
۵۳- جامع الاحادیث' نرم افزار مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی' تحقیق پیرامون بحار الانوار۔

۵۴- الخرائج والجرائح' قطب الدین راوندی' ۳ جلد' انتشارات موسسہ امام مہدی (ع) قم' ۱۴۰۹ھ-ق۔

۵۵- الخصال' شیخ صدوق' دو جلد در یک مجلد' انتشارات جامع مدرسین قم' ۱۴۰۳ھ-ق۔

۵۶- خصائص الائمۃ (ع)' سید رضی' یک جلد' انتشارات مجمع البحوث آستان قدس رضوی' ۱۴۰۶ھ-ق۔

۵۷- الدعوات' قطب الدین راوندی' یک جلد' انتشارات مدرسہ امام مہدی (ع) قم' ۱۴۰۷ھ-ق۔

۵۸- الدر الثمین فی ذکر خمس مائۃ آیۃ نزلت من کلام رب العالمین فی فضائل امیر المومنین (ع)' حافظ شیخ رجب بن محمد برسی حلی۔ یک جلد' دار الکتاب اسلامی قم' ۱۴۲۸ھ-ق۔

۵۹- دلائل الامامۃ' محمد بن جریر طبری' یک جلد' انتشارات دار الذخائر قم۔

۶۰- دمع السجوم ترجمۂ نفس المھموم' ابوالحسن شعرانی' یک جلد' انتشارات اسلامیہ طہران' ۱۳۷۶ھ-ق۔

۶۱- دیوان امام علی (ع)' علی بن ابی طالب (ع)' یک جلد' انتشارات پیام اسلام قم' ۱۳۶۹ھ-ش۔

۶۲- دیوان سید حمیری

۶۳- دعائم الاسلام' نعمان بن محمد تمیمی مغربی' ۲ جلد' انتشارات دار المعارف مصر' ۱۳۸۵ھ-ق۔

۶۴- الذکری' شہید اول' یک جلد' مخطوطہ بہ خط کرمانی' ۱۲۷۲ھ-ق۔

۶۵- الروضۃ المختارہ (شرح قصائد الھاشمیات و العلویات کمیت بن زید و ابن ابی الحدید)' انتشارات موسسہ اعلمی' بیروت' بی تا۔

۶۶- روضۃ الواعظین' محمد بن حسن فتال نیشاپوری' یک جلد' انتشارات رضی قم۔

۶۷- روضۃ الشہداء' ملا حسین واعظ کاشفی' یک جلد' انتشارات اسلامیہ تہران' ۱۳۸۰ھ-ق۔

۶۸- رجال ابن داؤد' ابن داؤد حلی' یک جلد' انتشارات دانشگاہ تہران' ۱۳۸۳ھ-ق۔

۶۹- رجال العلامۃ الحلی' علامہ حلی' یک جلد' دار الذخائر قم' ۱۴۱۱ھ-ق۔

۷۰- رجال الکشی' محمد بن عمر کشی' یک جلد' انتشارات دانشگاہ مشہد' ۱۳۴۸ھ-ش۔

۷۱- رجال الشیخ الطوسی‘ شیخ طوسی‘ یک جلد‘ انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین‘ ۱۴۱۵ھ-ق۔

۷۲- الزام النواصب‘ مفلح بن حسین راشد‘ یک جلد‘ ۱۴۲۰ھ-ق۔

۷۳- الزہد‘ حسین بن سعید اھوازی‘ یک جلد‘ چاپ سید ابوالفضل حسینیان‘ ۱۴۰۲ھ-ق۔

۷۴- زین الاخبار‘ عبدالحی بن ضحاک گردیزی‘ یک جلد‘ انتشارات دنیای کتاب تہران‘ ۱۳۶۳ھ-ش۔

۷۵- سعد السعود‘ سید علی بن موسیٰ بن طاؤس‘ یک جلد‘ انتشارات دار الذخائر قم۔

۷۶- سنن ابی داؤد‘ سلیمان بن اشعث سجستانی‘ ۲ جلد‘ انتشارات دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۰ھ-ق۔

۷۷- سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی‘ عبدالملک بن حسین عصامی مکی‘ ۳ جلد‘ دار الکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۱۹ھ-ق۔

۷۸- سیمای فرزانگان‘ رضا مختاری‘ یک جلد‘ انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی قم سنہ [illegible] ش۔

۷۹- شرح الاخبار فی فضائل ائمۃ الاطہار (علیہم السلام)‘ نعمان بن محمد تمیمی مغربی‘ ۳ جلد‘ انتشارات جامعہ مدرسین قم۔

۸۰- سنن النسائی‘ احمد بن شعیب نسائی‘ ۸ جلد‘ انتشارات دار الفکر بیروت‘ ۱۳۴۸ھ-ق۔

۸۱- سنن الکبریٰ‘ احمد بن حسین بیہقی‘ ۱۰ جلد‘ انتشارات دار الفکر بیروت۔

۸۲- شرح نہج البلاغۃ‘ ابن ابی الحدید معتزلی‘ ۲۰ جلد در ۱۰ مجلد‘ انتشارات کتاب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم‘ ۱۴۰۴ھ-ق۔

۸۳- شذرات الذھب‘ عبدالحی بن عماد حنبلی‘ ۱۱ جلد‘ دار ابن کثیر بیروت‘ ۱۴۰۶ھ-ق۔

۸۴- شواہد التنزیل‘ حاکم حسکانی‘ ۲ جلد‘ انتشارات موسسہ چاپ ونشر‘ ۱۴۱۱ھ-ق۔

۸۵- الصحاح‘ اسماعیل بن حماد جوہری‘ ۶ جلد‘ انتشارات دار العلم للملایین بیروت‘ ۱۴۰۷ھ-ق۔

۸۶- صحیفۃ الرضا‘ علی بن موسیٰ الرضا (ع)‘ یک جلد‘ انتشارات کنگرہ جہانی امام رضا (ع)‘ ۱۴۰۶ھ-ق۔

۸۷- صحیح مسلم‘ مسلم بن حجاج نیشاپوری‘ ۸ جلد‘ انتشارات دار الفکر بیروت۔

۸۸- صحیح ابن حبان‘ علی بن بلبان فارسی‘ ۱۶ جلد‘ انتشارات موسسہ الرسالۃ‘ ۱۴۱۴ھ-ق۔

۸۹- الطبقات الکبری بہ ہمراہ الطبقۃ الخامسہ' محمد بن سعد ہاشمی بصری' ۸ جلد' انتشارات دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ۔ق۔ الطبقۃ الخامسہ' دو جلد' مکتبۃ الصدیق طائف' ۱۴۱۴ھ۔ق۔

۹۰- طب الائمۃ (علیہم السلام)' عبداللہ و حسین ابنا بسطام' یک جلد' انتشارات شریف رضی قم' ۱۴۱۱ھ۔ق۔

۹۱- العدد القویۃ' علی بن یوسف حلی' یک جلد' انتشارات کتاب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم' ۱۴۰۸ھ۔ق۔

۹۲- علامہ مجلسی بزرگ مرد علم و دین' علی دوانی' یک جلد' موسسہ انتشارات امیر کبیر' ۱۳۷۰ھ۔ش۔

۹۳- علل الشرائع' شیخ صدوق' یک جلد' انتشارات مکتبۃ الداوری قم۔

۹۴- العوالم (الامام الحسین (ع)' شیخ عبداللہ بحرانی' یک جلد' انتشارات مدرسہ امام مہدی (عج) قم' ۱۴۰۷ھ۔ق۔

۹۵- عیون المعجزات' شیخ حسین عبدالوہاب' یک جلد' منشورات حیدریہ نجف' ۱۳۶۹ھ۔ق۔

۹۶- عوالی اللآلی' ابن ابی جمہور احسائی' ۴ جلد' انتشارات سید الشہدا (ع) قم' ۱۴۰۵ھ۔ق۔

۹۷- العلل و معرفۃ الرجال' احمد بن محمد بن حنبل' ۳ جلد' انتشارات دار الخانی ریاض' ۱۴۰۸ھ۔ق۔

۹۸- عیون اخبار الرضا (ع)' شیخ صدوق' ۲ جلد در یک مجلد' انتشارات جہان' ۱۳۷۸ھ۔ق۔

۹۹- عمدۃ الطالب' ابن عنبہ' یک جلد' انتشارات کتب الحیدریہ نجف' ۱۳۸۰ھ۔ش۔

۱۰۰- عوالم العلوم' شیخ عبداللہ بحرانی' جلد ۱۷' انتشارات مدرسہ امام مہدی (عج) قم' ۱۴۲۴ھ۔ق۔

۱۰۱- الغدیر' علامہ عبدالحسین امینی' ۱۱ جلد' انتشارات دار الکتب العربی بیروت' ۱۳۷۹ھ۔ق۔

۱۰۲- الغارات' ابراہیم بن محمد ثقفی کوفی' ۲ جلد' انجمن آثار ملی تہران' ۱۳۵۳ھ۔ش۔

۱۰۳- غرر الحکم و درر الکلم' عبدالواحد بن محمد تمیمی آمدی' یک جلد' انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی قم' ۱۳۶۶ھ۔ش۔

۱۰۴- الفتوح' احمد بن اعثم کوفی' ۹ جلد' انتشارات دار الاضواء بیروت' ۱۴۱۱ھ۔ق۔

۱۰۵- الفضائل' شاذان بن جبرئیل قمی' یک جلد' انتشارات رضی قم' ۱۳۶۳ھ۔ش۔

۱۰۶- فرج المہموم' احمد بن موسیٰ بن طاؤس' یک جلد' انتشارات دار الذخائر۔

۱۰۷- فقہ الرضا' علی بن موسیٰ (ع)' یک جلد' انتشارات کنگرہ جہانی امام رضا (ع) مشہد' ۱۴۰۶ھ-ق۔

۱۰۸- فلاح السائل' سید علی بن موسیٰ بن طاؤس' یک جلد' انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی قم۔

۱۰۹- قرب الاسناد' عبداللہ بن جعفر حمیری قمی' یک جلد' انتشارات کتاب خانہ نینوی' تہران۔

۱۱۰- قصص الانبیا (ع)' سید نعمت اللہ جزائری' یک جلد' انتشارات کتاب خانہ آیت اللہ مرعشی قم' ۱۴۰۴ھ-ق۔

۱۱۱- قصص الانبیا (ع)' قطب الدین راوندی' یک جلد' انتشارات بنیاد پژوهش ھای آستان قدس رضوی' ۱۴۰۹ھ-ق۔

۱۱۲- اللهوف' سید علی بن موسیٰ بن طاؤس' یک جلد' انتشارات جہان تہران' ۱۳۴۸ھ-ش۔

۱۱۳- لسان العرب' ابن منظور' ۱۵ جلد' انتشارات دار صادر بیروت' اصل ۱۴۱۴ھ-ق۔

۱۱۴- الکافی' ثقۃ الاسلام کلینی' ۸ جلد' انتشارات دار الکتب الاسلامیہ تہران' ۱۳۶۵ھ-ش۔

۱۱۵- الکامل فی التاریخ' علی بن ابی الکرم معروف بہ ابن اثیر' ۱۳ جلد' انتشارات دار صادر بیروت' ۱۳۸۵ھ-ق۔

۱۱۶- الکنی والالقاب' شیخ عباس قمی' ۳ جلد' انتشارات مکتبۃ الصدر نجف' ۱۳۷۹ھ-ق۔

۱۱۷- کتاب الغیبۃ' شیخ طوسی' یک جلد' انتشارات موسسہ معارف اسلامی قم' ۱۴۱۱ھ-ق۔

۱۱۸- کامل الزیارات' ابن قولویہ قمی' یک جلد' انتشارات مرتضویہ نجف اشرف' ۱۳۵۶ھ-ق۔

۱۱۹- کنز الفوائد وتاویل الآیات الظاہرۃ' محمد بن علی کراجکی' یک جلد' انتشارات مکتبۃ مصطفوی قم' ۱۴۱۰ھ-ق۔

۱۲۰- کشف الغمۃ' علی بن عیسیٰ اربلی' ۲ جلد' انتشارات مکتبۃ بنی ہاشمی تبریز' ۱۳۸۱ھ-ق۔

۱۲۱- کمال الدین' شیخ صدوق' ۲ جلد در یک مجلد' انتشارات دار الکتب الاسلامیہ قم' ۱۳۹۵ھ-ق۔

۱۲۲- المحاسن' احمد بن محمد بن خالد برقی' یک جلد' انتشارات دار الکتب الاسلامیہ قم' ۱۳۷۱ھ-ق۔

۱۲۳- المستقصی فی امثال العرب' جار اللہ زمخشری' دو جلد' بیروت' ۱۴۰۷ھ-ق۔

۱۲۴- المکاسب' شیخ مرتضیٰ انصاری' ۳ جلد' انتشارات دار الحکمۃ قم' ۱۳۷۰ھ-ش۔

۱۲۵- المنتخب فی جمع المراثی والخطب، فخر الدین طریحی، یک جلد، نجف، ۱۳۷۳ھ-ق۔

۱۲۶- المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، عبدالرحمن بن جوزی، ۱۹ جلد، انتشارات دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ-ق۔

۱۲۷- المعجم الکبیر، سلیمان بن احمد طبرانی، ۲۵ جلد، انتشارات مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ۔

۱۲۸- المصباح، ابراہیم بن علی عاملی کفعمی، یک جلد، انتشارات رضی قم، ۱۴۰۵ھ-ق۔

۱۲۹- مختار الصحاح، محمد بن عبدالقادر رازی، یک جلد، انتشارات دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ-ق۔

۱۳۰- مستطرفات السرائر، محمد بن ادریس حلی، یک جلد، انتشارات جامعہ مدرسین قم، ۱۴۱۱ھ-ق۔

۱۳۱- مصباح المتہجد، شیخ طوسی، یک جلد، انتشارات موسسہ فقہ الشیعہ بیروت، ۱۴۱۱ھ-ق۔

۱۳۲- مثیر الاحزان، ابن نما حلی، یک جلد، انتشارات مدرسہ امام مہدی (عج) قم، ۱۴۰۶ھ-ق۔

۱۳۳- مقتل الحسین (ع)، لوط بن یحیی ازدی، یک جلد، انتشارات کتاب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم، ۱۳۹۸ھ-ق۔

۱۳۴- مقتل الحسین (ع)، موفق بن احمد اخطب خوارزمی، ۲ جلد، انتشارات انوار مہدی قم، ۱۳۷۷ھ-ش۔

۱۳۵- مقتل الحسین (ع) ومصرع اہل بیتہ واصحابہ فی کربلا، ابو مخنف لوط بن یحیی ازدی، یک جلد، انتشارات اعلمی تہران، ۱۳۷۳ھ-ش۔

۱۳۶- معالی السبطین فی احوال السبطین الحسن والحسین (ع)، محمد مہدی حائری، منشورات رضی قم، ۱۳۷۳ھ-ش۔

۱۳۷- مقاتل الطالبین، ابوالفرج علی بن الحسین اصفہانی، ۱ جلد، انتشارات دارالمعرفۃ بیروت۔

۱۳۸- مجالس المومنین، قاضی نوراللہ شوشتری، ۲ جلد، انتشارات اسلامیہ تہران۔

۱۳۹- مجموعۃ ورام، ورام بن ابی فراس، ۲ جلد در یک مجلد، انتشارات مکتبۃ الفقیہ قم۔

۱۴۰- مستدرک الحاکم، محمد بن محمد حاکم نیشاپوری، ۴ جلد، انتشارات دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۰۶ھ-ق۔

۱۴۱- مناقب آل ابی طالب (ع)، ابن شہر آشوب مازندرانی، ۴ جلد، موسسہ انتشارات علامہ قم، ۱۳۷۹ھ-ق۔

۱۴۲- مسند احمد، احمد بن حنبل، ۶ جلد، انتشارات دار صادر بیروت۔

۱۴۳- مجمع البحرین، فخر الدین طریحی، ۶ جلد، انتشارات مرتضوی تہران، سال ۱۳۶۵ھ-ش۔

۱۴۴- مدینۃ المعاجز، سید ہاشم بحرانی، ۸ جلد، انتشارات موسسۃ المعارف الاسلامیہ، ۱۴۱۳ھ-ق۔

۱۴۵- مجمع البیان فی تفسیر القرآن، فضل بن حسن طبرسی، ۱۰ جلد، انتشارات ناصر خسرو تہران۔

۱۴۶- مکارم الاخلاق، حسن بن فضل طبرسی، یک جلد، انتشارات شریف رضی قم، ۱۴۱۲ھ-ق۔

۱۴۷- مستدرک الوسائل، محدث نوری، ۱۸ جلد، انتشارات موسسہ آل البیت قم، ۱۴۰۸ھ-ق۔

۱۴۸- من لا یحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ۴ جلد، انتشارات جامعہ مدرسین قم، ۱۴۱۳ھ-ق۔

۱۴۹- معجم رجال الحدیث، سید ابو القاسم خوئی، ۲۳ جلد، آل البیت قم۔

۱۵۰- مروج الذھب، علی بن حسین مسعودی، ۶ جلد، انتشارات دار الہجرۃ قم، ۱۴۰۹ھ-ق۔

۱۵۱- مصادقۃ الاخوان، شیخ صدوق، یک جلد، چاپ لیتو گرافی کرمانی قم، ۱۴۰۲ھ-ق۔

۱۵۲- نہج البلاغہ، امام علی بن ابی طالب (ع)، یک جلد، انتشارات دار الہجرۃ قم۔

۱۵۳- النص والاجتہاد، سید عبد الحسین شرف الدین، یک جلد، انتشارات ابو مجتبیٰ، ۱۴۰۴ھ-ق۔

۱۵۴- نہج الحق وکشف الصدق، حسن بن یوسف حلی، یک جلد، انتشارات موسسہ دار الہجرۃ قم، ۱۴۰۷ھ-ق۔

۱۵۵- نور العین فی مشہد الحسین (ع)، ابو اسحاق اسفرائینی شافعی، یک جلد، انتشارات المنار تونس

۱۵۶- نظم درر السمطین، محمد بن یوسف زرندی حنفی م ۷۵۰ھ-ق۔ طبع خطی کتاب خانہ امام امیر المومنین (ع) سال ۱۳۷۷ھ-ق۔

۱۵۷- وقائع الایام در احوال محرم الحرام، ملا علی واعظ تبریزی خیابانی، یک جلد، انتشارات اسلامیہ تہران، ۱۳۸۰ھ-ش۔

۱۵۸- وقعۃ الصفین، نصر بن مزاحم منقری، یک جلد، انتشارات کتاب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم، ۱۴۰۳ھ-ق۔

۱۵۹- وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملی، ۲۹ جلد، انتشارات موسسہ آل البیت قم، ۱۴۰۹ھ-ق۔

۱۶۰- ینابیع المودۃ، سلیمان بن ابراہیم قندوزی، ۳ جلد، انتشارات دار الاسوہ، ۱۴۱۶ھ-ق۔



ادارہ منہاج الصالحین لاہور (رجسٹرڈ)